انوارِ قمریہ

سیالوی

حصہ اوّل

ملفوظات

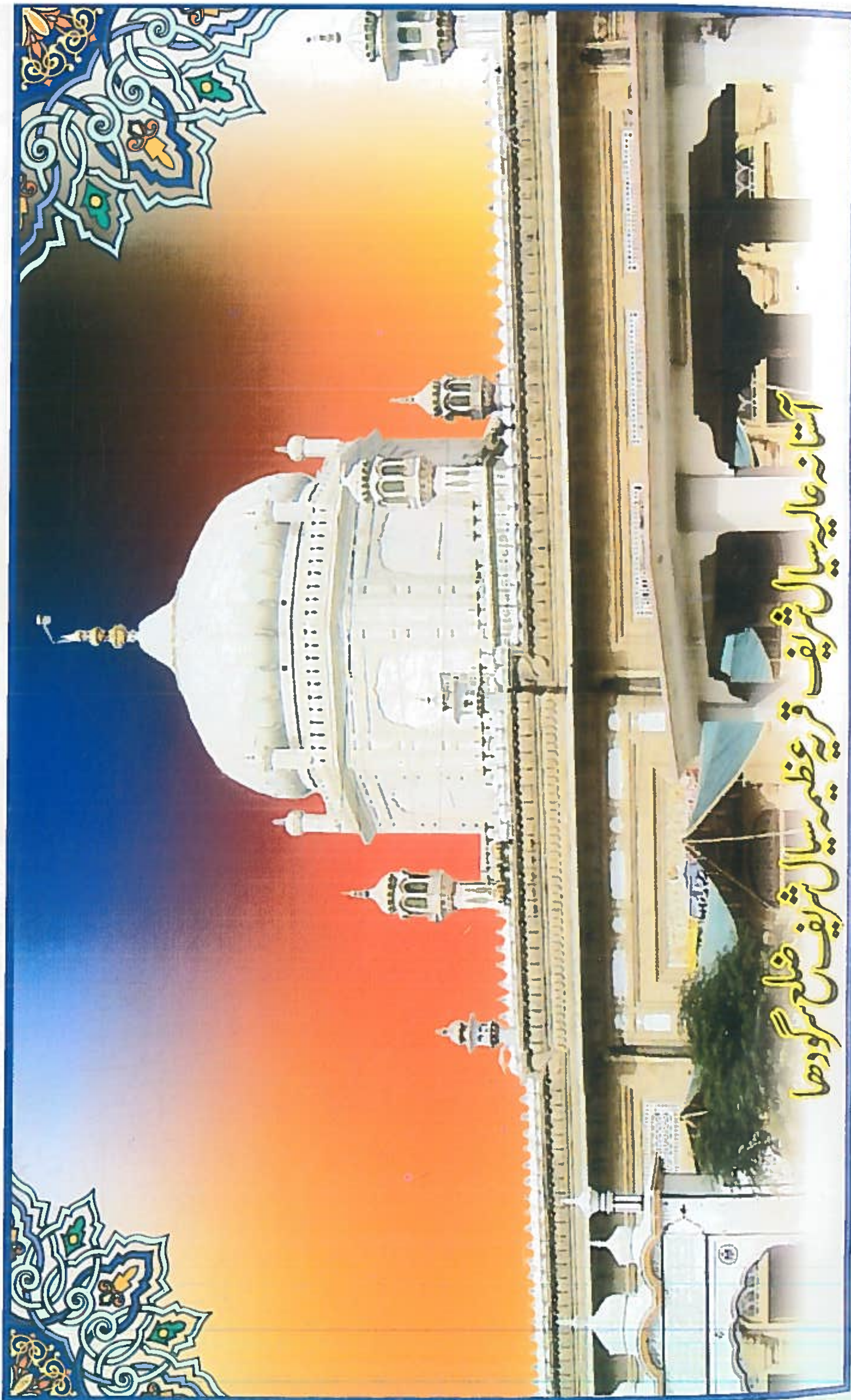
شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمرالدین سیالوی قدس سرہ العزیز

تالیف

حضرت مولانا قاری غلام احمد سیالوی مدظلہ
مفتی دارالافتاء آستانہ عالیہ سیال شریف

شائع کردہ

حضرت سید ابوالحسن شاہ منظور ہمدانی دامت برکاتہم العالیہ
بانی و ناظم اعلیٰ انجمن قمرالاسلام سلیمانیہ کلفٹن کراچی پاکستان



جہاں میں اہل ایمان صورت خورشید جیتے ہیں
اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے

نام کتاب	انوارِ قمریہ (حصہ اوّل)
مؤلف	حضرت مولانا حافظ قاری غلام احمد سیالوی (علیہ رحمۃ الباری)
باہتمام	حضرت سید ابوالحسن شاہ منظور ہمدانی (دامت برکاتہم العالیہ)
ناشر	انجمن قمرالاسلام سلیمانیہ کلفٹن کراچی
تصحیح وتدوین جدید	غلام علی سیالوی عفی عنہ
سعادت طباعت	محمد حفیظ البرکات شاہ، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور
کمپوزنگ وطباعت	محمد قمرالدین چشتی (فون:0346-2511659)
ایڈیشن سوم	فروری 2018ء
تعداد	۱۰۰۰
ہدیہ	.... روپے

ملنے کے پتے

۱۔ دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام، سیال شریف، سرگودھا

۲۔ انجمن قمرالاسلام سلیمانیہ ایس ٹی ۳۱ بلاک نمبر ۲ کہکشاں کلفٹن کراچی

فون: 021-35879657 , 021-35371901

۳۔ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور کراچی پاکستان

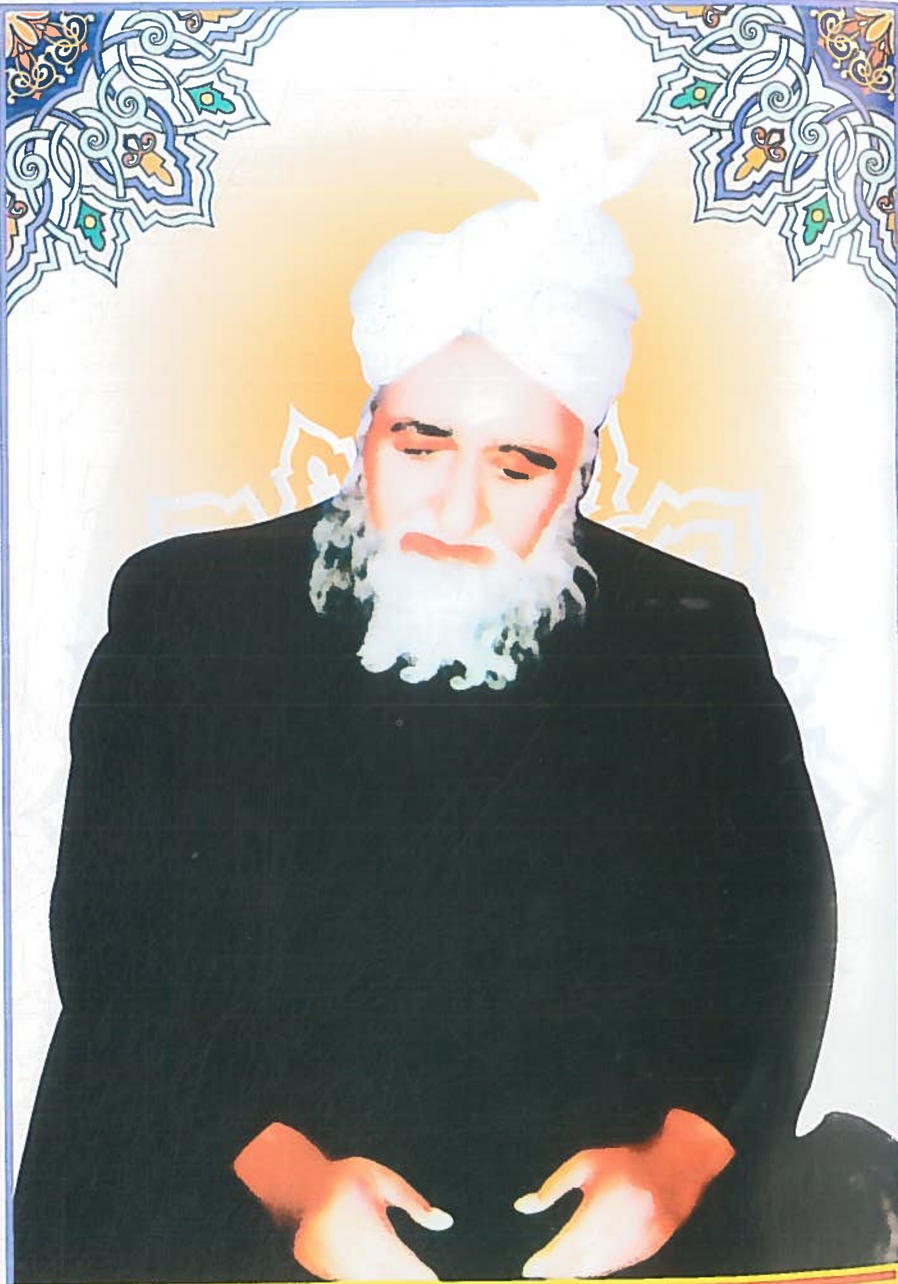
042-37221953 - 37247350 - 021-32212011

شمس العارفین حضرت خواجہ محمد شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ

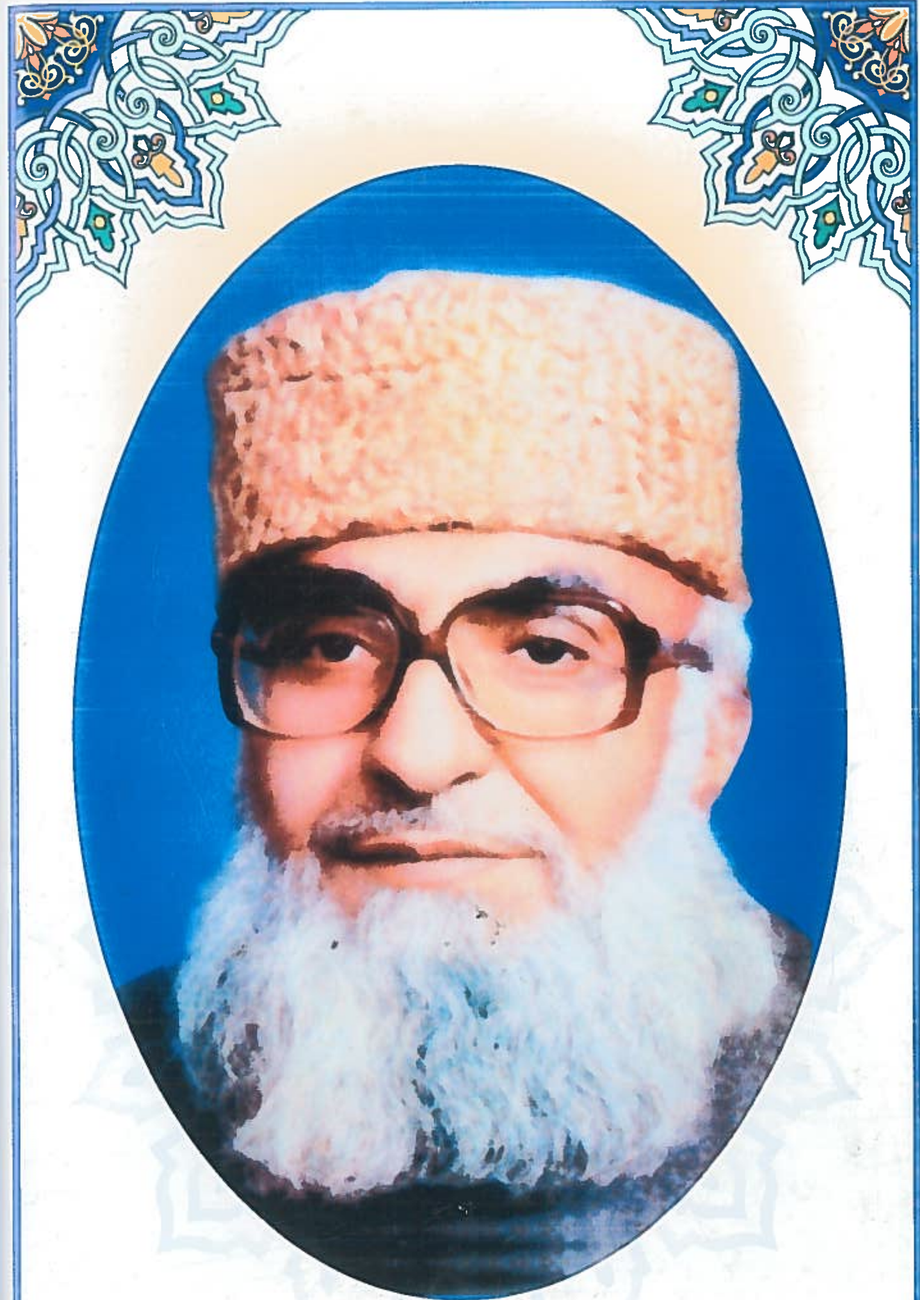
شیخ المشائخ حضرت خواجہ محمد دین رحمۃ اللہ علیہ (ثانی لاثانی)



ضیاء الملت حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین رحمۃ اللہ علیہ (ثالث غریب نواز)



شیخ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ



امیرشریعت حضرت خواجہ محمد حمید الدین سیالوی مدظلہ العالی

سجادہ نشین آستانہ عالیہ سیال شریف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

تقریظ

امیر شریعت وطریقت حضرت خواجہ **محمد حمید الدین** سیالوی دامت برکاتہم العالیہ

زیب سجادہ آستانہ عالیہ سیال شریف

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ عَلٰی نِعَمِ اللّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیۡرِ خَلۡقِ اللّٰہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَعَلٰی جَمِیۡعِ اَوۡلِیَآءِ اُمَّتِہٖ. اَمَّا بَعۡدُ!

انوارِقمریہ ملفوظات حضرت شیخ الاسلام سیدنا ومرشدنا وھادینا خواجہ محمد قمرالدین قدس سرہٗ تالیف قاری ومفتی دارالافتاء خانقاہ عالیہ سیال شریف میری نظر سے گزری ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آستانہ عالیہ سیال شریف کے مریدین، متعلقین، متوسلین اور متوصلین کی سیرت سازی میں اس کا مطالعہ مفید ترین ہے۔ خداوند کریم اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صدقے ہم سب کو حضور شیخ الاسلام رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

محمد حمید الدین عفی عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الانتساب

بحضرت اقدس شیخ الطریقت والمعرفت مجاهد الملت والمسلمین امیر الشریعت والمجاهدین نائب شیخ الاسلام والمسلمین کهفِ الغرباء والمساکین الحاج الحافظ خواجه محمد حمیدالدین صاحب السجادة آستانهٔ عالیه القریة العظیمة سیال شریف ادام الله اظلال برکاته بطول بقائه وحیاته بالعزة والعظمة والشرف بالدوام.

(آمین ثم آمین)

غبار تراب نعال السیال

غلام احمد عفی عنہ المعتکف آستانہ عالیہ سیال شریف

فہرست

نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر
١	سعادت طباعت	٢٠
٢	تقریظ از حضرت دیوان صاحب قدس سرہ العزیز (اجمیر شریف)	٢٣
٣	تقریظ حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ	٢٩
٤	تقریظ سید مراتب علی شاہ صاحب مدظلہ العالی	٢٣
٥	مقدمہ جناب غلام حسین صاحب سینئر ریسرچ آفیسر لاہو	٣٣
٦	تعارف مؤلف (علیہ رحمہ الباری)	٣٧
٧	عرض حال (از علامہ مفتی غلام احمد سیالوی علیہ رحمہ الباری)	٣٩
٨	سلسلہ طریقت چشتیہ سیالویہ (شجرہ شریف)	٤١
٩	شجرہ نسب حضور پیر سیال لجپال قدس سرہ العزیز	٤٤
١٠	تاریخ پیدائش حضور شیخ الاسلام (رحمتہ اللہ علیہ)	٤٥
١١	تمغہ ستارہ امتیاز (از حکومت پاکستان)	٤٥
١٢	منصب شیخ الاسلام (از علماء اسلام)	٤٦
	باب اول: توحید باری تعالیٰ	
١	کلمہ توحید از حضور شیخ الاسلام قدس سرہ العزیز	٤٨
٢	التحقیق الفرید از حضرت علامہ عطا محمد بندیالوی علیہ الرحمہ الباری	٥١
٣	کلمہ طیبہ کی وضاحت	٦٢
٤	توحید کے مراتب واقسام شرک	٦٤
٥	مشیت باری تعالیٰ	٧٦
٦	توحید ورسالت	٨١

نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر
	دوسرا باب: شان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	
۱	خطبہ مبارکہ از حضور شیخ الاسلام قدس سرہ العزیز	۸۳
۲	صلوٰۃ قمریہ از حضور شیخ الاسلام قدس سرہ العزیز	۸۴
۳	نعت شریف (بحضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)	۸۵
۴	فضیلت درود شریف	۸۷
۵	درس حدیث شریف	۸۹
۶	واقعہ شمس القمر (عظیم الشان معجزہ)	۹۹
۷	تاریخ ورود موئے مبارک (سیال شریف آمد)	۱۰۲
۸	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضور شیخ الاسلام کو زیارت	۱۰۳
۹	روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان	۱۱۰
۱۰	برکات ومعنویت اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۱۱۱
۱۱	قرآن مجید میں لفظ بشر کا استعمال	۱۱۲
۱۲	انما انا بشر مثلکم کا معنی ومفہوم	۱۱۳
۱۳	شان محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (آریہ سے مناظرہ)	۱۱۵
۱۴	التزام کفر و لزوم کفر	۱۱۹
۱۵	خاتم النبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت کی اعلیٰ مثال	۱۲۰
۱۶	قبل از بعثت لوگوں کے عقائد واعمال	۱۲۱
۱۷	اطاعت واتباع رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پابندی کی وصیت	۱۲۳
۱۸	بجز واسطہ رسالت کے ذات باری تعالیٰ تک رسائی ناممکن ہے	۱۲۴
۱۹	محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم اور تعظیم مزارات سنت ملائکہ اور سنت صحابہ ہے	۱۲۵

نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر
	تیسرا باب: کلام اللہ عزوجل	
۱	قرآن مجید کی برکت اور عذاب قبر سے نجات	۱۲۷
۲	تدوین قرآن مجید	۱۲۷
۳	قرآن مجید کی فصاحت وبلاغت	۱۲۹
۴	آیات متشابھات سے متعلق ارشادات	۱۳۰
۵	قرآن مجید بذریعہ ڈاک منگوانا	۱۳۴
۶	خلق قرآن کریم کا اعتقاد غلط ہے	۱۳۵
۷	آیات ناسخ ومنسوخ کا بیان	۱۳۶
	چوتھا باب: ذکر انبیاء کرام علیہم السلام	
۱	حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں	۱۳۹
۲	حضرت یوسف علیہ السلام سے متعلق ارشادات	۱۴۱
۳	انبیاء کرام علیہم السلام کے علوم کلیہ کا ثبوت	۱۴۲
۴	درود شریف میں مشبہ اور مشبہ بہ کی بحث	۱۴۶
۵	انبیاء کرام علیہم السلام اور جنات	۱۴۷
	پانچواں باب: صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین	
۱	ثبوت خلافت شیخین رضی اللہ عنہما	۱۴۹
۲	حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تقویٰ	۱۴۹
۳	نگاہ فاروقی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)	۱۵۰
۴	امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عامل (گورنر) کا تقویٰ	۱۵۱
۵	حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خواب میں زیارت	۱۵۲

نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر
۶	حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابورکانہ کی کشتی	۱۵۳
۷	حضرت انس رضی اللہ عنہ کا حجاج بن یوسف سے خطاب	۱۵۴
۸	حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایمان لانا	۱۵۵
۹	حضرت زید بن سعنہ رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا	۱۵۷
۱۰	حضرت ابومھجن رضی اللہ عنہ کی شراب سے توبہ	۱۵۹
۱۱	محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی بیعت	۱۶۱
۱۲	حضرت ابو طالب کی نجات اوران کے اسلام پر قرائن	۱۶۲
۱۳	حضرت بابارتن کا بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہونا	۱۶۶
	چھٹا باب : اقوال ائمہ کرام اور بزرگان دین (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)	
۱	حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی شان	۲۱۰
۲	حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کی ڈاکو کیلئے دعا	۲۱۱
۳	حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ اور خلیفۂ وقت	۲۱۲
۴	حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ	۲۱۴
۵	حضرت خواجہ بابا فرید گنج شکر قدس سرہ العزیز	۲۱۵
۶	حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ	۲۲۰
۷	حضرت خواجہ فخر جہاں رحمتہ اللہ علیہ	۲۲۱
۸	قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہاروی قدس سرہ العزیز کا مرید	۲۲۷
۹	خواجہ خواجگان حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی قدس سرہ العزیز	۲۲۸
۱۰	حضور پیر پٹھان قدس سرہ العزیز اور پارس کا تحفہ	۲۳۵

نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر
۱۱	حضرت خواجہ اللہ بخش کریم تونسوی قدس سرہ العزیز	۲۳۶
۱۲	حضرت خواجہ محمد حامد تونسوی رحمتہ اللہ علیہ	۲۳۸
۱۳	حضرت خواجہ خان محمد تونسوی قدس سرہ العزیز	۲۴۳
۱۴	حضرت شیر کرم علی رحمتہ اللہ علیہ	۲۴۴
۱۵	اعلیٰ حضرت خواجہ شمس العارفین قدس سرہ العزیز	۲۴۶
۱۶	اعلیٰ حضرت خواجہ شمس العارفین کے فرزندان عالیشان	۲۵۲
۱۷	حضور پیر سیال کے درویشان خدامست	۲۵۵
۱۸	مجاہد اعظم حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین رحمتہ اللہ علیہ	۲۶۱
۱۹	ولی اللہ کسے کہتے ہیں	۲۶۸
۲۰	تصور شیخ کے فیوض وبرکات	۲۶۹
۲۱	پیراور مرید کا تعلق	۲۷۱
۲۲	نفس کو مرنے کا ذریعہ صرف تصور شیخ ہے	۲۷۲
۲۳	شیخ کامل اپنے مرید کو گناہ سے بچاتا ہے	۲۷۵
۲۴	لوح محفوظ است پیش اولیا	۲۸۲
۲۵	اولیاء کرام کو اپنا وقت وصال معلوم ہوتا ہے	۲۸۳
۲۶	مزارات پر چراغ جلانا جائز ہے	۲۸۴
۲۷	باادب وبانصیب	۲۸۵
۲۸	نسبی نسبت کا فیضان	۲۸۹
۲۹	عشق حقیقی وعشق مجازی	۲۸۹
۳۰	مزار بوسی کی تحقیق	۳۰۱
۳۱	اولیاء اللہ سے دشمنی سلب ایمان کا باعث ہے	۳۰۵
۳۲	پیر بھائیوں سے مراد امت نبوی ہے	۳۰۷

نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر
	ساتواں باب : اصلاح اعمال	
۱	اذان کے بعد کلمہ شریف پڑھنا واجب ہے	۳۰۹
۲	انتظار الصلوٰۃ صلوٰۃ	۳۰۹
۳	غصہ کا بہترین علاج	۳۱۰
۴	قوت حافظہ انعام الٰہی ہے	۳۱۱
۵	نماز تہجد پڑھنے کا طریقہ	۳۱۲
۶	مسجد کی فضیلت اور آداب مسجد	۳۱۳
۷	شہید مسجد کی جگہ اور اس کی مٹی کا حکم	۳۱۴
۸	قصیدہ بردہ شریف پڑھنے کی اہمیت	۳۱۴
۹	وظیفہ کی مداومت کے فوائد	۳۱۹
۱۰	چادر ٹخنوں سے نیچے کرنے کی ممانعت	۳۱۹
۱۱	وباؤں کو ٹالنے کی ترکیب	۳۲۰
۱۲	نئے مکانات میں آباد ہونے کے آداب	۳۲۱
۱۳	مکان بنانے سے پہلے پڑوسی کی تحقیق کرنی چاہیے	۳۲۳
۱۴	عاجزی وانکساری کے فوائد	۳۲۳
۱۵	دل بدست آور کہ حج اکبر است	۳۲۴
۱۶	دل شکنی کی ممانعت	۳۲۷
۱۷	اسلامی استغنا اور نظام حیدر آباد	۳۲۸
۱۸	برما میں اشاعت اسلام	۳۲۸
۱۹	مسلمانوں کا علمی ذوق	۳۲۹

نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر
	آٹھواں باب : عالم برزخ	
۱	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر میں زیارت اور حضور شیخ اسلام قدس سرہ العزیز کا بچپن میں اعلیٰ جواب	۳۳۱
۲	حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا نکیرین سے سوال	۳۳۲
۳	نکیرین کو دیکھ کر قبر میں نماز نفل شروع کردی	۳۳۲
۴	حضرت خواجہ فریدالدین گنج شکر رضی اللہ عنہ کا جنازہ اور بہشتی دروازہ سے متعلق ارشادات	۳۳۶
۵	قبر میں سوالات وجوابات اور تلقین میت	۳۳۸
۶	کفنی پر اشعار لکھنا	۳۳۸
۷	قبر اور بدھ مذہب کے عقائد واعمال	۳۴۰
۸	قبروں پر پانی ڈالنا جائز ہے	۳۴۱
۹	شیخ کامل قبر میں مرید کو نوازتا ہے	۳۴۲
	نواں باب : احوال وارشادات علماء ہند	
۱	حضرت علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی علیہ الرحمہ	۳۴۳
۲	حضرت مولانا نظام الدین مرتب درس نظامی علیہ الرحمہ	۳۴۸
۳	حضرت مولانا فضل حق خیرآبادی علیہ الرحمہ	۳۵۱
۴	حضرت علامہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ (استاد مکرم حضور شیخ الاسلام قدس سرہ العزیز)	۳۶۰
۵	حضرت مولانا محمد امین علیہ الرحمہ (استاد مکرم حضور شیخ الاسلام قدس سرہ العزیز)	۳۶۶

نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر
	اصلاح عقائد اور عقائد باطلہ کا رد	
۱	عطاء اللہ شاہ بخاری سے مکالمہ	۳۶۷
۲	نجدی قاضی القضاء سے مکالمہ	۳۶۹
۳	نواب غلام محمد ٹوانہ اور روافض	۳۷۳
۴	مرزائی کا قبول اسلام	۳۷۸
	دسواں باب : دعا کی فضیلت اور اہمیت	
۱	دعا کے آداب اور شرائط	۳۸۰
۲	استمداد از بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واولیاء کرام وشہدائے عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہ اجمعین	۳۸۳
۳	شیطانی وسوسوں سے محفوظ رہنے کی دعا	۳۸۵
۴	دعا برائے عافیت	۳۸۶
۵	دعا کثیر النفع	۳۸۶
۶	سید الاستغفار و دعائے حُسن	۳۸۸
۷	دعا برائے حفظ	۳۸۹
۸	دعا سعادت دارین	۳۹۲
۹	درود شریف	۳۹۶
۱۰	دعا برائے دفع الحزن والغم	۳۹۸
۱۱	حضور شیخ الاسلام نے معراج کی شب جو دعا پڑھنے کیلئے فرمائی	۳۹۹
۱۲	دعائے عجیب	۴۰۲
۱۳	مدینہ منور میں پہلی حاضری (دعائے استغاثہ کے اشعار)	۴۰۳

نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر
	گیارہواں باب : مختلف مجالس	
	حضور شیخ الاسلام قدس سرہ العزیز کے ارشادات	
۱	طواف کعبہ ہر وقت جاری رہتا ہے	۴۰۴
۲	خودی کی وضاحت	۴۰۵
۳	رؤیت ہلال میں اختلاف اور اس کا حل	۴۰۶
۴	الصیحۃ فی رمضان	۴۰۸
۵	باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ	۴۰۹
۶	شہید زندہ ہوتا ہے	۴۱۵
۷	غازی مرید حسین شہید	۴۱۷
۸	شجاع الملک	۴۱۸
۹	رستمی از رستم بہادر تر است	۴۲۰
۱۰	سیاست کا مفہوم	۴۲۳
۱۱	وصایا قمریہ	۴۲۴

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۝

سعادتِ طباعت

نحمدهٗ و نصلّی علی رسوله الکریم

اللہ تعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ کے گونا گوں انعامات میں سے مجھ پہ ایک خاص انعامِ عظیم یہ ہے کہ رب العالمین نے مجھے حضور شیخ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ خواجہ محمد قمرالدین سیالوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غلامی کے شرف سے نوازا۔ مزید اب یہ کرم فرمایا کہ حضور شیخ الاسلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ملفوظات طیبات ''انوارِ قمریہ'' جلد اول، دوم اور سوم کی طباعت واشاعت کی توفیق عطا فرمائی۔

حضور شیخ الاسلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غلامی کا شرف وہ شرف عظیم ہے کہ جس کے حصول پہ جتنا بھی فخر کیا جائے بجا ہے اور جتنا بھی اس شرفِ عظیم کے حصول پہ شکر ادا کیا جائے اس کا حق ادا نہیں کیا جا سکتا۔

حضور شیخ الاسلام کی ذات والا صفات ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ آپ کا شمار ان نفوس قدسیہ میں ہے جن کا وجود مسعود باعث رشدوہدایت ہے۔ جنہوں نے اسلام کی تبلیغ واشاعت نہ صرف مواعظ حسنہ سے بلکہ اخلاق حسنہ اور اعمال صالحہ کے ذریعہ فرمائی۔ آپ کا تعلق اس زمرۂ مقدسہ سے ہے، جس کے سرخیل خواجہ بزرگ خواجہ غریب نواز حضرت خواجہ معین الدین چشتی رضی اللہ عنہ نائب رسول کی حیثیت سے ہندوستان میں رونق افروز ہوئے تو اس ظلمت کدۂ کفروشرک کو نورِ اسلام سے اس طرح منور فرمایا جو اپنی مثال آپ ہے۔

پھر اس مرکز نور سے ہرطرف روشنی پھیلتی گئی چراغ سے چراغ روشن ہوتے گئے۔ یہاں تک کہ قبلہ عالم نور محمد مہاروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وہ شمع فروزاں ہوئی، جس نے آگے بے شمار شمعیں روشن کیں۔ غوث زماں قطب دوراں پیر پٹھان حضرت خواجہ شاہ سلیمان

تونسوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شان سے نور پھیلایا کہ ہرطرف تاریکیاں کافور ہوتی گئیں اور قدیم صوفیاءِ عظام کے مراکز کی یاد تازہ ہوگئی۔

حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روشن کردہ چراغوں کی روشنی میرے گھر حضرت خواجہ امیر احمد بسالوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ پہنچی۔ میرے والد ماجد پیر طریقت عاشق مشائخ چشت حضرت پیر سید محمد شاہ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کو حضور اعلیٰ بسالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خلافت عطا فرما کر دندہ شاہ بلاول سے ترک سکونت کر کے میانوالہ ضلع اٹک میں سکونت پذیر ہونے کا ارشاد فرمایا اور آپ کے حسب ارشاد میانوالہ میں زمان آباد شریف کے نام سے آستانہ قائم ہوا۔ رب کریم نے مجھ پہ اپنا خاص کرم فرماتے ہوئے پیر پٹھان حضرت سلیمان تونسوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محبوب اور کثیر الفیضان مرید اور خلیفہ پیر سیال لجپال حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی رضی اللہ عنہ افادات، برکات، فیوضات اور کمالات کے مظہروامین اور آپ کے چوتھے سجادہ نشین حضور شیخ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ خواجہ محمد قمرالدین سیالوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دامن سے وابستگی کے شرف وسعادت سے نوازا۔ جس لجپال ذات کی عنایات اور نوازشات اپنی مثال آپ ہیں۔ اس لجپال ذات کی نسبت سے اور اس کی سرپرستی میں ظاہری بے سروسامانی کے عالم میں قائم ہونے والے ادارہ دارالعلوم قمرالاسلام سلیمانیہ کو رب کریم نے عالمی سطح پر خدمت علم ودین کے شرف سے نوازا۔ یہ بھی اس لجپال کی عنایت ہے کہ انوارقمریہ کی جلد دوم اور سوم کی طباعت واشاعت کی سعادت دوسری مرتبہ اس ادارہ کے ذریعہ مجھے نصیب ہورہی ہے۔

انوارِ قمریہ حضور شیخ الاسلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ملفوظات طیبات ہیں، جو آپ کے مرید صادق حضرت علامہ مفتی غلام احمد سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے تالیف فرما کر غلامان پیر سیال پہ احسان عظیم فرمایا۔ اور مجھ پہ مزید احسان یہ فرمایا کہ مجھے ان کی طباعت اور اشاعت کی سعادت حاصل کرنے کا موقع بخشا۔

میرے لئے اس سے بڑھ کر اور سعادت کیا ہوسکتی ہے کہ مجھے اپنے شیخ کامل حضور شیخ الاسلام رضی اللہ عنہ کے ملفوظات کی طباعت واشاعت کی توفیق نصیب ہوئی۔

ایں سعادت بزور بازو نیست   تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ادارہ تعلیمات اسلاف لاہور کے روح رواں جناب مولانا حافظ غلام حسین صاحب (سابق سینئر ریسرچ آفیسر دیال سنگھ لائبریری لاہور) جو کہ قبلہ شیخ الاسلام قدس سرہ العزیز کے دست راست حضرت علامہ حافظ احمد بخش صاحب ضیائی رحمتہ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند ہیں نے انوار قمریہ حصہ اول بڑی محنت سے اور محبت سے شائع کیا۔اب اس کی اشاعت کی سعادت فقیر کو حاصل ہو رہی ہے۔

انوار قمریہ حصہ اول کی اشاعت کی ذمہ داری میں نے اپنے دارالعلوم قمرالاسلام سلیمانیہ کے فاضل عزیزم غلام علی سیالوی سلمہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کی۔عزیز گرامی نے نہایت محنت سے تصحیح کا فریضہ انجام دیا۔فجزاہ اللہ احسن الجزا بسیار کوشش کے باوجود کتابت کی غلطیاں ممکن ہیں، انہیں درست کر لیجئے۔کتاب کو مزید بہتر بنانے اور نکھار پیدا کرنے کیلئے آپ کی قیمتی تجاویز کا انتظار رہے گا۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ اقدس میں عاجزانہ التجا ہے کہ رب کریم ہمیں اپنے مرشد کریم حضور شیخ الاسلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان ملفوظات طیبات سے مکمل استفادہ کر کے رشد وہدایت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین !

سید ابوالحسن شاہ منظور ہمدانی
بانی و ناظم اعلیٰ
انجمن قمرالاسلام سلیمانیہ کہکشاں کلفٹن کراچی

تقریظ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین .

سلسلہ عالیہ چشتیہ کے درخشندہ وتابندہ عالم باعمل فاضل اکمل الحاج الحافظ حضرت العلامہ شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ محمد قمرالدین قدس سرہ کی ذات اقدس عالم اسلام میں محتاج بیان نہیں۔خواص وعوام نہ صرف معتقد صاحبان بلکہ غیروں کو بھی آپ کی خدمات دین دیکھ کر تسلیم کرنا پڑا کہ یہی ہستی شیخ الاسلام کے خطاب کے معیار پر پوری اترتی ہے۔آپ علوم ظاہری و باطنی سے معمور انوار الٰہیہ سے پرنور اخلاق واوصاف اعلیٰ کے حامل تھے۔آپ نے گفتار ،کردار،عبادات اور معاملات میں سنت مصطفی ﷺ کے ماتحت عالم فانی میں تمام زندگی گزاری۔اس قدر اعلیٰ منزلت انسان کے شان میں تحریر کرنا راقم الحروف جیسے ناقص و حقیر پر تقصیر کی ہمت سے بالا ہے لیکن اس ذیشان شیخ المشائخ شیخ الاسلام کی زبان مقدس سے سنے ہوئے ملفوظات وکلمات کو پوشیدہ رکھنا کتمان علم ہے جو گناہ عظیم ہے۔

عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرشار فیوضات ربانی کے حامل حضرت شیخ الاسلام رحمتہ اللہ علیہ نے حدیث پاک کے درس کے دوران فرمایا کہ ایک مرتبہ مجھے محبوب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت نصیب ہوئی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک حدیث مبارکہ کے متعلق دریافت کیا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ حدیث کس صحابی سے مروی ہے۔عرض کیا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں یا انس رضی اللہ عنہ آداب کا لحاظ رکھتے ہوئے عرض کیا غریب نواز حدیث کا معاملہ ہے غلطی نہ ہو جائے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست اقدس میرے سینہ پر شفقت سے پھیرنا شروع کیا۔ہاتھ بھی پھیرتے رہے اور توجہ خاص سے نوازتے ہوئے چند صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اسماء

گرامی لے کر استفسار فرماتے رہے۔ اس حدیث پاک کا راوی کون ہے؟ لیکن نہایت آداب کا پاس رکھتے ہوئے میں عرض کرتا رہا۔حدیث پاک کا معاملہ ہے غلطی کا امکان ہے اس سے محفوظ رہوں۔ بالآخر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفقت ورحمت بے شمار نصیب ہوئی۔یہ بھی تعلیم حاصل ہوئی کہ حدیث پاک بیان کرتے وقت راوی کا نام ضرور لینا چاہئے۔بغیر راوی کے روایت بیان نہ کی جائے۔

رحمت عالمیاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو ذات اقدس عالم مَاکَانَ وَمَاھُوَ کائنٌ الیٰ یَوْمِ القیامۃ ہیں جس انسان کو نواز دیں اس کے متعلق تو صرف دینے والا ہی جانے یا لینے والا کوئی اور کیا کچھ بیان کرے۔

بزرگان عظام سے جو نصیب ہو وہی پیش خدمت کرنا باعث سعادت ہے۔

قارئین کرام کو جناب شیخ الاسلام والمسلمین قدس سرہ کے منصب جلیلہ شیخ الاسلام سے روشناس کرنے کیلئے ارشادات عالیہ اعلیٰ حضرت حضور شیخ المشائخ دیوان سید آل رسول علی خان صاحب قدس سرہ سجادہ نشین آستانہ اقدس اجمیر شریف سابق صدر جمعیت المشائخ پاکستان کے رسالہ (کامیاب حکومت کا مفہوم) سے اقتباس پیش کرنا مناسب خیال کرتا ہوں۔آپ نے رقم فرمایا کہ

''اس وقت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی کی بے وقت وفات سے جو زبردست خلا شرعی دستور سازی کے کام میں واقع ہوگیا ہے اس کا پرکرنا اور شیخ الاسلام کے منصب جلیلہ پر اس کے لائق شان کسی جامع ہستی کا منتخب کرنا ایک دینی مہم سے کم نہیں ہے۔اس کا احساس سب سے پہلے جمعیت علمائے پاکستان کراچی کے صدر حضرت مولانا مولوی عبد الحامد صاحب قادری بدایونی اور اس جماعت کے دیگر اکابر کو ہوا اور انہوں نے اپنے ۳۱ دسمبر کے اجلاس میں ایک نہایت مبارک تجویز ہر کارے رامردے کے فطری اصول کو سامنے رکھ کر پیش کر دی اور اس کا اعلان کردیا کہ اس منصب جلیلہ کیلئے حضرت علامۃ العصر الحاج مولانا مولوی حافظ خواجہ محمد قمرالدین مدظلہ العالی سجادہ نشین دربار عالیہ سیال شریف ضلع سرگودھا

(پنجاب) ایک بہترین گرامی قدر ہستی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہر گونہ جامعیت تام بخشی ہے۔چنانچہ اس مبارک تجویز کی لاتناہی تائیدات صوبہ پنجاب، سرحد، سندھ اور کراچی وغیرہ سے ہو رہی ہیں۔یہاں اس سوال سے بحث کرنا تحصیل حاصل ہے کہ شیخ الاسلام کے منصب کی شرعی حیثیت کیا ہے۔

خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ کے مبارک زمانہ کے خاتمہ تک ایسی جامع ہستیوں کا فقدان ہو چکا تھا جو بیک وقت پورے نظام حکومت اور دینی قیادت کی جامع تھیں۔اس لئے بعد میں ضرورتیں پیش آتی رہیں کہ دینی قیادت کیلئے ایسی ہستیوں کی طرف رجوع کیا جاوے جو اس کی کامل اہلیت رکھتی ہوں۔اگر موجودہ حکومت پاکستان کا جائزہ لیا جائے تو ہمارے موجودہ ارباب حکومت میں سے ایک بھی اس کا مدعی نہیں ہے کہ ان میں نظام حکومت چلانے کے ساتھ ساتھ دینی قیادت کی جامعیت بھی موجود ہے۔اس لئے شیخ الاسلام یا قاضی القضاۃ کے نام سے یا اس سے ملتے جلتے نام سے ایک مستقل دینی شعبہ کے قیام کی ضرورت ناقابل انکار حقیقت ہے۔اس نازک وقت میں جہاں اہل ایمان ایسے بزرگواروں کے نام سے حلاوت ایمانی محسوس کرتے ہیں کچھ کور باطن بھی خاموش نہیں بیٹھ سکتے اور مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش جاری کر دیا کرتے ہیں۔مسلمانوں کو ایسے مکروہ پروپیگنڈے سے محفوظ رکھنے کی غرض سے اپنی ذاتی معلومات پیش کرنا چاہتا ہوں تاکہ بعض ناواقف مسلمان معاندین کی دست وبرد سے مامون رہیں۔

حضرت العلامہ الحاج مولانا مولوی خواجہ محمد قمرالدین سیالوی صاحب سجادہ نشین دربار عالیہ سیال شریف کے متعلق فقیر کی ذاتی معلومات حسب ذیل ہیں۔جن سے اہل پنجاب، سرحد، سندھ اور کراچی وغیرہ اور ارباب حکومت بخوبی واقف ہیں۔

۱۔ آپ کی فضیلت اور علمی تجربے کیلئے اتنا عرض کرنا کافی ہوگا کہ آپ تمام فنون میں ایسی دستگاہ تام رکھتے ہیں کہ دور دور سے اہل علم دقائق علمی وفقہی ونکات فنی کے حل کی غرض سے طویل سفر کرکے حاضر ہوتے رہتے ہیں اور سیر ہوکر تسکین تام حاصل کرکے لوٹتے ہیں۔

علم مناظرہ میں آپ اپنے مقابل کو نہ صرف بہت تھوڑے وقت میں ساکت کر دیتے ہیں بلکہ حق کے تسلیم کرنے پر مجبور فرما دیتے ہیں ۔آپ زبر دست مقرر ہیں ۔آپ کی تحریر بھی نہایت دلنشین ہوتی ہے۔اس کے ساتھ تقویٰ اور ورع آپ کا ما بہ الامتیاز وصف ہے۔ معمول زندگی میں دین پسندی اور خداترسی آپ کا طرہ امتیاز ہے۔معاملہ فہمی اور نکتہ سنجی بات بات سے عیاں ہے۔اس کے ساتھ ساتھ سیاسی بصیرت میں بھی یدطولیٰ رکھتے ہیں۔حق گوئی میں کسی سے نہیں ڈرتے مگر خشیت الٰہی قلب پر طاری رہتی ہے۔

٢۔ جماعت مسلم لیگ سے آپ کا تعلق بہت دیرینہ ہے اور محض لوجہ اللہ ہے یہ وہ وقت تھا جب کہ مسلم لیگ کا نام لینا ایک عظیم اور سنگین جرم سمجھا جاتا تھا اور بڑی بڑی اذیتیں اور نقصانات برداشت کرنے پڑے تھے۔آپ کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ روز اول سے آپ بلا مقابلہ اپنے ضلع میں لیگ کے صدر رہے ہیں۔ پاکستان کی بے لوث حمایت اور تائید اپنا فریضہ دین سمجھ کر فرماتے رہے ہیں۔پاکستان کی تحریک جب شباب پر تھی اور صوبہ پنجاب دشمن اسلام حکومت کے زیر تسلط تھا خضر حیات منسٹری طاغوتی قوتوں کے ساتھ عام مسلمانوں پر اور نمائندہ لوگوں پر بے پناہ ظلم وستم ڈھا رہی تھی خطہ پنجاب خوں چکاں بنا ہوا تھا ۔ایسے خوف و خطر کے زمانہ میں آپ نے اپنا سکون وآرام ترک فرمایا تحریک آزادی کو زندہ جاوید بنانے کیلئے آپ بنفس نفیس مع اپنے رفقائے کار کے حکومت کے ناجائز اور فرعونی احکام کو توڑ کر قید و بند میں تشریف لے گئے ۔آپ کا جیل خانہ میں قدم رکھنا تھا کہ آپ کے کثیر اور لاتعداد مریدوں نے اپنے شیخ کی سنت پر بڑی شدومد اور جانسوزی کے ساتھ عمل شروع کر دیا اور عام مسلمانوں نے آپ کی تقلید وتائید میں اپنی جانوں کو ہتھیلی پر رکھ کر جیل خانوں کو بھر دیا یہاں تک کہ حکومت نے جیل خانے کے دروازے بند کر دیئے۔ آخر کار خضر حیات نے ہتھیار ڈال دیئے۔اس کو اپنے گھر کی چار دیواری میں امن حرام ہوگیا۔ بھائی، بیٹوں، ماں اور تمام کنبے نے جو آپ ہی کے خاندان عالیہ کے دست بیعت تھے ملامت شروع کر دی۔خضر حیات کو مجبور ہو کر حضرت محترم سجادہ نشین صاحب سیال شریف کو رہا کرنا پڑا اور خود وزارت سے استعفیٰ دینا پڑا۔

٣۔ آپ پاکستان نیشنل ماؤنٹڈ رجمنٹ کے بانی ہیں ۔یہ آپ ہی کی تحریک اور تقریروں کا نتیجہ تھا کہ یہ تحریک اتنی مقبول اور مفید خیال کی گئی کہ حکومت نے اس کو باقاعدہ اپنی فوج کا شعبہ قرار دے دیا۔حضرت موصوف نے اپنے پاس سے پچاس گھوڑے بمع سوار پیش کئے جن کو سرکاری طور پر فوجی لباس اور اسلحہ دے دیئے گئے۔آپ خود بھی اعزازی طور پر اس رجمنٹ کے سلسلہ میں کرنل کے نام سے ملقب ہیں۔

٤۔ صوبہ سرحد میں جب کہ کانگریسی حکومت برسراقتدار تھی اور ریفرنڈم کا مرحلہ درپیش تھا آپ نے نہایت اعلیٰ خدمات سرانجام دیں اور کانگریسی حکومت کا تختہ الٹ کر سانس لیا۔

٥۔ کشمیر کی جنگ آزادی میں بڑی دلسوزی کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ سمجھ کر آپ نے جدوجہد فرمائی۔ ہر ہر مقام پر شبانہ روز تقریروں کا سلسلہ جاری رکھا۔ رات کی نیند اور دن کا آرام ترک فرمایا دیا تھا۔آپ نے صوبہ سرحد اور پنجاب میں اپنے مصارف پر کثرت سے دورے فرما کر ہزاروں مجاہدین کو جنگ آزادی میں شریک ہونے کیلئے بھیجا، جانے والوں میں آپ کے مریدین کی تعداد سب سے زیادہ تھی۔ نیز آپ نے بڑی تعداد میں اپنے صرف خاص سے اسلحہ خرید کر مجاہدین میں تقسیم فرمایا اور ہر قسم کی مالی امداد بھی فرمائی۔

٦۔ فقیرایپی کی اصلاح خیال کیلئے آپ خود تشریف لے گئے تھے۔آپ نے نہایت فقہی دلائل سے اس پر واضح کر دیا کہ حکومت پاکستان ایک اسلامی حکومت ہے اور مسلمانوں کیلئے جائے پناہ ہے۔اس کے خلاف اقدامات اسلام سے کھلی بغاوت ہے نیز تقریروں کے ذریعہ آپ نے صوبہ سرحد کے اضلاع بنوں وغیرہ میں پٹھانوں کی فقیرایپی سے متاثر اور معتقدانہ ذہنیت کی پوری اصلاح فرمادی جس کی بنا پر پٹھانوں میں پاکستان کی حمایت کا پورا جذبہ پیدا ہوگیا۔

اب بھی اگر حکومت پاکستان کو ضرورت پیش آئی تو یقین کامل ہے کہ آپ کی خداداد مقبولیت اوراحترام وتقدس کی بنا پر آپ اپنے وسیع حلقہ اثر سے لاکھوں مسلمانوں کو صف مجاہدین میں لا کھڑا کر سکتے ہیں۔

۷۔ قائداعظم مرحوم کو آپ نے حکومت پاکستان میں احکام شریعت کے نافذ کرنے کے سلسلہ میں نہایت محققانہ اور فصیحانہ دلائل کے ساتھ خطوط تحریر فرمائے ہیں اور قائداعظم مرحوم نے نہایت شکر وامتنان کے ساتھ ان کو تسلیم فرما کر جواب عنایت فرمائے ہیں۔

۸۔ آپ اجمیر مقدس میں کمیٹی درگاہ معلیٰ اجمیر شریف کے ممتاز کارکن کی حیثیت سے عرصہ دراز تک نہایت اعلیٰ خدمت سرانجام دیتے رہے ہیں۔تمام ہندوستان سے صرف چار سجادہ نشین صاحبان کا انتخاب ہوا تھا ان میں سے ایک حضرت نمائندگی فرماتے رہے ہیں آپ نے درگاہ معلیٰ کی خدمات کے سلسلہ میں کثرت سے اجمیر شریف کے دورے فرمائے ہیں۔ہمیشہ اپنے جیب خاص سے مصارف برداشت کئے حالانکہ درگاہ معلیٰ کی کمیٹی نے اوقاف درگاہ معلیٰ سے ممبران کمیٹی کے مصارف آمدورفت کے مستقل منظوری دی ہوئی تھی اور اس پر عمل درآمد بھی ہورہا تھا بلکہ آپ درگاہ معلیٰ کے فنڈ میں امداد فرماتے رہے ہیں۔نیا اصلاحی درگاہ بل آپ کی مساعی کی ایک نیک یادگار اب تک باقی تھا جس کو حکومت ہند نے اپنے ملکی مصالح کی بنا پر مسلمانوں کی اس اجتماعی قوت کو توڑنے کیلئے اس میں ہر قسم کے اپنے ہم خیال مسلمان درگاہ معلیٰ کمیٹی میں شامل کئے۔

حکومت پاکستان کا فرض ہے کہ ایسی مغتنم روزگار ہستیوں سے استفادہ کرے۔

تمام مسلمانوں کا یہ متفقہ مطالبہ ہے کہ حکومت اپنی خاص تجویز کے ذریعہ حضرت علامہ عصر جناب مولانا مولوی حافظ خواجہ قمرالدین صاحب کا انتخاب اس کمیٹی کیلئے بحیثیت شیخ الاسلام فرمادے جو شرعی دستور سازی کیلئے مقرر ہے۔صرف اسی صورت میں مولانا شبیر احمد عثمانی کی کمی پوری ہوسکتی ہے اور یہ خلا پر کیا جاسکتا ہے اور اس کیلئے حسن اتفاق سے اب پنجاب کی سات نشستیں بھی پر کی جانے والی ہیں اس کا اختیار دستور ساز اسمبلی نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔پنجاب کے عوام اور علماء ومشائخ حضرت علامہ عصر حضرت خواجہ محمد قمرالدین صاحب سے زیادہ موزوں کسی اور کو خیال نہیں کرتے ہیں نیز تمام پاکستان کے مسلمان بالعموم اور علماء ومشائخ بالخصوص اہل پنجاب کے اس حسن انتخاب کی تائید کرتے ہیں''۔

(فقیر دیوان سید آل رسول علی خان سجادہ نشین آستانہ عالیہ اجمیر شریف مقیم پاکستان)

تقریظ

غزالی زماں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمتہ اللہ علیہ

علم وعرفان کے آفتاب وماہتاب سیدی شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ محمد قمر الدین صاحب سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے حقیقت یہ ہے کہ حضرت ممدوح علیہ الرحمتہ کی وفات دنیائے اسلام کیلئے انتہائی المناک سانحہ ہے اس خلا کا پر ہونا بظاہر ممکن نظر نہیں آتا۔حضرت شیخ الاسلام علوم شریعت وطریقت کے جامع تھے۔معقول ومنقول اصول وفروع پر حاوی خیرآبادی علوم کے عظیم حامل اور امین تھے۔صالحیت واتقاء زہد وعبادت میں آپ کو امتیازی مقام حاصل تھا۔آپ نہایت خلیق اور متواضع تھے۔حضرت ممدوح علیہ الرحمہ کو دینی ودنیوی بصیرت حاصل تھی۔عربی میں کمال درجہ کا شغف رکھتے تھے۔بلاتکلف عربی زبان میں مضمون لکھنے کی مہارت تامہ آپ کو حاصل تھی۔سیاسی بصیرت میں بھی آپ کو اعلیٰ مقام نصیب ہوا۔

قیام پاکستان کیلئے حضرت شیخ الاسلام کے کارناموں سے قوم بے خبر نہیں۔ ۱۹۴۶ء میں بنارس سنی کانفرنس میں شرکت فرما کر اجتماع کے مقاصد کو بڑی تقویت پہنچائی اور قیام پاکستان کیلئے مسلسل جدوجہد فرماتے رہے۔حصول آزادی کے بعد بھی آپ نے اپنا کام جاری رکھا۔جمعیت العلمائے پاکستان کی صدارت کے دور میں جماعتی طور پر اہل سنت کی نہایت کامیاب قیادت فرمائی۔ملک وملت کی اصلاح احوال کیلئے ہمیشہ کوشاں رہے۔ آخیر وقت تک اسلامی نظریاتی کونسل کے معزز رکن کی حیثیت نے نظام مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کیلئے کام کرتے رہے۔اس کے علاوہ علوم دینیہ وفنون عربیہ کی تعلیم وتدریس کیلئے مضبوط تعلیمی ادارے قائم فرمائے۔خود سیال شریف کا عظیم دارالعلوم نیز قمرالاسلام کراچی اور نامعلوم کتنے اور مدارس حضرت کی علمی یادگاریں ہیں۔

اکتوبر ۱۹۷۸ء میں کل پاکستان سنی کانفرنس منعقدہ ملتان کے موقع پر شیخ الاسلام کی تشریف ارزانی اور آپ کے ارشادات گرامی سے کانفرنس کو جو عظمت و قوت حاصل ہوئی محتاج بیان نہیں ۔اس وقت حضرت اقدس کی ملاقاتیں جس کمال شفقت و محبت سے ہوئیں ان کی یادیں ہمیشہ تازہ رہیں گی۔سیال شریف لاہور ،ساہیوال، ملتان وغیرہ اکثرت بیشتر مقامات پر حضرت ممدوح سے ملاقات نصیب ہوئی۔بعض اوقات اثنائے سفر سرراہ بھی ملاقات ہوگئی۔ مدرسہ دارالعلوم کے جلسوں میں حضرت اکثر ملتان تشریف لائے اور ملاقاتیں نصیب ہوئیں۔ جب بھی ایسا موقع آیا دینی وعلمی مسائل پر گفتگو رہی۔بعض اوقات حضور شیخ الاسلام نہایت والہانہ انداز میں حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی رحمتہ اللہ علیہ کا تذکرہ فرماتے اور ان کے علمی کمالات کے ساتھ ان کے مجاہدانہ کارناموں اور جنگ آزادی میں ان کے مصائب و آلام برداشت کرنے کا ذکر بھی فرمایا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ کسی کے استفسار پر اعلیٰ حضرت الشاہ مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمتہ اللہ کے تبحر علمی کی بہت تعریف فرمائی اور ان کے ساتھ اپنی محبت وعقیدت کا اظہار بہترین الفاظ میں فرمایا۔آپ کی گفتگو میں بڑی حلاوت ہوتی تھی۔ بڑے غور سے دوسرے کی بات سن کر کمال متانت اور سنجیدگی سے جواب مرحمت فرماتے تھے۔بعض اوقات گفتگو میں مزاح کا رنگ بھی پیدا ہوجاتا تھا۔انتہائی محبت وشفقت آپ کے کلام سے مترشح ہو تی تھی لیکن بعض اوقات کسی نامناسب بات پر جلال کا اظہار بھی فرماتے تھے۔

ایک مرتبہ جامعہ فریدیہ ساہیوال کے سالانہ اجلاس کے موقع پر حضرت ممدوح تشریف فرما تھے۔اس وقت غالبًا فقیہہ اعظم حضرت مولانا محمد نور اللہ صاحب بصیر پوری اور حضرت صاحبزادہ فیض الحسن صاحب سجادہ نشین آلومہار شریف بھی موجود تھے۔امام ابن شہاب زہری پر بات شروع ہوگئی۔خبر واحد،خبر مشہور اور خبر متواتر پر طویل گفتگو رہی۔اس روز حضرت شیخ الاسلام نے اپنی عظمت وشفقت کے جو نقوش فقیر کے دل و دماغ پر ثبت فرمائے وہ کبھی نہ مٹ سکیں گے ۔حضرت شیخ الاسلام کی یادیں اور ملاقاتیں کبھی فراموش نہیں ہوسکتیں۔

وہ حلم و وقار کا مجسمہ تھے۔ان کے دامن کرم سے ہزاروں نہیں لاکھوں عقیدت مند وابستہ ہیں۔وہ ہم سے جدا ہوکر عالم آخرت کو رحلت فرماگئے اور ہم جیسے ناکارہ لوگ رہ گئے۔اللہ تعالیٰ ان کے طفیل ہمارے حال پر رحم فرمائے۔

ذھب الذین یعاش فی اکنافھم بقی الذین حیاتھم لا تنفع

وہ تو چلے گئے جن کے کاندھوں کے سہارے زندگی بسر کی جاتی ہے۔وہ باقی ہیں جن کی زندگی نفع نہیں دیتی۔

تقریظ

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

بخدمت مکرم صاحب حشم عاشق رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بطفیل پیر سیال ہمایوں بخت،ہال حضرت علامہ مولانا قاری غلام احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔

کے بعد گزارش ہے کہ انوار قمریہ کے انوار انشاء اللہ بعطائے الٰہی سرمدیہ ہیں۔ حدیث قدسی کنت سمعه الذی (الی اخرہ) شاہد ہے تو ایمان ہے کہ پیر سیال لجپال شیخ الاسلام خواجہ محمد قمرالدین علیہ الرحمتہ کے سبب اور انوار قمریہ کے ذریعہ آپ بھی روشن رہیں گے۔آپ نے انوار قمریہ کے روپ میں حضور پیر سیال لجپال علیہ الرحمہ کے انوار اکٹھے فرما کر روشنی کے مینار سے بھٹکے ہوؤں کیلئے رہنما میخواروں کیلئے میخانہ جس کے ساغر کا ہر گھونٹ شراب طہور سے کم نہیں خوشبوؤں کا حلہ جس کا شمہ ایمان کو معطر کرنے والا اور پھولوں کا باغ جس کا ہر پھول سدابہار پھول ہے اور دل ودماغ کو تازگی بخشتا ہے۔اس کا دوسرا حصہ خدا کرے آپ پورا فرماسکیں۔ یا کرامات پیر سیال نامی کی ایک تالیف فرمادیں۔پھولوں کے قریب خار بھی ہوتے ہیں ان کا نام ظلی ہوتا ہے بہار پھولوں کے نام موسوم ہوتی ہے۔خدا آپ کے فیوض و برکات میں اضافہ فرمائے ۔آپ کو صحت و ہمت عطا فرمائے۔ والسلام مع الاکرام

(حافظ ظہور احمد رضوی سیالوی خطیب باہو والا نزد قبولہ تحصیل عارف والا ضلع ساہیوال)

بِسۡمِ اللهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○

تقریظ

ضیائے شمس وقمر زنور محمد است (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

انوار قمریہ کا اول سے آخر مطالعہ کیا۔ یہ کتاب ملفوظات شیخ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ الحاج الحافظ پیر خواجہ محمد قمرالدین زیب سجادہ آستانہ عالیہ اولیاء کاملین سیال شریف قدس سرہ العزیز کا مجموعہ ہے۔ایسا معلوم ہوا کہ ہم حضور کی محفل میں ہیں۔آپ ملفوظات ارشاد فرمارہے ہیں۔مولانا قاری غلام احمد صاحب کا بے حد شکریہ کہ حضور کے ملفوظات کتابی شکل میں جمع فرما کر محنت شاقہ کی ،کتاب طبع کرائی اور ہمیں بے بہا دولت عطا فرمائی۔اللہ تعالیٰ قاری صاحب کو اجر عظیم عطا فرمائے اور ہمیں حضور کے ملفوظات پر عمل کرنے کی توفیق ارزانی عطا فرمائے۔

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و آلہ واصحابہ اجمعین

حررہ ابوالحسن سید مراتب علی شاہ غفرلہ سیالوی سجادہ نشین ساہو کے شریف
جامعہ رضویہ قمرالمدارس اہل السنّت والجماعت رجسٹرڈ، محلّہ شمس العارفین بالمقابل کنگنی والا
جی ٹی روڈ گوجرانوالہ پاکستان۔ (تاریخ ۱۷ صفر المظفر ۱۴۱۲)

مقدمہ

بزرگان دین کی سوانح حیات وملفوظات کو قلمبند کرنے کا سب سے بڑا مقصد تو یہ ہوتا ہے کہ متعلقین کیلئے سیرت سازی میں ان بزرگان دین نے اپنے تجربات، مشاہدات، ادراکات، سیرالی اللہ ، وجدان، قبض و بسط، صعودونزول حال، فناوبقا کے مدارج کو طے کرتے ہوئے جس طرح ناسوت ملکوت، لاہوت اور ھاھوت کو طے کیا ان تجربات اور واقعات کو بصورت نصاب رقم کردیا جائے تاکہ ان کی ظاہری زندگی کے بعد سالک اپنے مشاہدات کو اپنے شیخ کے مشاہدات کے سامنے رکھ کر ان کے رحمانی یا شیطانی ہونے کا تعین وتصدیق کر سکے۔انسان چونکہ فطرتاً مشاہدہ سے یقین کی طرف مائل ہوتا ہے اس لئے سنت خیرالانام کا مشاہداتی مطالعہ شیخ کی صورت میں ہونا اس کیلئے بہت ضروری ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انسان کو جس سے عقیدت ہو جائے اس کیلئے اس سے زیادہ کامل کوئی نہیں ہوتا۔اس لئے ارتحال شیخ کے بعد اس کا اندرونی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہونا ایک طبعی اور فطری امر ہے۔ عام مریدین کو اس نفسیاتی شکست و ریخت سے بچانے کیلئے سوانح شیخ اور ملفوظات شیخ اکسیر کا درجہ رکھتے ہیں۔اس کی بدیہی مثال ارتحال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کے بعد آپ کی سیرت پر کتابوں کا ایک انبار ہے جو دوسری صدی ہجری کے اوائل میں منتشر ومتفرق صورتوں میں سامنے آتا ہے اور احادیث کے وہ مجموعے ہیں جو مختلف صحابہ کرام کے پاس موجود تھے۔ دراصل یہ سب اس انسانی فطرت کے تقاضے تھے جس سے مغلوب ہوکر صحابہ کرام نے یہ علمی ذخیرہ ہائے سنت و سیرت جمع کئے۔البتہ اس میں ایک استثنائی صورت بھی ہوتی ہے وہ یہ کہ جب کوئی سالک فنافی الشیخ کے درجے پر فائز ہوتو اس کیلئے یہ چیز تحصیل حاصل کے درجے میں ہوتی ہے۔جس طرح کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کے وصال پاک پر بھی کسی قسم کے اضمحلال کا شکار نہیں ہوئے کیونکہ وہ فنا کے اس مرتبے پر فائز تھے کہ جہاں وصل اور فصل میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔

دوسری صورت اور کیفیت دیگر صحابہ کرام اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر طاری ہوئی۔ صدمہ وصال برداشت کرنے میں مشکل پیش آئی تا کہ سیدنا صدیق اکبر (جو واقف اسرار فنا تھے) نے قرآن حکیم کی تلاوت فرمائی جو درحقیقت سیرت ہی کی کتاب ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کو چین نصیب ہوا اور سکینہ کے مرتبہ پر فائز ہوئے۔

اس گفتگو سے مطلوب یہ تھا وصال شیخ کے بعد ناسوتی مراحل طے کرنے والے سالکین کیلئے اور ملکوت کے ابتدائی سالکین کیلئے سوانح حیات شیخ اور ملفوظات شیخ کا مطالعہ قرون اولی ہی میں بدرجہ اکیسر تسلیم کیا جاچکا تھا۔ اسی لئے بعد میں آنے والے بے شمار صوفیائے کرام کی سوانح کتب ہمیں ملتی ہیں جو خانقاہوں میں بطور نصاب زیر تربیت سالکین کے زیر مطالعہ رہی ہیں اور صاحب سجادہ سالکین کو ان کے مطالعہ کی تلقین کرتے رہے ہیں۔

زیر نظر کتاب انوار قمریہ جس میں ہمارے دور کے ایک بہت بڑے صوفی ایک منجھے ہوئے عالم شریعت ایک شاہ سوار راہ روراہ طریقت ایک متصرف کامل قلوب ہائے سالکین ایک گلہ بان ناسوتیاں استاذ ملکوتیاں پیش روے لاہوتیاں اور سرخیل ہاہوتیاں کے ملفوظات کو جمع کیا گیا ہے۔ یہ ایک نہایت ہی مستحسن کام ہے جو کسی حد تک ایک ضرورت کو پورا کرتا ہے کیونکہ اس کتاب میں آپ کی زندگی کے صرف آخری بائیس سال اور وہ بھی صرف قریہ خلد آشیاں سیال شریف میں جو کچھ آپ نے فرمایا جمع کیا گیا ہے۔ جب کہ آپ کی عملی زندگی ساٹھ سال پر محیط ہے اس میں جو کچھ آپ نے کیا جو کچھ فرمایا یقیناً وہ بھی آستان پاک کے متوسلین کیلئے وجہ سکون قلب ہے اسے بھی جمع کرنے اور اشاعت کرانے کی ضرورت ہے بلکہ ہونا تو یہ چاہیئے کہ آپ کے دور طفولیت کو بھی قلمبند کیا جائے تا کہ گہوارہ تربیت کے ابتدائی ایام سالکین کیلئے اپنی اولادوں کو سنوارنے کیلئے مشعل راہ بن سکیں۔ وقت بہت تیز چال چلتا ہے اور سب کو پیچھاڑ کر آگے کی طرف نکل جاتا ہے۔ ابھی کچھ لوگ موجود ہیں جو آپ کی زندگی کے مختلف گوشوں سے متوصلین ومتوسلین کو یہ روشنی فراہم کر سکتے ہیں۔ اس کام کو ہونا چاہیئے اور جلد ہونا چاہیئے۔

میں نے گزشتہ صفحات میں آپ کو متصرف کامل قلب سالک اور گلہ بان ناسوتیاں

لکھا ہے اس سلسلہ میں تحدیث نعمت کے طور پر ایک واقعہ عرض کرنا ضروری خیال کرتا ہوں۔

میرے ایک دوست صوفی محمد علی نقشبندی صاحب ہیں میں ان دنوں سعید پارک شاہدرہ لاہور میں قیام پذیر تھا۔ موصوف کے شیخ طریقت سعید پارک میں تشریف فرما ہوئے تو صوفی صاحب نے مجھے کہا کہ میرے شیخ تشریف لائے ہیں آؤ مل آئیں۔ میں ان کے ساتھ چل دیا جاکر بمطابق سنت مصافحہ کیا اور ایک طرف کو ہوکر بیٹھ گیا۔ مریدین آتے عرض حال کرتے دعا لیتے اور بیٹھ جاتے۔ حضرت کی درویشانہ وضع قطع سے یہ مترشح تھا کہ موصوف ایک اچھے بزرگ آدمی ہیں اور نیک آدمی کے پاس بیٹھنا اچھا ہی ہوتا ہے چنانچہ میں کوئی گھنٹہ بھر بیٹھا رہا تو اچانک اس بزرگ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ آپ کافی وقت سے خاموش بیٹھے ہیں آپ کیسے تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا میرے دوست آپ کے مرید ہیں ان کے ساتھ حاضر ہوا ہوں۔ پوچھنے لگے آپ کی کہیں بیعت ہے میں نے عرض کیا جی ہاں ہے حضرت خواجہ محمد قمرالدین صاحب میرے شیخ طریقت ہیں۔ فرمانے لگے وہ تو وفات فرما گئے ہیں۔ آپ نے تجدید بیعت کی ہے۔ میں نے عرض کیا چشتیوں میں تجدید بیعت کی ضرورت نہیں ہوتی چونکہ جو بک چکا اس کو مالک ہی آگے کسی اور کو بیچے گا وہ خود دوسری جگہ کیا بکے گا۔ فرماتے لگے حضرت مجدد صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے تجدید بیعت کیلئے لکھا ہے اور وہ چاروں سلاسل میں صاحب مجاز تھے میں نے عرض کی کہ میرا سردست کوئی ارادہ تجدید بیعت کا نہیں ہے۔ فرمانے لگے کوئی وظائف پڑھتے ہو میں عرض کی بہت کم فرمانے لگے ذکر کرتے ہو۔ عرض کیا نہیں کرتا ہوں، فرمانے لگے آپ کا قلب جاری کردیں، یہاں میرے دل میں ایک کھٹکے نے جنم لیا کہ اگر قلب جاری ہوجائے تو کیا برا ہے تھوڑی دیر کے بعد میں نے جواب دیا کہ یہ قلب کا جاری ہونا کیا ہوتا ہے فرمانے لگے یہ خدا نہ بھولے، دل سے اللہ کی آواز آئے اور اصلاح احوال ہوجائے میں ذرا نرم پڑ گیا۔ انہوں نے آگے بلایا۔ میرے مقام دل پر ہاتھ رکھا، کچھ پڑھا لیکن مجھے کچھ اثر نہ ہوا تھوڑی دیر بعد فرمایا کہ ہر نماز کے بعد ذکر کرنا چنانچہ میں وہاں سے گھر آیا جون کے دن تھے اس روز جمعہ تھا دفتر سے چھٹی تھی اس لئے گھر جا کر لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اونگھ آگئی کیا دیکھتا ہوں کہ

منگوآنہ والی مسجد ہے دائیں مینار کے قریب حضور غریب نواز خواجہ محمد قمرالدین قدس سرہ قبلہ رو تشریف فرما ہیں لوگ اردگرد جمع ہیں کوئی قریب نہیں جارہا۔آپ نہایت غصہ کے عالم میں ہیں ان کے پیچھے والد صاحب تشریف فرما ہیں۔میں اپنے گھر کی کھڑکی سے مسجد کی طرف جاتا ہوں تو والد صاحب فرماتے ہیں ۔اب بھگتو۔ میں نے عرض کیا ۔کیا ہوا۔فرمانے لگے پیش ہو تمہیں خود پتہ چل جائے گا کیا ہوا ہے۔ چنانچہ میں دائیں جانب سے دست بوسی کیلئے حاضر ہوا۔السلام علیکم عرض کیا۔آپ نے دست مبارک بڑھادیا لیکن خاموشی اختیار فرمائے رکھی ۔مجھے محسوس ہوا کہ حضرت ناراض ہیں۔میں نے کافی دیر تک ہاتھ پکڑے رکھا تو آپ نے فرمایا واہ واکے واہ جس کسی بھگوئے کپڑے دیکھے اسی کو فقیر سمجھ لیا۔خبردار آئندہ کبھی ایسا نہ کرنا۔اسی وقت مجھے اس فقیر کی ملاقات یاد آگئی ۔میں تائب ہوا۔حضرت کا چہرہ انور خوشی سے کھل گیا اور لوگ ملنے لگے۔اتنے میں جمعہ کی اذان ہوئی اور میں اٹھ بیٹھا۔

اس پوری کہانی کے بیان کرنے کا مقصود یہ ہے کہ وہ شخص جو بظاہر ہم سے جدا ہو گیا ہے وہ اب بھی ہماری طرف متوجہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اب بھی ہماری اصلاح و تربیت کرتا ہے اور یہ بیعت کا دھاگہ کوئی معمولی دھاگہ نہیں ہے۔

مؤلف کتاب جناب قادری غلام احمد صاحب مفتی دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام لائق صد مبارک باد ہیں جنہوں نے عاشقان پیر سیال کی دلُ کی تسکین کا سامان کر دیا ہے۔

زیر نظر کتاب کی ترتیب ایک گلدستہ کی ترکیب ہے کہ اس میں لگے ہوئے پھول وہ جہاں بھی لگے ہوئے ہوں وہ بہر حال پھول ہی ہوتے ہیں اور خوشنما ہوتے ہیں۔

دعاگو ہوں کہ اللہ تعالیٰ مؤلف کی اس سعی جمیلہ کو اپنے دربار میں ان کے اور ہمارے شیخ کے دربار میں شرف قبولیت عطا فرمائے۔آمین

منم احقر و اسفل و ادنی و کمتر
بریں نازم کہ دارم نسبت تو

فقیر غلام حسین ڈائریکٹر : ریسرچ سیل ، دیال سنگھ لائبریری ، لاہور

تعارف مؤلف

سیدی و مرشدی شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ محمد قمرالدین قدس سرہ کی ذات اقدس سے دوران تعلیم جامعہ محمدی ضلع جھنگ میں ۱۹۵۲ء میں شرف بیعت نصیب ہوا۔بعد ازاں حصول تعلیم کیلئے ۱۹۶۱ء میں سیال شریف حاضری دی آپ نے اپنی حیات طیبہ میں فقیر کو اپنے سایہ عاطفت میں رکھا۔تدریس و افتاء و دیگر تعلیمی خدمات کی انجام دہی بندہ کا وظیفہ رہا۔

موضع کھرل سپرا از مضافات اٹھارہ ہزاری ضلع جھنگ میں منتقل ہونا پڑا۔اپنے گاؤں میں مڈل تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد جامعہ محمدی شریف میں ابتدائی تعلیم ادیب عربی تک حاصل کی۔مولانا عبدالرحمٰن صاحب متوطن چک ۲۲۵ زمانہ کے زیر سایہ یہ امتحان پاس کیا۔اس کے بعد احمد پور سیال میں سید احمد حسن شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے پاس درس نظامی کی اکثر کتب پڑھیں۔شاہ صاحب مرحوم کی بیعت کوٹ چاندھنا کے مولانا فخرالزمان صاحب رحمتہ اللہ علیہ (سلسلہ قادریہ) سے تھی۔مولانا محمد عبداللہ درخواستی صاحب خانپور میں دورہ تفسیر پڑھنے کے بعد اپنے محسن مولانا الحاج محمد عبدالرشید صاحب کے ہاں زیر تعلیم رہا جو کہ اپنے دارالعلوم قطبیہ رضویہ کے مہتمم تھے(اب دارالعلوم جامعہ شیخ الاسلام رضویہ نواں شہر جھنگ صدر کے مہتمم اور شیخ الحدیث ہیں)۔انہوں نے فقیر کو جامعہ رضویہ مظہر الاسلام فیصل آباد جا کر جناب شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا سردار احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں درس حدیث پاک میں داخل فرمایا۔دورحدیث شریف کی تکمیل اور سند فراغت حاصل کر لینے کے بعد جب فقیر اپنے شیخ الطریقت حضرت خواجہ محمد قمرالدین صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ سیال شریف کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا وہی ہے جو عربی میں مجھے خطوط لکھا کرتا تھا۔عرض کی جی ہاں غریب نواز۔آپ نے فرمایا اب تو نے یہاں رہنا ہے، بندہ نے عرض کیا کہ فقیر نے دورہ تفسیر شریف حضرت علامہ مولانا عبدالغفور ہزاروی (رحمتہ اللہ علیہ) کے ہاں وزیر آباد جامعہ غوثیہ میں دوبارہ پڑھنا ہے۔چند دنوں کیلئے بندہ تحصیل علم کیلئے وزیر آباد چلا گیا۔وہاں سے فارغ ہونے کے بعد بجائے گھر جانے کے سیال شریف حاضر ہوا تو آپ

نے اپنے سایہ عاطفت میں رکھ لیا۔

سیال شریف میں رہائش کے دوران قبلہ و کعبہ شیخ الاسلام والمسلمین رضی اللہ عنہ نے فقیر کو تفسیر بیضاوی سے وہ اسباق پڑھائے جو آپ نے اپنے استاد حضرت علامہ مولانا معین الدین اجمیری رحمتہ اللہ علیہ سے پڑھے تھے اور اسی طرح بندہ کو پڑھائے۔حدیث پاک بھی چند مہینوں تک پڑھاتے رہے۔اس طرح فقیر کو حضور غریب نواز سے شرف تلمذ بھی حاصل ہے۔

''انوار قمریہ'' کی اشاعت و طباعت میں بندہ کی بعض کمزوریاں معاونین حضرات کی محتاج رہیں خصوصاً مالی و جسمانی، علمی، عملی و دیگر مصروفیات ضروریہ کے باعث فقیر اس قابل نہ تھا۔ مقام شکر ہے کہ بعض مخلصین معاونین حضرات نے مسودہ کی طباعت و اشاعت اور مضامین کی ترتیب تک تمام خامیاں پوری فرما کر میرے لئے یہ کام آسان کر دیا۔ اللہ تعالیٰ تمام حضرات کی مساعی جمیلہ کو شرفِ قبولیت عطا فرما کر انہیں اجر عظیم عطا فرمائے۔
آمین ثم آمین

۱۔ مولانا حافظ غلام حسین صاحب (سینئر ریسرچ آفیسر دیال سنگھ لائبریری لاہور) جو کہ قبلہ شیخ الاسلام کے دست راست حضرت علامہ حافظ احمد بخش صاحب ضیائی رحمتہ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند ہیں نے بندہ کی بیس سالہ کوشش سے اپنے شیخ طریقت کے جمع کئے ہوئے ملفوظات کو (دومرتبہ) طبع و اشاعت کروانے میں میرے ساتھ تعاون کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں سعادت دارین سے سرفراز فرمائے۔آمین

۲۔ خصوصاً جناب محترم سید ابوالحسن شاہ منظور ہمدانی مدظلہ الاقدس بانی و ناظم اعلیٰ دارالعلوم قمر الاسلام سلیمانیہ کراچی کا ممنون ہوں جنہوں نے ازخود مالی وسائل حاصل کر کے (تیسری مرتبہ) اس کار عظیم کو سرانجام دیا۔ کہ اللہ تعالیٰ انہیں سعادت دارین سے نوازے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ.

والسلام

خادم تراب نعال السیال غلام احمد عفی عنہ

عرض حال

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

عرصہ دراز سے اس کار خیر کیلئے بے شمار احباب کے مطالبات کے باوجود ناچیز قاصر رہا جس کی وجوہات کافی ہیں۔اول تو اپنی بے ہمتی و بے مائیگی مانع رہی کہ اس قدر عظیم شخصیت اعلیٰ مرتبت مجدد دین و ملت ،غوث زمان کے کلمات ذیشان قلمبند کرنے کی قابلیت نہیں رکھتا تھا لیکن ان ہی کی توجہ خاص اور عنایت لامتناہی کی امید پر کمر ہمت باندھ لی۔ پھر ملفوظات کی تصحیح کیلئے اگرچہ بعض اوقات حاضری نصیب ہو جاتی رہی کہ عربی عبارات اور بعض اشعار جو سنتے وقت مکمل تحریر نہ کر سکتا تھا ان کی تکمیل کرالی جاتی۔تاہم قبلہ و کعبہ سیدی و سندی شیخ المشائخ شیخ الاسلام رحمتہ اللہ علیہ کی مصروفیات بھی مانع رہیں۔ اکثر و بیشتر آپ سفر پر تشریف لے جاتے۔ اگر کسی موقع پر مقیم بھی ہوتے تو زائرین وسائلین کی کثرت کے سبب یہ ناچیز ملفوظات دہرانے اور تصحیح کرانے سے قاصر رہتا۔تدریس و افتاء والی خدمات بھی تاخیر در تاخیر کا سبب بنی رہیں۔ علاوہ ازیں ملفوظات طیبات بزرگان عظام کی سابقہ کتب کے عنوانات و مضامین کی فہرستیں دیکھنے پڑھنے سے معلوم ہوا کہ ترتیب میں ایسی صورت اختیار کرنا چاہیے جو پڑھنے والے صاحبان کی سہولت کا سبب ہو لہٰذا مجالس و تواریخ کا لحاظ چھوڑ کر مضامین کو جمع کرنا پڑا۔ ایک عنوان کے ماتحت تمام تر ملفوظات میں جس قدر مجالس سے میسر ہوئے جمع کر دیئے۔ اسی وجہ سے ایک ایک عنوان میں بے شمار تواریخ کا ذکر ہے جو ترتیب میں طوالت کا سبب تو بن گیا لیکن قارئین کرام ایک ہی عنوان میں اس کے ماتحت مقصود حاصل کر لیں گے۔ مثلاً ذات باری تعالیٰ کے متعلق جتنے مواقع پر جو کچھ فرمایا تمام ایک ہی باب کے تحت تحریر کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کی شان میں تمام ملفوظات جمع کر دیئے۔ اسی طرح کتاب اللہ کے متعلق علیٰ ھذا القیاس جیسا کہ کتاب ہذا سے ظاہر ہے۔ترتیب کے متعلق مختلف احباب نے مختلف طریقے بتائے لیکن فقیر کے مشفق ومحسن استاد حضرت العلامہ مولانا محمد عبدالرشید صاحب مدظلہ العالیٰ کی رہنمائی پر یہ ترتیب دی گئی۔مختلف ابواب بنا کر ہر باب کے ماتحت اسی سے تعلق والے کلمات وطیبات وملفوظات کولکھ دیا گیا ہے۔

بہر حال حسب استعداد خود سنے ہوئے ملفوظات کو مجموعہ بنایا ہے جس کا پہلا حصہ آپ صاحبان کے زیر نظر ہے۔ان شاء اللہ دوسرا حصہ بھی عنقریب ہی آپ صاحبان کے سامنے آجائے گا۔

اگر کوئی کتابت کی غلطی یا عبارت میں سقم یا محاورہ وغیرہ کی غلطی ہوتو راقم الحروف ہی کی طرف سے یا کاتب کی طرف یقین کرنا حضرت شیخ الاسلام رحمتہ اللہ علیہ کی طرف منسوب کرنا بھی سراسر گستاخی وغلطی ہوگی۔بائیس سالہ خدمات میں اس فقیر پر تقصیر کو یہ سعات تحریر کرنے کی ان ہی کی کرم نوازی ہے۔

منت منہ کہ خدمت سلطان مے کنی　　منت از و شناس کہ بہ خدمتش بداشتت
فخرم بس است انکہ کمینہ سگ تو ام　　نازم بان زماں کہ بلطفم خریدہ ای

والسلام

خادم تراب نعال السیال
غلام احمد عفی اللہ عنہ متوطن چک ۲۳۲
تحصیل وضلع جھنگ

سلسلہ طریقت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ وَالۡعَاقِبَۃُ لِلۡمُتَّقِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ اَمَّا بَعۡدُ فَھٰذِہٖ سِلۡسِلَتِیۡ مِنۡ مَّشَائِخِ فِی الطَّرِیۡقَۃِ رِضۡوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡھِمۡ اَجۡمَعِیۡنَ اِلٰھِیۡ بِحُرۡمَۃِ.

۱۔ سید الکونین ورسول الثقلین حضرت محمد المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

۲۔ مدینۃ العلوم والمطالب امام المشارق والمغارب امیر المؤمنین امام الاشجعین علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ۔

۳۔ شیخ المشائخ حضرت خواجہ ابی النصر الحسن البصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۴۔ شیخ المشائخ حضرت خواجہ ابوالفضل عبدالواحد بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۵۔ شیخ المشائخ حضرت خواجہ ابی الفیض فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ۔

۶۔ شیخ المشائخ امان الارض حضرت خواجہ سلطان ابراہیم ادھم البلخی رضی اللہ عنہ۔

۷۔ شیخ المشائخ حضرت خواجہ سدید الدین خذیفہ المرعشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۸۔ شیخ المشائخ حضرت خواجہ امین الدین ابوہبیرۃ البصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۹۔ شیخ المشائخ حضرت خواجہ ممشاد علو دینوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۱۰۔ شیخ المشائخ سرسلسلہ چشتیان خواجہ خواجگان حضرت خواجہ ابواسحاق شامی چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۱۔ شیخ المشائخ قدوۃ الحق والدین حضرت خواجہ ابواحمد بن فرسنہ چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۱۲۔ شیخ المشائخ قطب الحق والدین حضرت خواجہ ابومحمد بن احمد چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۱۳۔ شیخ المشائخ حضرت خواجہ ناصر الحق والدین ابویوسف چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۱۴۔ شیخ المشائخ حضرت خواجہ قطب الحق والدین مودود چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۵۔ شیخ المشائخ حضرت خواجہ مخدوم حاجی شریف زندنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۱۶۔ شیخ المشائخ مقتدائے اہل عرفان حضرت خواجہ عثمان ہارونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۱۷۔ شیخ المشائخ قطب العارفین سند الموحدین حضرت خواجہ بزرگ معین الحق والدین حسن سنجری ثم اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۱۸۔ شیخ المشائخ برہان چشتیاں شہید المحبۃ حضرت خواجہ قطب الحق والدین بختیار اوشی کاکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۱۹۔ شیخ المشائخ حزیق اطحبت امام العارفین سلطان الزاہدین حضرت خواجہ فرید الحق والدین مسعود گنج شکر اجودھنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۲۰۔ شیخ المشائخ سلطان العاشقین محبوب الٰہی حضرت خواجہ نظام الحق والدین محمد ابن احمد بدایونی بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۲۱۔ شیخ المشائخ مستغرق بحر شہود، شمس العارفین حضرت خواجہ نصیر الحق والدین محمود چراغ دہلی اودھی چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۲۲۔ شیخ المشائخ حضرت خواجہ شیخ اکمال الحق والدین المشہور بعلامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۲۳۔ شیخ المشائخ حضرت خواجہ شیخ سراج الحق والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۲۴۔ شیخ المشائخ حضرت خواجہ عالم الحق والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۲۵۔ شیخ المشائخ حضرت خواجہ شیخ محمود المعروف شیخ راجن رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۲۶۔ شیخ المشائخ حضرت خواجہ شیخ جمال الحق والدین المعروف شیخ جمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۲۷ شیخ المشائخ قطب الاولیاء شیخ الاتقیا حضرت خواجہ شیخ محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۲۸۔ شیخ المشائخ مظہر اللہ التام الصمد حضرت خواجہ شیخ محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۲۹۔ شیخ المشائخ فرد الحقیقت قطب المدینۃ الشریفۃ حضرت خواجہ یحییٰ مدنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۳۰۔ شیخ المشائخ المتخلق باخلاق اللہ والمتصف باوصاف اللہ فانی فی اللہ باقی باللہ

حضرت خواجہ شیخ کلیم اللہ جہان آبادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۳۱۔ شیخ المشائخ سراج الواصلین فخر العاشقین حضرت خواجہ نظام الحق والدین اورنگ آبادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۳۲۔ شیخ المشائخ فخر الاولین والاخرین محب النبی حضرت خواجہ شیخ مولانا فخر الحق والدین محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۳۳۔ شیخ المشائخ قدوۃ السالکین شمس العارفین غریب نواز حضرت خواجہ شیخ نور محمد مہاروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۳۴۔ شیخ المشائخ سلطان العاشقین برہان المعشوقین خواجہ خواجگان القائم مقام العبودیت قطب زمان حضرت خواجہ شیخ محمد سلیمان تونسوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۳۵۔ شیخ المشائخ علم الحق والدین شمس العارفین والعاشقین محبوب رب العالمین کامل ومکمل حضرت خواجہ شیخ محمد شمس الحق والدین سیالوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۳۶۔ شیخ المشائخ سند الواصلین رئیس الموحدین بحر العشق والیقین حضرت شیخ مولانا محمد الدین سیالوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۳۷۔ شیخ المشائخ سند المرتاضین سلطان السالکین حضرت خواجہ شیخ مولانا ضیاء الدین سیالوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۳۸۔ شیخ المشائخ قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین بحر العشق والیقین غریب نواز شیخ الاسلام حضرت خواجہ حافظ محمد قمر الدین سیالوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۳۹۔ شیخ المشائخ محب العلماء والعارفین کہف الفقراء والمساکین حضرت خواجہ الحاج الحافظ محمد حمید الدین ادام اللہ اظلال برکاتہ بطول بقائہ وحیاتہ صاحب السجادۃ بالقریۃ العظیمۃ سیال شریف۔

بِسۡمِ اللهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ؕ

شجرہ نسب پیر سیال

جناب فیض مآب فخر العلماء والعارفین محب الفقراء والمساکین امیر شریعت پیر طریقت حضرت خواجہ الحاج الحافظ محمد حمیدالدین مدظلہ العالی بن جناب شیخ الاسلام والمسلمین حضرت العلامہ خواجہ محمد قمرالدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن جناب خواجہ خواجگان مجاہد اعظم حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن جناب خواجہ خواجگان حضور غریب نواز حضرت خواجہ محمد الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن جناب خواجہ خواجگان شمس العارفین قدوۃ السالکین حضرت خواجہ محمد شمس الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضرت خواجہ محمد شمس الدین بن میاں محمد یار بن میاں محمد شریف بن میاں بر خوردار بن میاں تاج محمود بن میاں شیر کرم علی بن جان محمد بن سعد اللہ بن دولت بن لنگر بن صالح محمد بن غلام محمد بن عظمت بن سلطان بن اللہ دتہ بن مقصود بن شیخ بن سارنگ بن کمال بن یعقوب بن بہت بن وریام بن سنجر بن ملائم بن گورگج بن اچھر بن عثمان بن ماہی بن جہانب بن صاحب بن چھتہ بن رسالو بن ہندال بن سال (جس سے اس کی اولاد سیال مشہور ہوئی) بن سانڈر (چونکہ یہ بار کا سردار تھا اس لئے وہ بار اس کے نام سے ساندلبار مشہور ہوگئی) بن گورا بن چیت بن کوڈ بن تجن بن زمان علی (معروف کھوکھر) بن قطب شاہ (اصل نامش عبدالعلی المعروف عون) بن یعلی بن حمزہ بن طیار بن قاسم بن علی بن جعفر بن حمزہ بن حسن بن عبداللہ نزد بعضے عبید اللہ بن عباس بن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدالمناف۔ الخ

(از انوار شمسیہ)

تاریخ پیدائش

شیخ الاسلام والمسلمین حضرت العلامہ الحاج خواجہ حافظ محمد قمرالدین رحمتہ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت، اوائل جمادی الاول ۱۳۲۴ھ بمطابق جولائی ۱۹۰۶۔

تاریخ وصال

حضور شیخ الاسلام والمسلمین رحمتہ اللہ علیہ نے ۱۸رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ بعمر مبارک ۷۷ سال اس دار فانی سے دار بقا کی طرف رحلت فرمائی۔

تمغہ ستارہ امتیاز

یوم آزادی پاکستان ۱۴اگست ۱۹۸۱ء کے موقع پر حضرت شیخ الاسلام رضی اللہ عنہ کی دینی خدمات کے اعتراف کے طور پر صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق صاحب نے تمغہ (ستارہ امتیاز) پیش کیا جو کہ ۱۴اگست ۱۹۸۱ء کو پاکستان گزٹ میں شائع ہوا۔ یہ تمغہ ۲۳ مارچ ۱۹۸۲ء کو حضرت شیخ الاسلام رضی اللہ عنہ کے جانشین حضرت الحاج خواجہ حافظ علامہ محمد حمیدالدین صاحب مدظلہ العالی سجادہ نشین آستانہ عالیہ سیال شریف نے وصول فرمایا۔

یوں تو اس خانوادہ عالیہ کی دینی اور ملی خدمات پشت در پشت مسلم ہیں تحریک پاکستان اور تحریک نفاذ نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلسلہ میں ان حضرات کی مساعی جمیلہ تاریخ پاکستان کا اہم حصہ ہیں لیکن چونکہ ان حضرات کے ہاں نام ونمود کی کوئی اہمیت نہیں لہٰذا انہوں نے انگریز حکومت اور بعد کے ملکی حکمرانوں کی طرف سے کوئی خطاب قبول نہیں فرمایا۔

حضرت شیخ الاسلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد اس تمغہ کا اعلان کیا گیا۔ آستانہ عالیہ سیال شریف کے متعلقین ومتوسلین کیلئے یہ بات باعث افتخار ہے۔

منصب شیخ الاسلام

مولانا شبیر احمد عثمانی کی رحلت کے بعد شیخ الاسلام کے منصب جلیلہ پر کسی ہمہ صفت موصوف عالم دین کو فائز کرنے کیلئے عام احساس بیدار ہوا۔ جمعیت علمائے پاکستان نے اس تحریک کو اپنے ہاتھ میں لیا اور اس مہم کو سر کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ پیر سیال عالی مقام کی علمی رفعت اور علوم وفنون عربیہ میں درک حلقہ درس وتعلیم میں ان کا امتیاز تفوق وبرتری نے بالاخر اس رائے پر علماء وداعیان جمعیت العلماء کو متفق ومتحد کر دیا۔ اس دربار پروقار کے سجادہ نشین جامع صفات ہیں اور شیخ الاسلام کے منصب کیلئے موزوں ترین شخصیت ہیں چنانچہ جمعیت علماء پاکستان نے آپ سے خط وکتاب کا آغاز کیا اور حوصلہ افزا جواب نہ پاکر خواجہ اعظم اجمیری نوللہ مرقدہ کے سجادہ نشین نزیل سرگودھا حال مقیم پشاور سے رجوع اور سفارش کی درخواست کی، حضرت خواجہ اجمیری نے آپ سے تذکرہ کیا اور قبول منصب کیلئے سفارش فرمائی۔ آپ نے پے درپے عجز وانکسار کے عذرہائے بارپیش کرنے شروع کر دیئے بالاخر خواجہ اجمیری نے قضائے قاضی کی طرح حکم صادر کر دیا کہ آپ کو یہ منصب قبول کرنا ہوگا، حکم سے سرتابی شیوہ ارباب طریقتؒ کے خلاف تھی۔ آپ نے سر تسلیم خم کر دیا۔ اس اطلاع کے ملتے ہی منجانب جمعیت مولانا ابوالحسنات آپ کو ساتھ لے جانے کیلئے بھیجے گئے۔ آپ شریک جلسہ ہوئے جو آرام باغ کراچی میں منعقد ہوا تھا اور جس میں مشرقی ومغربی پاکستان کے دونوں حصوں سے علماء کرام ونمائندگان بکثرت شرکت کیلئے آئے تھے کراچی کے علماء دین وزعماء اور عرب ومصر وغیرہ ممالک اسلامیہ کے سفیر اور ایک ترکی وفد نزیل کراچی کے نمائندگان جلسہ میں شریک ہوئے اور اس تحریک سے مسرور اور اس انتخاب سے مطمئن تھے۔ جلسہ میں شیخ الاسلام کے عہدے کی اہمیت وضرورت پر دھواں دھار تقریریں ہوئیں اور آپ بڑے جوش وخروش ونعرہائے تکبیر اور زندہ باد کی نغمہ بار صداؤں میں بالاتفاق شیخ الاسلام کے منصب جلیلہ کیلئے منتخب ہوئے اور اس پر فائز کر دیئے گئے۔

آں وعدہ کہ تقدیر ہے داد وفاشد

واں کار کہ ایام ہے خواست برآمد

اختتام جلسہ کے بعد بولٹن مارکیٹ بندر روڈ کراچی پر جو شاندار جامع مسجد آج اسلام کی سر بلندی کا نشان وعلامت بنی نظر آرہی ہے اس کا سنگ بنیاد شیخ الاسلام اعلی اللہ مقامہم جیسے متقی کے دست مبارک سے رکھا گیا۔

(راقم: مولانا صلاح الدین صاحب غازی اجمیری)

الثورة الهندیه مئولفہ محمد فضل حق خیر آبادی رحمتہ اللہ علیہ کے ترجمہ (باغی ہندوستان) کے صفحہ ۲۲۵ حاشیہ پر شیخ الاسلام رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق زبدۃ الحکماء محمد موسیٰ صاحب امرتسری نے رقم فرمایا۔

(ان کی زندگی میں) شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمرالدین سیالوی مدظلہ العالی موجودہ دور کے مشائخ میں سب سے زیادہ فاضل بزرگ ہیں۔ عربی زبان میں پوری قدرت رکھتے ہیں۔ تحریک پاکستان، تحریک آزادی کشمیر، تحریک ختم نبوت اور دیگر قومی وملی تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے ہیں۔ جمعیۃ العماء پاکستان کی نشاۃ ثانیہ آپ ہی کے دم قدم سے ہوئی۔ مولائے کریم آپ کا سایہ تادیر سلامت رکھے۔

باب اول : توحید باری تعالیٰ

کلمہ توحید   از حضور شیخ الاسلام قدس سرہ العزیز

بِسۡمِ اللہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام علىٰ افضل انبيائه ورسله سيدنا محمد وآله واصحابه اجمعين.

امابعد فلا فى كلمة التوحيد لنفى الالهه التى كانت تعبد و كان المشركون يعتقدونها حقا من دون الله فنفى الله سبحانه وتعالى حقيقتها واظهر بطلانها وحقق توحيده وابطل شركتها به فى شيئى من الايجاد والابداع والخلق والابقاء والا فناء لشيئى من الاشياء فحقق وجوده وابطل وجود غيره ومن دونه ولما كان المشركون لآلتهم معه سبحانه وتعالىٰ فى بعض الامور مماذكر معتقدين حقيقتها وسموا لهذا مشركين فسلم ان لفظ الا الاستثنائى اتصالى ومابعد هذا اللفظ من قبيل المستثنى المتصل لان تلك الكفرة كانت يشركون آلهتهم مع الله سبحانه وتعالىٰ فى الحقيقتة بزعمهه الفاسد ووجه تسميتهم بالمشركين هذا العقيدة فحسب فلو انهم يعتقدون آلهتهم باطلة لما يعبدونها وما يدعونها ولما سموابالمشركين فعلى الوجه هذاالاستثناء متصل لا تكون حرف الاستثناء بمعنى غيروهذا الوجه قريب الى الفهم لان كلمة التوحيد نزل لرد المشركين واما فى نفس الامر فلا شك فى ان الآلهة التى كانت تعبد باطلة يقيناً وحتمًا ولاضرورة لابطالها عند المسلمين الموحدين وهذه الكلمة الطيبة مبطلة لما زعم المشركون ومزهقه لما اعتقدوا فهذا الوجه ان يكون لفظ الالنفى جنس الآلهة فى مرتبة المستثنى فيستثنى من المنفى بلفظ

الاالاله الحق الذى علمه الله الاحد الصمد سبحانه وتعالىٰ عما يشركون فلهذا لايضرنا القول بالمستثنى المتصل والله سبحانه وتعالىٰ ورسوله اعلم وعلمه اتم واكمل واناعبده الفقير اليه قمرالدين سيالوى غفرله.

(حررفی ۱۱ربیع الاخر۱۳۸۲ھ)

بِسۡمِ اللہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

الحمدلله رب العالمين والصلوٰة والسلام على افضل انبيائه ورسله سيدنا محمد وآله وصحبه اجمعين.

اما بعد!...... کلمہ توحید میں حرف ''لا'' ان معبود ان باطلہ کی نفی کیلئے ہے جو پوجے جاتے تھے اور مشرک لوگ ان کوحق اعتقاد کرتے تھے۔اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں (اللہ تعالیٰ کے سوامعبود ان باطلہ کومشرک لوگ سچے جانتے مانتے تھے)تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کی حقیقت کی نفی فرمادی اور ان کے بطلان کوواضح کر دیا اور اپنی وحدانیت کی حقانیت فرمادی۔اپنے ساتھ غیروں کی شرکت کو باطل قرار دے دیا کہ ایجاد وابداع اورخلق وابقاء اور افنا میں تمام اشیاء سے کوئی شے بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہیں ہے لہٰذا اپنا وجود محقق فرما کر غیر اللہ کے وجود کو باطل قرار دے دیا کہ اسکے سواکسی کاوجود بھی ثابت نہیں ہے۔جبکہ مشرک لوگ اپنے معبودوں کو اللہ تعالیٰ کے وجود کے ساتھ بعض امور میں ان کی حقیقت کا اعتقاد رکھتے تھے اسی وجہ سے انہیں مشرک کہا گیا۔تو اسی وجہ سے لفظ ''الا'' کو استثنائیہ متصل تسلیم کیا گیا اور اسی کے بعد والے لفظ کومستثنیٰ متصل کےقبیل سے بنایا گیاہے۔کیونکہ وہ کافر لوگ اپنے معبودوں کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتے تھے۔یہ محض انہی کے اعتقاد فاسد کا مواد تھا جس وجہ سے انہیں مشرک کہا گیا،تو یہی کافی ہے۔

اگر وہ اپنے معبودوں کو باطل اعتقاد رکھتے تو انہیں نہ پوجتے اور نہ ہی انہیں پکارتے اور نہ ہی انہیں مشرک کہا جاتا۔تواسی وجہ سے یہ مستثنیٰ متصل ہے اور حرف استثناء

(الا) غیر کے معنی میں نہ ہوگا اور یہ وجہ فہم کے قریب ہے کہ ''لا'' کلمہ توحید اور الامشرکین کی تردید کیلئے نازل ہوا۔

اور درحقیقت اس میں شک بھی نہیں کہ جو معبود پوجے جاتے تھے وہ یقیناً باطل تھے اور مسلمانوں ،توحید کے ماننے والوں کے نزدیک ان کے باطل قرار دینے کی ضرورت بھی نہ تھی۔لہٰذا یہ کلمہ طیبہ مشرک لوگوں کے اعتقاد کو باطل کرنے والا ہے اور ان کے گمان کو ختم کرنے والا ہے جس کا وہ عقیدہ رکھتے تھے۔لہٰذا اس وجہ سے اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ لفظ ''الا'' جنس الہ کی نفی کیلئے ہو جو مستثنیٰ کے مرتبہ میں ہے۔منفی شدہ سے لفظ ''الا'' کے ساتھ الہ حق کو مستثنیٰ کیا جائے جو کہ اللہ تعالیٰ حق ذات اقدس اور الصمد سبحانہ وتعالیٰ ہے کہ جس کے شریک ٹھہراتے ہیں۔پس اس وقت ہمیں مستثنیٰ متصل کا قول کرنا نقصان نہ دے گا۔

واللہ سبحانہ ورسولہ اعلم وعلمہ اتم واکمل۔

الفقیر الیہ قمرالدین سیالوی غفرلہ۔

نوٹ : مندرجہ بالا مضمون کلمہ توحید پر چند شبہات واعتراضات کا جواب ہے جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ لا الہ الا اللہ میں الہ سے مراد الہ حقیقی تصور کیا جائے تو یہ ناجائز ہے کیونکہ نفی کثرت الہ کی ہے جو اس کے خلاف ہے۔

۲۔ اگر مستثنیٰ منہ الہ باطلہ قرار دیا جائے تو مستثنیٰ اس کی جنس سے نہ ہوگا کیونکہ وہ الہ حق ہے اور مستثنیٰ منہ الھہ باطلہ ہیں۔حالانکہ مستثنیٰ کا مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہونا ضروری ہوتا ہے۔

۳۔ اگر لا الہ کی خبر ممکن تصور کریں تو مستثنیٰ منہ نہ ٹھہرے گا کیونکہ مستثنیٰ واجب الوجود ہے۔الابمعنی غیر ہو تو سوال نمبر۳ والا اشکال ہوگا۔الابمعنی غیر ہو تو پھر چار سوال پیدا ہوں گے۔اگر الا استثناء قرار دیا جائے تو شیخ الاسلام رضی اللہ عنہ کی تحریر پر کوئی سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔۱۲ غلام احمد عفی عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○

التحقیق الفرید فی تراکیب کلمۃ التوحید

سُبْحَانک لا عِلْم لنا اِلّا ماعَلَّمْتنا انک انْت الْعزیزُ الْحکیمo رب اشْرحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسّرْلِیْ امْرِیْ وَاحْلُلْ عُقْدَۃً مِّنْ لِّسَانِیْ یَفْقَھُوْا قَوْلِیo وصلّی اللہ علی رَسُوْلِہٖ سَیّدنا ومَوْلانا مُحَمّد وعلٰی آلہ و اَصْحابہ اجمعینo

امابعد، بندہ عطامحمد چشتی گولڑوی اپنے ہم مشرب اہل سنت کی خدمت میں عرض گزار ہے کہ میرے ایک عزیز حضرت العلامہ مولوی غلام احمد مفتی دربار عالیہ سیال شریف و مدرس دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام نے حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمرالدین سیالوی قدس سرہ کے ملفوظات پر مشتمل ایک رسالہ تالیف کیا ہے جس کا نام انوار قمریہ ہے۔اس رسالہ میں حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ العزیز کی ایک تقریر کا ذکر ہے جس کا تعلق کلمہ التوحید لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے ساتھ ہے۔مولانا مفتی غلام احمد صاحب نے بندہ سے استدعا کی کہ یہ فقیر اس رسالہ پر تقریظ لکھے اور حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ کی تقریر متعلقہ کلمہ التوحید کی مزید وضاحت کرے۔بندہ اگرچہ اس امر سے قاصر ہے کہ حضرت شیخ الاسلام کی تقریر پر مزید وضاحت کرے لیکن حسب مقولہ مالایدرک کلہ لا یترک کلہ کلمہ توحید پر اپنی بساط کے مطابق اظہار خیال کرتا ہے۔لیکن اظہار خیال سے قبل قارئین کی خدمت میں ایک تمہید پیش کرتا ہے جس کا تعلق استثناء سے ہے۔کیونکہ کلمہ التوحید میں لفظ الا ہے جو کہ حروف استثناء میں شمار ہوتا ہے استثناء کی بحث بڑی اہم اور قابل تحقیق ہے اور ہمارے درس نظامی کی کتب نحو جو کہ مدارس عربیہ میں پڑھائی جاتی ہیں وہ اس تحقیق سے خالی ہیں جس کی وجہ سے ہمارے اکثر علماء اس تحقیق سے ناواقف ہیں۔لہٰذا افادہ کیلئے بھی اس تحقیق کا ذکر کیا جاتا ہے۔استثناء دو قسم کی ہے۔متصل اور منفصل۔بندہ پہلے مطلق استثناء کی تعریف کرتا

ہے جو کہ یہ ہے۔(الاخراج بالا او احدی اخواتها لما کان داخلا او کالداخل)یعنی الا یا کسی اور حرف استثناء کے ساتھ داخل کو خارج کرنا یا جو خارج کیا وہ حقیقتاً داخل نہیں لیکن داخل کی مثل ہے۔داخل سے مستثنیٰ متصل اور کالداخل سے مستثنیٰ منفصل کی طرف اشارہ ہے۔متصل اور منفصل ہر دو باہم متقابل ہیں لہٰذا ان کی تعریفیں بھی متقابل ہوں گی جیسا کہ متقابلین کا قاعدہ ہے۔تو متصل میں جس چیز کا اثبات ہوگا منفصل میں اس کی نفی ہوگی۔ استثناء میں دو احتمال ہیں کہ استثناء جو متصل اور منقطع میں مشترک ہے یا تو یہ اشتراک لفظی ہے اور یا متصل میں حقیقتاً اور منفصل میں مجازاً ہے۔استثناء متصل کی تین تعریفیں کی گئی ہیں۔ دو غلط اور ایک صحیح۔

تعریف اول: (المتصل مایکون المستثنیٰ من جنس ماقبله) یعنی مستثنیٰ ماقبل یعنی مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہو۔اب اس پر اعتراض یہ ہے کہ یہ تعریف نہ جامع ہے نہ مانع مثلاً ''احرقت زیدا الایده'' یہ مستثنیٰ متصل ہے اور تعریف اس پر صادق نہیں آتی کیونکہ یده زید کی جنس سے نہیں ہے کیونکہ زید کی دو جنسیں ہیں ۔جنس منطقی جو کہ حیوان ہے اور جنس اصولی جو کہ انسان ہے اور ید نہ حیوان ہے اور نہ انسان تو تعریف جامع نہ ہوئی۔اسی طرح جاء القوم الاحمارًا اور جاء بنوک الا ابن زید یہ دونوں مستثنیٰ منفصل ہیں اور تعریف متصل کی ان پر صادق آتی ہے کیونکہ حمار قوم کی جنس منطقی سے ہے اور جنس اصولی سے بھی کیونکہ ابن زید حیوان بھی ہے اور انسان بھی۔

مستثنیٰ متصل کی اس تعریف اول کے مطابق منفصل کی تعریف یہ ہوگی کہ مستثنیٰ ماقبل یعنی مستثنیٰ منہ کی جنس سے نہ ہو۔اب یہ تعریف بھی جامع اور مانع نہ ہوگی۔جاء القوم الاحمارا اور جاء بنوک الاابن زید ہر دو مستثنیٰ منفصل ہیں اور تعریف ان پر صادق نہیں آتی کیونکہ ہر دو میں مستثنیٰ مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہے اور احرقت زیدا الایده، متصل ہے اور تعریف منفصل کی صادق آتی ہے کیونکہ ید زید کی جنس سے نہیں ہے مستثنیٰ لہٰذا متصل اور منفصل کی یہ تعریف غلط ٹھہری۔

تعریف دوم: (المتصل مایکون المستثنی بعضا مماقبله) .اب اس پر مذکورہ بالا اعتراض نہ ہوں گے کیونکہ بعض سے مراد عام ہے۔فرد اور جزئی ہو یا کہ جزو۔اب احترقت زیدا الایدہ یہ متصل ہے اور تعریف اس پر صادق آتی ہے کیونکہ ید زید کا بعض اور جزء ہے اور جاء القوم الاحمارا اور جاء بنوک الا ابن زیدا جو کہ منفصل ہیں ان پر یہ تعریف دوم متصل کی صادق نہ آئے گی کیونکہ حمار قوم کا نہ فرد ہے اور نہ جزء۔اسی طرح ابن زید بنوک کا نہ فرد ہے اور نہ جزء۔اب اس تعریف دوم کے مطابق مستثنیٰ منفصل کی تعریف یہ ہوگی کہ مستثنیٰ ماقبل یعنی مستثنیٰ منہ کا بعض یعنی فرد اور جزء نہ ہو۔اب اس پر بھی مذکورہ بالا اعتراض نہ ہوں گے۔یعنی احرقت زیداً الایده پر یہ تعریف صادق نہیں آئے گی تو مانع ہوئی اور جاء القوم الاحمارا اور جاء بنوک الا ابن زید یہ تعریف صادق آئے گی تو تعریف جامع ہوئی لیکن اس تعریف پر ایک اور اعتراض ہوتا ہے کہ متصل کی یہ تعریف مانع نہیں اور منفصل کی جامع نہیں۔قرآن پاک میں ہے قولہ تعالیٰ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى یعنی جنتی لوگ جنت میں موت کا ذائقہ نہیں چکھیں گے مگر وہی موت اول جس کا ذائقہ دنیا میں چکھ چکے ہیں ۔اس آیۃ میں لفظ ''الموت'' کلی اور مستثنیٰ منہ ہے اورا لموتة الاولی یہ مستثنیٰ منہ کا ایک فرد اور مستثنیٰ ہے تو مستثنیٰ فرد ہے۔مستثنیٰ منہ کا اور بعض ہے لیکن یہ استثناء متصل نہیں بلکہ منفصل ہے تو متصل کی تعریف مانع نہ ہوئی اور منفصل کی جامع نہ ہوئی۔

اسی طرح قرآن پاک میں ایک اور آیت ہے قولہ تعالیٰ وَلَا تَاْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً یعنی لوگوں کے مال باطل طریقے سے نہ کھاؤ مگر یہ کہ وہ اموال مال تجارت ہوں۔اب اس آیت میں لفظ ''اموالکم ''،مستثنیٰ منہ اور کلی ہے مال تجارت اور غیر تجارت دونوں کو شامل ہے۔مال تجارت اس کا ایک فرد ہے تو مستثنیٰ بعض ہے مستثنیٰ منہ کا تو مستثنیٰ متصل کی تعریف اس پر صادق آتی ہے حالانکہ متصل نہیں ہے اور یہ مستثنیٰ منفصل ہے اور تعریف منفصل کی صادق نہیں آتی حالانکہ متصل نہیں ہے اور یہ مستثنیٰ منفصل

ہے اور تعریف منفصل صادق نہیں آتی ،تعریف متصل مانع نہیں ہے اور تعریف منفصل جامع نہ ہوگی تو یہ تعریف دوم بھی غلط ٹھہری ۔اب بندہ تعریف سوم کا ذکر کرتا ہے جو کہ درست ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے اور جو جامع مانع ہے۔وہ یہ کہ مستثنیٰ متصل وہ ہے کہ مستثنیٰ بعض ہو مستثنیٰ منہ کا اور مستثنیٰ منہ پر جو حکم ہے اس کی نقیض کا حکم مستثنیٰ پر کیا جائے اور یہ حکم صحیح ہو اور مستثنیٰ منفصل وہ ہے جو کہ متصل کے خلاف ہو یعنی اس میں وہ دو چیزیں نہ ہوگی جو کہ متصل میں معتبر ہیں اور وہ دو چیزیں یہ ہیں کہ مستثنیٰ بعض ہو مستثنیٰ منہ کا اور مستثنیٰ پر مستثنیٰ منہ کی نقیض کا حکم کیا جائے اور یہ حکم درست ہو۔اب مستثنیٰ متصل کی صرف ایک صورت ہوگی کہ اس میں دونوں چیزیں مذکورہ بالا پائی جائیں اور مستثنیٰ منفصل کی تین صورتیں ہوگی۔اول یہ کہ مستثنیٰ بعض ہو مستثنیٰ منہ کا لیکن مستثنیٰ منہ کے حکم کی نقیض کا حکم مستثنیٰ پر کرنا درست نہ ہو۔جیسا ہر دو آیات مذکورہ بالا میں ہے کہ آیت اول میں مستثنیٰ منہ کا حکم ہے **لایذوقون فیھا الموت** اور اس کی نقیض ہے **یذوقون فیھا** اب اس نقیض کا حکم موت اولیٰ جو کہ مستثنیٰ ہے پر درست نہیں ہے کہ جنت میں موت اولیٰ کا مزہ چکھیں گے اور اسی طرح دوسری آیت میں مستثنیٰ منہ کا حکم ہے **لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل** اور اس کی نقیض ہے **کلوا اموالکم بینکم بالباطل** اور اس نقیض کا حکم مال تجارت پر درست نہیں کیونکہ یہ کہنا درست نہیں کہ **کلو مال تجارت بالباطل** تو اب ہر دو آیت میں جو استثناء منفصل ہے اس پر متصل کی تعریف صادق نہیں آئے گی اور منفصل کی تعریف صادق آئے گی تو ہر دو تعریفیں جامع اور مانع ہوں گی۔یہاں تک مستثنیٰ منفصل کی ایک صورت مذکور ہوئی کہ مستثنیٰ ماقبل کا بعض تو ہو لیکن اس پر مستثنیٰ منہ کے حکم کی نقیض کا حکم نہ کیا جا سکے۔اب صورت نمبر دوم ملاحظہ ہو کہ مستثنیٰ پر مستثنیٰ منہ کے حکم کی نقیض کا حکم کرنا درست ہو لیکن مستثنیٰ بعض مستثنیٰ منہ کا نہ ہو۔مثل **جاء بنوک الا ابن زید** تو مستثنیٰ منہ کا حکم جاء اور اس کی نقیض ہے۔ماجاء اور اس کا حکم ابن زید پر جو کہ مستثنیٰ ہے کرنا جائز ہے کہ ماجاء ابن زید لیکن مستثنیٰ بعض مستثنیٰ منہ کا نہیں ہے۔اب اس مثال پر مستثنیٰ متصل کی تعریف صادق نہ آئے گی اور مستثنیٰ منفصل کی تعریف صادق آئے گی۔پس

ہر دو تعریف جامع منع ہوئیں۔یہاں تک تمہید ختم ہوئی اس کے بعد یہ فقیر کلمہ التوحید پر بحث کرتا ہے۔کلمہ التوحید سے مراد (**لا الہ الااللہ محمد رسول اللہ**) اس کلمہ طیبہ میں لفظ الا ہے اور الا باعتبار اصل وضع کے استثناء کیلئے ہے لیکن گاہ الا برائے صفت بمعنی غیر آتا ہے جیسا لفظ غیر باعتبار وضع کے صفت کیلئے ہے۔بمعنی مغائر اور گاہ بمعنی الایعنی استثناء کیلئے آتا ہے اور الا بمعنی غیر کیلئے چند شرائط ہیں۔اول: الا سے قبل متعدد کا ذکر ہو۔دوم: وہ متعدد نکرہ ہو۔سوم: غیر محصر ہو جیسا کہ قرآن پاک میں ہے قولہ تعالیٰ **لو کان فیھما آلھۃ الا اللہ لفسدتا** اس آیت مبارک میں الا بمعنی غیر ہے اور تمام شرائط متحقق ہیں کیونکہ اگر یہاں الا برائے استثناء ہو تو معنی باطل ہوگا۔اب یہاں ایک سوال وارد ہوتا ہے کہ جب آیۃ مذکورہ بالا میں لفظ الا بمعنی غیر ہوگا تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف مضاف ہوگا اور لفظ اللہ مضاف الیہ ہوگا اور الا اللہ بمعنی غیر اللہ ہوگا اور آلھۃ کی صفت ہوگا اور صفت اور موصوف کا اعراب ایک ہوتا ہے اور چونکہ آلھۃ جو کہ موصوف ہے یہ مرفوع ہے تو لفظ الا بھی مرفوع ہونا چاہئے اور لفظ اللہ چونکہ مضاف الیہ ہے لہٰذا یہ مجرور ہونا چاہئے حالانکہ آیت مذکورہ میں لفظ اللہ مرفوع ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ دراصل رفع لفظ الا پر ہونا تھا لیکن الا دراصل حرف اور مبنی ہے اور اس پر لفظی اعراب نہیں آتا۔اس لئے اس کا اعراب اس کے مضاف الیہ پر آیا جو کہ لفظ ''اللہ'' ہے اس لئے لفظ اللہ مضاف الیہ ہونے کے باوجود مرفوع ہے۔

اب یہ جاننا چاہئے کہ لفظ الا جو کہ کلمہ التوحید میں ہے اس میں دو احتمال ہیں۔

اول یہ کہ برائے استثناء ہو لفظ اللہ مستثنیٰ اور الٰہ مستثنیٰ منہ ہو اور الا نفی جنس کا ہو۔احتمال دوم یہ کہ الا بمعنی غیر ہو۔احتمال اول پر دو اعتراض ہیں۔اول یہ کہ معبود دو قسم ہے۔معبود بحق جو کہ اللہ تعالیٰ ہے اور معبود باطل جو کہ اصنام ہیں۔یہ تقسیم اسلام کے لحاظ سے ہے ورنہ کفار مشرکین کے نزدیک اصنام بھی معبود بحق ہے۔اب سوال یہ ہے کہ لفظ الٰہ سے مراد یا تو عام ہوگا خواہ معبود بحق ہو یا معبود باطل اور یا لفظ الٰہ سے مراد صرف معبود بحق ہے صورت اول میں یہ کلام کاذب ہوگی کیونکہ اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ معبود بحق

موجود ہے اور نہ معبود باطل موجود ہے اور یہ خلاف واقعہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بحق تو بے شک موجود نہیں لیکن معبودان باطلہ تو سینکڑوں کی تعداد میں ہیں کیونکہ اصنام جو کہ معبودان باطلہ ہیں یہ تو موجود ہیں۔ اور صورت دوم میں کہ لفظ الہ سے صرف معبود بحق مراد ہو تو استثناء شیئ عن نفسہ لازم آئے گا کیونکہ لفظ اللہ کا معنی بھی معبود حق ہے۔اس سوال کے جواب سے قبل ایک تمہید ملاحظہ ہو وہ یہ کہ یہاں تین لفظ ہیں الہ والا الہ اور اللہ لفظ اول یعنی الہ یہ کلی ہے اور معبود بحق اور معبود باطل ہر ایک پر صادق آتی ہے اور لفظ دوم یعنی الا الہ یہ بھی کلی ہے لیکن معبود بحق کے ساتھ مختص ہے اور لفظ سوم یعنی اللہ یہ جزئی حقیقی ہے اور ذات واجب الوجود مستحق للعبادة کا علم ہے جیسے زید عمر بکر اعلام ہیں۔اس تمہید کے بعد جواب یہ ہے کہ لفظ الہ سے مراد معبود بحق ہے اور استثناء شیئی عن نفسہ نہیں ہے کیونکہ مستثنیٰ منہ لفظ الہ ہے اور کلی ہے اور اس سے مراد معبود بحق ہے اور مستثنیٰ لفظ اللہ ہے جو کہ جزئی اور علم ہے تو یہ استثناء جزئی کا کلی سے ہے لہٰذا استثناء شیئی عن نفسہ نہیں ہے ۔ یہ اس وقت تھا جبکہ (الفظ) اللہ کا معنی معبود بحق اور کلی ہوتا نہ جزئی اور علم۔

یہاں تک اعتراض اول اور اس کے جواب کا ذکر ہوا۔اب اعتراض دوم ملاحظہ ہو۔وہ یہ کہ کلمہ التوحید میں لانفی جنس ہے اور اس کا اسم لفظ الہ ہے اب سوال یہ ہے کہ اس کی خبر کیا ہے۔خبر میں دو ہی احتمال ہیں اول یہ کہ خبر موجود ہو دوم یہ کہ خبر ممکن نہ ہو۔دونوں احتمال درست نہیں اگر خبر موجود ہو تو معنی یہ ہوگا کہ اللہ موجود ہے اور اس کے سوا کوئی معبود بحق موجود نہیں۔اب شریک الباری کے وجود کی نفی سے اس کا امتناع ثابت نہ ہوا حالانکہ اسلام میں شریک الباری ممتنع اور محال بالذات ہے اور وجود کی نفی سے امتناع ثابت نہیں ہوتا البتہ امکان کی نفی سے امتناع ثابت ہوتا ہے اور اگر خبر ممکن ہو تو معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ممکن ہے اور اس کے سوا یعنی شریک الباری ممکن نہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر چہ شریک الباری کا امتناع ثابت ہو گیا لیکن اللہ تعالیٰ کا امکان ثابت ہوا نہ کہ وجود کیونکہ امکان مستلزم وجود نہیں ہے حالانکہ مسلمان اللہ تعالیٰ کے وجود کے قائل ہیں نہ کہ صرف امکان کے۔اس سوال کا

جواب یہ ہے کہ لانفی جنس کی خبر موجود ہے۔اب یہ سوال کہ شریک الباری سے وجود کی نفی ہوگی نہ امکان کی نفی تو جواب یہ ہے کہ کلمہ التوحید سے مشرکین عرب کا رد ہے اور وہ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور الھة متعدد موجود ہیں تو اب وجود کی نفی سے مشرکین کا رد ہو گیا اور مشرکین عرب کا یہ عقیدہ نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور الھة ممکن ہیں۔اگر یہ عقیدہ ہوتا تو کلمہ التوحید میں خبر لاممکن محذوف ہوتی۔اب دوسرے الھة سے امکان کی نفی ہوتی۔ اب یہاں ایک اور اعتراض ہے وہ یہ کہ کتب نحو میں مصرح ہے کہ اگر کلام غیر موجب ہو اور مستثنیٰ منہ مقدم مذکور ہو تو مستثنیٰ پر نصب جائز اور مختار بدل ہے۔اب کلمہ التوحید میں کلام غیر موجب ہے اور مستثنیٰ منہ مذکور مقدم ہے تو یہاں نصب جائز اور بدل مختار ہوگا۔حالانکہ کلمہ التوحید میں مستثنیٰ جو کہ لفظ ''اللہ'' ہے یہ مرفوع ہے تو مختار بدل کیسے ہوگا؟۔

جواب یہ ہے کہ لا الہ میں مستثنیٰ منہ الہ ہے جو کہ مبنی علی الفتح ہے اور اس کے دو محل ہیں: قریب اور بعید۔محل قریب نصب اور بعید رفع ہے۔کیونکہ دراصل اسم لانفی جنس مبتداء ہوتا ہے تو یہاں کلمہ التوحید میں مستثنیٰ بدل ہے مستثنیٰ منہ کے محل بعید سے۔ بندہ قبل ازیں ذکر کر چکا ہے کہ کلمہ التوحید میں جو لفظ الا ہے اس میں دو احتمال ہیں اول یہ کہ الا برائے استثناء ہو دوم یہ الا صفتیہ بمعنی غیر ہو یہاں تک بندہ نے الاستثنائیہ کو ذکر کیا ہے۔اور اب الا بمعنی غیر کو ذکر کیا جاتا ہے۔تو اب دراصل عبارت اس طرح ہوگی لا الہ غیر اللہ اب اس میں دو ترکیبیں ہیں۔

اول یہ الا اللہ بمعنی غیر اللہ اور لانفی جنس کی خبر ہو۔دوم یہ کہ الا اللہ بدل ہو الہ سے اور خبر موجود محذوف ہو۔اور چونکہ ابدال میں مقصود بالنسبت بدل ہوتا ہے لہٰذا دراصل عبارت اس طرح ہوگی لا غیر اللہ موجود یعنی غیر اللہ سے وجود کی نفی اور اللہ کیلئے وجود کا اثبات اور یہی توحید ہے اور ترکیب اول کے لحاظ سے معنی یہ ہوگا کہ ہر معبود بحق سے غیر اللہ کی نفی ہوگی ۔اب تعدد الھة باطل ہوگا کیونکہ الھة اگر متعدد ہوں تو متغائر ہوں گے کیونکہ تعدد تغائر کو مستلزم ہے تو اگر الھة متعدد ہوئے تو متغائر ہوں گے تو پھر غیر اللہ کا ان کیلئے ثبوت ہوگا

حالانکہ کلمہ التوحید کا معنی ترکیب اول کے لحاظ سے یہ تھا کہ غیر اللہ کی ہر معبود بحق سے نفی ہے لہذا نفی کی صورت میں تعدد الٰھۃ باطل ہوگا۔ یہاں تک بندہ نے کلمہ التوحید کی تین تراکیب کی ہیں ایک ترکیب الابرائے استثناء کے وقت اور دو تراکیب الابمعنی غیر اللہ کی صورت میں۔ اب بندہ یہاں ایک مغالطہ ازالہ کرتا ہے جو کہ بعض لوگوں کو عارض ہوا ہے وہ یہ کہ مشرکین مکہ اور کفار عرب جو اصنام اور بتوں کی عبادت کرتے تھے اور قرآن پاک میں ان کو انداد کہا گیا ہے تو ان مشرکین کا یہ عقیدہ تھا کہ یہ اصنام اور انداد اللہ تعالیٰ جل شانہ کے ساتھ حقیقت میں متحد ہیں اور اسی وجہ سے ان کو مشرک کہا جاتا ہے اور اگر ان کا عقیدہ یہ نہ ہوتا پھر ان کو مشرک کہنا درست نہیں۔ یہ خیال درست نہیں بلکہ باطل ہے۔ قرآن پاک میں ہے قولہ تعالیٰ (فلا تجعلوا اللہ اندادا) انداد جمع ند ہے۔ علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنی تفسیر میں پہلے ند کا حقیقی معنی بیان کیا۔ ملاحظہ ہو۔

(والندالمثل المنادی المخالف المماثل فی الذات)

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ ند اس کو کہتے ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں مماثل ہو۔ فاضل لاہوری نے اپنے حاشیہ میں فرمایا (مثل الشیئی مایسد ممسدہ والمنادی المعادی) اب اس عبارت سے یہ وہم ہوتا ہے کہ مشرکین کا یہ عقیدہ تھا کہ اصنام اور بت اللہ تعالیٰ کے ساتھ حقیقت میں متحد ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ واجب الوجود ہے اور بت واجب الوجود نہیں ہیں تو علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس وہم کا بایں الفاظ ازالہ کیا۔ (وتسمیۃ مایعبدہ المشرکون من دون اللہ اندادا وما زعموا انہا تساویہ فی ذاتہ وصفاتہ ولا انہا تخالفہ فی افعالہ لانہم لما ترکوا عبادہ الی عبادتہا وسموھا الھۃ مشابھت حالھم حال من یعتدانہا ذوات واجبۃ بالذات قادرۃ علی ان تدفع عنہم باس اللہ وتمنحہم مالم یرد اللہ بہم من خیر فتھکم بہم وشنع علیہم بان جعلوا انداد المن یمتنع ان یکون لہ ندا)۔

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ ند اس کو کہتے ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں مماثل ہو

اور اس کی مخالفت پر قادر ہو اور اللہ تعالیٰ جس خیر کا ارادہ مشرکین کے ساتھ نہیں کرتا یہ اصنام وہ خیر مشرکین کو عطا کرتے ہیں۔ حالانکہ مشرکین کا یہ عقیدہ نہیں تھا کہ بت ذات اور صفات میں اللہ تعالیٰ کی مساوی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مخالفت پر قادر ہیں تو پھر ان کو قرآن پاک میں انداد کیوں کہا گیا تو علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس سوال کا یہ جواب دیا کہ بتوں کو جو انداد کہا گیا تو یہ حقیقت پر محمول نہیں ہے بلکہ مجازاً کہا گیا ہے کہ مشرکین نے اللہ تعالیٰ کی عبادت ترک کر کے بتوں کی عبادت شروع کر دی اور ان کو الھۃ کہنے لگے تو ان کی حالت اس آدمی کی حالت کے مشابہ ہوئی جو بتوں کو واجب بالذات اعتقاد کرتا ہے اور اس کا یہ عقیدہ ہے کہ اصنام اللہ تعالیٰ کی مخالفت پر قادر ہیں اور جو چیز اللہ تعالیٰ نہ دینا چاہئے یہ دے دیتے ہیں تو صنم کو مثل مخالف کے ساتھ تشبیہ دی گئی اور ذکر مشبہ بہ کا اور مراد مشبہ تو یہ استعارہ مصرحہ ہو۔ جاننا چاہئے کہ قرآن پاک میں جہاں انداد کا ذکر ہے تو راجح مذہب کے مطابق اس سے مراد اصنام اور بت ہیں۔ ایک دوسری جگہ قرآن پاک میں ہے قولہ تعالیٰ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے انداد کی تفسیر میں فرمایا (من الاصنام وقیل من الرؤسا) فاضل لاہوری نے اپنے حاشیہ میں انداد بمعنی اصنام کو بایں معنی الفاظ ترجیح دی ہے۔ (رجح تفسیر الانداد بالاصنام لان الشائع فی القرآن تفسیر ھا بالاصنام) بندہ نے یہ عبارت یہاں ایک مغالطہ کے ازالہ کیلئے ذکر کی ہے جو بعض لوگوں کو عارض ہوا کہ مشرکین مکہ کا یہ عقیدہ تھا کہ اصنام اور بت حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے مماثل ہیں اللہ تعالیٰ اور ان بتوں کی حقیقت ایک ہے۔ بندہ نے یہاں تک اس کا مغالطہ کا رد کیا ہے۔ اب بندہ اس مغالطہ کا منشاء ذکر کرتا ہے کہ ان لوگوں کو یہ مغالطہ کہاں سے عارض ہوا تو منشا اس مغالطے کا یہ ہے کہ ان لوگوں نے جب دیکھا کہ کلمہ التوحید میں لفظ الابرائے استثناء ہے اور استثناء متصل تب ہوگا کہ مستثنیٰ منہ کی اور مستثنیٰ کی حقیقت ایک ہو لہٰذا مشرکین کے نزدیک اللہ تعالیٰ اور اصنام کی حقیقت ایک ہے۔ تب ہی استثناء متصل ہوگا۔ یہ منشاء بھی باطل ہے کیونکہ قبل ازیں گزر چکا ہے کہ استثناء متصل کی یہ تعریف غلط ہے کہ مستثنیٰ

اور مستثنیٰ منہ کی حقیقت ایک ہو بلکہ استثناء کی صحیح تعریف یہ ہے کہ مستثنیٰ بعض ہو مستثنیٰ منہ کا یعنی فرد ہو یا کہ جز اور جو کلمہ مستثنیٰ منہ پر ہے اس کا نقیض کا حکم مستثنیٰ پر کرنا درست ہو۔ یہ تعریف کلمہ التوحید کے استثناء پر صادق آتی ہے کیونکہ (لفظ) اللہ فرد ہے الہ کا اور مستثنیٰ منہ پر یہ حکم ہے لا الہ موجود اور اس کی نقیض ہے موجود اور یہ کہنا درست ہے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے۔

اب بندہ یہاں ایک اور چیز ذکر کرتا ہے جس کا مقام تو قبل ازیں تھا لیکن سہواً اس چیز کا ذکر رہ گیا ہے۔ اب یہاں اسے ذکر کیا جاتا ہے وہ دو امر ہیں:

امر اول: کلمہ التوحید میں اگر الا برائے استثناء ہو تو اس پر دو اعتراض ہوتے ہیں جن کا ذکر بمع جواب قبل ازیں ذکر کیا جا چکا ہے اور اگر الا بمعنی غیر ہو تو اس صورت میں وہ دو اعتراض نہیں ہوں گے لیکن ایک اور اعتراض وہ یہ کہ اگر الا بمعنی غیر ہو تو کلمہ التوحید کا معنی یہ ہوگا یہ ہر معبود بحق سے غیر اللہ کی نفی ہوگی حالانکہ توحید کا یہ معنی نہیں ہے بلکہ توحید کا یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کیلئے وجود کا ثبوت اور دوسرے الھۃ سے وجود کی نفی تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر الا بمعنی غیر ہو اور غیر اللہ کی ہر معبود بحق سے نفی ہو تو یہ کہنا کہ یہ توحید نہیں ہے غلط ہے بلکہ کلام پاک میں اس کو توحید کہا گیا ہے۔ قولہ تعالیٰ ولا الہ غیرک تو یہاں غیر کی نفی اور اثبات یہاں متصور نہیں ہو سکتا کیونکہ کہ وہ اس وقت ہے کہ لفظ الا ہو اور وہ برائے استثناء ہو۔

امر دوم: کلمہ التوحید میں لفظ لا برائے نفی جنس ہے اور لفظ الہ یہ نکرہ حیز نفی میں ہے اور یہ سالبہ کلیہ ہے تو معنی یہ ہوگا کہ ہر معبود بحق سے نفی ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ بھی معبود بحق کا فرد ہے لہٰذا اس سے بھی وجود کی نفی ہوگی جو کہ کفر ہے اور الا اللہ کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے اور یہ ایمان ہے تو خلاصہ اعتراض یہ ہے کہ ہر کلمہ التوحید پڑھنے والا پہلے کافر ہو جاتا ہے اور پھر مسلمان حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ یہ نفی اس وقت ہوگی جبکہ متکلم کی نیت اور ارادہ یہ ہو کہ لفظ اللہ اس الہ میں داخل ہے حالانکہ اس کا یہ ارادہ نہیں ہے بلکہ اس کا ارادہ یہ ہے کہ اللہ داخل الہ نہیں ہے۔ البتہ باعتبار لفظ کے الہ اللہ داخل ہے کیونکہ الہ نکرہ حیز نفی میں ہے اور عموم کا فائدہ دیتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ اللہ کا لفظ تو الہ میں داخل ہے لیکن ارادتاً اور نیتاً داخل نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ سے وجود کی نفی تب ہوتی ہے کہ متکلم کی نیت یہ ہو کہ الہ میں اللہ داخل ہے۔ محض لفظی دخول سے وجود کی نفی نہیں ہوتی۔

جواب دوم: اللہ تعالیٰ الہ کا فرد ہے لیکن الہ کے ہر فرد کے وجود کی نفی سے اللہ تعالیٰ کے وجود کی نفی تب ہوگی کہ نفی پہلے ہو اور استثناء بعد میں لیکن اگر استثناء پہلے ہو یعنی اللہ تعالیٰ کو الہ سے خارج کر دیا جائے اور نفی بعد میں ہو تو چونکہ اب اللہ تعالیٰ الہ میں داخل نہیں ہے لہٰذا الہ کے ہر فرد کے وجود کی نفی سے اللہ تعالیٰ کے وجود کی نفی نہیں ہوتی۔

حررہ عطا محمد چشتی گولڑوی عفی عنہ ۱۶ ذوالحج ۱۴۱۱ھ مطابق ۲۹ جون ۱۹۹۱ء

کلمہ طیبہ کی وضاحت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ

۳ ذیقعدہ ۱۳۹۴ھ بروز دوشنبہ بعد از نماز ظہر حضرت شیخ الاسلام والمسلمین قدس سرہ نے فرمایا کلمہ شریف کے دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ توحید باری تعالیٰ پر دلالت کرتا اور دوسرا حصہ رسالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درحقیقت توحید کا عنوان یہی کلمہ شریف ہے اور محبوب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت کو ایصالۃ تعبیر کرنے والا بھی یہی کلمہ شریف ہے۔ صرف اور صرف توحید سمجھ کر اس کو پڑھنے والا اپنے آپ کو موحد مومن نہیں کہلا سکتا۔ ذات باری تعالیٰ پر ایمان لانا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار کرنا اس کو ایمان سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا۔ مومن موحد وہی ہوسکتا ہے جو ہر دو حصوں پر ایمان رکھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے محمد رسول اللہ فرمایا ہے یہ حقیقتاً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت عامہ پر بین ثبوت ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاصہ ہے۔ دوسرے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو نبی آخر الزمان محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس پر ایمان لانے کا جو حکم فرمایا گیا اور ان سے عہد لیا گیا آیت کریمہ وَاِذۡ اَخَذَ اللّٰہُ مِیۡثَاقَ النَّبِیّٖنَ سے ظاہر ہے جس کا ثبوت واضح طور پر آئندہ رسالت کے بیان میں ذکر کیا جائے گا۔

بہر حال لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ کلمہ طیبہ توحید ورسالت ہر دو کو شامل ہے جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کے طفیل مومن ومسلمان لوگوں کو نصیب ہوا۔ من قال لاالہ الااللہ دخل الجنۃ فرمان ذی شان سے مراد بھی من قال لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ مکمل کلمہ طیبہ ہے جس کا پڑھنے والا بہشت میں داخل ہوگا۔ خزینہ الاسرار صفحہ ۱۸۵ میں ہے۔ واعلم ان التوحید لاالہ الااللہ متی کتب اوذکریقدر فیہ

محمد رسول الله اکتفاء بذکره لشهرة وجوب مقارنته والاشرک توحیدنا بتوحیدالیهودوالنصاری ولم تمیزالابمحمد رسول الله کذافی ابن ملک فی شرح المشارق فاعلم ان لا اله الا الله ای و محمد رسول الله فهو من باب الاکتفاء من اطلاق الجزء وارادة الکل اوعلی ان الکلمة المذکورة هی علم للشهادتین اذا من المعلوم ان الیهوده والنصاری وامثالهم یقولون لااله الاالله ولا تفیدهم هذه الکلمة من دون اقرارهم بان محمد رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وفی الایة ایماء لهذه فی قوله تعالیٰ هوالذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله وکفی بالله شهیدا محمد رسول الله کذاذکر علی القاری فی شرح الشفاء.

ترجمہ: خزینہ الاسرار صفحہ ۱۸۵ میں ہے اور جان لے کہ بے شک کلمہ توحید لاالہ الااللہ جب لکھا جاوے یا ذکر کیا جائے تو اس میں محمد رسول اللہ کے ساتھ تسلیم نہ کیا جاوے تو ہماری توحید یہود ونصاریٰ کی توحید جیسی ہوگی حالانکہ یہود و نصاریٰ کی توحید سے ہماری توحید کا امتیاز صرف محمد رسول اللہ سے ہے۔ اسی طرح مشارق الانور کی شرح ابن ملک میں موجود ہے۔ پھر یقین کریں کہ لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ اس باب سے ہے کہ جس میں ایک جزو پر اکتفا کر کے کل کا ارادہ ہوتا ہے یا ایسے کہ بے شک مذکورہ کلمہ ہر دو شہادتوں کا نام ہے کیونکہ یہ تو معلوم ہے کہ یہود ونصاریٰ اور ان جیسے لوگ لاالہ الااللہ تو کہتے تھے اور ان کیلئے یہ کلمہ مفید نہ تھا سوائے اقرار کرنے محمد رسول اللہ کے۔ اسی لئے آیت کریمہ میں اشارہ فرمایا گیا جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی .... محمد رسول اللہ (اواخر سورۃ فتح) اسی طرح حضرت العلامہ ملا علی قاری نے شرح شفاء میں ذکر فرمایا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

توحید کے مراتب

۲۴ ربیع الاول شریف ۱۳۸۸ھ بروز خمیس آپ نے فرمایا توحید کے تین مرتبے ہیں:

(۱) عام لوگوں کی توحید (۲) خاص لوگوں کی توحید

(۳) اخص الخاص حضرات کی توحید ہے۔

۱۔ عوام کے نزدیک تو توحید یہ ہے کہ ہر چیز کا خالق مالک رازق اور معطی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔نافع ضار شافی وہی ہے اور معبود بھی وہی ایک ذات اقدس ہے۔اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے۔

۲۔ خواص کی توحید یہ ہے کہ ہر چیز جاندار ہو یا غیر جاندار (نباتات، جمادات، حیوانات) سب میں جمال وجلال اور انوار واسرار الٰھیہ کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

۳۔ اخص الخاص لوگوں کی توحید یہ ہے سوائے باری تعالیٰ کوئی اور نہیں ہے۔ وہی ہے وہی ہے وہی ہے۔اور بس وہی ہے۔

فرمایا ایک شیطانی توحید بھی ہے۔جو شیطانی لوگ اپنی طرف سے بنانے پھرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ بعض اشیاء تو اللہ تعالیٰ کیلئے خاص کر دیتے ہیں اور بعض مخلوق کے واسطے مثلاً شیطان کے مقلد کہتے ہیں کہ علم غیب تو اللہ تعالیٰ کیلئے ہے اور مشاہدہ ہمارے لئے علم کلی اللہ تعالیٰ کیلئے ہے اور جزئی ہمارے لئے۔حالانکہ تمام اسی سے ہے۔اسی کا ہے اور اسی کی شایان شان ہے۔غیب ہو، مشاہدہ، کل ہو یا جزو سب کا مالک وہی ہے۔کسی کو عطا فرمادے تو اس کو حق ہے۔کسی کو دے دینے سے اس کے علم میں کمی نہیں آسکتی اور نہ ہی اس کی کسی ذاتی صفت میں کوئی شریک ہو جاتا ہے بلکہ وہ واحد ہے، واحد ہے، احد ہے۔

ذات وصفات کے لحاظ سے اس کا کوئی شریک نہیں لیکن شیطانی مقلد مشرک بن کر اللہ تعالیٰ کے علوم اور اس کے اوصاف وصفات کی حدود مقرر کرتے ہیں۔(معاذ اللہ)

ان لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ علم عطا فرمادینے سے اس کے شریک بن جاتے ہیں۔حالانکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی نہ ذات کو محدود قرار دیا جاسکتا ہے نہ ہی صفات کو۔ جب وہ بے مثل ہے تو پھر امثلہ سے مشابہت دینا شرک نہیں تو اور کیا ہے۔بخدا یہ لوگ جاہل ہیں توحید کے صرف تین ہی مراتب ہیں جو پہلے بیان ہوئے۔اولیا کرام کے نزدیک کلمہ شریف سے ان تینوں مراتب کا صاف اظہار ہے۔

لاالٰہ الااللہ محمدرسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

اس میں پہلا جزو جوالوہیت باری تعالیٰ پر دلالت کرتا ہے اور کی تین صورتیں ہیں۔

(۱) لامعبودالااللہ،(۲) لامقصودالااللہ (۳) لاموجودالااللہ.

پہلی صورت عوام کے نزدیک دوسری خواص کے نزدیک اور تیسری اخص الخواص کے نزدیک جو وحدت الوجود کے قائل ہیں۔

اقسام شرک

فرمایا توحید کے بالمقابل وبرعکس شرک ہے۔اس کی بھی تین قسمیں ہیں۔

(۱) شرک فی الذات کا مطلب یہ ہے آلھہ باطلۃ کو الہ ماننا جس طرح کفار نے مختلف بتوں کو معبود مانا ہوا تھا۔بارش برسانے کا الگ خدا، رزق کیلئے علیحدہ اسی طرح تندرستی دینے والا علیحدہ وغیرہ وغیرہ مختلف بتوں کو اپنے معبود مانتے تھے۔(معاذ اللہ) اور ان سے اپنی اپنی حاجات چاہتے تھے۔نیز اسی قسم کے مشرکین میں غیر اللہ کو ابن اللہ اور بنات اللہ مانتے تھے۔جس طرح نصاریٰ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کہتے ہیں المسیح ابن اللہ اور یہودی لوگ حضرت عزیر علیہ السلام کو ابن اللہ کہتے ہیں۔(عزیر ابن اللہ) یا ان میں بعض لوگ فرشتوں کو بنات اللہ کہتے تھے۔''العیاذ باللہ''

۲۔ شرک بالصفات فی الذات کا مطلب یہ ہے کہ غیر اللہ کی صفات کو ذاتی ماننا مثلاً یہ عقیدہ رکھنا کہ انسان کا کلام علم سمع، بصر جرأت وغیرہ اس کی اپنی ذاتی ہیں۔عطا کردہ نہیں ہیں۔اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا احیاء موتی جو کہ باذن اللہ تھا اسے باذن اللہ (اللہ

تعالیٰ کے حکم سے) نہ سمجھنا (معاذ اللہ)۔

۳۔ شریک فی العبادہ غیر اللہ کو عبادت میں شریک ٹھہرانا یعنی عبادات جس طرح معبود حقیقی باری تبارک وتعالیٰ کی، کی جاتی ہے اسی طرح مخلوق میں سے کسی کی عبادت کرنا مثلاً یہ کہنا کہ خالق تو وہی ذات باری تعالیٰ ہے لیکن قابل عبادت دوسری چیزیں بھی ہیں جس طرح کفار مشرکین آگ، ستاروں، شمس، قمراور درختوں وغیرہ کی عبادت کرتے تھے آتش پرست آگ کو پوجنے والے ہی تو کہلاتے ہیں۔ فرمایا ہر مشرک کافر ہوتا ہے۔

اور ہر کافر کا مشرک ہونا ضرور نہیں ہے۔ جس نے مطلقاً ذات باری تعالیٰ کا انکار کیا کافر ٹھہرا اور یہ ضروری نہیں اس سے شرک بھی سرزد ہو کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کے وجود کا قائل نہیں شریک کسے ٹھہرائے گا اور جو مشرک ہو وہ درجہ کفر سے بڑھ جاتا ہے۔ اس لئے مشرک لوگوں کا عذاب بہت زیادہ ہے ان کی بخشش ناممکن ہے۔

راقم الحروف نے پوچھا کہ ذات باری تعالیٰ کو ناظر کہنا جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا کئی وجوہ سے ناجائز ہے۔

۱۔ ناظر کا لغوی معنی ہے آنکھوں کے گوشہ سے دیکھنے والا اور اللہ تعالیٰ اس سے منزہ اور پاک ہے کہ اس کی آنکھ مثل مخلوق کی آنکھ قرار دی جائے۔

۲۔ ناظر کا اصطلاحی معنی ہے کہ امور مجہولہ کے سمجھنے کیلئے چند امور معلومہ کو ترتیب دینے والا اور کسی چیز کو نظر وفکر سے حاصل کرنے والا، یہ اللہ تعالیٰ کے شایان شان نہیں لیکن یہاں ایک اعتراض یا وہم پڑتا ہے کہ حدیث پاک میں ہے۔ ان اللہ لاینظر الی صورکم ولا الی اعمالکم ولکن ینظر الی قلوبکم (اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے اعمال کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے) اور یہاں لفظ ینظر استعمال ہوتا ہے جس کا مادہ نظر ہے۔ یہ مذکورہ مطلب کے خلاف ہے اور اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مبادی مراد ہے جس طرح یداللہ، خلقت بیدی، وجہ اللہ وغیرہ استعمال ہوتے ہیں اور ان سے مراد بھی یہی ہے کہ جو شان باری تعالیٰ کے لائق ہے نہ یہ کہ بظاہر ہاتھ، چہرہ، آنکھ وغیرہ۔

لہٰذا یہاں بھی ینظر کے لفظ کا مطلب اس کی شایان شان ہی لیا جائے گا۔

۳۔ حاضر وناظر اسماء توقیفی میں سے ہیں۔ جن اسماء کو ہمیں تلاوت کرنے یا پڑھنے یا ان کے ساتھ اس ذات اقدس کو پکارنے کی اجازت نہیں دی گئی کہیں بھی یا حاضر یا ناظر وغیرہ نہیں آیا۔ لہٰذا جن اسماء کے ساتھ ذات باری تعالیٰ کو پکارنے کی اجازت نہیں دی گئی ان کا اس کا ذات اقدس کیلئے استعمال جائز نہیں ہے۔

۴۔ فتاویٰ عالمگیری میں بھی ہے کہ نظر کا لفظ ذات باری تعالیٰ کیلئے استعمال کرنا ناجائز ہے۔ معلوم ہوا کہ حاضر وناظر کے الفاظ کا استعمال رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات کیلئے ہی ہے اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاصہ ہے۔

فرمایا حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں رقم فرمایا ہے۔ من انکر شیئا من شعائر الاسلام فقد ابطل قول لاالہ الااللہ (جس نے شعائر اسلام سے کسی ایک چیز کا بھی انکار کیا اس نے لاالہ الااللہ کے قول کو باطل کیا)۔ وَمَنْ یُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰہِ فَھُوَخَیْرٌ لَّہٗ وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَاللّٰہِ فَاِنَّھَامِنْ تَقْوَی الْقُلُوْب. ان فرامین سے شعائر اللہ کی تعظیم پرہیز گار متقی لوگوں کو نصیب ہونے کا جو بیان ہے دراصل مومن کے ایمان باللہ ہونے کی علامات سے ہے۔ شعائر اللہ کی تعظیم کرے گا تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان اور اس کی ذات اقدس کا دل میں احترام ہونا یقیناً ظاہر ہوگا۔ فرمایا وذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرمادیتا ہے)۔

آخر ایام عمر میں جناب شیخ الاسلام والمسلمین قدس سرہ وحدۃ الوجود کے حال میں زیادہ مائل تھے۔ ۲ رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ نماز تراویح کے بعد راقم الحروف نے آپ سے عرض کیا کہ فرمان باری تعالیٰ وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْاُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا میں لفظ حکمت کی عطا کو خیر کثیر فرمایا گیا ہے۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا حکمت کا معنی وحدۃ شہود اور وحدۃ وجود ہے۔ اگرچہ منطقی لوگوں نے اس کا مطلب (معرفت حقائق اشیاء) بتایا ہے۔ اشیاء کی حقیقتوں کو پہچاننا لیکن اصل معنی حکمت کا وحدت وجود ہے اور یہ رب تعالیٰ کا فضل ہے

جس کو نصیب ہو جائے وہی حکمت ہے۔

فرمایا: بعض لوگ اپنی تصنیفات کے سرورق پر یہ آیت لکھ دیتے ہیں جو سراسر غلطی ہے۔مناسبت قطعاً نہیں ہوتی۔راقم الحروف نے عرض کی ع: ''فکر ہر کس بقدر ہمت اوست'' آپ نے تحسین فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کیوں نہیں۔اپنی اپنی قابلیت واستعداد کے ماتحت ہی تو مفہوم سمجھتے ہیں۔

۱۷ رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ بعد از نماز تراویح بندہ کو مخاطب ہو کر استفسار فرمایا۔ فرعون نے کہا انا ربکم الاعلیٰ جس سے فرعون کا صریح کفر اور تکبر ظاہر ہے اور مردود ہوا۔ اور حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا سبحانی مااعظم شانی ان الفاظ کا مفہوم بھی فرعونی الفاظ کے مفہوم سے ملتا ہے اور تلفظ کرنے والوں کا انجام ایک دوسرے کے برعکس ہے۔حکم بھی برعکس ہے...... وجہ کیا ہے؟ یہ سوال فرماتے ہوئے جواباً خود ہی فرمایا کہ فرعون میں شیطان بول رہا تھا اور بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ میں خود ذات باری تعالیٰ کا کلام تھا جبکہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے۔لَایَزَالُ الْعَبْدُیَتَقَرَّبُ اِلَیّ بِالنَّوافِلِ حَتّٰی اَحْبَبْتُهُ فَاِذَا اَحْبَبتُه فَکُنْتُ سَمْعَهُ الّذِیْ یَسْمَعُ بَهٖ وَبصرَهُ الذی یُبْصُرُ به وَیَدَه الّتی یَبْطِش بِهَا ورِجْلَه الّتی یَمْشِی بِهَا.....الخ الحدیث۔

حدیث قدسی کا ترجمہ : اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: بندہ ہمیشہ نفلی عبادات کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا ہے حتیٰ کہ میں اس کو دوست بنالیتا ہوں ۔پس جب میں اسے دوست بنالیتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے۔اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے،اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں ہو جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔اسی وجہ سے ان دو کا انجام اور حکم ایک دوسرے کے برعکس:

چوں روا باشد انا اللہ از درخت   کے روا نبود چوں گوید نیک بخت

۲۲ ربیع الاول شریف بروز چہارشنبہ ۱۳۸۸ھ بعد اذان عصر آپ نے فرمایا آج کل تو انسان قرآن مجید اور حدیث پاک ہی مسجد میں بیٹھ کر پڑھتا رہے اور مطالعہ کرتا رہے؟

کہیں باہر نہ جائے ،دور حاضر میں باہر نکلنے کا کوئی حال نہیں رہا۔

راقم الحروف نے عرض کیا،غریب نواز یہ شعر کن کے ہیں اور ان کا مطلب کیا ہے؟

دوائک فیک وما تبصر   دوائک منک وما تشعر
وتزعم انک جرم صغیر   وفیک انطوی العالم الاکبر
وانت الکتاب المبین الذی   باحرفه یظهر المضمر
فلاحاجة لک من خارج   وفکرک فیک وما تفکر

آپ نے سنتے ہی فرمایا یہ اشعار سیدنا وسندنا امیرالمومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہیں۔مطلب یہ ہے کہ انسان کی امراض اس کے اندرونی مزاج کے ماتحت ہوتی ہیں۔طب کا لحاظ رکھا جائے تو مزاج کے خلاف خورد ونوش وغیرہ کی اشیاء کا استعمال موجب مرض ہوتا ہے جس سے ثابت ہوا کہ بدن کے اندر ہی سے مرض کا قیام ہے لیکن انسان اسے دیکھ نہیں سکتا (مرض باہر سے لاحق نہیں ہوتی) اور مزاج کے موافق اشیاء کا استعمال امراض کا علاج ہے اور یہ بھی خود انسان ہی سے ہے۔علاوہ ازیں روحانی امراض کا خیال کیا جائے تو وہ بھی وجود میں موجود ہیں لیکن انسان عدم توجہی سے انہیں نہیں دیکھتا مثلاً حسد، کینہ، بغض، غیبت، کذب، حرص اور تکبر وغیرہ ان خواہشات نفسانی کا ترک کرنا علاج ہے جو انسان ہی کے اختیار میں ہے لیکن یہ سمجھتا نہیں ۔دوسرے شعر میں انسان کو عالم اکبر کہا گیا ہے اور تیسرے شعر میں اسے لوح محفوظ فرمایا گیا ہے۔خود انسان ہی جب لوح محفوظ ہے تو سب کچھ اس میں موجود ہے۔انسان ایسی کتاب مبین ہے جس سے (مضمر) پوشیدہ کا اظہار ہے حالانکہ بادی النظر میں دیکھا جائے تو یہی آنکھ ایک گوشت کا ٹکڑا ہے۔ اس میں نورانیت اور قوت بینائی اور بصارت کا کیا مطلب؟ اسی طرح زبان بھی ایک گوشت کا ٹکڑا ہے اور اس میں قوت گویائی اور تکلم کا پایا جانا عقل کے ادراک سے بالا ہے لیکن آنکھ سے دیکھنا زبان سے بولنا یا کلام کرنا اسی طرح کان سے سننا وغیرہ۔

ان حواس کو گہری نظر وفکر سے سمجھیں تو حقیقتاً اسی ذات وحدہ لاشریک لہ کی طرف

ہی خیال جاتا ہے جس ذات اقدس نے ان اعضاء کو یہ طاقتیں بخشیں کہ دیکھنے والا دیکھ رہا ہے اور بولنے والا کلام کررہا ہے۔ سننے والا سن رہا ہے یہ آنکھ، زبان اور کان وغیرہ کیا کرسکتے ہیں۔ وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلا تُبْصِرُوْن آیت کریمہ کا مطلب یہی ہے۔ شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:۔

وفی کل شیئی له آیة تدل علی انه واحد

شیخ سعدی شیرازی رحمتہ اللہ علیہ نے اس شعر کا مطلب فارسی شعر میں یوں بیان کیا ہے:

برگ درختاں سبز در نظر ہوشیار ہرورق دفترے ہست معرفت کردگار

شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ نے مندرجہ بالا شعر جس وقت پڑھا تو بے شمار رحمت نازل ہوئی حتیٰ کہ خود ذات بابرکات رحمت للعالمین محبوب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے اور تصدیق فرمائی۔وفی انفسکم افلاتبصرون، وفی انفسکم افلاتبصرون ،وفی انفسکم افلاتبصرون (بیان کے درمیان تین بار آیت مذکورہ شیخ الاسلام قدس سرہ نے تلاوت فرمائی)فلاحاجة لک من خارج وفکرک فیک وما تفکر. سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا چوتھا شعر اسی آیت کریمہ کا مطلب ومفہوم ہی ہے کہ خارج کے علاوہ اپنے اندر ہی غوروفکر ونگاہ کرو۔ بندہ کی خواہش کے ماتحت آپ نے ان اشعار کے پڑھنے کی اجازت بوقت مطالعہ کتب عطافرمائی نیز فرمایا میرے واسطے بھی دعا کرتے رہنا۔ سبحان اللہ تواضع وانکساری اس کا نام ہے کہ باوجود شیخ کامل ہونے کے بلکہ مجدد وقت اور غوث اعظم ہونے کے باجود ناقص وناچیز کو برائے دعافرمایا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار.

وحدت الوجود کے متعلق سوال کے جواب میں فرمایا:

نہیں جانتے ہم شہودی وجودی باتیں ہیں دو اور خدا ایک ہے

فرمایامسئلہ وحدۃ الوجود وہ جانتاہے کہ اگر اس کی وضاحت وتفصیل کررہاہو اور اسے پیچھے سے کوئی سخت سے سخت چیز تکلیف دہ سے صرف لگائی جائے۔وہ ضرب کھاکر

پیچھے مڑکر نہ دیکھے یااوپر سے چٹان گرتی دیکھ کر اپنی جگہ پر اطمینان سے قائم رہے تو یقین جانو کہ ایسا شخص اس مسئلہ سے واقف ہے ورنہ غلط دعویٰ کرتا ہے۔

۹ ذی الحجہ ۱۳۹۰ھ بروز شنبہ بعد از نماز ظہر اولیاء کرام کے حالات اور ان کی کرامات بیان فرماتے ہوئے مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ کا شعر پڑھا:۔

چوں روا باشد انااللہ از درخت کے روا نبود چوں گوید نیک بخت

فرمایا: حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے رب العزت کی ذات اقدس کا جلوہ درخت سے نمودار ہوااور اگر اسی ذات اقدس کا جلوہ اشرف المخلوقات (انسان) کی ذات سے نظر آوے تو یہ کیونکر بعید ہوسکتا ہے۔فرمان باری تعالیٰ ہے۔

آیت کریمہ: فلمااتها نودی من شاطئی الوادالایمن فی البقعة المبارکة من الشجرة ان یموسی انی انا الله رب العالمین (پارہ ۲۰ سورۃ قصص)

ترجمہ: پھر جب اس (آگ) کے پاس (وہ) آیا (تو) وادی کے دائیں جانب والے بابرکت مقام کے درخت سے آواز آئی کہ اے موسیٰ بے شک میں تمام جہانوں کا پالنے والا اللہ ہوں۔

دوسری آیت کریمہ: فلمااتهانودی یموسیٰ انی انا ربک فاخلع نعلیک انک بالواد المقدس طوی،وانااخترتک فاستمع لمایوحی انی انا الله لااله الاانا فاعبدنی واقم الصلوٰة لذکری. پارہ۱۶ سورۃ طٰه)

ترجمہ: وہ (حضرت موسیٰ) جب آگ کے پاس آیاندافرمائی گئی کہ اے موسیٰ بے شک میں تیرا رب ہوں، پس تو اپنے جوتے اتارڈال، بے شک تو پاک وادی طویٰ میں ہے اور میں نے تجھے پسند کیا ہے۔اب کان لگا کرسن جو تجھے وحی ہوتی ہے بے شک میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری بندگی کراور میری یاد کیلئے نماز قائم رکھ۔

تیسری آیت سورۃ نمل پارہ نمبر۱۹ میں ہے: فلماجائها نودی ان بورک من فی النار ومن حولها وسبحان الله رب العالمین یموسیٰ انی انا الله العزیز الحکیم.

ترجمہ : پھر جب وہ اس (آگ) کے پاس آیا (تو) ندا کی گئی کہ برکت دیا گیا وہ جو اس آگ میں ہے، اور وہ (یعنی موسیٰ) جو اس کے پاس ہے، پاک ہے وہ اللہ جو رب ہے سارے جہانوں کا اے موسیٰ بے شک میں اللہ غالب حکمت والا ہوں، اللہ عزت والا حکمت والا۔

فرمایا درخت سے آواز آئی تو وہ درخت میں جلوہ اور روشنی اور آگ کی صورت میں بھی ذات الٰہ العالمین نہ تھی۔ ہر شخص جانتا ہے بھٹی سے نکالا ہوا لوہا لوہا نہیں رہتا بلکہ اس وقت وہ آگ ہوتی ہے جو نظر میں آگ آتی ہے۔ اثر بھی آگ کا ہوتا ہے۔ وہ لوہا زبان حال سے کہتا ہے میں اب آگ ہوں مجھ سے آگ کا کام لے سکتے ہو۔ جن والا آدمی بولتا ہے دیکھتا ہے، سنتا ہے بظاہر آدمی ہوتا ہے۔ درحقیقت جن بول رہا ہوتا ہے جو اس کے بدن میں بلکہ رگ وریشہ میں سرایت کر چکا ہوتا ہے۔ ان تمام دلائل کے ہوتے ہوئے یہ بات تسلیم کر لینا بعید نہیں کہ اللہ والوں میں ذات وحدہ لاشریک لہ کی صفات کا ظہور ہوتا ہے اور ان ہستیوں میں وہی بولتا ہے، وہی سنتا ہے، وہی دیکھتا ہے۔ حدیث قدسی جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ **کنت سمعه الذی یسمع به الخ الحدیث.**

اس کا ثبوت بین ہے جس کا انکار سراسر ضلالت وذلت ہے۔

حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ سے فقیر نے دریافت کیا کہ آیا وہم اور تصدیق عقل کا فعل ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ وہم تو غیر عاقل جانوروں کو بھی حاصل ہوتا ہے۔ مثلاً گھوڑا راستے پر جاتے جاتے رک جائے تو کسی وہم کی بنا پر رکتا ہے۔ مثلاً کسی چیز کا ڈر وغیرہ لاحق ہوا تو رک گیا۔ نیز غیر کو مالک سمجھ کر متوجہ ہوتا ہے تو یہ وہم ہے اور جانداروں میں سے بعض اپنے مالک کو پہچان لیتے ہیں۔ پیاس کے وقت پانی کی طرف راغب ہوتے ہیں تو یہ وہم سے بلند درجہ ہے۔ جسے شعور کہا جاتا ہے اور بعض اوقات حیوانات تصدیق پر بھی پہنچ جاتے ہیں۔ مثلاً چیونٹی کا اعلان کرنا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

قالت نَمْلَةٌ يٰٓاَيُّهَا النمل ادخلوا مساکنکم لایحطمنکم سلیمان وجنوده وهم لا یشعرون

ترجمہ: اے چیونٹیو! اپنے سراخوں میں گھس جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ سلیمان علیہ السلام اور

اس کا لشکر تمہیں عدم توجہی میں روند دے۔

اور یہ چیونٹی کے اذعان وتصدیق کی علامت ہے کیونکہ اس نے تصدیق حاصل ہو جانے پر یہ بات کہی۔

راقم الحروف نے عرض کیا کہ ممکن ہے وقتی طور پر اسے اللہ تعالیٰ نے علم دے دیا ہو آپ نے فرمایا اگرچہ وقتی طور پر علم تصدیق اسے نصیب ہو گیا تو اس کا انکار تو نہیں کیا جا سکتا۔ پھر عرض کیا کہ تقلید کو تقلید کیوں کہتے ہیں؟

فرمایا: یہ لفظ قلادۃ سے ماخوذ ہے اور قلادۃ ہرن کے پٹے کو کہا جاتا ہے۔ پھر اصطلاحاً ہر پٹہ جو کسی جانور کے گلے میں ڈالا جائے اس پر اطلاق ہوتا ہے اور چونکہ پٹہ میں رسی ڈال کر جانور کو اپنے پیچھے لے کر چلتے ہیں تو اس نسبت سے پیروی کرنے والا بھی اپنے پیشوا کے پیچھے ہوتا ہے۔ اس لئے اسے مقلد کہا جاتا ہے جس کا مصدر تقلید ہے۔ عرض کیا عقیدت کسے کہتے ہیں۔ فرمایا عقدہ سے ماخوذ ہے اور عقدہ مضبوط گرہ کا نام ہے اور جو خیال کسی کے دل ودماغ میں مضبوط ہو جائے وہ عقدہ کی طرح ہو جاتا ہے جو کھل نہیں سکتا۔ اگرچہ اس کے زائل کرنے کی کوشش بھی کی جائے مثلاً دل میں اس بات کا بیٹھ جانا کہ خدا تعالیٰ ایک ہے اور اس طرح مضبوط ہونا کہ کئی کوششوں اور مخالفتوں کے باوجود یہ خیال زائل نہ ہو تو اسی کا نام عقیدہ یا اعتقاد ہے۔

بندہ نے عرض کیا مسلمانوں کو اہل السنت والجماعت کب سے پکارا جاتا ہے؟

فرمایا معتزلہ فرقہ نے گناہ کبیرہ کے مرتکب کو کافر کہا۔ حضرت امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی تردید فرمائی لیکن وہ نہ مانے تو آپ نے فرمایا اعتزل عنا (یہ فرقہ ہم سے دور ہو گیا) اور چونکہ اتفاق واتحاد بین المسلمین لازم تھا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد اقدس ہے:

من احیا سنتی بعد ما امیتت فله اجر مائة شهید نیز فرمایا: **من تمسک بسنتی عند فساد امتی فله اجر مائة شهید** اور ارشاد فرمایا **علیکم بسنتی وسنة**

الخلفاء الرشدین المهدیین تمسکوابها وعضواعلیها بالنواجذ علاوہ ازیں جماعت کے متعلق فرمایاعلیکم بالجماعة اسی طرح فرمان ذیشان یداللہ علی الجماعة اور بھی متعدد احادیث سنت اور جماعت کے متعلق وارد ہیں۔ لہٰذا جس وقت اہل اسلام سے بعض فرقے عقائد کے لحاظ سے دور ہوتے گئے تو اس وقت محبوب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد اقدس ماانا علیہ اصحابی (جس طریقہ پر میں اور میرے اصحاب ہیں) کو مدنظر رکھتے ہوئے متحد مسلمانوں کو اہل السنت والجماعت کے نام سے موسوم کیا گیا۔ماانا علیہ سے مرادالسنت اور اصحابی سے مرادوالجماعت ہے۔ جوسواداعظم کے صورت میں ہر زمانہ میں ہر ملک بلکہ تمام روئے زمین پر پھیلے ہوئے ہیں اور قیامت تک رہیں گے،ان شاء اللہ تعالیٰ ۔

یادرہے کہ یہ نام تابعین کے زمانہ میں مشہور ہوا۔ دین اسلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی اطاعت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پیروی کا نام ہے۔جس پر عمل پیرا اہل السنت والجماعت کہلاتے ہیں۔ باقی فرق باطلہ منافق لوگ حکومتوں کی حمایت وامداد لے کراپنی طاقت کو بڑھانے والے آتے رہے اور آرہے ہیں لیکن غیر مسلم طاغوتی طاقتوں سے ٹکر لینے والی جماعت محض ایمانی غیرت وروحانی طاقت سے اہل السنت مسلمان ہی ہیں جن میں اولیاء کرام، غوث،قطب،ابدال،اخیار،صالحین ہوئے اور ہوتے رہیں گے۔ایسے حضرات دنیاوی لالچ سے بے نیاز ہوتے ہیں۔

فرمایا:اسلام اکثرغرباء(اجنبی وپردیسی)لوگوں میں رہا۔حدیث پاک ہے۔

بَدَأَ الْاِسْلَامُ غَرِیْبًا وَسَیَعُوْدُ غَرِیْبًا فَطُوْبیٰ لِلْغُرَبَاءِ

۸شوال المکرّم ۱۳۸۸ھ صاحبزادہ حاجی ربنواز صاحب نے استفسار فرمایا کہ جولوگ ایسے علاقہ میں ہوں جہاں اسلامی تعلیم میسر نہ ہواور خداتعالیٰ کی ذات اقدس سے واقفیت کی بجائے پیداہوتے ہی انسان کو خالق حقیقی کی نفی کی تعلیمات دی جائیں۔مثلاً چین کے باشندگان وغیرہ جہاں ہر وقت ہر جگہ ہر شخص یہ عقیدہ رکھتاہے اور کہتا ہے کوئی خدانہیں (معاذاللہ)توایسے لوگوں کوعذاب دینے میں کونسی حکمت ہے جب کہ ان کا کوئی قصورنہیں۔

حالانکہ پیدائشی تعلیمات ہی اس قسم کی ہیں کہ ان کا دماغ اسلام وایمان کی طرف آ ہی نہیں سکتا۔

آپ نے فرمایا: اول تو اللہ تعالیٰ احکم الحاکمین ہے۔اس ذات اقدس کے سامنے مخلوق کا سرتسلیم خم ہے۔ چاہے کسی کو ابدی دوزخی بنادے چاہے ابدی جنتی۔ اگر چاہے تو پیغمبر زادے کو دوزخ میں ڈال دے اس ذات مقدس کے آگے کسی کو مجال نہیں کہ کسی قسم کی چوں وچرا کرے اور یہ مسئلہ تقدیر ہے۔ جہاں عقل دوڑانا ممنوع ہے اور نہ ہی وہاں تک عقل کی رسائی ہے۔

دنیا کا کوئی گوشہ یا کونہ ایسا نہیں جہاں اسلام کی تبلیغ نہ پہنچی ہو۔روس ہو یا چین تمام دنیا پر اسلام کی تبلیغ پہنچ چکی ہے۔اس لئے کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہوسکتا کہ اپنی لاعلمی کا اظہار کرے۔

حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر انسان اگر عقل سلیم سے کام لے تو اسے سوچنے سے یقیناً معلوم ہوجاتاہے کہ اتنے بڑے کارخانہ کا چلانے والاموجود ہے۔ مثال کے طور پر دیکھو ایک بدوی نے کہا میں نے اونٹ کے پڑے ہوئے لیدنے دیکھے تو مجھے یقین ہوگیا کہ یہاں سے اونٹ گزرا ہے۔ جب لیدنوں سے اونٹ کا گزرنا ثابت ہوگیا تو اس قدر عظیم کارخانے بغیر صانع حقیقی (خالق کائنات) کے پایا جانا محال ہے اور جب اپنی استعداد وعقل کے ماتحت ایک بدوی بھی ایک چیز سے دوسری چیز کو قیاس کرلے تو صاحبان عقل اعیان ثابتہ سے صانع حقیقی کا ثبوت کیوں نہیں دے سکتے؟ جیسا کہ امام غزالی وامام رازی جیسی ہستیوں نے دلائل دیئے۔

مشیت باری تعالیٰ

۲۲ ذیقعدہ۱۳۹۴ھ بروز جمعہ بعد نماز فجر بندہ نے آیت کریمہ وَمَا تَشَاؤُنَ اِلَّا اَنْ یَّشَاءَ اللّٰہ کے بارے میں استفسار کیا۔شیخ الاسلام والمسلمین سیدی وسندی غریب النواز رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا اس کے دو معنی ہیں کیونکہ قرآن پاک کا ایک ظاہری معنی ہوتا ہے اور دوسرا باطنی۔ظاہری معنی شریعت اور باطنی معنی حقیقت ہے۔مندرجہ بالا آیت کریمہ کا ظاہری معنی تو ہے کہ تمہاری مشیت اللہ تعالیٰ کے ماتحت ہے جو ارادہ بھی تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تو تم بھی ارادہ کرتے ہو اور اگر وہ نہ چاہے تو تم بھی ارادہ نہ کرو۔حدیث پاک میں ہے لاتتحرک ذرۃ الاباذن اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی ذرہ بھی حرکت نہیں کرتا۔دوسرا معنی اولیاء کرام اور مقربین لوگوں کے متعلق ہے جو تم چاہو اللہ تعالیٰ وہی چاہتا ہے اور تم تو اللہ تعالیٰ کی رضا ہی چاہتے ہو۔یہ اس ذات اقدس کے خاص بندوں کے متعلق ہے جو اعمال صالحہ ہی اختیار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا بھی اسی میں ہے کیونکہ قبیحات تو قطعی طور پر اللہ تعالیٰ کی مشیت سے خارج ہیں۔

پھر فرمایا: وہم نہ کیا کرو۔آپ نے فرمایا جس قدر زیادہ قرب ہوتا اتنا ہی زیادہ خوف لاحق ہوتا ہے اور آداب کا پاس ولحاظ نصیب ہوتا ہے اور بے ادبی دوری کا سبب ہے۔آج کل بعض لوگ ذات باری تعالیٰ کے متعلق (اللہ میاں) کالفظ استعمال کرتے ہیں اور اپنی ناقص رائے کے ماتحت کہتے ہیں۔میاں کالفظ اس ذات اقدس کیلئے کہہ دینا کوئی حرج نہیں حالانکہ یہی بے باکی اور نڈر ہونا اس ذات اقدس سے دوری اور بعد کا سبب ہوتا ہے۔یہ صرف لاعلمی اور جہالت ہی نہیں بلکہ اس ذات اقدس کے شان سے بے خبری اور محرومی ہے جس کو اللہ تعالیٰ کی شان اقدس کا علم ہے اور اسے اس اقدس وارفع ذات کا قرب نصیب ہے۔وہ اس طرح کے کلمات کہنے سے خوف زدہ ہوتا ہے۔ایسے کلمات جو مخلوق کیلئے مستعمل ہوں خالق اور وحدہ لاشریک لہ ذات اقدس کیلئے ان کا استعمال نہ صرف ناجائز وناز یبا ہے

بلکہ باعث عتاب وعقاب ہے۔(اللہ جل جلالہ،جل شانہ،اللہ عزوجل،اللہ تعالیٰ کہنا ضروری ہے)فرمایا کچھ لوگ چونکہ باری تعالیٰ عزوجل کی ذات اقدس سے بعید ہیں اسی لئے یہ لوگ اللہ میاں کے الفاظ استعمال کرنے میں بے باک ہیں بلکہ جائز کہہ کر دلائل پیش کرنے کی جرات کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ گستاخوں سے بچائے۔آمین

۳ رمضان المبارک بروز جمعہ ۱۳۸۹ ہجری بوقت اشراق مسجد میں قصیدہ بردہ شریف طلباء نے معمول کے مطابق پڑھا۔آپ بھی اس میں شامل رہے۔جب فارغ ہوئے تو راقم الحروف نے حدیث پاک اناعندظن عبدی بی کا مطلب پوچھا۔فرمایا اللہ تعالیٰ اس کے حق میں اسی طرح ہوتا ہے۔مثلاً کوئی خیال کرے میں جنتی نہیں ہوں۔توبہ کروں تو بھی وہ مجھے نہیں بخشے گا تو واقعی عنداللہ اس کی بخشش نہ ہوگی۔جو یہ خیال کرے کہ اللہ تعالیٰ رحمٰن ہے جتنے گناہ بھی ہوں بخش دے گا تو اس کی بخشش یقینی ہے کیونکہ اس شخص نے اللہ تعالیٰ کو کریم ہی سمجھا لیکن گناہوں پر اصرار رہا تو امید بخشش گناہ ہے۔بخشش وتوبہ کی طلب ضروری ہے۔فرمان نبوی ہے حُسْنُ الظَّنِّ مِنْ حُسْنِ الْعِبَادَةِ اور یہ حسن ظن مسلمانوں کے متعلق ہو یا حسن الظن باللہ تعالیٰ ہو۔علاوہ ازیں ایک یہ معنی بھی ہے کہ جس خیال سے بھی مریض کو دم کرے گا وہی اثر ہوگا۔اگر کوئی بسم اللہ شریف پڑھ کر مریض کو دم کرے اور شفایاب ہونے کا یقین کرے تو یقیناً شفا ہو جائے گی۔اسی طرح کوئی راسخ الاعتقاد ہو کر بسم اللہ شریف پڑھ کر دریا میں کود پڑے تو غرق نہیں ہوگا بشرطیکہ عقیدہ پختہ ہو۔اگر اعتقاد خالص نہ ہوگا تو غرق ہو جائے گا۔جیسے کہ فرمان باری تعالیٰ ہے۔یظنون باللہ غیر الحق ظن الجاھلیۃ تو وہ شخص غرق ہونے میں جہالت والے عقیدہ کے ماتحت رہے گا۔دوبارہ عرض کیا کہ کیا ظن منجانب اللہ تعالیٰ ہوتا ہے۔فرمایا ہاں۔یہ اسی کی چیز ہے جسے عطا فرما دے۔قل کل من عنداللہ (اچھا اور اعلیٰ خالص صاف اعتقاد اس کی عطا ہے)۔مشیت ایزدی کے ماتحت فرمان الٰہی ان اللہ علی کل شیئی قدیر کے متعلق مندرجہ ذیل دیگر ملفوظات شیخ الاسلام والمسلمین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ مولانا فضل حق خیر آبادی رحمتہ اللہ کے مناظرہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۵ رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ بعد از نماز تراویح آپ نے فرمایا کہ حاجی امداد اللہ

مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ اچھا تھا۔اگرچہ بریلوی صاحبان انہیں دیوبندیوں کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے اچھا نہیں جانتے لیکن ان کے علم وعقائد میں فرق نہیں۔اسی طرح انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حاضروناظر ہونے کے قائل تھے۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علوم غیبیہ کو بھی مانتے تھے۔اسی وجہ سے دیوبندیوں نے ان کو اپنے ہاں سے نکال دیا تھا۔فرمایا دیوبندیوں کی سرکوبی تو مولانا فضل حق صاحب خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے کردی تھی۔ بریلوی صاحبان کو تو یہ سانپ سرکوفتہ شدہ مل گئے تھے۔

ایک مرتبہ مولانا فضل حق صاحب کی موجودگی میں مولوی اسماعیل اور سید احمد اللہ وغیرہ اکھٹے تھے۔احمد اللہ نے کہا کہ لوگ کتنے گمراہ ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو خدا کے ساتھ ملا دیتے ہیں۔اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم گرامی بھی بغیر صلوٰۃ کے بے توجہی سے لیا۔(بالکل روکھا نام) مولانا فضل خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کیسا جاہلانہ کلمہ ہے کیا خداتعالیٰ کی بھی کوئی حد ہے؟ غیر محدود ذات اقدس کی حد مقرر کرنا کتنی جہالت ہے۔احمد اللہ نے پھر کہا کہ اگر خدا چاہے تو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جیسے ہزاروں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پیدا کردے۔(سرکار دوعالم کا نام پھر اسی طرح روکھا لیا)؟ اللھم صل علی **محمد وعلی آل محمد وبارک وسلم** مولانا نے **لاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم** پڑھ کر فرمایا۔یہ کلمہ پہلے سے بھی زیادہ جہالت اور گمراہی والا ہے۔ اس نے کہا تو خداتعالیٰ کو علی کل شیئی قدیر نہیں مانتا؟ مولانا فضل حق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا علی کل شیئی قدیر ہی تو مانتا ہوں۔اسی لئے تو کہا ہے کہ یہ گمراہ آدمی کا قول ہے کیونکہ شیئی بمعنی مشیت ہے اور یہ مصدر بمعنی بنی علی الفاعل ہو یا مبنی علی المفعول، ہر دو لحاظ سے ان اللہ علی کل شیئی قدیر ہوگا اور جو امر اسی ذات اقدس کی میشیت میں داخل ہی نہیں اور جس امر کی طرف اس ذات اعلیٰ اقدس کا خیال ہی نہیں اس امر محال پر اس کی قدرت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔تم لوگ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم النبیین ہی نہیں مانتے کیونکہ اگر بعد میں آنے والے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بقول شما ہزاروں محمد کے لحاظ سے (کونبی مانو گے تو تسلسل لازم آئے گا اور ختم نبوت میں فرق آجائے گا اور اگر نہ مانو گے

تو مثلیت ختم، پھر تمہارا یہ کہنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسے ہزاروں محمد پیدا کرسکتا ہے۔ معاذ اللہ کتنا ہی گمراہ کن کلمہ ہے۔مولانا برہان تطبیق سے شروع کر کے تسلسل ثابت کردیا۔نیز فرمایا باری تعالیٰ اذ اخذ اللہ میثاق النبیین سے ختم نبوت کا ثبوت دے کر وہابی کو خاموش کردیا۔آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ امکان کذب کے قائل ہیں۔اللہ تعالیٰ سے کذب سرزد ہونے کو ممکن مانتے ہیں حالانکہ اللہ تبارک وتعالیٰ ایسے معائب سے منزہ وپاک ہے۔فرمایا: مولانا فضل حق رحمۃ اللہ علیہ نے اسی پر ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام امتناع النظیر رکھا۔اس میں لکھتے ہیں کہ واجب کی نقیض ممکن ہے جب کسی عین چیز کو تسلیم کیا جائے تو اس کی نقیض کا پایا جانا محال ہے۔اللہ تعالیٰ واجب ہے اور اس کے متعلق قرآن مجید میں ہے۔ **ومن اصدق من اللہ قیلا، ومن اصدق من اللہ حدیثا** یعنی قول اور بات کے لحاظ سے اس ذات وحدہ لاشریک لہ سے زیادہ اور کوئی صادق نہیں۔جب صدق والی صفت اس ذات واجب الوجود کیلئے مقرر ٹھہری تو اس کی نقیض کا اس ذات اقدس میں پایا جانا امر محال ہے نہ کہ ممکن اور امر محال کی طرف اس ذات اقدس کا خیال تک ہی نہیں ہوتا۔لہٰذا اس پر قادر ہونے کا سوال پیدا ہی نہیں ہوسکتا۔

نوٹ: محمد عاشق الٰہی میرٹھی کی مئولفہ کتاب تذکرہ الخلیل کے صفحہ ۱۳۱ کی عبارت مندرجہ ذیل پر شیخ الاسلام والمسلمین رحمۃ اللہ علیہ کا حاشیہ جو مندرجہ بالاعنوان کے ماتحت نقل کیا گیا ہے مناسبت کے لحاظ سے قارئین صاحبان کے افادہ کیلئے ملاحظہ ہو۔میرٹھی صاحب کی عبارت یہ ہے۔

''ہم کہہ چکے ہیں کہ کلام نفسی میں کذب ممتنع بالذات ہے لیکن کلام لفظی میں ممکن بالذات ہے کیونکہ کلام لفظی وہ ہے جو مرکب الفاظ سے ہو اور جو مرکب الفاظ سے ہو وہ حادث ہے اور جو حادث ہے وہ ممکن ہے اور وہ بحکم آیت ان اللہ علی کل شیئی قدیر داخل تحت قدرت ہے۔تو کلام لفظی باقسامہ داخل تحت قدرت ہے۔

جناب شیخ الاسلام والمسلمین رحمتہ اللہ علیہ کا حاشیہ

(قولہ لیکن کلام لفظی بس ممکن بالذات ہے) یہ کس طرح کا تخبط ہے۔ جب کلام لفظی حادث اور ممکن تسلیم کرتا ہے اور اوصاف باری تعالیٰ قدیم ہیں اور واجب ہیں تو کلام لفظی وصف باری عزاسمہ کیسے ہو سکتی ہے اور امکان کذب باری تعالیٰ کے کلام قدیم اور واجب میں کس طرح ممکن ہے...... نیز لفظ امکان پر اگر غور کرتا تو واجب اور امکان کے اجتماع نقیضین کا قول نہ کرتا۔ نیز علی کل شیئی قدیر کا معنی تو یہ ہے کہ جس چیز کی طرف باری تعالیٰ جل شانہ کی مشیت کی توجہ ہو تو اس پر قادر ہے۔ محالات عقلیہ نزعیہ کی طرف اس کی مشیت متوجہ ہی نہیں بلکہ ان کی عدم اور سلب کی طرف مشیت کی توجہ ہے تو ان کا عدم تحت قدرت ہوا جیسے کذب وغیرہ ان اللہ علی کل شیئی قدیر کے متعلق فرمایا ماشاء اللہ کان ومالم یشاء لم یکن اس کا مؤید ہے کہ امر ممتنع اور محال جو اس کے ارادہ میں ہی نہیں اسے تحت قدرت ہونے کا سوال ہی غلط ہے۔ اگر ارادہ میں اسے لاوے تو ممتنع اور محال نہ رہے گا بہرحال شیئی مصدر مبنی للفاعل یا مبنی للمفعول جس صورت میں بھی سمجھیں مفہوم ایک ہے۔ لہٰذا ذات باری تعالیٰ کی طرف کذب وغیرہ معائب کو منسوب کر کے اس پر قادر ہونے کا قول کرنا سراسر جہالت ہے۔ بلکہ شان الٰہی کے خلاف عقیدہ ہے۔ جسے کفر سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون وسلام علی المرسلین

والحمدللہ رب العالمین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝

توحید ورسالت

اشهد ان لا اله الا الله واشهدان محمدا عبده ورسوله

۲۷ رجب المرجب ۱۳۸۶ھ دوران تقریر جناب شیخ الاسلام والمسلمین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کلمہ شہادت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حاضر وناظر ہونے کا ثبوت بین ہے کیونکہ تمام مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق کلمہ شہادت پڑھتے ہیں۔ نہ کسی نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا، نہ ہی سمجھا۔ لہٰذا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت کا ہر مسلمان اقراری ہے۔ جسے شہادت علی الشہادت کہا جاتا ہے۔ لیکن حقیقی شہادت جو عینی مشاہدہ سے ہوتی ہے وہ صرف محبوب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی نے فرمائی کہ کائنات سماوی وارضی، دینوی واخروی ماکان ومایکون کو کلی طور پر ہر ہر گوشہ وذرہ ذرہ پتے پتے پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نظر منور ڈالی۔ ہر چیز کو معائنہ مشاہدہ فرمایا تو ذات باری تعالیٰ کے سوا کوئی معبود و الٰہ نہ پایا اور شہادت دی (اشهد ان لا اله الا الله واشهدان محمدا عبده ورسوله) یہ شہادت مع الشهادہ ہے۔ معلوم ہوا تمام کائنات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی ذات بابرکات پر حاضر وناظر ہے اور ہر چیز کا ملاحظہ مشاہدہ فرما رہے ہیں۔ اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاصہ ہے۔ المفردات للراغب میں ہے۔ (شهد) الشهود والشهادة الحضور مع المشاهدة امابالبصر اوبالبصارة وقد يقال للحضور مفردا قال عالم الغيب والشهادة لكن الشهود بالحضور المجرد اولى والشهادة مع المشدهدة اولى (الشين مع الهاص ۲۶۹) ثابت ہوا شہود صرف حاضر ہونے کا نام ہے اور شہادت صرف مشاہدہ سے ہی ہوتی ہے۔ قطع نظر شہادت علی الشہادة کے فاعتبروا یااولی الابصار۔

ایک مرتبہ راقم الحروف نے آپ سے اللہ اکبر کا معنی پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا درحقیقت اس کا معنی ہمارے عقول وادراک سے برتر ہے۔ کائنات میں جو چیز جس صفت

سے بھی اعلیٰ اور اتم طور پر موصوف ہے اس چیز سے اکبرذات الٰہی ہے۔ جبکہ تمام کائنات مخلوق ہے اور مخلوق کی صفات بھی مخلوق ہیں اور اللہ تعالیٰ خالق ہے۔ اس کی صفات سے مخلوق کو کیا نسبت ہوسکتی ہے۔ اس کی کبریائی ہمارے اذہان سے بالاواعلیٰ وبرتر ہے۔ جس قدر بھی کوئی قرب کو پہنچا اس نے یہی کہا۔

ماعرفناک حق معرفتک کماحقہ تیری معرفت کو ہم پہچان نہ سکے۔

''اللہ اکبر''لاالہ الاالله محمد رسول الله

ایک بار بعداز نماز فجر مسجد میں دعائے خیر سے پہلے تصوف میں شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ کی کتب کاذکرفرمایا تو بندہ نے عرض کیا کہ شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ کی ابتدائی کتاب ''کریما'' میں بھی تصوف بیان فرمایا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا مسلمان ابتداء میں کلمہ شریف پڑھتا ہے کیا اس میں تصوف کم ہے۔ سب کچھ ابتداوانتہاء کلمہ شریف ہی میں ہے۔ مسئلہ وحدت الوجود کا اشارۃ اس میں ذکرفرمایا اور ازاں بعد دعا خیرفرمائی۔

دوسرا باب : شان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت جناب شیخ الاسلام والمسلمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خطبہ

بِسۡمِ اللهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۝

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه،ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادى له،ونشهدان لا اله الا الله وحده لا شريك له ونشهد ان سيدنا الاعظم امام الانبياء صاحب المقام والشفاعة واللواء سيدنا وشفيعنا الذى دنى فتدلى فكان قاب قوسين اوادنى واوحى اليه ربه ما اوحى رحمة للعالمين شفيع المذنبين خاتم النبين محبوب رب العالمين سيدنا وشفيعنا محمداعبده ورسوله وحبيبنا وحبيب ربنا وطبيب قلوبنا ومعالج ارواحنا واجسادنا وروحنا وريحا ننا وديننا وايماننا وايقاننا الذى ارسله الله تعالىٰ بالحق بشيرا ونذيرا وداعيا الى الله باذنه وسرا جا منيراً صلى الله تعالى عليه وآله وآصحابه واخوانه من الانبياء والمرسلين وعلىٰ جميع اولياء امته اجمعين.صلوٰة وسلاماً وبركاتٍ عدداوراق الاشجار وذرات الرمال وقطرات الامطار والبحار وعددالاشعار والاوبار وعددانفاس الخلائق وعددالنجوم وعدداوراق كل نبت نبتت اوتنبت على الارض اوعلى الجبال اوفى البحر وعدد الملائكة وعددمافى القصيدة المضرية وعددما صلّى عليه وعدد من صلى عليه ومثل ذالک فى كل آن وهذه الامثال وامثال الامثال غير متناهية وعدد علم الله وعدد كلمات الله وملاء سمٰوات الله وملأارض الله وزنة عرش الله ومداد كلمات الله وعددخلق الله.

(مندرجہ بہ خطبہ اکثر اوقات مواعظ کی ابتدا میں پڑھا کرتے تھے۔)

نوٹ: اس خطبہ میں صلوٰۃ قمریہ بھی موجود ہے جو اکثر اوقات جناب شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمرالدین (قدس سرہ العزیز) پڑھا کرتے تھے۔ عموماً خطبات میں بھی اسے پڑھتے۔ اس درود شریف کے الفاظ ومعانی پرغور کرنے والوں کو ہی اس کی قدرومنزلت اور لذت وسرور نصیب ہوگا۔

صلوٰۃ قمریہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

اللھم صل علی نورک الاقدم حبیبک المعظم ومحبوبک المکرم عبدک ورسولک محمد خاتم انبیائک ورسلک شفیعنا فی الدارین وعلی آلہ واصحابہ واولیاء امتہ احمعین،صلواۃ وسلاما وبرکات عدد اوراق الاشجار وذرات الرمال وقطرات البحار وعدد الاشعار والاوبار وعدد انفاس الخلائق وعدد النجوم وعدداور اق کل نبت نبتت اوتنبت علی الارض اوعلی الجبال اوفی البحر عدد الملائکۃ وعدد مافی القصیدۃ المضریۃ وعدد ما صلی علیہ وعدد من صلی علیہ ومثل ذالک فی کل آن وھذا الامثال وامثال الامثال غیر متنا ھیۃ وعدد علم اللہ وعدد کلمات اللہ وملاء سموات اللہ وملارض اللہ وزنۃ عرش اللہ ومداد کلمات اللہ وعدد خلق اللہ

وانا عبدک الراجی الی شفاعۃ ذالک الحبیب المکرم المعظم محمد قمرالدین السیالوی غفراللہ تعالی وتقدس شانہ کل ذنوبہ بحرمۃ حبیبہ ومحبوبہ نورہ الاقدم محمد ن المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

نعت شریف

۱۸شوال المکرم ۱۳۹۳ھ بروز چہارشنبہ بوقت اشراق قبلہ وکعبہ شیخ الاسلام رحمتہ اللہ علیہ نے راقم الحروف کو بنگلہ شریف میں بلایا۔ جب حاضری نصیب ہوئی تو مندرجہ ذیل نعت شریف اپنے دست اقدس سے تحریر کردہ عنایت فرمائی اور حکم دیا اکثر اسے پڑھا کروتا کہ محبوب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظر عاطفت رہے۔

یہ نعت قبلہ کعبہ سیدی وسندی حضرت جناب شیخ الاسلام رحمتہ اللہ علیہ نے محبوب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں خودموزوں فرمائی ہے۔

بدرگاہِ سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آں جملہ رسل ہادیٔ برحق کہ گذشتہ

آج تک جتنے سچے رسول گزرے ہیں

بر فضل تو اے ختم رسل دادہ گواہی

اے خاتم المرسلین ! سب نے آپ کی بزرگی کی گواہی دی ہے

در خَلق و در خُلق توئی نیّر اعظم

صورت اور سیرت میں آپ آفتاب عالمتاب ہیں

لا یدرک اوصافک لم ندر کماہی

نہ آپ کے اوصاف کا احاطہ کیا جاسکتا ہے اور نہ ان کی حقیقت کو سمجھا جا سکتا ہے

یا اَحسنُ یا اَجملُ یا اَکملُ ۔اَکرمُ

اے سب سے زیادہ حسین اور سب سے زیادہ کامل اورسب سے زیادہ سخی

واللہ بہ اخلاقک فی الملأ یباہی

اللہ تعالیٰ ملائکہ کی محفل میں آپ کے اخلاق پر فخرکرتا ہے

تو باعث تکوین معاشی و معادی

یارسول اللہ ! دنیا اور آخرت کی تکوین کا باعث آپ ہیں

اے شہ الٰہ ہست مسلم تو شاہی

اے اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے کونین کی شاہی تجھے بخشی گئی ہے

تو آفاق پریدی و ز افلاک گزشتی

آپ نے آفاق سے پرواز کی اور آسمانوں سے بھی آگے گزرگئے

درجاتک فی السدرۃ غیر المتناہی

آپ کے درجات مقام سدرہ سے بھی آگے نکل گئے

بل کیست حقیقت کہ عروج حد سدرہ

بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ آپ کا سدرۃ المنتہیٰ سے عروج اس مقام

والذکر لک تحیر من جملہ مناہی

پر ہے جس کا بیان تمام ممنوعات سے ہے

عالم بہ ہوا دارمت از ہوش برفتہ

آپ کی محبت کے باعث سارا جہان مدہوش ہے

آہو شدہ در یم صحرا شدہ ماہی

ہرن سمندر میں چھلانگیں لگا رہے ہیں اور مچھلیاں صحرا میں بھاگ رہی ہیں

امید بکرمت کہ مکارم شیم تست

میں حضور کے کرم کا امیدوار ہوں اور کرم فرمانا آپ کی پسندیدہ عادات ہیں

من کیستم و چیست معاصی و تباہی

اس نوازش کے سامنے میری کیا حقیقت ہے میرے گناہوں کی کیا حقیقت ہے

نومید نیم از فضل تو اے موج عطاہا

اے رحمت الٰہی میں تیرے فضل و کرم سے مایوس نہیں ہوں

نظرے کن کہ زداید ز قمر رنج و سیاہی

ایک ایسی نظرکرم فرمائیے جو قمر سے رنج و سیاہی دور کردے

از کلام شیخ الاسلام حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فضیلت درودشریف

۴ذوالحج ۱۳۸۸ھ بروز جمعہ بعد از تقریر خطبہ سے پہلے بندہ کو علیحدگی میں فرمایا کہ مولوی محمد امین صاحب نکوچی رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے کہ خطبہ میں درودشریف پڑھتے وقت جمیع آل جمیع اولادو جمیع اہل بیت کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) کے الفاظ کہنا چاہئے۔ ازواج مطہرات وبنات طاہرات پاکدامن ہستیوں کے اسماء گرامی لینا خلاف ادب ہے۔ اس وقت آپ نے درودشریف اس طرح تلفظ فرمایا:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَشَفِیْعِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی جَمِیْعِ آلِہٖ وَعَلٰی جَمِیْعِ اَوْلَادِہٖ وَعَلٰی جَمِیْعِ اُمَّھَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ اَزْوَاجِہٖ وَعَلٰی جَمِیْعِ اَصْحَابِہٖ وَعَلٰی خُلَفَائِہِ الْاَرْبَعِ۔

۹محرم الحرام ۱۳۸۸ھ شب دوشنبہ بعد از نماز عشاء دارالعلوم میں آپ کی خدمت میں راقم الحروف حاضر ہوا۔فرمایا میرے شیخ کا القاء اور کرامت عجیب واعلیٰ درجہ کے تھے۔ عقیدت مندی تو اپنی جگہ ہے لیکن اس کے علاوہ بیان کرتا ہوں۔ ایک مرتبہ تونسہ شریف مسجد چینی میں آپ مریدوں کو درودشریف کی تسبیح پڑھنے کا حکم فرمارہے تھے یہ کہ پڑھیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

لیکن میرے دل میں خیال آیا کہ اگر لفظ سیدنامحمد ہر دومرتبہ میں فرماتے تو اچھا ہوتا۔ابھی اسی خیال میں تھا کہ دوبارہ آپ نے اللھم صل علی سیدنامحمد وعلی آل سیدنا محمد وبارک وسلم پڑھ کر پھر میری طرف متوجہ ہوئے۔میں نے ادباً سرجھکایا تو اسی وقت علم معانی کا مسئلہ بھی دل میں آیا کہ اگر موصوف کو کسی صفت کے ساتھ متصف نہ کیا جائے تو مطلقاً تمام اوصاف کی طرف منسوب ہوسکتا ہے اوراگر کسی ایک صفت کی طرف منسوب کردیا جائے تو حصروانحصار کی صورت میں ہوکر باقی تمام صفات

علی وجہ الاتم متصف ہونا بعید ہوجاتا ہے۔یہ مسئلہ درحقیقت میرے شیخ رحمتہ اللہ علیہ نے بذریعہ توجہ میرے دل میں القاء فرمایا۔

آپ نے فرمایا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا اسم گرامی (محمد) صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی افضلیت پر دلالت کرتا ہے۔اگر کوئی شخص محبوب کبریا علیہ الصلوۃ والسلام کی تعریف اور اوصاف حمیدہ بیان کرنے کیلئے اس اسم گرامی کو پڑھے تو اس نام نامی کے طفیل وہ اپنے بیان کو مزین کرتا ہے کیونکہ لفظ محمد ہی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کیلئے اتم واکمل ہے۔اس سے بڑھ کر اور کسی لفظ کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

ما ان مدحت محمدابمقالتی   لکن مدحت مقالتی بمحمد ﷺ

فرمایا: ایک حسن نامی صوفی صاحب گزرے ہیں جو بظاہر تو بالکل ان پڑھ تھے لیکن باطنی کیفیت وروحانیت کا یہ عالم تھا کہ علماء کرام حدیث پاک کی صحت وتصحیح ان کی خدمت میں حاضر ہوکر کراتے۔جب کسی حدیث کے متعلق اختلاف ہوتا تو ان کے پاس آکر تلاوت کرتے۔وہ اس کے صحیح یا غیر صحیح ہونے کی وضاحت فرمادیتے تھے۔ان سے پوچھا گیا آپ کو یہ کیسے معلوم ہوجاتا ہے؟ تو بتایا کہ جب حدیث پاک پڑھی جائے تو پڑھنے والے کے منہ سے ایک نور نکلتا ہے جو سیدھا آسمان تک روشن ہوتا ہے۔اگر حدیث صحیح نہ ہو تو پڑھنے والے کے منہ سے روشنی نکل کر ادھر ادھر پھیل کر ختم ہوجاتی ہے اور وہ روشنی صرف محبوب کبریا علیہ الصلوۃ والسلام کے فرمان کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے ظاہر ہوتی ہے اور اصل حدیث پاک نہ ہونے کی وجہ سے ختم ہوجاتی ہے۔اسی وجہ سے مجھے اس کے غیر صحیح اور غلط ہونے کا یقین ہوجاتا ہے۔جب مغالطہ والی نسبت سے عارضی روشنی چمک کا نمودار ہونا ظاہر ہے تو صحیح نسبت و برحق فرمان کی وجہ سے حقیقی دائمی طور قلب وروح کو منور ہونا یقیناً درست ہے اور یہ نصیبہ عشاق لوگوں ہی کا ہے۔

درسِ حدیث شریف

(بتاریخ یکم رجب المرجب ۱۳۸۵ء ہجری)

دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف کی نئی عمارت میں حضرت شیخ الاسلام والمسلمین رضی اللہ عنہ نے حدیث پاک کا درس اول دیا جس میں بے شمار علماء فضلاء حضرات نے شرکت فرماکر سعادت تلمذ حاصل کی۔حدیث مندرجہ ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ تعالی عنه قَالَ قَالَ رَسُول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِیَّاتِ وَاِنَّمَا لِا مُرءٍ مَانوی فَمَنْ کَانَتْ هِجْرَتُه اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهٗ اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَنْ کَانَتْ هِجْرَتُهٗ لدُنْیَا یُصِیبُهَا اَوْاِمْرأة یَتَزَوَّجُها فَهِجرتُه اِلٰی مَا هَاجَرَ الیه مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ ،مشکوۃ شریف

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اعمال صالحہ کا دار ومدار نیتوں پر ہے بے شک آدمی کیلئے وہی ہے جو اس نے نیت کی۔پس جس کی ہجرت اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کیلئے ہوگی تو اس کی ہجرت اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کیلئے ہوگی اور جس کی ہجرت حصول دنیا کیلئے یا عورت کی خاطر ہوگی کہ اسے شادی میں حاصل کرلے تو اس کی ہجرت اسی کیلئے ہوگی جس لئے اس نے گھر بار چھوڑا۔اس حدیث کو بخاری ومسلم دونوں نے روایت فرمایا۔

ازاں بعد ہفتہ میں دودن درس حدیث آپ دیتے رہے۔سوموار اور خمیس وار کو تمام دارالعلوم کے اساتذہ کرام اور طلباء شامل درس ہوتے تھے۔راقم الحروف کو حدیث پاک کی عبارت پڑھنے کا شرف نصیب رہا۔ والحمدللہ علی ذالک

۱۰ربیع الاول شریف ۱۳۸۸ھ بروز جمعہ المبارک حدیث پاک کے درس میں آپ نے فرمایا کہ ایک امام صاحب شاید امام بغوی رحمتہ اللہ علیہ کو حدیث پاک الحیاء من الایمان کی تحقیق درکار ہوئی تو انہوں نے ایک شاگرد کو ایک درویش صاحب کی خدمت میں بھیجا وہ درویش صاحب دمشق میں رہتے تھے۔جب ان سے کسی حدیث پاک کی بابت دریافت کیا جاتا تو مراقبہ کرکے بتا دیتے تھے جب اس شاگرد نے مذکورہ حدیث پاک ان کے سامنے پڑھی تو بعد از مراقبہ فرمایا نہیں۔(یہ حدیث اس طرح نہیں ہے)جب امام صاحب کو یہ جواب ملا تو بہت پریشان ہوئے بلکہ پسینہ پسینہ ہوگئے کہ صاحب مشکوۃ نے اسے احادیث میں درج فرمایا ہے اور صحیح اسناد سے روایت کی ہے لیکن یہ صاحب حدیث نہ ہونے کا بیان دیتے ہیں۔یہ کس طرح ہوسکتا ہے۔

دوبارہ خیال آیا درویش صاحب حضوری آدمی ہے وہ بھی غلط نہیں بتاتے۔اس کشمکش میں امام صاحب کو بخار بھی ہوگیا۔دوبارہ اسی شاگرد کو درویش صاحب کے ہاں روانہ کیا اور فرمایا کہ اچھی تحقیق کرکے آنا۔شاگرد نے دوبارہ حاضر ہوکر پہلی بار کی طرح ہی پڑھ کر سنائی تو جواب بھی وہی ملا۔حتیٰ کہ تیسری مرتبہ بھیجا گیا تو اس نے حدیث پاک صحیح اعراب کے ساتھ پڑ کر استفسار کیا(الحیاء من الایمان) درویش صاحب نے مراقبہ کے بعد فرمایا یہ حدیث پاک ہے۔جس سے معلوم ہوا کہ وہ پہلے تلفظ میں غلطی کرتا رہا۔جب تلفظ درست اور اعراب صحیح طور پر ادا کئے تو جواب بھی تسلی بخش نصیب ہوا۔حدیث پاک پڑھتے وقت اعراب کا خاص خیال رکھنا چاہئے بلکہ تجوید کے ساتھ پڑھنا ضروری ہے کیونکہ غلط پڑھنے میں معانی بھی تبدیل ہو جاتے ہیں۔مثلاً اسی مندرجہ بالا حدیث پاک کو اگر پڑھا جائے الحیاء من الایمان آخری ہمزہ حیاء کا ترک کر دیں تو حیا بمعنی حیات و زندگی ہوگا اور اصل مطلب ہی فوت جائے گا۔فرمایا ممکن ہے وہ طالب علم بھی پہلی دوسری بار اسی طرح ہی پڑھتا رہا ہو جبکہ اسے جواب بھی نفی میں ملتا رہا اور صحیح پڑھنے سے جواب اثبات میں ملا تو اطمینان ہوا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

عَنْ رافع بن خديج رضى الله تعالى عنه قال قدم نبيُّ الله صلى الله عليه وآله وسلم المَدِيْنَة وهُمْ يئوبَرُوْن النَّخْل فقال ماتَصْنعُوْن قالُوْا كُنَّانصْنعه قال لعلَكم لوْلمْ تفْعلُوا كانَ خيْر اَلّهُمْ فتر كُوْهُ فنقعتْ قال فذكرْوا ذالك لهُ فقال انما انابشرٌاذا امرْتُكُمْ بشيْئي مِّنْ اَمْرِدينكُمْ فخُذُوْابه واذا امرْتكُمْ منْ رائيىْ فانّما انابشرٌ (رواه مسلم)

جناب شیخ الاسلام والمسلمین رحمتہ اللہ علیہ نے درس حدیث میں مندرجہ بالا حدیث پاک کا مطلب بیان فرمایا کہ وہابی لوگوں کے اعتراض اور اس کے جواب میں فرمایا کہ بعض بے نصیب لوگ اعتراض کرتے ہیں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم ہوتا کہ تابیر نخل (کھجوروں کو پیوند لگانے) سے منع کرنے میں کھجوروں کے پھل میں نقصان ہوگا تو آپ منع نہ فرماتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی نفی کرکے فخر کرتے ہیں اور کہتے ہیں انما انا بشر کے الفاظ سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشر تھے،نور نہیں تھے۔آپ کو نور کہنا ماننا غلط ہے۔(معاذ اللہ)

مندرجہ بالا اعتراضات کا جواب یہ ہے کہ اہل مدینہ نے اپنے اعتقاد کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے بیان کیا جو زمانہ جہالت میں وہ رکھتے تھے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس غیر متوکلانہ اور جاہلانہ عقیدہ سے منع فرمایا کہ تم لوگ کھجوروں کو پیوند کرنے کو پھل کی کثرت میں دخیل مانتے ہو تمہارے لئے یہ عقیدہ اچھا نہیں ہے بلکہ جاہلانہ اعتقاد ہے۔اس سے باز آجاؤ تو تمہارے واسطے بہتر ہے۔(کان خیر الھم) کے ارشاد اقدس سے ظاہر ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ قطعاً نہیں فرمایا تھا کہا اگر باز آجاؤ تو پھل زیادہ ہوگا بلکہ ذات باری تعالیٰ پر توکل و بھروسہ کرنے کو بہتر فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد اقدس پر عمل کرنے سے دنیاوی فائدہ ہو یا نہ ہو وہ خیر کو مانع نہیں ہے بلکہ اطاعت کرنے میں خیر ہی خیر ہے کیونکہ فرمانبردار ہر حال میں خیر و برکت کا مستحق ہے۔

سیدنا شیخ محمد سنوسی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی فرمایا کہ محبوب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اہالیان مدینہ منورہ کو توکل کی طرف رغبت دلائی تھی۔ اگر وہ لوگ اپنا اعتقاد و بھروسہ اللہ تعالیٰ پر رکھتے تو ایک ہی سال میں کثرت ثمر و برکت دیکھ لیجئے۔ توکل علی اللہ نہ کرنا باعث نقصان ہے۔(شرح شفاء)

(۲) دوسرے سوال کے جواب میں فرمایا کہ سب سے پہلے بشر حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ سے ثابت ہے۔(انی خالق بشرا من طین) (میں مٹی سے بشر کو پیدا کرنے والا ہوں) اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے متعلق ارشاد فرمایا كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ دوسرا فرمان ہے كُنْتُ نَبِيًّا وآدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّين نیز تیسرا ارشاد اقدس ہے كُنْتُ نَبِيًّا وآدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِي الطِّين اندازہ لگائیں جو ذات اقدس سب سے پہلے بشر (ابوالبشر) سے بھی موجود ہو اس مقدس و مطہر ہستی کو بشر کہنا یا ماننا کس طرح صحیح ہے۔اس میں شک نہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ و بارک وسلم لباس بشریت میں تشریف لائے تا کہ انسان و بشر کو ذات باری تعالیٰ کی معرفت و تعلیم سے نوازیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے بشر کی ذات کو بجائے نفرت کے انس و محبت ہو تعلیم کے حصول میں انہیں دقت نہ ہو ورنہ حقیقت محمدیہ قطعاً بشر نہیں ہے۔محبوب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقت نور ہی ہے جو صحیح روایات سے ثابت ہے۔

راقم الحروف نے عرض کیا کہ ''انما'' کلمہ حصر ہے جس سے حصر فی البشریت کا اظہار ہے۔آپ نے جواباً فرمایا کلمہ حصر دو فائدوں سے خالی نہیں ہوتا یا صفت کا حصر موصوف میں یا موصوف کا حصر صفت میں پایا جاتا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات بابرکات حصر کے معنی کے لحاظ سے ان ہر دو سے مبرا ہیں کیونکہ بشریت جو صفت ہے اس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محصور تسلیم کر کے کہیں کہ آپ کی ذات اقدس میں صرف اور صرف یہی بشریت کی صفت ہی پائی جاتی ہے اسی ایک صفت کے ساتھ ہی موصوف ہیں تو باقی تمام اوصاف کا انکار لازم آئے گا حالانکہ نصوص قطعیہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دیگر

بے شمار صفات ثابت ہیں جن کا انکار کفر ہے۔

آپ خلق عظیم کے مالک ''رَحْمَةٌ لِلْعَالَمِيْن، كَافَّةً لِلنَّاس،بَشِيْرٌ وَنَذِيْرٌ،خاتم النَّبِيِّن، شَافِعُ يَوْمِ الدِّيْن،مَحْبُوبُ رَبِّ الْعَالَمِيْن رَسُوْلُ الثَّقلين اِلٰى يَوْمِ الدِّين ، شاهدٌ وَناظِرٌ، بِالْمُؤمِنِيْن رَؤُفٌ وَرَحِيْم،عالم مغيبات، وغیرہ ذالک بے شمار صفات وخصوصیات سے آپ موصوف ومخصوص ہیں۔

۲۔ اگر موصوف میں حصر صفت کا مراد ہو اور کہا جائے کہ بشریت والی صفت محض آپ ہی کی ذات اقدس میں ہے تو یہ بھی ناممکن ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بشریت کو محصور مانا جائے تو باقی تمام بشر اس سے خارج تسلیم کرنا ہوں گے۔یہ کون مانے گا؟ بہرحال قطعاً و یقیناً ماننا پڑتا ہے کہ حضور اقدس محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدس بشریت کے لباس میں ضرور ہیں لیکن آپ کی حقیقت بشریت نہیں ہے۔فرمان نبوی ہے اول ماخلق اللہ نوری (تمام مخلوق سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا فرمایا) اور اس نور کا ادراک دوسرے انسانوں کی عقل و ادراک سے بالا ہے۔معرفت الٰہیہ کا واسطہ و وسیلہ عظمیٰ سید الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔

فرمایا حقیقت نور ہونے میں دیکھیں حضرت جبرئیل علیہ السلام نوری فرشتہ ہے، تمام فرشتوں کا سردار محدثین کرام نے لکھا ہے۔جب محبوب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام معراج پر تشریف لے گئے تو آپ کے ساتھ تھا لیکن سدرۃ المنتھی پر رک گیا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے ساتھ اوپر آیئے عرض کیا اگر سر کے بال برابر بھی اوپر پرواز کروں تو تجلیات ربانی اور انوار الٰہیہ مجھے جلا دیں۔درحقیقت حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درجات و مقامات کا علم نہ تھا۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں اگر جبرائیل میرے کہنے پر اوپر چلا آتا تو اسے میں مقام قاب قوسین او ادنی تک لے جاتا۔

موسیٰ ز ہوش رفت بہ یک پرتو صفات — تو عین ذات مے نگری در تبسمی

یکم ربیع الاول شریف ۱۳۸۵ھ بروز خمیس بعد از نماز ظہر ختم خواجگان پڑھنے کے بعد آپ نے فرمایا کہ جب ہم پہلی بار زیارت حرمین شریفین کیلئے حاضر ہوئے تو ایک سپاہی کو مدینہ منورہ میں دیکھا کہ ایک مدنی صاحب کو چابک مار رہا تھا۔ میں نے تیزی سے وہاں پہنچ کر اس کا چابک جب اس نے مارنے کیلئے بلند کیا تو اسے اوپر سے ہی پکڑ لیا۔ اس نے خوب زور لگایا ادھر ادھر گھومتا ہوا اچھلتا کودتا رہا مگر میں نے چابک نہ چھوڑا۔ جب وہ عاجز ہوگیا تو اسے تنبیہہ کی اور خوب سرزنش کی۔ یہ لوگ محبوب کبریاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پڑوسی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقدس شہر میں رہائش پذیر ہیں اور تو ان کو تکلیف دیتا ہے؟ جب اپنی طاقت وقوت خوب لگانے کے باجود وہ عاجز ہو کر جھک گیا تو میں نے چابک بھی چھوڑ دیا۔

مدینہ منورہ سے جب ہمارے الوداع ہونے کا وقت آیا تو امیر المومنین سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ڈیوڑھی سے ایک آدمی نکل کو دوڑتا ہوا آرہا تھا۔ مجھے دور سے با آواز بلند بلایا۔ (حاجی ٹھہریئے) میں ٹھہر گیا۔ تو اس نے اپنے دامن سے گنبد خضرا کی بجری نکال کر مجھے دی اور کہا یہ تمہارے لئے تحفہ لایا ہوں میں نے ہدیہ پوچھا تو جواب دیا کہ بغیر ہدیہ کے ہے۔ صرف آپ کی خاطر لایا ہوں۔ میں نے وہ تحفہ نہایت فرط محبت وخوشی سے حاصل کیا۔

۸ ربیع الاول شریف ۱۳۸۸ء آپ نے فرمایا گولڑہ والے مہر شاہ صاحب کا مناظر حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی کے ساتھ ہوا تھا۔ یہ مناظرہ مسئلہ حاظر وناظر پر ہوا۔ مہر شاہ صاحب نے استفسار فرمایا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد اقدس ماتقول فی حق ھذاالرجل یہ سوال ہر قبر میں رکھے جانے والے شخص سے ہوتا ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے سامنے دیکھتا ہے اور سوال محبوب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس کے متعلق ہوتا ہے۔ فرشتہ قبر والے سے پوچھتا ہے کہ اس مرد خاص کے متعلق تو کیا کہتا ہے۔ اگر ایک وقت میں بے شمار میت روئے زمین پر قبروں میں مختلف مقامات وعلاقوں میں رکھے جائیں اور تمام سے اسی وقت ہی میں یہ سوال ہو تو بتایئے اس ارشاد نبوی کے متعلق تمہارا کیا

عقیدہ ہے صحیح ہے یا نہیں؟

اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس کو حاضر وناظر تسلیم نہ کرو تو اس فرمان کے متعلق کیا جواب دوگے؟

حاجی امداداللہ صاحب نے لاجواب ہوکر تسلیم کرلیا کہ واقعی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے حاضر وناظر ہیں۔ اس میں شک کرنا بھی ناجائز ہے۔

۱۲ جمادی الاخری ۱۳۸۸ھ بروز ہفتہ بعد از نماز ظہر فرمایا زیارت حرمین شریفین کے موقع پر جبکہ پہلی بار مدینہ منورہ کی حاضری نصیب ہوئی تو ایک بزرگ مغرب کے علاقہ سے روضہ اقدس کے پاس بیٹھے ہوئے دیکھے۔ بہت سے لوگ ان کی زیارت کیلئے آرہے تھے اور دعا منگواتے تھے میں بھی دعا منگوانے کیلئے حاضر ہوا۔ دل میں یہی تمنا تھی کہ محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت عطا ہو اور اس بزرگ کو عرض کیا میرے لئے دعا مانگیں وہ دعا مانگ کر کافی وقت روضہ شریف کی طرف متوجہ رہے اور بعد میں فرمایا کہ تجھے جناب محمد رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت نصیب ہوجائے گی۔ اللہ تعالیٰ شاہد ہے کہ میں نے یہ تمنا دل ہی میں رکھی ہوئی تھی۔ ظاہر نہیں کی تھی فقط دعا کیلئے مطلق کہہ دیا تھا لیکن انہوں نے خوشخبری ظاہر فرمادی۔

ان کے پاس اندلس کے علاقہ کے ایک قاضی صاحب موجود تھے۔ میں نے اس بزرگ کو دعوت دی کہ میرے ہاں تشریف لائیں۔ ساتھ قاضی صاحب جن کا نام قاضی ابوبکر لبنانی تھا ان کو بھی دعوت دے دی۔ جب ہر دو صاحبان میرے پاس تشریف لائے اور کھانا تناول فرما کر واپس ہونے لگے تو قاضی صاحب نے مجھے فرمایا کہ الوداعی وقت میں مجھے مل کر جانا۔

ان دونوں عوام وخواص کیلئے وہاں رہنا دشوار تھا۔ حکومت کی طرف سے اعلان ہو چکا تھا کہ جو لوگ ٹھہرے ہوئے ہیں واپس چلے جائیں۔ ہمارے پاس بھی حکومت کا حکم نامہ لے کر ملازم لوگ آگئے، میں نے کہا یہاں چالیس نمازیں میں ضرور ادا کروں گا۔ انہوں

نے کہا تمہیں ضرور جانا پڑے گا۔انہوں نے وہاں سے جانے پر بڑا اصرار کیا۔جس پر ہمارے چند ساتھی اور دوسرے حاجی صاحبان بھی جو ہمارے علاقہ کے تھے ان کی تنگی ترشی دیکھ کر چلے آئے لیکن میں نے کہا آخر مار ہی دیں گے۔ اس سے زیادہ کیا کر سکتے ہیں اور اگر ہمیں یہاں موت بھی میسر ہو جائے تو اس سے زیادہ ہم کیا چاہتے ہیں؟ یہ کہہ کر وہیں رہے اور کہا چالیس نمازیں مکمل ادا کئے بغیر مدینہ منورہ نہیں چھوڑوں گا۔

علاوہ ازیں حکومت کی طرف سے ایک اشتہار شائع شدہ میرے پاس موجود تھا جس پر لکھا ہوا کہ حدیث پاک ہے جو شخص مدینہ نبوی میں چالیس نمازیں ادا کرے گا میں اس کا شفیع ہوں گا۔وہ اشتہار میں نے ان لوگوں کو دکھا کر کہا تم ہی نے تو یہ اشتہار شائع کیا ہے جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد اقدس ہے اور اس پر عمل کرنے سے تم ہی لوگ روکتے ہو اور شفیع المذنبین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی شفاعت سے محروم رکھنے کے درپے ہو۔ میں نہیں جاتا۔انہوں نے کہا پھر روزانہ دو ریال فی کس ادا کرنا ہوں گے۔میں نے کہا ہمارے پاس جتنی رقم ہے وہ پوری کر لینا اگر کم ہو تو بقیہ عوض ہمیں قید کر لینا۔

جب ہمارے چالیس نمازیں مکمل ہوگئیں تو قدرتاً اس روز جمعرات تھی۔ انہوں نے پھر آکر کہا، اب تو چالیس نمازیں تمہاری پوری ہوگئی ہیں ،کیوں نہیں جاتے، میں نے کہا کہ یہ تو ہم نے نہیں کہا تھا کہ چالیس سے زائد نمازیں نہ پڑھیں گے۔ آپ عجیب مسلمان ہیں،ہمیں مدینہ منورہ میں جمعۃ المبارک نصیب ہو رہا ہے اور اس سے محروم رکھنا چاہتے ہیں۔ہم جمعۃ المبارک چھوڑ کر کیسے چلے جائیں۔ مدینہ منورہ کا جمعہ ہم قطعاً نہیں چھوڑیں گے۔بالآخر جمعۃ المبارک کی نماز پڑھ کر وہاں سے روانگی کی تیاری کی۔لوگ مدینہ شریف کے بازار ہی سے موٹروں پر سوار ہو رہے تھے۔میں نے کہا ہم تو مدینہ منورہ شہر کی حدود سے باہر جا کر سوار ہوں گے۔

چنانچہ جب اس مقدس شہر سے کافی باہر نکل آئے تو کیا دیکھتے ہیں وہی قاضی

صاحب لبنانی ہماری انتظار میں موٹر کے پاس ہی کھڑے تھے۔انہوں نے مجھے ایک سند عطا فرمائی جو مسلسل بانا احبک سے موسوم ہے۔اور یہ حدیث پاک بھی قاضی صاحب نے تلاوت فرمائی اور انا احبک کے الفاظ فرمائے۔(قَالَ رَسُوْلَ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ،یا مُعَاذُ، اَنَااُحِبُّکَ وَاَنْ تَقْرَأُ دُبر کُلِّ صَلوٰۃِ اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلیٰ ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ...... یہ سند دیتے وقت لینے والے کو انا احبک مسلسل فرماتے آئے ہیں۔جس وجہ سے مسلسل بانا احبک کہلاتی ہے۔

جب مکہ مکرمہ میں حاضری دی تو وہاں ایک شیخ حرمین شریفین کے جو عمر ہمدان نام رکھتے تھے اور شیخ الحرمین مشہور تھے ملے انہوں نے بھی مجھے سند عنایت فرمائی جس کا نام سند بالاولیت ہے اور سند بالاولیت وہ ہوتی ہے جس نے سند دینے والے سے پہلی حدیث سنی اسے وہ سند دی گئی۔

اس سے پہلے ۱۱ رجب المرجب ۱۳۸۳ھ کو بنگلہ شریف میں راقم الحروف کو بلا کر آپ نے تمام قرآن مجید کی اجازت بخشی ۔مندرجہ بالا اسناد کا ذکر فرماتے ہوئے بندہ کو عمر ہمدان والی سند عطا فرمانے کا وعدہ فرمایا۔ساتھ ہی فرمایا میرے پاس چونکہ صرف ایک ہی ہے تم اس کی نقل لے لینا۔

اور کلام پاک کے متعلق فرمایا جس قدر چاہے جس مطلب کیلئے جب چاہے پڑھ سکتا ہے۔ہمہ قسم کی اجازت ہے۔

۱۷ ربیع الاول شریف ۱۳۸۸ ہجری بروز خمیس آپ نے حدیث پاک کا درس دیا۔ دوران سبق آپ نے فرمایا ''حاشا'' استثنائیہ بھی ہوتا ہے اور حرف کے معنی بھی دیا ہے مگر جب استثنائیہ ہو تو مستثنیٰ کو ایسے فعل سے خارج کیا جاتا ہے جو نا زیبا و ناپسند ہو۔ جیسے کوئی کہے جاءنی القوم حاشا زید زید کو مستثنیٰ اس لئے کہا گیا کہ آنے والی قوم بری تھی۔کیونکہ عموماً حاشا کا لفظ ایسی جگہ پر استعمال کیا جاتا ہے جو نا قابل توجہ ہو۔

نیز آپ نے فرمایا کہ اس لفظ میں اختلاف ہے۔آیا حرف ہے یا فعل؟ جمہوری نحاۃ

کے نزدیک یہ فعل بھی استعمال ہوتا ہے اور حرف بھی۔ اور مبرد کے نزدیک کبھی کبھی فعل کی صورت میں مستعمل ہوتا ہے لیکن اکثرت حرف ہی استعمال ہوتا ہے۔ سیبویہ کہتا ہے یہ تو محض حرف ہی ہے۔ مبرد سیبویہ پر یہ اعتراض کرتا ہے کہ اگر حرف ہوتا تو حرف پر داخل نہ ہوتا کیونکہ ایک حرف دوسرے حرف پر داخل نہیں ہوا کرتا حالانکہ حاشاللہ میں حرف لام پر داخل ہے اور اسے حرف ماننے پر قاعدہ کے برعکس لازم آتا ہے۔ دوسرا اگر حرف ہوتا اس کی تصریف نہ ہوتی۔ حالانکہ یہ گردانا جاتا ہے۔ جیسے شاعر اپنے شعر میں کہتا ہے احاشی من القوم من احدا حاشی اس حاشا سے فعل مضارع ہے۔ تیسرا اس کا آخر حذف بھی ہوتا ہے اور حرف کا آخر کبھی بھی حذف نہیں ہوتا۔ جیسا کہ کلام باری تعالیٰ میں ہے۔

قلن حاش لله ماهذا بشرا یہاں آخری لفظ محذوف ہے۔

واقعہ شق القمر

۲۵ ربیع الاول شریف بروز جمعہ المبارک ۱۳۸۹ھ قبل از نماز عصر بنگلہ شریف میں راقم الحروف کو قدم بوسی نصیب ہوئی۔ چند معتبر حضرات آپ کی خدمت میں بیٹھے تھے۔ حکیم علی محمد صاحب نے استفسار فرمایا کہ شق القمر کا واقعہ کس طرح ہے۔ آپ نے فرمایا یہ واقعہ خود حبیب یمنی نے بیان فرمایا جو کہ بعد میں صحابی ہوئے۔ پہلے چونکہ ایمان سے مشرف نہ تھے اس لئے ابوجہل ودیگر کفار مکہ نے انہیں بلایا۔ جب حضرت عمر فاروق، حضرت امیرحمزہ رضی اللہ عنہما دیگر معتبرترین ہستیاں دائرہ اسلام میں داخل ہوئیں اور آپ کے بعد دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد بڑھ رہی تھی تو قریش مکہ نے خوفزدہ ہوکر سوچا کہ کوئی ایسا آدمی ہو جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لاجواب کردے اس لئے حبیب یمنی کو انہوں نے بلایا۔ یہ آدمی یہود کا بڑا حبر یعنی عالم تھا۔ پہلے انبیاء علیہم السلام کے حالات اور کتب سماوی کی پوری پوری مہارت رکھتا تھا۔ بہترین مسند بنا کر اسے بٹھایا گیا اور کہا کہ ہمارا تو سب کچھ برباد ہورہا ہے۔ بڑے بڑے مشاہیر، امراء محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ماتحت ہوچکے اور ہورہے ہیں۔ کوئی ایسا حل تلاش کریں جس سے ہماری کامیابی ہو۔ چنانچہ حبیب نے خط لکھا جو نہایت باعزت اور سنجیدہ الفاظ میں تھا جس کا مطلب تھا کہ اگر مناسب سمجھیں تو ہمارے پاس تشریف لائیں ورنہ ہم آپ کے حاضر ہوتے ہیں۔ چند باتوں کے متعلق گفتگو کرنی ہے۔ ابوجہل کو دیا کہ تو خود یہ خط لے جا جناب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں باادب پیش کرنا اور کسی قسم کی ناشائستہ حرکت نہ کرنا بلکہ خط دے کر باادب طریقہ سے بیٹھ جانا۔ جب ابوجہل خط لے کر چلا تو جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت عالیہ میں پروانہ وار بیٹھے تھے۔ ابوجہل کو آتے دیکھ کر آپس میں گفتگو فرمانے لگے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی تلوار کا نصف حصہ میان سے نکال لیا اور آنکھیں غصہ کی وجہ سے نہایت سرخ ہوگئیں اور پھر کر دیکھنے کیوجہ سے معلوم ہوتی تھیں کہ چہرہ سے

باہر آچکی ہیں۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غصہ کوفروفرمانے کی خاطر نرم لہجہ سے تحمل کی تلقین فرمائی اور حوصلہ دلایا کہ جلدی نہ کریں۔جب ابوجہل نے سامنے آکر خط پیش کیااور حبیب یمنی کی وصیت کے مطابق پیچھے ہٹ کر بیٹھ گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جوآپ کے دائیں جانب تشریف فرماتھے پڑھنے کوفرمایاجب پڑھا گیاتو حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سرگوشی فرمائی جس کی سمجھ دوسروں کو نہ آئی البتہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کوفرمایا کہ حضور نے فرمایا ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خودتشریف لائیں گے تو چلا جا۔ابوجہل نے جاتے ہی حبیب کو بہت کہا کہ خیال کرنا کہیں تجھ پربھی غالب نہ آجائیں۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب تشریف فرما ہوئے تو استقبال کیلئے تمام کفار کھڑے ہوگئے اور حبیب نے اپنی جگہ پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جلوہ گرہونے کیلئے عرض کیا۔جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرماہوئے تو حبیب نے سوال کرنا چاہاہی تھا کہ ابوجہل اس کے قریب ہوااور کہا کہ نہایت تدبر سے سنبھل کر پوچھنا کہیں شکست نہ آئے۔حبیب نے اسے تسلی دی اور کہا ذراصبر سے کام لے۔میں خوب جانتاہوں۔تھوڑی دیر کے بعد ابوجہل پھر اٹھا اور حبیب کے پاس آکرنہایت پریشانی کے عالم میں پہلی درخواست کی حتیٰ کہ تین چار دفعہ ایساہی ہوا۔تو حبیب نے کہاتم نے خود مجھے بلایا ہے اورتمہارے کہنے پر میں آیاہوں۔اگرضرور پوچھنا ہے تو مجھے باربار کہنے کا کیا مطلب؟ آخر میں نے سابقہ حالات تورات وانجیل سے پڑھے اور خوب واقف ہوں۔اگرتحمل کروتو یہ معاملہ ابھی ابھی تمہارے سامنے طے ہوجاتا ہے۔یہ سن کرابوجہل ایک کپڑا جوموٹے کھدر جیساتھا نیچے رکھ کربیٹھ گیا۔اب حبیب نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا۔اگر آپ نبی ہیں تو کوئی معجزہ دکھائیں۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تو کونسا معجزہ چاہتا ہے۔اس نے کہا چاند کودوٹکڑے کردو۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہاں بیٹھ کر یا عام لوگوں کے سامنے؟ تو حبیب نے کہا تمام لوگوں دیکھیں۔چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے جبل ابی قبیس پرتشریف لائے۔ابوجہل بھی وہی

کھدروالی چادراپنے شانے پر ڈال کر پیچھے پیچھے چلا۔حضرت حبیب فرماتے ہیں کہ مجھے یقین ہوگیا تھا کہ اگر نبی آخرالزمان یہی ہیں تو چاند کودوٹکڑے فرمادیں گے کیونکہ میں نے تورات وانجیل میں پڑھاتھا کہ نبی آخرالزمان کی حکومت آسمانوں پربھی ہوگی۔چنانچہ آپ نے جبل ابی قبیس پرآکراپنی انگشت مبارک سے اشارہ فرمانے کیلئے ہاتھ مبارک اوپراٹھایا اور دست انور کوحرکت دی تو چاند میں زلزلہ برپاہوگیا۔پھر آپ نے انگشت شہادت سیدھی کرکے دائیں بائیں طرف چاند کے سامنے کرکے ہلائی تو چاند کے دوٹکڑے ہوگئے۔ایک اوپرکودوسرانیچے کی طرف۔ازاں بعدحبیب کے دوبارہ عرض کرنے پر ایک ٹکڑے کوشرقی طرف،دوسرے کو غربی جانب کردیا۔پھر حبیب نے عرض کیا کہ آپ بذریعہ اشارہ ہردوٹکڑوں کوملادیا۔فرمایا بس یہی یا کچھ اور بھی تو حبیب نے عرض کی آپ فرمادیں کہ میرے دل میں کیا ہے؟فرمایاتیری ایک لڑکی ہے جس کی نہ آنکھیں ہیں، نہ کانوں سے سنتی ہے، نہ ہی کلام کرتی ہے،نہ ہی اس کے ہاتھ اور پاؤں ہیں،سر سے گنجی بھی ہے۔یہ فرما کر خود فرمایاکہ اب ٹھیک ہوگئی ہے۔یہ سنتے ہی حبیب نے قدموں میں گرکراسلام قبول کرلیا۔ ابوجہل پیچھے ہٹااور کہنے لگالو اب تو حبیب بھی جاتارہااور شکار ہوگیا۔حضرت حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے واپس جانے کی درخواست پیش کی۔میرے دل میں لڑکی کے متعلق بہت ہی کشش تھی لیکن آپ نے فرمایا چندنمازیں ہمارے ساتھ پڑھو۔بعد میں واپس جانااور اپنے علاقے میں لوگوں کونصیحت کرنااور اسلام کی تبلیغ کرنا۔لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نمازیں اداکیں،پھرواپس چلے گئے۔دو دو تین تین منزلیں اکٹھی طے کرتے جاتے تھے بہت ہی جلدی گھر پہنچے۔رات کاوقت تھا۔گھر کے دروازے پردستک دی اندر سے اس لڑکی نے آواز دی ابامیں آئی یہ کہہ کردوڑتی ہوئی آئی،دروازہ کھولا،حضرت حبیب رضی اللہ عنہ خوشی کے عالم میں ہیں۔گھرآتے ہی انوکھی خوشبومحسوس ہوئی پوچھایہ خوشبوکیسی ہے؟ گھروالوں نے جواب دیا یاایک نہایت خوبصورت آدمی اس حلیہ والے تشریف لائے تھے،آج سے چندروز پہلے شام کا وقت،چاندکی نوتاریخ تھی،تو اس وقت سے خوشبو آرہی

ہے۔خود لڑکی نے بیان کیا۔میری آنکھوں پر انہوں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہاتھ پھیرا اور مجھے فرمایا پڑھ ''اشهدان لااله الاالله واشهدان محمدا عبده ورسوله'' میں نے پڑھا تو تمام اعضاء درست ہو گئے۔سماعت تو پہلے نصیب ہو گئی تھی۔

دوبارہ حکیم علی محمد صاحب نے پوچھا بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اتنے اختیارات تھے ابو جہل کو مسلمان کیوں نہ کیا۔ نیز اگر انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف کچھ اختیارات حاصل ہوتے تو حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو گمراہی سے کیوں نہ بچالیا اور نہ ہی طوفان سے نجات دلا سکے۔آپ نے فرمایا یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا پر اپنے اختیارات کو ترک کر دیتے ہیں۔وہی چاہتے ہیں جو خدا کی رضا ہو اور خدا ان کی مرضی چاہتا ہے۔حضرت شیخ الاسلام رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت حبیب یمنی رضی اللہ عنہ اور حضرت عنبسہ، حضرت عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہم تمام یہود کے بڑے حبر اور بہت بڑے عالم تھے۔جنہوں نے اسلام قبول فرمایا اور ان کے اسلام لانے سے دین اسلام میں ترقی ہوئی۔

''تاریخ ورود مسعود موئے مبارک''

حضور اکرم سیدنا نبی مکرم رحمتہ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم در آستان پاک سیال شریف از قلم حضرت خواجہ غلام فخر الدین صاحب (رحمتہ اللہ علیہ)۔

بحمد اللہ چہ دولت بے بہار آمد   کہ شعر سرور عالم بشهر ما خوشا آمد
منورخہ ہفدہم ماہ صیام و روز آدینہ   زہے قسمت سیاہ کاراں کہ زلف مصطفیٰ آمد

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

موئے مبارک کا تحفہ وعطیہ ۱۳۸۶ھ

ازاں محترم جناب ابوالحسن سید شاہ منظور ہمدانی دامت برکاتہم العالیہ بانی وناظم اعلیٰ
دارالعلوم انجمن قمر الاسلام سلیمانیہ ایس،ٹی ۳۱ کہکشاں کلفٹن کراچی

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضرت شیخ الاسلام کو زیارت

۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۸ھ بروز خمیس حدیث پاک کے درس کے دوران جبکہ تمام اساتذہ کرام بمع حاضر تھے اور مجلس خانہ ہی میں شیخ الاسلام رحمتہ اللہ علیہ بذات خود درس دے رہے تھے۔فرمایا چونکہ مکان بھی پاک ہے،درس بھی پاک ہے ،تمام حاضرین بھی باطہارت ہیں لہٰذا ایک واقعہ بیان کرتا ہوں۔یہ کہ میں مشکوٰۃ شریف پڑھتا تھا۔ایک کمرہ میں سویا ہوا تھا محبوب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قدم بوسی نصیب ہوئی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی کمرہ میں تشریف لائے۔میں نے عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ حدیث پاک آپ ہی کا ارشاد ہے۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کیا اس کا راوی ابوہریرہ ہے؟ یہ الفاظ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پنجابی زبان میں فرمائے۔عرض کیا یارسول اللہ حدیث کا معاملہ ہے مجھے یاد نہیں۔ دوبارہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا انس بن مالک سے یہ روایت ہے؟ میں نے پھر مؤدبانہ عرض کیا اور سر بھی جھکایا غریب نواز حدیث پاک کے متعلق کس طرح احتیاط کے بغیر عرض کردوں۔چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی طرح چند صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اسماء گرامی لئے اور فرماتے رہے یہ حدیث فلاں سے روایت ہے۔فلاں سے ہے۔علی ہذا القیاس بالآخر میرے سینہ پر اپنا داہنا دست اقدس پھیرا جس سے مجھے یقین ہو گیا کہ حدیث پاک بیان کرتے وقت اس صحابی کا نام لینا ضروری ہے جس سے روایت ہو کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام کو نجوم ہدایت فرمایا جن کی اقتداء موجب ہدایت ہے۔

نوٹ: حضرت غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ نے محبوب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست اقدس سینہ پر پھیرنے کا نقشہ دکھاتے ہوئے اپنا داہنا ہاتھ اپنے سینہ مبارک پر پھیر کر دکھایا کہ اس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پھیرا تھا۔

[illegible] ات میں محبوب

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] الصلوۃ والسلام کا

منظور نظر ہوتا ہے۔

[illegible] رمضان المبارک ۱۳۶۱ھ [illegible] حضرت

غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی واذان من اللہ ورسولہ الی الناس یوم الحج الاکبر ان اللہ بریئی من المشرکین ورسولہ۔ تو راقم الحروف نے پوچھا آخر میں جو رسولہ کا لفظ ہے اس کا عطف ان (لفظ) اللہ پر آیا ہے۔ وہ منصوب کیوں نہیں ہے؟۔

آپ نے فرمایا معطوف علیہ اور معطوف کے درمیان میں چونکہ فاصلہ ہے اس لئے دونوں صورتیں جائز ہیں۔ ماقبل والے عامل کا عمل دیں اور ظاہر کی اعراب پڑھیں یا مرفوع یعنی یہاں مرفوع و منصوب ہر دو وجہ جائز ہیں۔

پھر فرمایا اس فاصلہ کی حکمت اور وجہ میں تجھے بتاتا ہوں لیکن عام ملاؤں کے سامنے بیان نہ کرنا اور وہ یہ ہے کہ اگر فاصلہ نہ ہوتا ان اللہ ورسولہ ملا کر کلام اللہ میں لایا جاتا تو قیامت تک مشرکین لوگ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت سے محروم ہو جاتے اور کبھی مشرکین کو توبہ نصیب ہی نہ ہوتی اور نعمت ایمان سے نہ نوازا جاتا۔

۲۸ محرم الحرام بروز چہارشنبہ ۱۳۸۹ھ صاحبزادہ کمال الدین صاحب کی والدہ ماجدہ کے وصال کے موقعہ پر بعد از نماز ظہر دادا باغ والے گورستان میں حضرات کی موجودگی میں جس قدر شیخ الاسلام رحمتہ اللہ علیہ کے ملفوظات قلمبند کئے ان میں سے یہ بھی ہے کہ آپ

[illegible] حقیقی حضرت خواجہ بدرالدین صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے استفسار فرمایا کیا قبر میں اپنے [illegible]

[illegible]

[illegible] صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم [illegible]

[illegible] آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کے متعلق پوچھا

[illegible] ان کی زبان پر اللہ تعالیٰ جاری فرما دیتا ہے ھذا محمد رسول اللہ حادیا

[illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] محمد [illegible] واکل [illegible] فرماتے

[illegible] مجھے معلوم نہیں ہے تو [illegible] تحت عذاب ہوتا ہے اس کی آہ و بکا ثقلین (جن

و انس) کے سوا ہر چیز سنتی ہے۔ حضرت خواجہ بدرالدین رحمتہ اللہ علیہ نے دوبارہ استفسار فرمایا۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی شبیہہ مبارک کیسی ہے۔ تو آپ نے جواباً فرمایا کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

واحسن منک لم ترقط عینی واجمل منک لم تلد النساء

خلقت مبرء من کل عیب کانک قد خلقت کما تشاء

یعنی آپ سے زیادہ حسین میری آنکھ نے کبھی نہیں دیکھا بلکہ عینی کی بجائے میں قطعی پڑھتا ہوں جس کا مطلب ہے کسی آنکھ نے نہیں دیکھا)۔ اور چونکہ صحابی کا فرمان ہتی ہے۔ لہٰذا ادب ملحوظ ہے اور آپ سے زیادہ خوبصورت تمام عورتوں میں سے کسی نے نہیں جنا۔

آپ تمام عیبوں سے مبرا ومنزہ اور پاکیزہ ترین پیدا فرمائے گئے ہو۔ گویا کہ آپ اپنی خواہش کے مطابق پیدا فرمائے گئے ہو۔

فرمایا بلاء حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے سامنے بھی پڑھتے تھے۔

وَجَاهُکَ یا رَسُوْلَ اللہ جاہٗ رَفِیْعٌ مالِرُفْعَتِہٖ انتہاءٗ

اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کا مرتبہ وہ بلند ترین مرتبہ ہے کہ جس کی بلندی و رفعت کی انتہاء ہی نہیں۔

حضرت یوسف علی نبینا وعلیہ السلام بہت ہی خوبصورت تھے ۔ان کا حسن وجمال تمام دنیا میں ممتاز ہے لیکن وہ محبوب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حسن کا ایک شمعہ وچکار تھا۔ جوظاہری حسن پر مبنی ہے۔محبوب دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسن وجمال تو دشمن بھی تسلیم کر چلے ہیں۔دشمن لوگ کہتے تھے۔آپ جیسا کوئی خوبصورت نہیں۔کوئی نیک اور احسن خلق نہیں۔نیز نہ ہی کوئی آپ جیسا امین ہے۔ نہ ہی کوئی آپ جیسا صادق الوعد ہے۔اب رہا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کرنا اور آپ کے حسن وجمال کو دیکھنا۔یہ ہر شخص اپنی استعداد کے مطابق زیارت کرتا ہے۔ جتنا دماغ صاف ہوا تنی ہی روشن زیارت نصیب ہوتی ہے۔حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مقدس اور روشن دماغ سے وہ زیارت حاصل کی جو دوسروں نے نہ کی۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں میں شیشہ ہوں۔ ہر شخص مجھے اپنے دماغ کی صفائی کے مطابق دیکھے گا۔یعنی شیشہ میں دیکھنے والے کو اپنی ہی صورت نظر آتی ہے۔اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ محبت،تعلق،عشق جتنا زیادہ ہوگا تو اسے آپ کی تجلیات وانوار حسن وجمال زیادہ ظاہر ہوں گے۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقت غیر مدرک ہے. **اللھم صل علی سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آل سیدنا ومولانا محمدوبارک وسلیم.**

(درود بار بار پڑھتے رہے۔استغراق کی حالت رہی)ازاں بعد فرمایا۔ ایک بار کفار نے محبوب دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقدس واطہر ومقدس شان میں گستاخانہ کلمات بکواس کئے ۔حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواباً فرمایا:

تَظَلُّ جِيَادُنَا مُتَمَطِّرَاتٍ تُلَطِّمُهُنَّ بِالْخُمرِ النِّسَاءُ

هَجَوْتَ مُحَمَّدًا فَاَجَبْتُ عَنْهُ وَعِنْدَ اللّٰهِ فِیْ ذَاکَ الْجَزَاءُ

اَتَهْجُوْهُ وَلَسْتَ لَهُ بِكُفْوٍ فَشَرُّکُمَالَخِيْر كُمَا الْفِدَاءُ

ترجمہ: ہمارے گھوڑے بوقت چاشت روانہ ہوں گے۔درانحالیکہ ان پر رحمت کی بارش ہوگی۔عورتیں اپنی اوڑھنیوں کے ساتھ ان سے گردوغبار صاف کریں گی۔

تو نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو کی اور میں نے اس کا جواب دیا اور اس کی جزاء اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔یہ سن کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جزاء ک علی اللہ الجنة یا حسان اے حسان تیری جزاء اللہ تعالیٰ پر تجھے جنت عطا فرمانا ہے۔

تیسرے شعر کا مطلب: کیا تو ان کی ہجو کرتا ہے حالانکہ تو ان کا ہم پلہ نہیں ہے۔تم دونوں سے جو برا ہے وہ اچھے کیلئے فدا ہے۔

یہ اشعار چونکہ بعد از ہجرت پڑھے اور ہجرت کرنے کا حال بھی ان اشعار میں ذکر کیا۔نیز ثنیات الوداع سے مدینہ منورہ والوں کیلئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پہنچنا بھی بیان فرمایا۔اسی لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب مدینہ منورہ ہجرت فرما کر تشریف لے گئے تو فرمایا ثنیات الوداع سے گزرنا حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ کے موقع مطابق اور صحیح فرمانے کا پاس فرمایا۔چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ پہنچے ہیں تو وہاں کی چھوٹی چھوٹی بچیاں بھی خوشی کے عالم میں گیت گانے لگیں۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوِدَاعِ

وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعِی

ہم پر چودھویں کا چاند ثنیات الوداع سے طلوع ہوا۔

ہم پر اس کا شکر واجب ہے۔جو دعوت دینے والے نے اللہ تعالیٰ کیلئے دعوت دی۔

مولوی عبدالطیف ولد حاجی عبدالحی صاحب سکنہ ساہیوال نے آپ سے سوال کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہر قبر میں تشریف لے جانا تکثر وجودی پر دلالت کرتا ہے اور تکثر وجودی ناممکن ہے۔جواباً فرمایا تکثیر وجودی بھی ہو تو کونسا اشکال ہے۔لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات سورج کی مثل ہے۔جس طرح سورج ایک ہے ایک وقت میں تمام عالم کو روشن کرتا ہے ہر جگہ پر اس کی روشنی برابر ہوتی ہے۔ لاہور،کراچی،ملتان،عرب وعجم مشرق ومغرب والے سب کہتے ہیں ہذاالشمس۔ اسی طرح محبوب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وجود مسعود ہے اور ہر قبر میں آپ کی تشریف آوری کا مطلب ہی حضور ہے۔علاوہ

ازیں تکثر جودی کا محال ہونا مادہ اور مادیات والی تمام چیزوں کیلئے ہے اور روح وروحانیت کیلئے بہ آن واحد مقامات کثیرہ پر ہونا محال نہیں ہے۔جس طرح ذات باری تعالیٰ فی نفسہ ہر جگہ ہے لیکن تکثر روجودی نہیں ہے تو جس روح کا مکمل طور پر تعلق اس ذات اقدس کے ساتھ ہے اس روح سے یہ بعید نہیں ہے۔باقی رہا یہ سوال کہ ہم نہیں دیکھ سکتے۔تو ہمارا نہ دیکھنا کوئی معتبر سوال نہیں ہے جیسا کہ ملک الموت کے متعلق علامہ علی القادری مرقات شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ فرشتہ ملک الموت ایک ہے۔باقی ملائکہ ارواح کو اعلیٰ علیین اور اسفل اسافلین پر حسب انجام میت مختلف مقامات میں لے جاتے ہیں لیکن روح ایک ہی فرشتہ قبض کرتا ہے اور پھر ذی روح صرف انسان ہی نہیں بلکہ بے شمار حیوانات ہیں۔چیونٹیوں کی طرف ایک ہی بل کا اندازہ لگائیں کتنی بے شمار تعداد میں ہوتی ہیں اور پھر دنیا کی چیونٹیاں بلکہ چھوٹے جراثیم تک جس قدر ذی روح چیزیں ہیں تمام کو موت آتی ہے اور ایک وقت میں خدا جانے کتنی ذی روح اشیاء کا روح نکالا جاتا ہے بلکہ کوئی وقت خالی نہ ہوگا جس میں دنیا پر کوئی حیوان یا جاندار مرتا نہ ہو۔جب ان سب کا ایک ہی فرشتہ روح نکالتا ہے اور وہ ہر جگہ حاضر ہوجاتا ہے تو سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے آن واحد میں کئی مقامات پر جلوہ گر ہونا کس طرح محال ہوسکتا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کس کا مقابلہ ہوسکتا ہے؟ میں تو کہوں گا ملائکہ کو تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی نسبت ہی نہیں بلکہ ملائکہ کی طاقت بھی بوسیلہ محبوب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔حدیث پاک میں ہے اَللّٰہُ یُعْطِیْ وَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ،اَللّٰہُ مُعْطِیْ وَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ۔

جب اللہ تعالیٰ کی ہر عطا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تقسیم سے تمام کو پہنچی ہے تو فرشتے بغیر عطاء رسول کے کونسی طاقت کے مالک ہوسکتے ہیں۔

راقم الحروف نے دریافت کیا کہ دیوبندی لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق لکھتے ہیں کہ (معاذ اللہ) آپ کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں۔(ثم معاذ اللہ) اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا یہ جاہل لوگ ہیں۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات مقدس کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا

(وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا) اور محدثین نے خصوصاً علامہ علی القادری رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مثل دفتر است وعلوم لوح محفوظ مثل سطر،لوح محفوظ کہ جس کو کتاب مبین بھی فرمایا گیا۔تمام علوم اس میں درج ہیں۔اس لوح محفوظ کے علوم سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم والے دفتر کی ایک سطر ہیں۔اندازہ لگائیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم کتنی وسعت ہوگی۔قصدہ بردہ شریف کا شعر ہے۔فَاِنَّ مِنْ جُوْدِکَ الدُّنْیَاوَضَرَّتَھَا۔وَمِنْ عُلُوْمِکَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ اور لوح محفوظ میں مَاکَانَ وَمَاھُوَ کَائِنٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ کے علوم ہیں۔علوم اولین وآخرین اسی میں درج ہیں۔دنیا ومافیھا کے متعلق تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میرے سامنے اس طرح ہے جس طرح میرے ہاتھ کی ہتھیلی میرے سامنے ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنا دست قدرت (جو اس کی شان کے لائق ہے) میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینہ میں پائی۔ اس وقت تمام علوم مجھے حاصل ہوگئے۔

وَضَعَ کَفَّہٗ بَیْنَ کَتِفَیَّ حَتّٰی وَجَدْتُ بَرْدَاَنَامِلِہٖ بَیْنَ ثَدَیَّ فَتَجَلّٰی لِیْ کُلُّ شَیْئٍ وَعَرَفْتُ

شیخ الاسلام نے فرمایا یہ کلی جزی تو ان جاہل لوگوں نے اپنی طرف سے نکالی ہے۔اور پھر اپنی جہالت کے ثبوت میں کلی کی نسبت ذات باری تعالیٰ علام الغیوب کی طرف کرتے ہیں۔وہ ذات اقدس کہ جس کے علوم کی حد ہی نہیں ہے اس کو اپنی کلی میں محدود کر دیتے ہیں۔اس کے علوم تو محیط ہیں وہ خالق ہے مخلوق نہیں ہے۔کلیات کی نسبت خالق کی طرف کرنا کتنی جہالت ہے۔خالق کائنات کا علم تو مخلوق کو اپنے احاطہ میں لئے ہوئے ہے اور کلیات وجزئیات مخلوق ہونے کی وجہ سے خالق کی صفت نہیں ہوسکتیں۔

روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان

آپ نے فرمایا روضہ مقدسہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کی آستان بوسی جب میں نے کی تو ایک معتبر صاحب اقتدار شخص جو شاید غربی ممالک سے تھا اس نے دریافت کیا کہ اس طرح بوسہ کیوں دیا ہے؟

میں نے پوچھا کہ بیت اللہ شریف میں حجراسود کا بوسہ آپ نے لیا تھا یا نہیں؟ اس نے جواباً بتایا کہ لیا تھا۔ پھر پوچھا وہ کس وجہ سے لیا تھا تو کہا کہ وہ تو بیت اللہ شریف کی عظمت کی وجہ سے اس کی عزت وشرف ہے۔ اس وجہ سے لیا تھا، تو اسے جواباً بتایا کہ بیت اللہ شریف کو جس ذات اقدس کے طفیل عزت شرف نصیب ہوا جبکہ بیت المقدس کے قبلہ ہونے کو ترک فرما کر بفرمان باری تعالیٰ **فول وجھک شطر المسجدالحرام** بیت اللہ شریف کو قبلہ بنایا۔ کیا اس ذات اقدس کے روضہ مقدسہ کا بوسہ لینا ناجائز ہے جبکہ حجراسود کا بوسہ دو واسطوں کے ذریعہ ہوا تو روضہ مقدسہ کا صرف ایک واسطہ عظمیٰ کی وجہ سے کیونکر ناجائز ہوسکتا ہے۔ یہ سنتے ہی وہ صاحب تسلیم کر کے کہنے لگے یہ آپ نے مجھے سبق دیا ہے۔ آپ میرے استاد ہوئے اور مجھے آج یہ سمجھ حاصل ہوئی۔ پہلے روضہ مقدسہ کو بوسہ دینا حرام جانتا تھا۔

آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **لااقسم بھذا البلدوانت حل بھذاالبلد** اے محبوب اس شہر (مکہ مکرمہ) کی میں قسم اس لئے اٹھاتا ہوں کہ تیری ذات اس شہر میں ہے۔ اس فرمان سے واضح ہے کہ بیت اللہ شریف، آب زمزم، مقام ابراہیم و دیگر شعائر اللہ مکہ مکرمہ موجود ہونے کے باوجود ان کے طفیل مکہ مکرمہ کی قسم کا اظہار نہ فرمایا بلکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس سے نسبت ہونے کی وجہ سے فرمایا تو جس جگہ پر اب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود ہیں اس جگہ (روضہ مقدسہ) کی شان باقی تمام شعائر اللہ سے زائد ہوئی۔

برکات ومعنویت اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۱۴ ذیقعدہ ۱۳۹۴ھ بشب جمعۃ المبارک بعد عشاء بنگلہ شریف میں حاضری نصیب ہوئی۔ طلباء نے صلوۃ وسلام سپیکر میں پڑھا اور آپ شیخ الاسلام والمسلمین رحمتہ اللہ علیہ سنتے رہے۔

آخر میں یہ شعر:

السلام اے میم ح اور میم دال   السلام اے بے نظیر و بے مثال

پڑھا گیا تو راقم الحروف نے عرض کیا اس شعر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسم گرامی کے حروف تہجی کو توڑ کر پڑھنے میں گستاخی نہیں ہے؟ آپ حضرت شیخ الاسلام رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم گرامی کا ہر حروف بے شمار برکات کا حامل ہے۔ صاحب ذوق لوگ اس طرح محبت کے انداز میں پڑھتے ہیں۔ اس طرح کسی شاعر نے لکھا ہے۔

مُحَمَّدٌ مِیمُہ مَوتٌ لِکُفرٍ   حَیَاۃُ القَلْبِ لِلمُئومِن بِحَاہُ
وَمِیم ثانی مَوْجُ المَوَاهِب   ودَالٌ خَیر دَالٍ لَا اشْتِبَاہ
شَفِیعُ المُذْنِبین مَلاذامَّۃٍ   وَمَنْ یَکْفُر بِہٖ تَبَّتْ یَدَاہ

ترجمہ: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا میم کفر کیلئے موت ہے اور اس کی حا مومن کے دل کیلئے حیات ہے اور دوسرا میم آپ کی بخشائش کی موج ہے اور دال خیر کی دلالت کرنے والا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں گناہ گاروں کی شفاعت فرمانے والے اور امت کی جائے پناہ ہیں اور جو آپ کی ذات اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کرے اس کے دونوں ہاتھ ہلاک ہوں۔

قرآن مجید میں لفظ بشر کا استعمال

۱۲رمضان المبارک ۱۳۹۷ھ بشب یکشنبہ نماز تراویح کے دوران وقفہ قبلہ حضرت شیخ الاسلام والمسلمین دامت فیوضہ العالیہ نے فرمایا قرآن مجید فرقان حمید میں لفظ بشر بہت مقامات پر آیا ہے۔اس کے متعلق چند ضروری باتیں بتاتا ہوں۔ اگر چہ چند لوگ کہیں گے یہ تو ملنگوں جیسے کلمات ہیں ۔تاہم جو میرے ذہن میں ہیں مجھے صحیح اور درست معلوم ہوتے ہیں۔اصل بات یہ ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام برحق رسول ہیں۔ان کو بشر کے لباس میں کیوں مبعوث فرمایا۔اس کا جواب اللہ تعالیٰ وتبارک نے خود فرمایا ہے کہ اگر زمین میں فرشتے چلتے پھرتے اور اطمینان سے رہتے ہوتے تو ہم ان کے پاس فرشتہ رسول بنا کر بھیجتے۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ انسانوں کے پاس ان کا ہم جنس بشر رسول بنا کر بھیجا تا کہ اس سے مانوس ہوویں۔ تعلیم اور فیض حاصل کرسکیں۔اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت بشر نہیں۔ بشر کی طرف تشریف لانے کی وجہ سے لباس بشر میں ہیں۔ اگر حقیقت بشر ہی ہوتی تو جس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق اللہ تعالیٰ تمام انبیاء علیہم السلام سے اس کی آمد سے پہلے عہد لے چکا ہے جیسا کہ آیت کریمہ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِنْ کِتَابٍ وَحِکْمَةٍ ثُمَّ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مُصَدِّقٌ لِمَامَعَکُمْ لَتُؤْ مِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ تم تمام کے بعد میرا بڑی شان والا رسول آئے گا۔ جو تمہاری تصدیق کرے گا۔ تمہیں اس کی ساتھ لازماً ایمان لانا ہوگا۔اس کی ضرور ضرور مدد کرنا ہوگی۔ جب اس آیت کریمہ کے تحت رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی آمد قطعی اور لازمی تھی تو اب اس فرمان کو مدنظر رکھا جائے۔ لَوْکَانَ فِی الْاَرْضِ مَلَائِکَةٌ یَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّیْنَ لَنَزَّلْنَاعَلَیْهِمْ مِنَ السَّمَاءِ مَلَکًارَّسُوْلًا تو دو صورتیں پیش آتی ہیں۔ رسول بشر ہو اور فرشتہ بن کر آئے یا فرشتہ ہو اور بشر بن کر آئے۔ ہر دو صورتوں میں اپنی حقیقت پوشیدہ کرکے آئے گا۔ ثابت ہوا حقیقت بشر نہیں نور ہے۔

قَدْ جَآءَ کُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّکِتَابٌ مُّبِیْن۔

راقم الحروف نے عرض کیا: رسولوں کو کافر لوگوں نے ہی بشر کہا ہے۔ حضرت شیخ الاسلام رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا رسول کو بشر کہنا کفر نہیں بلکہ یہ عقیدہ رکھنا کہ رسول بشر ہو کر نہیں آسکتا یہ کفر ہے اور فرمایا مَنْ یَّهْدِی اللّٰهُ فَهُوَالْمُهْتَدِوَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَلَهٗ وَلِیًّا مُّرْشِدًا اس فرمان میں ایک عمدہ اور نہایت نفیس اشارہ ہے۔ظاہر معنی تو یہی ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے وہی راہ پر ہے۔جسے گمراہ کرے اس کا کوئی حامی اور راہ دکھانے والا نہ پاؤ گے لیکن اس سے ثابت ہے جو بے مرشد ہو وہ گمراہ ہے۔ مرشد پکڑنا ضروری ہے۔

انما انا بشر مثلکم کا معنی

۴شعبان المعظم بروز جمعتہ المبارک ۱۳۸۹ھ حضرت شیخ الاسلام رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

آیایت کریمہ ”قُلْ اِنَّمَآاَنَابَشَرٌمِّثْلُکُمْ یُوْحٰی اِلَیَّ اَنَّمَآاِلٰهُکُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ“ سے بعض ناقص ترین عقائد کے لوگ یہ استدلال پکڑتے ہیں کہ محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی ذات بابرکات عوام الناس کی طرح ہے۔(نعوذ باللہ)

بھائیو! اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس منحصر فی البشریت ہوتی تو فرمان باری تعالیٰ مثلکم کا لفظ نہ آتا بلکہ قل انا بشر ہی آتا۔اس آیات کا ترجمہ ہے: فرما دو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تمہاری مثل بشر ہوں میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود الہ واحد ہے۔لوگ بتوں کی عبادت کرتے اور غیر اللہ کو پوجتے تھے ان کے مشرکانہ فعل کو رد کرنے کیلئے فرمایا تمہارا معبود ایک ہے۔اس کا کوئی شریک نہیں۔ لفظ مثل کے فرمانے کا مطلب یہی ہے کہ آپ کی حقیقت بشریت نہیں۔ اگر حقیقت بشریت ہوتی تو لفظ بشر کی کیا ضرورت تھی۔ جس طرح تم سب انسان بیٹھے ہو کوئی ایک کہہ دے کہ میں انسان ہوں اس کا یہ کہنا معیوب ہوگا کیونکہ جب سب کو معلوم ہے کہ وہ انسان ہی ہے تو اسے بتانے کا کیا مطلب؟ نیز لفظ مثل سے اثنینیت ثابت ہوتی ہے نہ کہ عینیت مثلاً کوئی کہے یہ دیوار اس دیوار کی مثل ہے تو اس کا مطلب یہ نہ ہوگا کہ یہ بعینہ وہی دیوار ہے بلکہ اس کی غیر ہونے کا ثبوت ہوگا کسی نے کیا خوب کہا ہے:

مُحمدٌ بَشرٌ لَا کَالْبَشَرِ   کَالْیَاقُوتِ حَجرٌ لَاکَالْحَجَرِ

یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشر ہیں نہ دوسرے بشر کی طرح جیسا کہ یاقوت پتھر ہے نہ پتھر جیسا۔مماثلت کی دو قسمیں ہیں :

۱. المماثلة المطلقه   ۲. مطلقه المماثلة

۱. المماثلة المطلقه وہ مثلیت ہوتی ہے کہ ایک فرد کی دوسرے فرد کے ساتھ ہر وصف، ہر حیثیت میں مماثلت ہو۔

۲. مطلقة المماثلةوہ ہے کہ کسی ایک وصف میں مثلیت ہو۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مثلیت بشر کے ساتھ محض ایک ہی وصف میں ہے۔یعنی الہ اور خدا نہ ہونے میں (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا نہیں جیسا کہ بشر خدا نہیں)

حضور رحمتہ للعالمین ہیں، سید المرسلین، شفیع المذنبین، محبوب رب العالمین، صاحب المعراج ہونے کے علاوہ ایسی خصوصیات کے حامل ہیں جن سے دوسرے بشر محروم ہیں۔بتائیں ان کی مثلیت کہاں؟ جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک کو یہ لوگ اپنی مثل کہتے ہیں اگر قیامت کے دن ان لوگوں کو فرمادیں کہ تم میری امت تھے اور میرے مثل ہونے کا دعویٰ کرتے تھے آج اس مثلیت کو لے کر رب العالمین کی بارگاہ میں حاضر ہوجاؤ۔میرا تم سے کوئی واسطہ نہیں تو یہ منافق کیا جواب دیں۔مولانا احمد رضا خان صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے خوب کہا ہے۔

اور تم پہ میرے آقا[1] کی عنایت نہ سہی   نجدیو! کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا

۱؎ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

شان محبوب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اظہار

(اور آریہ سے مناظرہ)

آپ نے فرمایا ایک بار لاہور میں داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے دربار عالیہ والی مسجد میں ہم بیٹھے تھے ایک مشہور مناظر آریہ سامنے آکر بیٹھ گیا۔اس نے بہت بڑی دستار باندھی ہوئی تھی۔لوگوں نے بتایا یہ آریہ مذہب کا آدمی ہے۔بڑے بڑے علماء کرام کے ساتھ بحث کرتا ہے اور بہت ہی تنگ کرتا ہے۔کسی سے لاجواب نہیں ہوا۔

میری طرف متوجہ ہوکر بولا کہ مسجدوں پر یہ شعر کیوں لکھا جاتا ہے؟

چراغ و مسجد و محراب و منبر   ابوبکر و عمر و عثمان و حیدر (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

مجھے یہ تو یقین ہوگیا کہ اس شعر کا ترجمہ اور معنی تو یہ شخص جانتا ہے لیکن اس کا مقصد کوئی اعتراض کرنا ہے۔بہرصورت اسے بتایا کہ مختلف مسلک والوں نے اپنی اپنی مساجد بنائی ہوئی ہیں۔شیعہ، اہل حدیث وغیرہ کی مسجدوں سے امتیاز کیلئے اہل السنّت مسلمان اپنی مساجد پر لکھ دیتے ہیں تاکہ اس شعر کے دیکھتے ہی نووارد لوگوں کو معلوم ہوجائے یہ اہل السنّت اور خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے غلاموں کی تعمیر شدہ ہے۔دوبارہ کہنے لگا میرا دل تسلیم نہیں کرتا۔اسے کہا گیا کہ تیرا دل تسلیم کرے یا نہ کرے جواب تو دے چکا ہوں لیکن بار بار تکرار واصرار کرتے ہوئے کہنے لگا۔''محمد'' صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اظہار شان تو بجائے خود بلکہ اس شعر سے ان کی تنقیص شان ہے کیونکہ جو تعریف صحابہ کرام کی طرف منسوب ہے درحقیقت وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چاہئے تھی۔(آریہ کو بتایا گیا کہ) یہ شعر محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس میں لکھے ہوئے قصیدہ سے لیا گیا جس میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت وشان اظہار مفصل ہے۔مذکورہ شعر صحابہ کرام کی تعریف میں ذکر کیا گیا ہے۔مصنف نے تو مکمل طور پر علی حسب مراتب کتاب لکھی ہے اور صرف اس شعر کا مساجد پر لکھنے کا مقصد امتیازی

صورت کیلئے حسب ضرورت ہے تاکہ معلوم ہوجائے کہ منکرین صحابہ کی یہ مسجد نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تو انکار وہ نہیں کرتے ان کی مساجد بھی ہوتی ہیں۔ کہنے لگا میری تسلی نہیں ہوئی!

آپ نے فرمایا اس وقت میں نے دیکھا ایک نورانی شعاع داتا صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے روضہ انور سے نکلی اور سیدھی میرے قلب پر آئی۔ فوراً مسکت جواب میرے دل میں آیا۔ نہایت کشادہ قلبی اور وضاحت کے ساتھ اسے بتانا شروع کردیا کہ دیکھ قبائل عرب کی حالت محبوب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری سے پہلے کس قدر ابتر ہوچکی تھی۔ ظلمت وضلالت کی انتہاء تک نہ رہی تھی۔ ضد وہٹ دھرمی، کبر وبغض عداوت جیسی امراض میں پھنسے ہوئے تھے۔ معمولی باتوں پر بیسیوں سال ان کی آپس میں جنگیں رہتی تھیں۔ بلکہ قبائل کے قبائل نسل درنسل ایک دوسرے کے ختم کرنے کے درپے رہتے تھے۔ ہرقسم کی رذالت والے کمینہ پن لوگ تہذیب واخلاق سے دور اور تمدن سے بعد ترین قومیں اس خطہ میں آباد تھیں ان قبائل میں سے بعض کو محبوب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس نے چراغ جیسا روشن ورہنما بنادیا۔ کسی کو مسجد جیسی شان بخشی کسی کو محراب ومنبر کا مالک بنادیا۔ جو آنے والی نسلوں کے پیشوا ومقتدا ہوئے یہ شان اسی رسالت مآب محبوب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کی نہیں تو اور کس کی ہے۔ یہ سنتے ہی وہ آریہ مذہب والا اپنی پشت کے بل گرا۔ اس کی دستار بھی گرگئی۔ اپنے آپ کو سنبھال کر اٹھا اور کہنے لگا یہ جواب آج مجھے نصیب ہوا ہے۔ پہلے کسی نے نہیں دیا۔ نہ ہی کسی سے میں نے سنا واقعی اس شعر میں درحقیقت ''محمد'' صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم ہی کی تعریف ہے۔

۲۶ جمادی الاخری ۱۳۸۷ بعد از نماز عشاء آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد اقدس **ان تستغفر لھم سبعین مرۃ فلن یغفر اللہ لھم** جو کفار کی عدم مغفرت کیلئے وارد ہے۔ اس کا سبب محض محبوب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت کا انکار اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کی عداوت ہی ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے **ذالک بانھم آمنوا ثم کفروا فطبع علی قلوبھم فھم لایفقھون** اور نیز فرمایا **ذالک بانھم کفروا باللہ**

ورسولہ ان ارشادات عالیہ کے علاوہ سورۃ منافقون کی ابتدائی آیات سے وضاحتاً ظاہر ہے کہ محبوب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت کا انکار اور آپ سے عداوت رکھنا ان معاندین مشرکین منافقین اور کفار کی عدم مغفرت بلکہ ایمان سے محرومی کا سبب ہے۔ باقی رہا یہ سوال کہ کفروا بالرسول نہیں آیا بلکہ اللہ تعالیٰ کا ذکر پہلے ہے۔ اور عدم مغفرت کیلئے کفر باللہ بھی تو ایک سبب ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تو وہ لوگ پہلے ہی مانتے تھے نبی آخرالزمان کی رسالت کے انکار کی وجہ سے کفر کے مرتکب ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسم گرامی کو اپنے اسم اقدس کے سوا ذکر فرمانا پسند نہیں فرمایا۔ اس لئے اپنا نام بیان فرماکر ساتھ ہی محبوب مقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام وبیان فرمادیا۔ جیسے مومنوں کو حکم ہے۔

یاایھاالذین آمنوالاتقدموابین یدی اللہ ورسولہ۔

ترجمہ : اے ایمان والو! نہ آگے بڑھو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے۔

حالانکہ ذات باری تعالیٰ کے متعلق تو یہ خیال بھی محال ہے کہ اس آگے پیچھے دائیں بائیں چلنے کا تصور ہو۔ مقصود محض محبوب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آگے بڑھنے کی ممانعت تھا اور محبوب ذات کا اسم گرامی اپنے اسم مبارک سے علیحدہ اور اکیلا ذکر فرمانا پسند نہ کیا یہ شان رسالت وعظمت محبوبیت کا اظہار ہے۔

علاوہ ازیں منافق لوگوں کا یہ اعتراض جو اپنے بغض وحسد سے بھرے ہوئے باطن سے اگلتے ہیں کہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ستر بار بھی استغفار کرنے کا پاس و لحاظ تو عنداللہ نہ ہوا بلکہ اس کے باجود عدم مغفرت معاندین کی وعید ہے۔ جواباً کہتا ہوں اول تو کوئی ثابت نہیں کرسکتا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کے بعد ایک مرتبہ بھی محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کیلئے مغفرت طلب فرمائی۔ ہو بلکہ یہ تو منافقین کفار کی انتہائی سرکشی اور عناد نیز ان کے ایمان نہ لانے کی طرف اشارہ ہے اور وضاحت سے فرمایا گیا ہے کہ یہ باطل پرست لوگ حق سے اس قدر بعید ترین ہوچکے ہیں کہ نہ انہوں نے حق پر آنا ہے نہ ہی بخشش کے قابل ہیں جیسا کہ آیت کریمہ سے ظاہر ہے: **اذاقیل لھم تعالوا یستغفرلکم رسول**

الله لووارئوسهم ورايتهم يصدون وهم مستكبرون۔

علاوہ ازیں رحمتہ للعالمین کی ذات اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر مجھے ان کی بخشش کی امید ہوتی تو میں ان کیلئے اکہتر مرتبہ یعنی ستر سے زائد بار ہی مغفرت طلب کرتا۔

مطلب واضح ہے کہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں کو نہیں بخشا جبکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہونے اور مغفرت کی شفاعت کے بجائے وہ تکبر وغرور میں ڈوبے ہوئے ہیں نہ صرف خود بلکہ دوسروں کو بھی آنے روکتے ہیں تو دربار نبوی سے کترانا ان کی عدم مغفرت کا سبب ہے۔ درۃ الواعظین ص ۲۶۴ میں ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ

عن ابی امامة الباهلی رضی الله عنه قال سمت رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم يقول ان الله تعالیٰ وعدنی اذامت انی يسمعنی صلوٰة من صلی علی وانا فی المدنية وامتی فی مشارق الارض ومغاربها وقال ياباامامة ان الله تعالیٰ يجعل الدنيا كلها فی قبری وجميع ماخلق الله اسمعه وانظراليه كل من صلی علی صلوٰة واحدة صلی الله عليه عشرا ومن صلی علی عشرا صلی الله عليه مائة (درة الناصحين)

ترجمہ : حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ وعدہ فرمایا ہے کہ جو شخص مجھ پر صلوٰۃ پڑھے گا وہ مجھے سنائے گا اور میں مدینہ منورہ میں ہوں گا اور میری امت زمین کے مشارق ومغارب میں ہوگی اور فرمایا اے ابوامامہ بے شک اللہ تعالیٰ تمام دنیا کو میری قبر میں کردے گا۔ تمام جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا میں اسے سنوں گا اور دیکھوں گا۔ پس جس نے مجھ پر ایک بار درود شریف پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں فرمائے گا۔ جس نے دس مرتبہ مجھے پر درود شریف پڑھا اللہ سو بار اس پر کرم فرماتا ہے۔ (درۃ الناصحین) سے درۃ الواغطین میں منقول ہے۔

التزام کفر اور لزوم کفر

۱۔ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حاضر وناظر کا منکر

۲۔ ساب شیخین رضی اللہ عنہما مرتد ہیں۔

شرح عقائد کی عبارت (مَنِ اسْتَحَلَّ حَرَامًاقَدْ عُلِمَ فی دِيْنِ النبی صلی الله عليه و آله وسلم كَنِكَاح ذَوِی الْاَرْحَامِ كَالْبِنْتِ وَالاُمِّ وَ الْاُخْتِ اَوْشَرِبَ الخَمْرَ اَوْ اَكَلَ ميتة اَودَم اوخنزير من غيرضرورةٍ فَكَافِرٌ)

اس کا مطلب راقم الحروف نے جناب شیخ الاسلام رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا ایک ہوتا ہے التزام کفر اور دوسرا لزوم کفر۔ اس عبارت سے التزام کفر مراد ہے نہ کہ لزوم کفر۔ لہٰذا محصنہ منکوحہ عورت دیدہ دانستہ دوسری جگہ نکاح کرلے تو تعزیراً کافرہ ہوگی اور یہ لزوم کفر ہے۔ گناہ کبیرہ کی مرتکبہ ہوگی۔ اس دوسرے نکاح سے پہلا نکاح نہیں ٹوٹے گا۔ البتہ اگر یہ عقیدہ رکھے کہ پہلے نکاح کے باوجود دوسرا نکاح جائز ہوتا ہے تو التزام کفر ہوگا۔ نیز پہلی صورت خواہشات نفسانی کے ماتحت اختیار کرتی ہے نہ کہ دوسری۔ اسی طرح سیدنا وسندنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گستاخ اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حاضر وناظر ہونے کا منکر دونوں شخص عقیدہ کے لحاظ سے اس کے مرتکب ہوتے ہیں اور یہ التزام کفر ہے جس سے نکاح نہیں رہتا۔ لہٰذا جس فعل کا تعلق عقیدہ سے ہو اور اہل السنت کے خلاف ہو تو مرتد قطعی ہے۔ العیاذ باللہ اس کا قتل واجب ہے۔ اور اگر خواہشات نفسانی کے درپے ہوکر غیر شرح عمل کرے گا تو لزوم کفر ہوگا اسے توبہ لازم ہے۔

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت کی اعلیٰ مثال

محبوب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدح وثنا ایک انگریز عورت نے بھی کی ہے۔ اس نے باقاعدہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں ایک کتاب لکھی ہے۔ وہ عورت مدرانڈیا (India Mother) کے نام سے مشہور ہے۔اس کتاب لکھنے والی نے ایک مثال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس کے متعلق لکھی ہے۔مثلاً ایک شخص قوم کے سامنے ایک صندوقچی پیش کرے جو مقفل ہو اور اس کی چابی بھی انہیں نہ دے اور کہے یہ معلوم نہیں اس میں کیا ہے۔نہ ہی تم نے اسے کھولنا ہے صرف تمہارے پاس یہ امانت ہے اور اسے محفوظ رکھنا دوسرا شخص آکر بتاتا ہے اس صندوقچی میں پھول ہے لیکن کھولنا اور باہر نکالنا نہیں ہے، تیسرا آکر یہ کہہ دیتا ہے اس میں گلاب کو پھول ہے، چوتھا شخص آتے ہی اس پھول کی کیفیت اس کی تروتازگی خوشبو اور راحت دینے الی نزہت دل کی خوش کرنے اور فرحت میں دلانے والی اس کی تاثیر اور اس کی طرح طرح کے مفاد و منافع وغیرہ سے آگاہ کرتا ہے اور منافع حاصل کرنے کی اجازت دے کر چابی بھی عنایت فرمادیتا ہے۔جس سے وہ صندوقچی کھول کر پھول سے فوائد حاصل کئے جائیں تو بتاؤ اب کوئی چیز باقی رہ گئی جس کے بتانے کیلئے کوئی پانچواں یا چھٹا وغیرہ شخص آئے۔ جب ضرورت ہی نہیں تو کسی کی آمد یا انتظار کا سوال ہی ختم۔اسی طرح محبوب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات جو مکارم اخلاق کے معدن ایمان کے تمام شعبوں کی کان، روحانی ایمانی دینوی یا اخروی منافع وفیوضات کا منبع اتم ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں اور آپ کو تعلیم وتبلیغ کے بعد کسی دوسرے نبی کی ضرورت نہیں ہے۔سبحان اللہ ایک انگریز عورت کو نعمت ایمان نصیب ہوجانے پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح نوازا اور سرفراز فرمایا کہ آپ کی ختم نبوت اور خاتم النبیین ہونے کی نہ صرف دلیل پیش کی بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام سے ارفع واعلیٰ افضل ہونا بھی ثابت کردیا۔

قبل از بعثت لوگوں کے عقائد و اعمال

۶ ذیقعدہ ۱۳۹۳ھ بروز شنبہ بعد از ختم خواجگان راقم الحروف نے حضور غریب نواز قدس سرہ سے دریافت کیا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان نبوت سے پہلے لوگ کس دین پر تھے اور ان کی نجات یا غیر نجات کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا تین قسم کے لوگ تھے۔

۱۔ بعض تو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے دین پر تھے اور ملت ابراھیمیہ کے ماتحت زندگی گزارتے تھے وہی اعتقاد رکھتے تھے۔ان ہی کے دین پر عمل پیرا تھے جیسے کہ خلفاء ثلاثہ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور سیدنا حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بھی یہ تمام حضرات موحد تھے۔انہوں نے بتوں کی پرستش کبھی نہیں کی تھی ان کے علاوہ اور لوگ بھی تھے جو بعد میں صحابہ کرام میں شامل ہوگئے۔

۲۔ بعض لوگ دہریہ قسم کے تھے جن کے متعلق قرآن مجید میں ہے۔

قالوا وماھی الاحیاتنا الدنیا نموت ونحی ومایھلکنا الا الدھر

(کہتے تھے کہ آخرت وغیرہ نہیں۔صرف یہی دنیا ہی کی زندگی ہے۔ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں ہمیں زمانہ ہی ہلاک کرتا ہے)۔

اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس کے منکر اور آخرت کے احوال کے منکر کسی نبی کے تابع نہ تھے۔محض خود بخود زمانے کا پیدا ہونا اور زمانہ والوں کا رہنا سہنا اور مرنا ختم ہونا وغیرہ کا اعتقاد رکھتے تھے۔

۳۔ باقی لوگ مشرک تھے جو بتوں کو پوجتے۔یہودی ونصاری میں سے یہ لوگ مشرک بن چکے تھے۔بعض یہود تو اپنے مذہب کے علماء تھے۔جنہیں "حبر"[۱] کہتے ہیں۔

[۱] حبر کی جمع احبار ہے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی علامت تورات میں پڑھ چکے تھے۔کئی یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تبلیغ کی وجہ سے مدینہ منورہ میں آکر اسی غرض سے مقیم ہوئے کہ نبی آخرالزماں علیہ الصلوٰۃ والسلام مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر یہاں تشریف لائیں گے۔ہم اور ہمارے اولادیں ان پر ایمان لائیں گے۔جیسے قبیلہ مضر وغیرہ مدینہ منورہ میں پہلے آباد ہو چکے تھے۔مدینہ منورہ کا نام زمانہ جاہلیت میں یثرب تھا۔حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ کا ایک جن دوست بن گیا تھا۔وہ ان کو دور دور سے خبریں لا کر بتایا کرتا۔

چنانچہ ایک مرتبہ ان کے مکان پر آکر بیٹھا اور کہا عجبت برجل یقول بکلام فصیح لاالہ الااللہ تین دن متواتر آخر یہ کلمات کہتا رہا اور مدینہ شریف کی طرف اشارہ کرتا تھا تو حضرت سواد ابن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس میں ایک بہت بڑا قصیدہ لکھ کر مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے اور پیش کیا جس کے مندرجہ ذیل دوشعر ہیں۔

واشھد ان لا رب غیرہ وانک مامون علی کل غائب
فکن لی شفیعا یوم لا ذو شفاعۃ سواک بمغن عن سواد بن قارب

(الاصابۃ فی معرفۃ احوال الصحابۃ)

اطاعت واتباع رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پابندی کی وصیت

۱۲محرم الحرام ۱۳۸۶ھ بعد از نماز عشاء راقم الحروف کو بنگلہ شریف میں حاضر نصیب ہوئی۔اس وقت حضرت شیخ الاسلام والمسلمین رحمتہ اللہ علیہ کے پاس ہم پانچ چھ آدمی تھے۔آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرق باطلہ (مرزائی،وہابی اور اہل تشیع) کے متعلق گفتگو کے دوران فرمایا کہ جس طرح میں نے مذہب شیعہ اور عیسائی مذہب کی کتابیں لکھی ہیں اسی طرح اب دو اور کتابیں لکھنے کا ارادہ ہے۔ایک رواۃ شیعہ اور دوسری عیسائیوں کے متعلق تاکہ ان ہر دو باطل مذاہب کی حقیقت کھل کر عوام کے سامنے آجائے کہ ان کے بانی لوگ کتنے فساد پرست اور مردہ دل تھے۔آپ نے سنت مطہرہ پر عمل کرنے کی تاکید فرمائی کہ مسلمان سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی پوری طرح اتباع کریں تو غیر مسلم اقوام ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔آپ نے سامعین کو وصیت فرمائی کہ تم میں سے جو شخص بھی میرے وصال کے وقت موجود ہو اس کو دو کام کرنا ہوں گے۔اول یہ کہ میری قبر میں میرے چہرے کے ساتھ ہی مسواک رکھنا جس سے بارہ گاہ ایزدی میں عرض کروں گا۔خدایا تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل کرتا رہا ہوں۔دوسری بات یہ ہے کہ میری قبر پر اذان کہنا۔فرمایا قبر پر اذان دینے کے متعلق ایک منکر کے ساتھ میری گفتگو ہوئی تھی۔جسے جواباً میں نے کہا کہ وحشت ناک مقامات میں سے قبر سب سے زیادہ وحشت ناک ہے۔جہاں کوئی تسکین دینے والے اور ہمنوا و مددگار نہ ہوگا۔نیز دنیا والی کشادگی یعنی ہوا اور فضا وغیرہ سے بھی محرومی ہوگی اور نکیرین کے سوال کے وقت شیطان کا حربہ بھی سامنے ہوگا۔تو اس وقت شیطان کے حربہ سے محفوظ رکھنے والا عمل صرف اذان ہی ہے کیونکہ حدیث پاک ہے کہ شیطان جب اذان سنتا ہے تو اتنا بھاگتا ہے کہ اس کی ریح خارج ہو رہی ہوتی ہے اور نکیرین کے سوالات کے مکمل جوابات اذان کے کلمات طیبات میں موجود ہیں جن کو سنتے ہی جواب ذہن نشین ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر جو تسکین کا باعث ہے وہ بھی اذان میں ہے تو اہل قبر

کو اس سے زیادہ کونسی فرحت وخوشی ہوگی جبکہ مشکل مقام پر نہایت ہی اندوہناک حالات میں ہو اور اس کا سخت ترین مرحلہ آن کی آن میں حل ہو جائے۔ اذان علی القبر کے منکرین پر سخت افسوس ہے کہ ان کی عقل کھوگئی ہے۔ کہتے ہیں جب قبر پر مؤذن آذان دیتا ہے تو قبر والے کو عذاب ہوتا ہے۔ (العیاذ باللہ) اس سے بڑھ کر بے عقلی اور جہالت کیا ہوگی جو منکرین کے دماغ کا سرمایہ ہے۔ حالانکہ صحیح احادیث میں وارد ہے کہ آفات وبلیات ومصائب کا دفعیہ آذان ہے اور یہ لوگ اس سے نفرت دلا کر درحقیقت مسلمانوں کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں۔

واسطہ رسالت کے بغیر ذات باری تعالیٰ تک رسائی نہیں ہوسکتی

فرمایا حضرت علامہ جامی رحمتہ اللہ علیہ کو جب بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضری نصیب ہوئی تو عرض کیا حکماء کے متعلق کیا حکم ہے؟ ان کی رسائی بارگاہ ایزدی میں کیسی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ لوگ میرے سوا ذات باری تعالیٰ تک پہنچنا چاہتے تھے لیکن میں نے ان کو دھکیل دیا ہے۔ افلاطون جالینوس وغیرہ کے متعلق پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسا ہی فرماتے رہے اور جب بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ پہنچ چکے ہیں۔ اندازہ لگایئے! کتنا مقام ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کہ کسی کو بھی بغیر آپ کی ذات اقدس کے واسطہ وسیلہ کے رسائی نہیں ہوسکتی۔

فرمودہ اقبال مرحوم

عجم ہنوز نداند رموز دیں ورنہ — زدیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است
سرور برسرمنبر کہ ملت از وطن است — چہ بے خبر ز مقام محمد عربی است
بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست — چوں باو نرسیدی تمام بولہبی است

محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی تعظیم اور تعظیم مزارات سنت ملائکہ وسنت صحابہ ہے

۳ ذیقعدہ بروز دوشنبہ بعداز نماز ظہر ۱۳۹۴ھ آپ نے فرمایا کچھ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ حدیث پاک سے ثابت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس فرشتے درود پاک پہنچاتے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود سماع نہیں فرماتے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود سنتے تو پھر فرشتوں کے پہنچانے کی کیا ضرورت تھی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث پاک ہی سے ثابت ہے کہ انسانوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کی بارہ گاہ میں صبح شام فرشتے لے جاتے ہیں اور ذات باری تعالیٰ تو سمیع بصیر ہے۔ اس ذات اقدس کو فرشتوں کے واسطے کی کیا ضرورت ہے؟ خود سنتا ہے، دیکھتا ہے۔ اس کے باوجود فرشتوں کا حاضر ہو کر عرض کرتا کہ خدایا فلاں بن فلاں نے آج یہ اعمال کئے اس کی بھی ضرورت نہیں ہونا چاہئے۔

علاوہ ازیں مجالس ذکر میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں، پھر بارگاہ رب العزت میں پیش ہو کر ذکر کرنے والوں کے حالات اور ان کی عبادات پیش کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ تمام کی عبادات وذکر وغیرہ دیکھتا سنتا جانتا ہے۔ فرشتوں کے مقرر فرمانے کی کیا ضرورت ہے؟

ازاں بعد فرمایا کہ دراصل یہ تمام فرشتوں کی عبادات ہیں۔ جو مختلف طور پر ان کے ذمہ ہیں۔ اعمال نامے لکھنے والوں کے عبادت اعمال ناموں کا لکھنا مجالس ذکر میں حاضر ہو کر بارگاہ رب العزت میں پیش ہونا انسانوں کی عبادات وحالات کا پہنچانا ان کی عبادات ہے۔ اسی طرح بارگاہ رسالت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں درود پاک پہنچانا ان کی عبادت ہے جو مشاغل فرشتوں کے ذمہ ہیں ان کو بجالانا ان کی عبادات ہیں۔ محبوب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں فرشتوں کا حاضر ہوتے رہنا شان محبوبیت کا اظہار ہے۔ فرمایا بعض لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسم گرامی لکھ کر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لکھنے کے بجائے خالی صلعم (م) لکھ دیکھتے ہیں یہ سراسر جہالت اور ثواب سے محرومی ہے۔

اسی طرح رب تبارک وتعالیٰ کا اسم ذات لکھ کر اس پر (جل یاج) لکھ دیتے ہیں۔ یہ بھی ناجائز ہے۔ بلکہ مکمل طور پر جل جلالہ لکھنا چاہئے۔ یہ باعث برکت وذریعہ ثواب ونجات ہے۔

فرمایا میں پہلے ڈھول بجانا درست نہیں کہتا تھا۔ مولوی صاحب حافظ سدید الدین موجودہ سجادہ نشین مرولیانوالے کی شادی پر ہم گئے۔ وہاں خواب میں دیکھا کہ محبوب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے امتیوں کے لے کر بہشت میں تشریف لے جارہے ہیں اور ساتھ ہی ڈھول بج رہا ہے۔ جب میں بیدار ہوا تو اسی مولوی صاحب کی شادی کا ڈھول بجوایا۔ اس دن سے اس کے جواز کا قائل ہوں بلکہ عدم جواز کا قول کرنا صحیح نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس

۱۵ جمادی الاخر ۱۳۹۱ھ بروز یک شنبہ بنگلہ شریف میں حضور غریب نواز کی خدمت اقدس میں بندہ حاضر ہوا۔ اچانک ایک ٹھنڈی ہوا کا جھونکا آیا، جس سے گرمی کی گھبراہٹ دور ہوئی۔ آپ نے فرمایا سبحان اللہ صرف ایک ہی جھونکے سے کتنے دل خوش ہوئے ہیں۔ اگر ڈاکٹر اور اطباء طرح طرح کی مفرح اشیاء استعمال کریں اور قیمتی جواہرات والی ادویہ دیویں تب بھی اتنی فرحت نہیں ہوتی۔ پھر نہ صرف ایک آدمی بلکہ سینکڑوں کو خوشی حاصل ہوئی اور کیوں نہ ہو وہ تو بلند ہمتوں والا ہے۔ سبحان اللہ

له همم لا منتهى لكبارها وهمته الصغرى اجل من الدهر

اس کی کئی ہمتیں ہیں جن میں بڑی ہمتوں کی کوئی انتہا نہیں اور اس کی چھوٹی سی ہمت بھی زمانہ سے بڑھ کر ہے۔

جب بندہ نے مذکورہ شعر سمجھنے کیلئے دہرایا تو آپ نے فرمایا یہ شعر کسی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں لکھا ہے۔ والحمدللہ رب العالمین اور سب تعریفیں اسی ذات کی ہیں۔ (سبحان اللہ) جب ذات اقدس رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ارفع ہمت کا اتنا شان ہے تو ذات باری تعالیٰ خالق کائنات عزوجل کی ہمت اور رفعت کا اندازہ کون کرسکتا ہے؟۔

تیسرا باب: کلام اللہ عزوجل کا بیان

قرآن مجید کی برکت اور عذاب قبر سے نجات

حضرت شیخ الاسلام والمسلمین دامت فیوضہم العالیہ نے فرمایا قرآن مجید کی دوسورتیں جو شخص بعداز نماز پڑھا کرے قبر میں اسے عذاب الٰہی سے نجات دلاتی ہیں۔ اگر وہ عذاب کا مستحق بھی ہو تو یہ دنوں سورتیں اس آدمی پر اس طرح ڈھال بن جاتی ہیں جیسے مرغی اپنے چوزوں کو پروں میں ڈھانپتی ہے۔ (۱) سورۃ الملک (۲) سورۃ الم سجدۃ جس کی شروع آیت الم تنزیل الکتاب من اللہ ،لاریب فیہ ہے۔ یہ دونوں سورتیں بارگاہ رب العزت میں عرض کرتی ہیں کہ اس شخص سے عذاب اٹھالے یا ہمیں قرآن مجید سے نکال چنانچہ وہ شخص بخشا جاتا ہے۔

تدوین قرآن مجید (قرآن مجید کا جمع کرنا)

۲۹ ذیقعدہ ۱۳۸۶ھ بروز اتوار بعداز نماز ظہر ختم خواجگان پڑھا کر حضرت شیخ الاسلام والمسلمین دامت فیوضھم العالیہ مسجد میں تشریف فرماتھے کہ موضع بجار سے آپ کا ایک غلام حاضر خدمت ہوا۔ حضرت شیخ الاسلام رحمتہ اللہ علیہ کو اپنے گاؤں میں لے جانے کی خواہش ظاہر کی۔ گفتگو سے معلوم ہوا کہ آپ حضرت شیخ الاسلام والمسلمین رحمتہ اللہ علیہ نے پہلے سے وعدہ فرمایا ہوا تھا۔ بہرحال اس کے دعوت نامہ کی گزارش سن کر آپ نے اورقسم کا سلسلہ کلام شروع فرمایا۔ اس کی طرف زیادہ توجہ نہ فرمائی۔ کچھ دیر بعد اس کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا میں فقیر تو نہیں ہوں لیکن مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تیرے دل میں خیال آیا ہے کہ تو ابھی روانہ ہوجائے تاکہ جلدی پہنچ جائے۔ اگر اس وقت نہ چلا تو دیر ہوجائے گی۔ اس نے فوراً ہی عرض کیا غریب نواز واقعی میرے دل میں یہی خیال آیا ہے۔ یہ جواب سن کر پہلے سلسلہ کلام کو پھر شروع کردیا۔ یہ کلام قرآن مجید کی شان اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم

اجمعین کا قرآن مجید کو جمع کرنے اور تدوین کے بارے میں تھا۔فرمایا قرآن مجید میں بعض الفاظ کی تفسیر درکار ہوتی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کی تفسیر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استفسار فرمایا کرتے تھے اور اسے رقم کر دیتے۔مثلاً الحاقة کالفظ اور صلوٰة وسطیٰ وغیرہ لہٰذا۔''والصلوٰة الوسطی جہاں قرآن مجید میں ہے اسی کے ساتھ ہی تفسیر لکھ دی۔ ای صلوة العصر تو جب قرآن مجید جمع کیا گیا تو تفسیر والے الفاظ علیحدہ کردیئے گئے۔قرآن مجید کا جمع کرنا حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (خلیفہ اول) کے زمانہ اقدس ہی میں شروع ہوگیا تھا۔معانی وتفاسیر والے الفاظ جو ماسویٰ القرآن تھے ان کے متعلق روایات موجود ہیں۔واحرق ماسوی القرآن (قرآن مجید کے علاوہ باقی الفاظ کو جلا دیا یا پھاڑ دیا) ان الفاظ سے اہل تشیع عوام الناس کو دھوکا دیتے رہے اور ماسوی القرآن کی بجائے صرف القرآن ہی کہہ کر لوگوں کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے نفرت دلاتے ہوئے کہتے: دیکھو،انہوں نے قرآن مجید کو جلا دیا یا پھاڑ دیا حالانکہ وہ نفوس قدسیہ جنہوں نے محبوب کبریا علیہ التحیتہ والثناء سے فیض حاصل کیا۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں رات دن سفر وحضر میں رہے۔ان کے متعلق ایسا گمان بھی ایمان کے خلاف ہے۔انہیں تو قرآن مجید سے اتنا عشق تھا کہ ایک مرتبہ امیر المومنین سیدنا وسندنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مصر کے گورنر کو لکھا کہ قرآن مجید پڑھانے کا انتظام قائم رکھو اور اس طرح مسلمانوں کو نہایت ہی ترغیب دلاؤ۔بچوں کا مل کر کلام الٰہی پڑھنا مجھے بہت پسند ہے کیونکہ جب وہاں بچے اکٹھے بیٹھ کر ایک جگہ قرآن مجید پڑھتے ہیں اور ان کی آواز نکلتی ہے تو مدینہ طیبہ میں ان کی آواز شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی مانند سنائی دیتی ہے اور نہایت دل کو بھاتی ہے۔امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ نے درس قرآن مجید کی مزید تاکید فرمائی۔حضور علیہ الصلوٰة والسلام نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے ''گوش'' مبارک فرمایا (عمر میرے گوش ہیں) یہ خصوصیت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بخشی تھی کہ دور دراز سے آواز کو سن لیتے اور کلام سمجھ لیتے تھے۔

فصاحت وبلاغت قرآن مجید

حضرت شیخ الاسلام والمسلمین دامت فیوضہم العالیہ نے فرمایا قرآن مجید اس زمانہ میں نازل ہوا جب عرب میں فصاحت وبلاغت کا چرچا تھا۔بڑے بڑے شاعر فصیحانہ قصائد لکھ کر مقابلہ میں لایا کرتے تھے اور بیت اللہ شریف پر چسپاں کردیتے تھے۔پھر ان کے بڑے بڑے جج وحاکم ہوتے جو اعلیٰ اور ادنیٰ کی تمیز کرتے۔سب سے فوقیت والے کو ترجیح دے کر باقی اتروا دیتے۔پھر اس کے مقابلہ میں اور قصائد بنا کر لاتے جو فصاحت اور بلاغت میں عمدہ ہوتے۔فرمایا فصاحت کا معنی ہے ایسا کلام بولنا جو نہایت سہل اور آسان طور پر ادا ہو سکے۔جس سے سامعین کو سمجھنے میں دقت پیدا نہ ہو۔نہ غریب اور انوکھے الفاظ ہوں بلکہ دماغ اس طرح مائل اور رغبت کر کے حاصل کرے۔جیسے مستشزرات کا لفظ عربی کلام میں زبان پر بھی ثقیل ہے اور فہم میں بھی فوراً نہیں آسکتا۔یہ غیر فصیح ہے اور بلاغت کا مطلب ہے کہ ایسا کلام ہو جو مفہوم ومقصود کی گہرائی تک پہنچ جائے۔دوبارہ تشریح وتفصیل یا کسی دوسرے کلمات کی ضرورت درکار نہ ہو۔فرمایا عربوں نے سات قصائد جو ثالثوں نے سب سے اعلیٰ تصور کئے بیت اللہ شریف پر لٹکائے ہوئے تھے۔جو مقابلہ میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر تھے۔ان کے مجموعہ کو سبع معلقات کہتے ہیں۔جو آج کل درس نظامیہ میں پڑھائے جاتے ہیں۔جب قرآن مجید نازل ہوا تو سب نے اتفاق کر کے وہ اتروا لئے اور کہا اس کلام کی فصاحت وبلاغت کے مقابلے میں اب کوئی کلام ناممکن ہے۔

فرمایا: ایک مرتبہ مولانا اجمیری رحمتہ اللہ علیہ نے ہمیں عربی ترجمہ کرنے کیلئے آیت کریمہ لکھوائی۔وجنا الجنتین دان کہ اس کا عربی ترجمہ کرو۔جب ہم تینوں ساتھی (منتخب الحق صاحب،عبدالغفور صاحب اور میں) مولانا سے علیحدہ ہوئے تو فرمایا ادھر آؤ۔تم کیا بناؤ گے۔یہی بناؤ ثمرة البستانین قربت یاقربت ثمرةالبستانین آیت کریمہ کو ویسے ہی رہنے دو۔اس سے زیادہ بہتر عبارت ناممکن ہے۔اپنی فصیحانہ طرز میں یہ یکتا ہے۔ اس کی مثل ومشابہ محال ہے۔

فرمایا: ملاحسن بہت علامہ ہوا ہے۔فلسفہ منطق اور دیگر فنون میں فاضل تھا۔لیکن قرآن مجید نہیں پڑھا ہوا تھا۔دوسرے عربی علوم ہی پڑھتا رہا اور فنون کی انتہاء کو پہنچ چکا تھا لیکن اس طرف خیال تک نہ کیا۔ایک دن اسے قرآن مجید کا ایک ورق ہاتھ لگا۔اسے پڑھ کر بڑا متعجب ہوا اور کہا کہ ایسا عمدہ فصیح وبلیغ کلام کس کا ہے۔وہ ورق لے کر فوراً اپنے استاد نظام الدین صاحب کی خدمت میں پہنچا اور کہا میں ایسا کلام لایا ہوں کہ آپ بھی یقیناً اس جیسا نہیں بنا سکتے۔جب ورق ان کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے فرمایا۔ارے یہ تو کلام الٰہی ہے۔تجھے یہ بھی معلوم نہیں۔بے شک اس کی مثل لانے کی کسی کو طاقت ہی نہیں۔وہ کہنے لگا اچھا یہ کلام اللہ تعالیٰ ہے۔واقعی یہ کلام اللہ تعالیٰ ہی کا ہوسکتا ہے۔میرا ایمان ہے کہ غیر خدا کا یہ کلام نہیں۔ملاحسن ابتداء میں جب کتابیں پڑھاتا تھا تو طلباء کو عبارت پڑھنے کی اجازت نہیں ہوتی تھی۔کہتا کہ عبارت پڑھ کر یہ لوگ میرا دماغ خراب کرتے ہیں۔طلباء جب سبق پڑھنے کیلئے بیٹھتے تو مقام درس پوچھ کر تقریر کردیتا تھا۔پہلے پہل تو تعلیم کی نشست مسجد میں ہوتی تھی۔حقہ پیتا تھا لیکن اتنی مہربانی کرتا کہ حقہ مسجد سے باہر رکھا ہوا تھا اور اسی کی لمبی نلکی ہوتی۔جس سے حقہ نوشی کرتا لیکن بعد میں اس کی طبیعت علوم دینی اور اسلامیات کی طرف راغب ہوگئی اور آخر عمر میں احادیث وتفاسیر پڑھاتا تھا اور تکبر وفخر ختم ہوگیا۔مونچھیں کٹوادیں۔داڑھی بھی سنت کے مطابق رکھوالی تھی۔مزاج پر تقویٰ کا غلبہ تھا۔

آیات متشابہات کے متعلق ارشادات

۴صفر المظفر ۱۳۹۷ھ بروز دوشنبہ بعد از نماز ظہر جناب شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ سے صاحبزادہ حاجی رب نواز صاحب نے استفسار فرمایا کہ فرمان باری تعالیٰ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَيَهْدِىْ بِهٖ كَثِيْرًا وَمَايُضِلُّ بِهٖ اِلَّاالْفَاسِقِيْنَ کا کیا مطلب ہے۔آپ نے جواباً فرمایا کہ بعض آیات متشابہات ہیں جن کے معنی محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تو جتلا دیئے گئے ہیں۔لیکن دوسروں سے پوشیدہ رکھے گئے اور جو لوگ اپنے عقل سے ان متشابہات کے مفہوم

کے درپے ہوئے ہیں وہ اصل مطلب کے خلاف کہہ دیتے ہیں۔لہٰذا وہ اس کلام (کلام الٰہی) کے ذریعہ گمراہ ہوئے جیسا کہ فرمان الٰہی ہے یضل بہ کثیرا اور یہ فرمان ان گمراہ لوگوں کے متعلق ہے۔

اور مومن لوگ کہتے ہیں اس (متشابہات) کی تاویل تو رب تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ہمارا اس پر ایمان ہے۔وَالرَّاسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ آمَنَّابِهٖ ان لوگوں کے متعلق وَيَهْدِىْ بِهٖ كَثِيْرًا فرمایا کیونکہ کلام الٰہی کے ذریعہ ہی ان کو ہدایت ہوئی۔فرمایا حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے استفسار کیا گیا کہ فرمان باری تعالیٰ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى کا کیا مطلب ہے؟

تو تھوڑی دیر سر جھکا کر سوچنے کے بعد فرمایا معلوم المعنی مجهول الكيفيت (اس کا معنی معلوم ہے اور کیفیت نامعلوم ہے)۔یعنی عرش پر استویٰ کس طرح فرمایا یہ عقل سے بالا ہے۔فرمایا اسی طرح فرمان الٰہی وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى میں لفظ ضال کا معنی بے دین لوگ تو کچھ اور لیتے ہیں جو شان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ہے۔حالانکہ لغت میں ضال اس درخت کو بھی کہتے ہیں جو صرف اکیلا ہی ایک میدان میں پایا جائے۔اس کے سوا کسی درخت کا سایہ نہ ہو۔یہ سنتے ہی حضرت خواجہ فخر الدین صاحب نے شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ سے فوراً ہی استفسار فرمایا اگر درخت والے معنی لئے جائیں مناسب تو ہیں لیکن آخر میں لفظ (فهدى) کا مطلب کیا بنے گا؟ تو آپ نے فی البدیہ فرمایا (فَهَدَى النَّاسَ اِلَيْكَ) یعنی لوگوں کو آپ کی طرف راہ دکھایا۔کیونکہ بعض لفظ مقدر اور محذوف ہوتے ہیں۔لہٰذا متشابہات ہیں۔مثلاً يَدُاللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا اور حدیث قدسی كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِىْ يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّتِىْ يَبْصُرُ بِهَا بھی ان ہی متشابہات سے ہیں۔

درحقیقت مومن کیلئے نور ایمان ایسا آئینہ ہے جس کے ذریعہ اسے متشابہات معلوم ہوجاتے ہیں اور اپنی عقل وسمجھ یا ظاہری معنی مراد لینے سے خاموش ہوجاتا ہے۔جہاں شان باری تعالیٰ اور عظمت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں فرق آنے کا اندیشہ ہو یا کوئی

اس قسم کا شبہ گزرے جس سے ایمان متزلزل ہونے کا خدشہ ہو وہاں ظاہری مفہوم ہرگز ہرگز نہ ہوگا۔ جو لوگ یھدی به کثیرا کے زمرہ میں ہوتے ہیں وہاں ظاہری معنی کرنے سے توقف کرتے ہیں۔

فرمایا مومن کا نور ایمان کے ذریعہ اصلیت پا جانا بھی فرمان الٰہی سے ثابت ہے۔ جیسا کہ واقعہ افک کے متعلق مؤمنین کو ارشاد فرمایا گیا۔ ورنہ صحابہ کرام کو یہ فرمان بھی نہ ہوتا۔ لَوْلَا اِذْسَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَایَكُوْنُ لَنَااَنْ نَتَكَلَّمَ بِهٰذَاسُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِیْمٌ تم نے فوراً سنتے ہی کیوں نہ کہہ دیا کہ ہم اس میں کلام نہیں کرتے اے اللہ تو پاک ذات ہے۔ یہ تو عظیم بہتان ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ نور ایمان کے ذریعہ مومن مقصد پا جاتا ہے۔ تاویلات کے درپے نہیں ہوتا۔ اسی لئے (یَهْدِیْ بِهٖ كَثِیْرًا) کے مورد مومن لوگوں کے متعلق ارشاد ہوا۔ (یَقُوْلُوْنَ آمنا به) اور واقعہ افک کے متعلق صحابہ کرام کا خاموش رہنا بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاملے میں از روئے ادب اور حیاء اور حکمت کے طور پر تھا۔ مومن کا نور ایمان سے پوشیدہ معاملہ کو پا لینے میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد اقدس بھی ہے۔

اِتَّقُوْافِرَاسَةَ الْمُؤْمِنْ فَاِنَّهٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِاللّٰهِ یعنی مومن کی فراست سے بچو یقیناً وہ اللہ تعالیٰ کے نور کے ذریعہ دیکھتا ہے۔ (نور ایمان کے ذریعہ بعض علوم حاصل کر لیتا ہے)۔

۱۶ رمضان المبارک ۱۳۹۵ھ نماز تراویح کے بعد اور وتروں کے جماعت سے پہلے جناب شیخ الاسلام رحمتہ اللہ علیہ نے آیت کریمہ (اِنَّاعَرَضْنَاالْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ) کا مطلب بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے امانت کو آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں پر پیش کیا تا کہ اسے برداشت کریں لیکن انہوں نے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اسے اٹھا لیا۔ (اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا) بے شک انسان اپنے پر ظلم کرنے والا اور ناواقف تھا۔ امانت سے مراد عشق الٰہی اور معرفت ذات باری تعالیٰ ہے۔ آپ نے فرمایا بعض اولیاء

کرام جو عشق الٰہی سے معمور ہیں اور اسے برداشت کئے ہوئے ہیں اس پایہ تک پہنچ چکے ہیں کہ اگر ایک آہ نکالیں تو آسمان و زمین جل جائیں۔

قطرہ از درد جامی گربہ دریا افگنی
سینہ سوزاں دل طپاں ماهی زآب آیدبروں

فرمایا: (مَنْ یَهْدِی اللّٰهُ فَهُوَالْمُهْتَد وَمَنْ یُضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِیًّامُرْشِدًا)

اس فرمان میں ایک عمدہ اور نہایت نفیس اشارہ ہے۔ ظاہری معنی تو یہی ہے کہ (جسے اللہ تعالیٰ راستہ دکھا دے وہی راہ ہدایت پر ہے اور جسے وہ گمراہ کرے تو اس کا کوئی حمایتی اور راہ دکھانے والا نہ پاؤ گے)۔

لیکن اس سے ثابت ہے کہ جو بے مرشد ہو وہ گمراہ ہوتا ہے۔ مرید وہ ہوتا ہے جو اپنے مرشد کی اطاعت ہی کرتا رہے۔ مرشد کی گفتار و کردار کا نہ خلاف کرے نہ انکار بلکہ اس کے خلاف وہم تک نہ لائے اور مرشد اپنے مرید کو ہدایت اور راہ رشد پر چلانے والا ہو۔ مرید کو مرشد سے وہ نسبت ہے کہ یار کی یاری سے کام ہو کاری سے نہیں۔ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام کے پاس پہنچے۔

اور فرمایا هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓی اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا (کیا میں تمہارے ساتھ رہوں تا کہ تم مجھے نیک بات سکھا دو جو تمہیں تعلیم ہوئی)۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا (آپ میرے پاس ہرگز صبر نہ کر سکیں گے)۔ وَكَیْفَ تَصْبِرُ عَلٰی مَالَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا اور اس پر آپ کیسے صبر کریں گے جس کا علم آپ کو کمل نہیں۔ علم ظاہر کا نام شریعت ہے اور علم باطن کا نام طریقت ہے۔ جو اسرار ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام شریعت کے امام تھے اور خضر علیہ السلام طریقت کے ماہر، اسی لئے جو کام حضرت خضر علیہ السلام نے کئے وہ بظاہر شریعت کے خلاف تھے قَالَ سَتَجِدُنِیْ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِیْ لَكَ اَمْرًا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا (اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو عنقریب آپ مجھے صابر پاؤ گے اور میں تمہارے کسی حکم کے خلاف نہ کروں گا)۔ قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِیْ فَلَا

تَسْئَلُنِی عَنْ شَیْئٍ حَتّٰی اُحْدِثُ لَکَ اَمْراً (حضرعلیہ السلام نے فرمایا اگر تو میری اتباع کرے تو کسی چیز کے متعلق مجھ سے نہ پوچھنا حتیٰ کہ میں خود آپ کو بیان کردوں گا)۔ ہر دو برحق پیغمبر ہستیوں کی اس تمام گفتگو سے ثابت ہے کہ مرید اپنے مرشد کی تقلید اور اتباع کرتا رہے۔ بالفرض کوئی امر ظاہر طور پر خلاف بھی دیکھے تو خاموش رہے۔ یہاں تک کہ اس کی حقیقت کھل جاوے۔

ہر چہ گیرد علتی علت شود   کفر گیرد ملتی ملت شود

اب دیکھیں جو کام حضرت خضر علیہ السلام نے کئے وہ ظاہراً اس قسم کے تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان پر صبر نہ کر سکے اور بول پڑے، لڑکے کا قتل کرنا، ملاحوں کی کشتی توڑ دینا۔ ویسے ہی کسی کی دیوار کی درستی کرنا جبکہ گاؤں والوں نے دعوت تک نہ کی۔ یہ تینوں کام حضرت خضر علیہ السلام کے کرنے سے کوئی خبر یا سمجھ موسیٰ علیہ السلام کو معلوم تک نہ ہوئی اور پھر ان کی حقیقت ظاہر ہونے پر اطمینان ہوگیا۔ مرید بھی اپنے شیخ کے ظاہری کام کو دیکھ کر صبر کرے تو آخر میں خلاف اولیٰ جو کام بھی ہوگا اس کی حقیقت سامنے آکر باعث اطمینان ہوگا۔ بعض اوقات اولیائے کرام اپنی نماز بیت اللہ شریف جاکر پڑھتے ہیں لیکن ان کے مریدوں کو اس کا علم تک نہیں ہوتا۔

قرآن مجید (بذریعہ ڈاک منگوانا بے ادبی ہے)

ایک شخص نے بذریعہ ڈاک قرآن مجید فرقان حمید منگوانے کے بارے میں پوچھا۔ حضرت شیخ الاسلام والمسلمین رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ یہ سبق مجھے ایک سکھ سے ملا تھا۔ سکھ نے کہا مسلمان ہو کر قرآن کریم کی اتنی عزت نہیں کرتے جتنی ہم سکھ لوگ اپنی گرنتھ کی کرتے ہیں۔ اگر ہم نے ایک جگہ سے دوسری جگہ گرنتھ کو منتقل کرنا ہو تو پہلے بازار صاف کر کے عطریات چھڑکتے ہیں۔ پھر باقاعدہ جلوس نکالتے ہیں۔ اپنے سروں سے اونچا اٹھا کر چوریاں بلاتے ہوئے جاتے ہیں حالانکہ گرنتھ اپنے بزرگ کا کلام مانتے

ہیں اور تم کہتے ہو قرآن کریم خداعزوجل کا کلام ہے اور بذریعہ ڈاک منگواتے ہو۔ تھیلیوں میں بند ہو کر جب ڈاک جاتی ہے تو سب کو معلوم ہے کہ وہ تھیلے کس طرح پھینکے جاتے ہیں۔ کیا یہی تعظیم کلام اللہ ہے، جو تم مسلمان کرتے ہو؟ آپ نے فرمایا اس مسئلہ میں تو میرا وعدہ ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ اس طرح نہ کروں گا۔ لہٰذا اس دن سے بذریعہ ڈاک تعویذ بھی نہیں بھیجتا۔ (سبحان اللہ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم **انظر ماقال ولاتنظر من قال** دیکھو کیا کہا ہے یہ نہ دیکھو کہ کس نے کہا ہے پر حضور غریب نواز نے کس طرح عمل کر دکھایا۔ حق بات باطل مذہب والے کے منہ سے نکلی ہوئی بھی بطور سبق تسلیم فرمائی)۔

خلق قرآن کا اعتقاد غلط ہے

۱۸ صفر المظفر ۱۳۹۶ھ بروز چہارشنبہ بنگلہ شریف میں راقم الحروف کو حاضری نصیب ہوئی۔ قبلہ شیخ الاسلام کی خدمت میں آپ کے دارالعلوم کے ناظم اعلیٰ ڈاکٹر تسخیر احمد صاحب موجود تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے راقم الحروف سے دریافت فرمایا کہ حکومت کی طرف سے تمہارے سمن جاری ہوئے ہیں؟

عرض کیا جی ہاں! قبلہ حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے دوبارہ استفسار فرمایا تو عرض کیا کہ آج کل خلاف شرع جج صاحبان نکاح فسخ کر دیتے ہیں۔ ان کے خلاف شریعت اقدس کا حکم تحریر کیا جاتا ہے تو توہین عدالت کا مقدمہ کر دیتے ہیں۔ اب بھی وہی سمن جاری ہوئے ہیں۔

آپ نے فرمایا حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کو دور عباسیہ میں مسئلہ خلق قرآن مجید کے ماتحت گرفتار کیا گیا۔ ہارون و مامون معتزلہ کے عقیدہ کی طرف مائل تھے جو کہ قرآن مجید کو مخلوق مانتے اور اسکے خلاف فتویٰ دینے والوں کو اذیتیں پہنچاتے تھے۔ جب حضرت امام احمد بن حنبل گرفتاری سے آزاد ہوئے تو ان کے صاحبزادہ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ ہمیشہ ایک شخص کی مغفرت کیلئے دعا فرمایا کرتے تھے۔ دریافت کرنے سے آپ نے فرمایا کہ جب میں قید میں گیا تو ایک قیدی نے مجھے کہا کہ امام صاحب آپ تو دین کے

معاملہ میں گرفتار ہوئے ہیں ہرگز نہ گھبرانا میں شراب پینے کی وجہ سے پچاس سال سے قید میں ہوں اور اب بھی دل میں ہے کہ جب نکلوں گا شراب پیوں گا اور میں نہیں گھبرایا روزانہ مجھے درے بھی لگائے جاتے ہیں اور آپ دین اسلام کی خاطر گرفتار ہوئے ہیں ہرگز ہرگز نہ گھبرانا۔ لہٰذا اس کی ہمت بندھانے سے میں نہ گھبرایا بلکہ پہلے سے بھی زیادہ جرات ہوگئی۔ خداتعالیٰ اسے خوش رکھے۔ اس نے میری ہمت بندھائی تھی۔ راقم الحروف کو قبلہ حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دین اسلام کی خدمت میں پہلے بھی علماء کرام کو تکلیفیں برداشت کرنا پڑیں کوئی حرج نہیں۔ شریعت اقدس کی خاطر توہین عدالت کا مقدمہ ہے تو پرواہ نہ کریں، معاملہ رفع دفع ہوجائے گا۔

آیات ناسخ ومنسوخ کا بیان

۲۲ رمضان المبارک ۱۳۸۹ھ بعد از نماز عشاء۔ حضرت شیخ الاسلام والمسلمین دامت فیوضھم العالیہ نے امور شرعیہ کے منسوخ ہونے کی چار وجوہات ارشاد فرمائیں۔

۱۔ امور عقلیہ کے خلاف کوئی ناسخ امر نہیں آئے گا۔ یعنی کسی بدیہی امر کو منسوخ کرنے کیلئے کوئی ناسخ نہیں آسکتا۔ مثلاً دو اور دو چار یا سورج کا طلوع ہونا اور روز روشن کا پایا جانا۔ ان کو منسوخ نہیں سمجھا جائے گا۔ اگرچہ کوئی کہے بھی کہ فلاں امر ان کا ناسخ آچکا ہے تو کہنے والے کی بات غلط بیان کی طرف منسوب ہوگی۔

۲۔ تاریخی واقعہ مشہورہ کا دوسری جگہ اس کے خلاف وبرعکس آنا اور پہلے کو منسوخ سمجھنا ناممکن ہے۔ کلام اللہ میں کوئی قصہ یا تاریخی واقعہ جتنی جگہ پر بیان ہوگا ایک دوسرے کے مطابق ہی ہوگا۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ کسی جگہ اور ہو اور دوسری جگہ اس کے خلاف ہو۔ اگر ایسا ہوتا تو معاذ اللہ جھوٹ بنتا اور ذات باری تعالیٰ اس سے منزہ اور پاک ہے۔

۳۔ موقت امر مقررہ وقت یا میعاد مقررہ سے پہلے منسوخ نہیں ہوتا البتہ اپنے مقررہ وقت تک وہ امر اور حکم رہتا ہے اور بعد میں دوسرا ہوجاتا ہے۔ جو اس پہلے کا ناسخ ہوگا۔

فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ فرمان الٰہی اس کی تائید ودلیل ہے۔

۴۔ مئوبد امر کا ناسخ بھی نہیں ہوسکتا۔ (مثلاً لا تقبلوا لھم شھادۃ ابدا اس امر کا ناسخ ہونا ناممکن ہے۔ (حدقذف والوں کی شہادت کا نامقبول ہونا ہمیشہ کیلئے حکم ہوچکا ہے) اس لئے اس کا ناسخ بھی نہیں آسکتا۔

نوٹ: ناسخ منسوخ آیات یا احکام میں (اس کا جاننا نہایت ضروری ہے) کہ امر منسوخ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ شارع کے علم میں یہ تھا فلاں امر فلاں وقت تک ہے اس کے بعد یہ حکم نہ ہوگا یہ نہیں کہہ سکتے اس وقت کے بعد وہ حکم تبدیل ہوگا اور دوسرا حکم قائم ہوگا بلکہ حکم کا اجراء اسی وقت تک تھا جس طرح کوئی حاکم دفتر کے اوقات مقرر کردیتا ہے اور کہتا ہے آٹھ بجے کھلے گا اور پھر موسم کی تبدیلی پر آٹھ کی بجائے دس بجے وقت مقرر کرتا ہے۔ پہلا مقرر وقت ختم کردیا جاتا ہے۔ دوسرا شروع ہوجاتا ہے لہٰذا ناسخ منسوخ اوامر واحکام سے یہ خیال ہرگز نہیں کیا جائے گا کہ معاذ اللہ خدائے بزرگ وبرتر کسی وقت کچھ فرمادیتا ہے اور کسی وقت اس کے برعکس حالانکہ یہ اس کی شایان شان نہیں بلکہ وہ اپنی حکمت وعلم کے لحاظ سے کسی امر کو ایک وقت معین پر جاری فرماکر پھر اسے ختم فرماکر دوسرا حکم جاری فرماتا ہے۔

۱۰ محرم الحرام ۱۳۹۰ھ کو حضرت شیخ الاسلام رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا لَوْکُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَکْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ وَمَامَسَّنِیَ السُّوْءُ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّ بَشِیْرٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْن[1] یہ آیات کریمہ مکی ہے جس کی ناسخ آیت مدنی وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْماً ہے۔

۲۔ پہلی آیت میں خیر کثیر کا ذکر ہے جس کا معنی وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْراً کَثِیْراً سے واضح ہے اور کَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْماً سے ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیب سے نوازے گئے اور مفسرین کرام کا قاعدہ ہے آیت مکی اور مدنی کا

[1] اس آیت مبارک کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوسکتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کو علم غیب حاصل نہیں بلکہ حصول علم غیب پہلے آیت کریمہ مدنی سے ہی ثابت ہوچکا ہے۔

مفہوم کے لحاظ سے تقابل یا تضاد ہو تو مکی آیت منسوخ اور مدنی ناسخ ہوتی ہے، لہٰذا پہلی آیت منسوخ ہے۔ لو کنت اعلم الغیب میں کنت صیغہ ماضی ہے۔ اور ماضی کی نفی حال یا استقبال کو مستلزم نہیں ہوتی۔

۴۔ یہ معترضین کا الزامی جواب ہے کہ مشرکین عرب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات کو معاذ اللہ جنون کی طرف منسوب کرتے تھے اور دنیاوی دولت اختیار نہ فرمانے کی وجہ سے بھی کثرت خیر سے آپ کو محروم سمجھتے تھے۔ کیونکہ کثرت خیر کا معنی وہ لوگ مال ہی خیال کرتے تھے۔ اور مسنی سوء حاصل ہے تو پھر علم غیب کے سوال کیسے کرتے ہو۔ (خازن)

چوتھا باب : ذکر انبیاء کرام علیہم السلام

حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں

۱۰ رجب المرجب ۱۳۹۲ھ بروز سوموار بعد از نماز ظہر حضرت شیخ الاسلام والمسلمین رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا میرا ارادہ ہے کہ انشاء اللہ عیسائی مذہب کے متعلق ایک رسالہ لکھوں گا۔ جس میں انہیں چیلنج کروں گا کہ تم ہائیکورٹ میں حضرت عیسیٰ روح اللہ کی صلیب پر چڑھائے جانے کا دعویٰ کرو اور میں صفائی کا گواہ بنوں گا۔ فرمایا خود عیساؤں کو بھی یقین نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبیناوعلیہ الصلوٰۃ والسلام صلیب پر چڑھائے گئے تھے بلکہ بہت سے اختلافات ان کی روایات میں ہیں۔ جن سے انہیں خود تسلیم کرنا پڑتا ہے اور یقیناً تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر نہیں چڑھائے گئے بلکہ زندہ ہیں۔

۱۔ ان کی انجیل میں ہے کہ جب اس کام کو سرانجام دینے کیلئے معاندین نے ارادہ کیا تو انہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پہچان نہ تھی۔ شمعون نامی ایک آدمی نے کہا کہ میں جس کے ہاتھ چوموں گا تم اسے سمجھنا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہی ہیں۔ چنانچہ اس نے ایک شخص کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ جس کو انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام سمجھ لیا اور صلیب پر چڑھا دیا گیا۔ یہ شہادت صرف ایک آدمی کی ہے جو معتبر نہیں ہے۔

۲۔ دوسرا شخص جو بڑا حواری تھا جس کا نام پطرس تھا وہ کہتا ہے کہ جسے صلیب پر چڑھایا گیا وہ عیسیٰ علیہ السلام نہیں ہیں اور یہ بات اس نے عین موقعہ پر بوقت صلیب کہی تھی۔

۳۔ صلیب سے تیس سال بعد تک تو تمام عیسائیوں کا اور حواریوں، پادریوں کا اتفاق رہا کہ یقیناً حضرت عیسیٰ علیہ السلام سولی پر نہیں چڑھائے گئے۔ جو ہمارے لئے لعنتی بنا وہ کوئی اور شخص تھا۔

۴۔ بوقت صلیب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا جس نے مجھے بھیجا ہے وہ ہمیشہ

میرے ساتھ ہے۔ مجھے نہیں چھوڑتا۔

۵۔ بوقت صلیب کہا ایلی، ایلی لم سبقتانی اے میرے خدا۔ میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ یہ دونوں باتیں ایک دوسرے کی متعارض ہیں۔

۶۔ دوسری روایت میں ہے کہ بوقت صلیب صرف ایک ہی عورت تھی جو آپ کی والدہ ماجدہ تھی۔ تو صلیب پر چڑھنے والے نے کہا اے عورت میں تیرا لڑکا نہیں ہوں۔

۷۔ بوقت صلیب دو عورتیں پاس تھیں۔

۸۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس وقت تین عورتیں پاس تھیں۔

۹۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اس وقت کوئی مرد اور عورت موجود نہ تھے۔ یعنی اتنے اختلافات تو مردوں اور عورتوں کے متعلق ہیں۔ پھر وقت کے متعلق بھی اختلاف ہیں۔ پچھلا وقت تھا، پہلا وقت تھا، چار بجے کا وقت تھا، وغیرہ وغیرہ۔

ان تمام اختلاف کو پڑھ کر کوئی ذی شعور آدمی ان آیات پر اعتبار نہیں کر سکتا۔ پھر سب سے پہلے جو انجیل لکھی گئی وہ انجیل متی ہے اور اصل انجیل کے متعلق تو یہ خود کہتے ہیں کہ لاپتہ ہے۔ جس کا کسی کو کوئی علم نہیں۔ ان کے بڑے بڑے اسکالر میرے سامنے تسلیم کر گئے ہیں کہ اصل انجیل نہیں ملتی اور کہتے ہیں کہ اخبارات و بیانات میں اختلاف ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق ارشادات

ربیع الاخر ۱۳۹۲ھ مسجد میں بیٹھے ہوئے حضرت شیخ الاسلام والمسلمین رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں جب تمام انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں تو حضرت یوسف علیہ السلام نے گناہ کا قصد کیوں فرمایا۔ اس لئے اس کے متعلق میرے ذہن میں بھی توہم ہی تھا۔ جب علامہ فخر الدین رازی رحمتہ اللہ علیہ کی تفسیر کبیر دیکھی تو یہ اشکال دور ہو گیا۔ امام رازی رحمتہ اللہ علیہ نے اس کے متعدد جواب دیئے ہیں۔ کچھ اس طرح ہیں:

۱۔ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰى بُرْهَانَ رَبِّهٖ میں شرط مؤخر ہے یعنی اصل

عبارت یوں ہے۔ لَوْلَآ اَنْ رَّاٰى بُرْهَانَ رَبِّهٖ هَمَّ بِهَا اگر برہان اپنے رب کی نہ دیکھتے تو ارادہ فرماتے۔ معلوم ہوا کہ ارادہ وقوع ہی میں نہیں آیا تھا اور قصد پایا ہی نہیں گیا۔

۲۔ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطَانٌ وَ کَفٰی بِرَبِّکَ وَکِیْلًا۔ یہ فرمان الٰہی شیطان مردود کو ہوا کہ میرے بندوں پر تیرا غلبہ نہیں ہو سکے گا اور اس میں ریب نہیں کہ حضرت یوسف علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عباد اللہ سے ہونا نص قطعی سے ثابت ہے۔ لہٰذا شیطانی وساوس کا وہم بھی محال ہے۔

۳۔ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَیْهِ مِنْ سُوْٓءٍ اس فرمان باری تعالیٰ سے ثابت ہے کہ زنان مصر نے بھی آپ کی بریت دی۔

۴۔ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِیْزِ الْئٰنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ اس فرمان باری تعالیٰ سے اظہر من الشمس ہے کہ خود زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی و معصومیت کی شہادت دی۔

۵۔ وَاِنْ کَانَ قَمِیْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَکَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ معصوم بچے کی یہ شہادت آپ علیہ السلام کی برات کا ثبوت ہے۔

۶۔ قَالَ فَبِعِزَّتِکَ لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ اِلَّا عِبَادَکَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ اس فرمان باری تعالیٰ میں ہے کہ شیطان لعین نے اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم بارگاہ رب العزت میں اٹھا کر کہا تیرے مخلص بندوں پر میرا تسلط نہ ہوگا اور حضرت یوسف علیہ السلام مخلص عباد اللہ سے ہیں۔ جو نصوص قطعیہ سے ثابت ہے۔ وَاِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ۔

۷۔ علاوہ ازیں آپ نے فرمایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی اس ناپاک ارادہ سے براءت و شہادت مائی زلیخا رضی اللہ عنہا نے اس طرح بھی دی اور یہ بھی امام فخر الدین رازی رحمتہ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر میں تحریر فرمایا کہ جب عزیز مصر نے ہر دو کو دوڑتے ہوئے دروازے پر پایا تو اس کی حالت کے مطابق مائی زلیخا بھانپ گئی کہ عزیز مصر کو ناپاک فعل کے سوا اور کچھ بھی دل میں خیال نہ آئے گا۔ تو اس خیال کو اس کے ذہن سے محو کرنے کیلئے فوراً یہ کہہ

دیا۔مَاجَزَاءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْءً اِلَّااَنْ يُسْجَنَ اَوْعَذَابٌ اَلِيْمٌ تاکہ لفظ سوء اورمعمولی سزاجن وغیرہ سے عزیزمصر کاخیال بدکاری کی طرف نہ جائے بلکہ جسمانی ایذاء یازبانی تکلیف کی طرف منتقل ہوکر لغت عربی میں لفظ سوء جسمانی تکلیف دینے کو کہتے ہیں۔یعنی کسی کوہاتھ یازبان سے تکلیف دینا۔نفسانی فعل فحش یازناکاری وبدکاری وغیرہ کوسوء سے تعبیرنہیں کیاجاتا نیز لغت عرب میں ''سجن'' چار یاپانچ ماہ کی قید کوکہتے ہیں۔زیادہ قیدکو ''حبس'' کہتے ہیں تواِلَّااَنْ يُسْجَنَ سے ایذارسانی کی قید کی طرف اشارہ ہے نہ کہ فحش فعل کے ارادہ کی طرف اورعذاب الیم کا مطلب اِلَّااَنْ يُسْجَنَ کے برابرومساوی دردوتکلیف دینامراد ہے۔مثلاً اگرکوئی کسی کو کہے کہ اس شخص کوایک روپیہ دے دویا کوئی اوراچھی چیزتو اس کا مطلب یہ نہ ہوگا کہ ایک روپیہ یاگوڑادے دوبلکہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ایک روپیہ یاایک روپیہ کے برابر کوئی بھی چیزدے دو۔لہٰذااس عذاب الیم سے صاف ظاہرہے کہ دردناک عذاب نہیں بلکہ سجن کے برابرعذاب۔جس طرح بیان ہواتو مائی صاحبہ کے مذکورہ الفاظ سے حضرت یوسف علیہ السلام کے حق میں شہادت وبرات ثابت ہوئی۔

انبیاء علیہم السلام کے علوم کلیہ کا ثبوت
(دیوبندی سے مناظرہ)

حضرت شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ محمد قمرالدین دامت فیوضہم العالیہ نے فرمایا ایک مرتبہ تونسہ شریف کے راستے میں ایک جگہ قیام کیا۔ایک وہابی مولوی نے اعتراضات کا سلسلہ شروع کردیا۔بظاہرتو یہ معلوم ہوتاتھا کہ اپنے شبہات کاازالہ کرناچاہتا ہے لیکن دراصل وہ اپنی طرف سے مناظرہ کررہاتھا۔جس طرح ایک طالب علم کوسمجھایا جاتا ہے۔ میں اسی طرح اس کو جواب دیتارہا۔اتنے میں ایک اورمولوی کتابوں کا گٹھا اٹھائے ہوئے اپنے طالب علموں سمیت آگیااور بیٹھتے ہی کہنے لگا کہ مناظرہ کی شرائط طے ہونی چاہئیں۔ اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ یہ شخص توباقاعدہ مناظر کررہاہے۔میں نے پوچھا کیسی شرائط ؟ تو

کہنے لگا کہ دلائل بغیرقرآن مجید کے تسلیم نہیں کئے جائیں گے۔ثبوت صرف اورصرف قرآن مجید ہی سے ہوناچاہئے۔میں نے جواباً کہا کہ جس ذات اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن نازل ہواہے انہوں نے زیادہ سمجھا ہے یاتم لوگوں نے ؟ مولوی صاحب نے کہاانہوں نے زیادہ سمجھاہے۔پھر پوچھا کہ جومطالب معانی انہوں نے بیان فرمائے ہیں وہ دلائل میں کیوں نہ ہوں۔اس سے کہاجی ہاں ضرور ہوں۔توپھرحدیث پاک بھی ثبوت میں بیان کی جائے گی۔پھرپوچھا کیاعربی کلام کامعنی سمجھنے کیلئے علم معانی وبیان جوفصاحت وبلاغت اورفہم ادراک کیلئے زیادہ مفید ہے کیااس کالحاظ نہ رکھاجائے۔اس نے کہاٹھیک ہے۔پھرکہاکہ اصول عربیہ کے ماتحت تفاسیرواحادیث کے مطالب ومعانی میں علم لغت علم نحووصرف اوردیگر علوم وفنون کی اشدضرورت ہے۔ان کی محتاجی لازماً ہے بغیران کے کلام اللہ اور ارشادات نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کاسمجھنا سمجھانا ناممکن ہے۔ان کالحاظ نہ ہو؟جب یہ سناتو کہنے لگا درست ہے۔یہ سب دعوی ثابت کرنے کیلئے بحث کے دوران پیش کئے جائیں۔اتنے میں اس کی رنگت تبدیل ہوگئی۔گویادل میں کہنے والاتھا کہ اب پھنس چکاہوں اور جلدی جلدی بولا۔بتائیں آپ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم کلیہ کے قائل ہیں یا جزئیہ کے۔(سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم گرامی خشک طریقہ سے لیا) جواب دیاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوکلی علوم حاصل ہیں۔اس طرح پھرسوال وجواب کاسلسلہ شروع ہوگیا۔

سوال : اگرحضرت یعقوب علیٰ نبیناوعلیہ الصلوٰۃ والسلام کوعلم ہوتا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی اس کے دشمن ہیں اور اسے تکلیف دیں گے تو ان کے ساتھ کیوں بھیجتے؟ نیزکنویں میں حضرت یوسف علیہ السلام پڑے رہے اور وہ معلوم نہ کرسکے۔اس کیلئے کیوں روتے رہے؟ پھرکھوٹے درہموں کے عوض لڑکافروخت ہواتو والدنے کیوں نہ جاکرخرید لیا؟ پھرعرصہ دراز تک اس کے فراق میں غمزدہ رہ کرگریہ زاری کرتے کرتے بینائی بھی ختم ہوگئی۔اگرمعلوم ہوتاتو اتنے مصائب وتکالیف نہ اٹھاتے؟

حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا میں نے کہاتم نے جتنی شرائط مقررکی ہیں مجھے تمام

منظور ہیں۔میری طرف سے ایک شرط ہے کہ آخر میں تم نے لاجواب ہو جانا ہے۔لہٰذا جب تو لاجواب ہو جائے تو میرے سامنے اپنے سرغنوں کو گمراہ یقین کر کے ان پر لعنت کرنا۔علاوہ ازیں تیرا سوال سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم کلیہ کے ثبوت کیلئے تھا جبکہ سوالات حضرت یعقوب علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس پر حملہ کرتے ہوئے ان کے علم کی نفی کے سوالات کئے ہیں۔لہٰذا میرا ایمان ہے کہ نہ صرف سیدالمرسلین خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام کو اللہ عزوجل نے علوم کلیہ بخشے ہیں۔اب جواب سنیں:

حضرت یعقوب علیہ السلام کو یقیناً علم تھا کہ یوسف علیہ السلام کے بھائی ان کے دشمن ہیں لہٰذا ثبوت یہ ہے کہ جب یوسف علیہ السلام نے اپنا خواب بیان کیا اور کہا اِنّی رَأَیْتُ اَحَدَعَشَرَ کَوْکَبًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَرَأَیْتُھُمْ لِیْ سَاجِدِیْن تو اس کے جواب میں حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے پیارے فرزند کو فرمایا کہ اپنے بھائیوں کو یہ خواب بیان نہ کرنا۔قَالَ یٰبُنَیَّ لَا تَقْصُصْ رُؤْیَاکَ عَلٰیٓ اِخْوَتِکَ فَیَکِیْدُوالَکَ کَیْدًا۔اے میرے پیارے بیٹے اپنا خواب اپنے بھائیوں کو بیان نہ کرنا کیونکہ تیرے ساتھ دھوکا کریں گے۔تو یہ پہلا ثبوت ہے۔آپ کے علم کے متعلق کہ دھوکا کرنے کے بارے میں بتا دیا۔

دوسرا ثبوت یہ ہے کہ خود ان کے بھائی بھی جانتے تھے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام ہمیں حضرت یوسف علیہ السلام کا دشمن یقین کرتے ہیں اور اس بات کو ظاہر کر کے انہوں نے کہا لَاتأمنَاعَلٰی یُوسُف وَاِنَّالَه لَنَاصِحُون اے والد صاحب آپ ہمیں یوسف علیہ السلام پر امانتی نہیں سمجھتے حالانکہ یقیناً اس کیلئے ہم ضرور نصیحت کرنے والے ہیں۔اس آیت کریمہ میں جملہ اسمیہ ہے اور تاکدی ہے کہ دو مرتبہ لام تاکید لایا گیا ہے اور علم معانی کے لحاظ سے اس طرح تاکید ایسے مقام پر آتی ہے جہاں مخالف کے ذہن سے ازالہ مخالفت مقصود ہو۔مخاطب منکر ہو یا فعل انکار ہو تو لام تاکید ہوتا ہے۔اس سے بھی ظاہر ہے کہ یعقوب علیہ السلام دوسرے لڑکوں کو حضرت یوسف علیہ السلام کا دشمن جانتے تھے جس کا لڑکوں کو بھی

یقین تھا۔اس لئے تاکید کہہ کر اپنے آپ کو خیرخواہ ظاہر کیا جو واقعہ کے خلاف تھا۔نیز اس کو جواب تاکید کے طور پر فرما کر ان کی مخالفت کا ثبوت دیا۔اِنّی لَیَحْزُنُنِی اَنْ تَذْھَبُوابِه وَاَخَافُ اَنْ یَأْکُلَه الذِّئْبُ پھر حضرت یعقوب علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد اَخَافُ اَنْ یأکُلَه الذِئبُ (میں خوف کرتا ہوں کہ اسے بھیڑیا کھا لے گا)۔اس امر کا بین ثبوت ہے کہ انہیں یقین تھا یہ دشمن ہیں جو بہانہ بنا کر انہوں نے آکر پیش کرنا ہے وہ پہلے ہی بتا دیا۔نیز حضرت یوسف علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو کنویں میں ڈال کر ان کا کرتہ خون آلودہ پیش کیا تو حضرت یعقوب علیہ السلام کا ارشاد قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَکُمْ اَنْفُسُکُم اَمْرًافَصَبْرٌ جَمِیْلٌ وَاللّٰه الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَاتَصِفُوْن فرمایا (بلکہ تمہارے دلوں نے ایک بات تمہارے لئے بنا لی ہے تو صبر اچھا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی سے تمہاری باتوں پر مدد چاہتا ہوں)۔لہٰذا یہ لازمی ہے کہ آپ اس امر سے بخوبی واقف تھے ورنہ نصوص قطعیہ کا انکار لازم ہے جو موصل الی الکفر ہے۔علاوہ ازیں حضرت یعقوب علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کے متعلق اللہ رب العزت کا ارشاد ہے وَاِنَّه لَذُوعِلْم لِمَاعلمنَاهُ وَلٰکِنَّ اَکْثَر النَّاسِ لَایَعْلَمُوْن نیز حضرت یعقوب علیہ السلام کا ارشاد عَسَی اللّٰه اَنْ یَأتِینِی بِھِم جَمِیْعًا قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو میرے پاس لاوے۔اور فرمایا وَاِنّی اَعْلَمُ مِنَ اللّٰه مَالَا تَعْلَمُوْن (جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے ہو) یہ تمام ارشادات ان کے علم پر شاہد ہیں۔اب رہا یہ اعتراض کہ باوجود علم ہونے کے ان کو دشمنوں کے ساتھ کیوں بھیج دیا۔اس کا جواب یہ ہے کہ نہ صرف ان تکالیف ومصائب کا علم تھا بلکہ یہ بھی معلوم تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام بادشاہ مصر بنیں گے۔اس لئے بھیج دیا تھا۔نیز حضرت یعقوب علیہ السلام اس جلیل القدر پیغمبر حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے پوتے تھے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر اپنے فرزند ارجمند کو اپنی طرف سے ذبح کر دیا تھا۔تو کیا حضرت یعقوب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر یوسف علیہ السلام کو نہ بھیجتے۔یعنی نبی کا ہر فعل وقول رضائے الٰہی کے ماتحت ہوتا ہے۔رب العالمین کے امر کی اطاعت کماحقہ تمام انبیاء علیہم السلام کا شیوہ رہا ہے تو انبیاء علیہم السلام کے عمل پر کس

کواعتراض کرنے کی جرات ہوسکتی ہے۔جب یہ سنا تو وہابی نے کتابیں اٹھا کر واپسی کا رخ کیا۔میں نے بلا کر کہا کہ میری شرط کو تسلیم کیا تھا پورا کرتے جاؤ اور اب اپنے سرغنوں کو گمراہ کہو لیکن وہ تیزی سے نکل گیا۔

درود شریف میں مشبہ اور مشبہ بہ کی بحث

۱۴رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ بشب دوشنبہ بعد از نماز تراویح جناب شیخ الاسلام رحمتہ اللہ علیہ کے حقیقی برادر خواجہ فخر الدین صاحب نے آپ سے دریافت فرمایا کہ عربی قانون میں مشبہ بہ مشبہ سے افضل ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا ضروری نہیں، بلکہ کبھی مشبہ بہ کسی ایک صفت میں مشبہ سے افضل ہوتا ہے۔جزوی فضیلت کے ماتحت بھی تشبیہ دی جاتی ہے۔جس طرح درود شریف ہے۔اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اس میں شک نہیں کہ سیدنا حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں اور یہاں مشبہ بہ ہونے کی حیثیت میں ان کا ذکر فرمایا گیا ہے۔تو مشبہ سے صرف بعض صفات میں فضیلت ہوگی۔مثلاً سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت اقدس میں سنن ابراہیمی جو حج کے موقع پر ادا کی جاتی ہیں اور بعض دیگر سنتیں حجامت وقربانی وغیرہ کی بدستور قائم ہیں اسی وجہ سے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مذہب ملت ابراہیمی سے مشہور ہے۔خواجہ فخر الدین صاحب نے دوبارہ فرمایا یہاں پر قلبی اطمینان تو نہیں ہوتا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت پر ان کی فوقیت ہوا جناب شیخ الاسلام رحمتہ اللہ علیہ نے ذرا توقف فرمایا تو راقم الحروف نے عرض کیا ہمیں تو سر جھکانا ہی پڑھتا ہے۔تو جناب شیخ الاسلام رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ محمد علی شاہ بھی کہتا تھا کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس فضیلت کو ہم ضرور تسلیم کرتے ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فائق ہے لیکن ہمارے دادا جان سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں اس لئے ہمارا دل مقبوض ہو جاتا ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام اور جنات

آواخر ماہ ذوالحجہ ۱۳۸۵ھ آپ نے فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خصوصیات سے یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنات کی طرف بھی معبوث ہوئے ہیں۔یہ کہیں بھی نہیں پڑھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے جن مسلمان ہوئے ہوں۔صرف ایک روایت ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے ایک جن سے اس کی عمر کے متعلق استفسار فرمایا تو اس نے بتایا کہ میں حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی میں سوار ہوا تھا۔راقم الحروف نے عرض کی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ماتحت جو جنات تھے کیا وہ ایمان نہیں لائے تھے؟ تو آپ نے فرمایا مجبوراً تابع تھے لیکن ایمان نہیں لائے تھے۔ان پر حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت تھی،انہوں نے قہراً و جبراً جنات کو تابع کیا ہوا تھا۔قرآن مجید میں جنوں کا قول بیان کیا گیا ہے: مالبثوافی العذاب المھین اس سے ثابت ہے کہ وہ مجبوراً ماتحت تھے۔اگر مومن ہوتے تو حضرت سلیمان علیہ السلام کی اطاعت کو ''عذاب مھین'' نہ کہتے۔دوبارہ عرض کیا شیطان کی اولاد کتنی ہے؟ تو فرمایا کہ تمام جن اس کی اولاد نہیں البتہ بہت زیادہ مقدار میں اس کی اولاد ہے کیونکہ ہر چالیس سال کے بعد اسے پندرہ سالہ نوجوان جیسا بنایا جاتا ہے جس وجہ سے اس کی ذریت ہوتی رہتی ہے اور ایک اور روایت میں ہے کہ جب بوڑھا ہو جاتا ہے تو تیس سالہ عمر کا جوان بنایا جاتا ہے۔

اخرج ابوالشیخ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سئل ایموت الجن قال نعم غیر ابلیس وابن شاھین عنہ ان الدھر یمر بابلیس فیھرم ثم یعود ابن ثلاثین (فتاوی حدیثیہ)

۴ جمادی الاخری ۱۳۸۸ھ بشب جمعہ بوقت عشاء دارالعلوم میں آپ کی خدمت میں حاضری نصیب ہوئی۔بندہ سے آپ نے استفسار فرمایا کیا تو نے جن دیکھے ہوئے ہیں؟ عرض کیا نہیں۔

فرمایامیں نے دیکھے ہوئے ہیں۔ پوچھاکس طرح تو آپ نے فرمایا کہ آستانہ عالیہ سیال شریف پڑھتے ہیں۔ دربارشریف میں رہتے ہیں۔عرض کیا کیاانسان کی شکل میں ہیں۔بشکل جنات تونہیں دیکھا؟ فرمایاان کی اپنی شکل تو ہوتی ہی نہیں اعتباری صورت میں ہوتے ہیں بلکہ ہیولی انہیں کہہ سکتے ہو کیونکہ وہ مختلف صورتوں میں شکل بنالیتے ہیں۔ عرض کیاسنا ہے ان کی عمریں بہت لمبی ہوتی ہیں۔فرمایا واقعی جنوں کی عمریں بہت لمبی ہوتی ہیں۔عرض کیا آیا آج بھی ممکن ہے کوئی جن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ اقدس کا موجود ہو فرمایا ہوسکتا ہے۔ پوچھا کیا ان میں مسلمان اور کافر ہردوطرح کے ہوتے ہیں؟ فرمایاہاں۔قرآن مجید میں جنات کے متعلق ہی توارشاد ہے وہ کہتے ہیں۔ منا المسلمون ومنا القسطون یعنی (ہم سے مسلمان بھی ہیں اور سخت دل بھی)۔ نیز کہتے ہیں انا سمعنا قرآناعجبایهدی الی الرشدفامنابه اس سے ثابت ہے کہ محبوب کبریاعلیہ الصلوٰۃ والسلام جنات کی طرف بھی مبعوث فرمائے گئے ہیں۔

پانچواں باب: صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

ثبوت خلافت شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حضرت شیخ الاسلام والمسلمین رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ جو گیارہویں امام ہیں ان کی تفسیر میں پارہ ۲۸ آیت من انباک هذاقال نبانی العلیم الخبیر کے تحت فرماتے ہیں کہ مجھے آباؤاجداد سے روایت پہنچی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپ کے بعدکون خلیفہ ہوگا تو حضورعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایامیرے بعدابوبکرخلیفہ ہوں گے۔دوبارہ پوچھا گیاتو فرمایاعمر فاروق ،پھرپوچھا گیامن انباک هذا یعنی آپ کو یہ خبرکس نے دی تو فرمایا نبانی العلیم الخبیر مجھے علیم وخبیر نے بتایاہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تقویٰ

آپ نے فرمایا ایک بار حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز پڑھائی اور دوبارہ اعادہ فرمایا۔ساتھ ہی فرمایاچونکہ دوران نماز مجھے یہ خیال آیا ہے کہ دشمن کے مقابلے میں صفیں درست کررہاہوں۔اس لئے دوسری طرف خیال منتقل ہوجانے کی وجہ سے پھر نماز پڑھائی۔آپ نے فرمایااگرہم لوگوں کوایساخیال نماز میں آئے تو ہمیں خوشی ہوگی اور کہیں گے کہ یہی نماز ہماری مکمل ہوئی ہے لیکن ان پاکیزہ اورمنزہ ہستیوں کا کمال دیکھئے کہ اگرچہ جہاد فی سبیل اللہ کا خیال بھی عبادت ہے لیکن عبادت میں دوسری عبادت کی طرف ذہن کا منتقل ہونانقصان عبادت سمجھ کر دوبارہ ادا کی۔

نگاہ فاروقی

۱۲ذوالحج بروز سہ شنبہ بنگلہ شریف کے سامنے حضرت شیخ الاسلام والمسلمین رحمتہ اللہ علیہ چہل قدمی کررہے تھے۔خواجہ معظم دین صاحب خواجہ کمال الدین صاحب اور چند دیگر صاحبان بھی آپ کے پاس کھڑے تھے۔آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زہر پینے کا واقعہ بیان کیا۔خواجہ کمال الدین صاحب نے استفسار فرمایا کہ اگر آپ کو زہر قتل کر دیتا تو یہ خودکشی نہ ہوتی؟ آپ نے فرمایا کہ انہیں یقین تھا کہ یہ اثر نہیں کرے گی کیونکہ ان کی نگاہ لوح محفوظ پر تھی۔اولیاء اللہ لوح محفوظ سے دیکھ کر کام کرتے ہیں جس طرح ہمارے لئے قرآن مجید پر عمل کرنا ضروری ہے اسی طرح ان لوگوں کیلئے نوشتہ لوح محفوظ پر عمل کرنا ضروری ہوتا ہے جیسا کہ حضرت خضر علیہ السلام نے ایک بے گناہ معصوم بچے کو قتل کر دیا۔حالانکہ بظاہر قتل نفس بغیر نفس تھا لیکن ان کی نگاہ نے لوح محفوظ سے دیکھا اور عمل کیا۔

مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

ہر چہ گیرد علتی علت شود   کفر گیرد ملتی ملت شود

بے دین کا کردار اور عمل علت اور بے دینی میں داخل ہوتا ہے اور صاحب ملت جو بھی کرے وہ ملت میں شامل ہو جاتا ہے۔اس کی مثال یہ ہے کہ سانپ کو دودھ میٹھا کر کے پلاؤ تب بھی وہ زہر اگلے گا اور گائے کو خاردار زہریلی بوٹیاں گھوٹ کر پلاؤ تب بھی میٹھا دودھ دے گی۔حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو لوگوں نے بہت روکا کہ آپ کوفہ تشریف نہ لے جائیں لیکن آپ نے فرمایا میں مامور ہوں۔ان کی نگاہ لوح محفوظ پر تھی اور انہیں معلوم تھا کہ میں نے وہاں جانا ہے اور شہادت حاصل کرنا ہے اور وہ اسی نوشتہ پر عمل کرنے کیلئے تشریف لے گئے۔

امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گورنر کا تقویٰ

۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۸ھ کو آپ نے فرمایا کہ سیدنا امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معمول تھا کہ ایک شہر میں کسی گورنر یا عامل کو پانچ سال سے زائد نہیں رکھتے تھے بلکہ پانچ سال کے بعد تبدیل کر دیتے تھے تاکہ یہ کام کہیں موروثی نہ بن جائے یعنی پشت بہ پشت چل کر یہ کام وارثت کی صورت اختیار نہ کر جائے۔

ایک مرتبہ آپ نے حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مصر کا عامل مقرر فرمایا۔جب پانچ سال کے بعد وہ واپس تشریف لائے تو امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا آپ پیدل کیوں آئے ہیں،سواری لے لیتے؟ جواب دیا کہ جب میں گیا تھا تو سواری نہیں تھی۔واپسی پر سواری لانے کا مستحق کیسے ہوتا۔فرمایا آپ نے وہاں پانچ سال گزارے۔ان لوگوں کو بھی احساس نہ ہوا کہ تمہیں پہنچا دیتے۔جواب دیا۔

اے امیر المومنین میں نے تو وہاں الوداع ہوتے وقت ان لوگوں کو اس حالت میں چھوڑا ہے کہ نمازیں پڑھتے تھے۔زکواۃ ادا کرتے تھے۔عبادت گزار تھے۔اب ان کا گلہ کس طرح کروں۔

چندروز کے بعد امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے ہزاروں اشرفیاں ان کے پاس بھیج کر کہلا بھیجا کہ آپ نے مسلمانوں کی خدمت میں پانچ سال صرف کئے ہیں، یہ ہدیہ قبول فرماؤ۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ مال یتیموں، مسکینوں اور بیوگان کا حق ہے، میرا حق ہرگز نہیں ہے۔میں نے وہ خدمت فی سبیل اللہ کی تھی اور آپ میرا ثواب اس دنیاوی مال کے بدلے میں ضائع کرنا چاہتے ہیں۔مجھے تو اسی ثواب ہی کی ضرورت ہے جو عنداللہ ہے اور وہ اشرفیاں واپس کر دیں۔چند سال بعد پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں بلا کر فرمایا کہ تمہیں دوبارہ حاکم مصر بنا کر بھیجا جاتا ہے تو انہوں نے معذرت پیش کر کے معافی چاہی اور کہا کہ پہلی دفعہ جو ذمہ داری مسلمانوں کی میں نے اٹھائی تھی خدانخواستہ اس عرصہ میں اگر لوگ مجھ پر ناراض ہوں یا کسی کا حق پورا ادا کرنے سے قاصر رہا ہوں تو ابھی تک اس کی معافی مانگ رہا ہوں۔اب دوبارہ کس طرح یہ بوجھ برداشت کر سکتا ہوں۔دوبارہ عامل نہ بنے۔یہ تھا ان پاک نفوس کا تقویٰ اور یہ تھی دنیا سے بے نیازی۔

سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خواب میں زیارت

۳ شعبان المعظم ۱۳۸۹ھ راقم الحروف کوقدم بوسی نصیب ہوئی۔حضرت شیخ الاسلام والمسلمین رحمتہ اللہ علیہ روضہ شریف میں حاضری دینے کیلئے تیار تھے۔

فرمایا مجھے سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب میں فرمایا تھا کہ حاضری روزانہ دیا کرو۔اس وجہ سے روضہ شریف کی حاضری میں فرض سمجھتا ہوں۔آپ نے فرمایا مندرجہ ذیل شعر سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توجہ کیلئے کثرت سے پڑھنا چاہئے۔تعداد کا اندازہ محبت پر موقوف ہے۔

گرہ از کار ماشیر خدا مشکل کشا بکشا
بگیسوئے شہید کربلا و روئے گلگونش

سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مقدس

امیر المومنین سیدنا وسندنا حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا مدفن مقدس سفینۃ الاولیاء ص۲۲ میں ہے۔

درشواہد النبوۃ مسطوراست کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ امام حسن وحسین رضی اللہ عنہما راوصیت کردہ بودند کہ چوں بمیرم مرابرسریرے بہند ہند و بیروں بریدوبغذ نین کہ الحال بہ نجف شہردارد برسانیدوآنجا سنگے خواہد یافت کہ ازاں نور درخشاں است آنرا بکنید در آنجا کشادگی خواہید یافت مرادرآنجا دفن کنید ملاعبدالغفور لاری رحمتہ اللہ علیہ آوردہ اند کہ قبر حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہ در بلخ اسب موضعی کہ بآستانہ امیر مشہوراست ودریں باب حجتہا آوردہ اند

مناقب المحبوبین ص ۱۰، قبہ ایشاں درنجف است وملاعبدالغفور لاری خلیفہ وخواہرزادہ عبدالرحمٰن جامی رحمتہ اللہ تعالیٰ نوشتہ کہ قبرایشاں در بلخ است درموضعیکہ بآستانہ امیر مشہورست ہکذانی سفینۃ الاولیا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابورکانہ کی کشتی

۲۲ رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ حضرت شیخ الاسلام والمسلمین قمر الملت والدین رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت ابورکانہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ایمان لانے سے پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی اگر آپ رسول برحق ہیں تو میرے ساتھ کشتی کریں۔اگر آپ نے مجھے پچھاڑ لیا تو میں آپ پر ایمان لاؤں گا۔حضرت ابورکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت بڑے جرات منداور مشہور پہلوان تھے۔حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سنتے ہی اپنی آستینیں چڑھالیں اور فرمایا میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادنی غلام ہوں۔میرے ساتھ کشتی کر۔اگر مجھے پچھاڑ لے گا تو تب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کلام کرنا حالانکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس کے مقابلہ کے پہلوان نہ تھے بلکہ کشتی کے ہنر سے ناآشنا تھے۔صرف جذبہ ایمان نے اس پر برانگیختہ کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخ انور کی طرف دیکھا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے حق میں دعا فرمائی۔"خدایا معاویہ کو دشمن پر غالب فرما" جب کشتی شروع ہوئی تو حضرت امیر معاویہ نے ابورکانہ کو اٹھایا اور زمین پردے مارا۔ابورکانہ نے کہا اس دفعہ میرا پاؤں پھسل گیا ہے۔لہٰذا دوبارہ کشتی کروں گا۔چنانچہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دوبارہ اسی طرح آن واحد میں گرادیا۔سہ بارہ ابورکانہ کے اصرار پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پچھاڑ دیا اور اس کے سینہ پر بیٹھ گئے۔اس وقت ابورکانہ نے کہا مجھے یقین ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے نہیں گرایا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کام کرگئی ہے اور کلمہ شہادت پڑھ کر مشرف باسلام ہوگئے۔

ابورکانة المذکورھوابن عبدیزید بن ھاشم بن عبدالمطلب بن عبد المناف القرشی المکی الصحابی اسلم عام الفتح وتوفی بالمدینة فی خلافة معاویة عام ۴۲ وکان شدیدالباس جسیمامروناباالقوة فی المصارعة حیث انه لم یصرعه احدقط ولم یمین جلاه الارض مغلوب قط وقد صح ان صلی الله علیه وآله وسلم صارعه فصرعه قال له الحتاجی فی النسیم وفی الحواشی ابن الطیبه الغاسی نظام الحکومت النبیوه جراء الله نبی. ۱۴

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حجاج سے خطاب

۹ ربیع الاول ۱۳۸۹ھ بشب دوشنبہ بعد از نماز عشاء دارالعلوم کے جلسہ کے بعد دفتر میں آپ رحمتہ اللہ علیہ جلوہ فرماتے۔ دسترخوان چنا گیا۔ تمام اساتذہ کرام کی موجودگی میں آپ نے مندرجہ ذیل ملفوظات بیان فرمائے:

۱۔ عبدالملک بن مروان نے حجاج بن یوسف کو امیر حج بنا کر بھیجا اور یہ تاکید کردی کہ تمام احکام حج ادا کرنے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے استفسار کرنا۔ وہ جس طرح حکم فرمائیں اسی طرح ادا کرنا۔ تو صرف امیر قافلہ ہے امور حج کے ادا کرنے میں تجھے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق کرنا ہوگا۔ چنانچہ حجاج مکہ مکرمہ میں حاضر ہوا تو ایک بار حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ میرے گھوڑے اچھے ہیں یا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرام کے گھوڑے اچھے تھے۔ حضرت انس نے فرمایا تیرے گھوڑوں کو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے گھوڑوں سے کیا نسبت ہوسکتی ہے۔ یہ تو سب تجھ پر بوجھ ہیں اور صحابہ کرام کے گھوڑوں کی پیشاب بھی نیکیوں میں درج ہوگی۔ نیز ان گھوڑوں کی دوڑ اور حملہ کرنے کی اللہ تعالیٰ نے قسمیں اٹھائی ہیں۔ وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا الخ یہ سن کر حجاج نے کہا تجھے قتل کیوں نہ کر دینا چاہئے۔ حجاج یہ الفاظ جس کیلئے بھی کہتا اسے ضرور قتل کر دیتا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تو مجھے قتل نہیں کرسکتا۔ حجاج نے وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ مجھے محبوب کبریا علیہ التحیہ والثناء نے چند کلمات فرمائے تھے وہ میں نے صبح پڑھے ہیں جن کی برکت سے کوئی ظالم وجابر مجھ پر ظلم وتشدد نہیں کرسکتا۔ حجاج نے کہا وہ کلمات اپنے بھتیجے کو بھی پڑھا دو۔ تو فرمایا میں بھیڑیئے کے بچے کو پڑھانا نہیں چاہتا۔ حجاج کچھ نہ کہہ سکا۔

حضرت شیخ الاسلام والمسلمین رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا حجاج کو حجاج اس لئے کہتے ہیں کہ وہ ہر سال حج کرتا تھا۔ وہ بہت بڑا مدبر اور منتظم تھا۔ اس کے نظام حکومت میں کسی کو

سر اٹھانے کی طاقت نہ تھی۔ ظالم تو اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس نے بڑے بڑے علماء، فقہاء، صحابہ کرام اور تابعین کو قتل کرایا تھا۔ چنانچہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ تابعی تھے اور بڑے بلند پایہ عالم تھے۔ ان کو بلا کر یہ الفاظ کہے کہ میں تجھے قتل کیوں نہ کرادوں۔ آپ نے دو رکعت نماز نفل پڑھ لینے کی اجازت چاہی، اجازت ملی تو وضو کرکے بیت اللہ شریف کی طرف متوجہ ہوکر پڑھنے لگے۔ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ حجاج نے غضبناک ہوکر کہا ان کا قبلہ سے منہ پھیر دو۔ جب دوسری جانب منہ کیا گیا تو پڑھا فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ پھر حجاج نے حکم دیا کہ اسے منہ کے بل اوندھا کر کے قتل کردو۔ چنانچہ جب آپ کا چہرہ اقدس زمین کی طرف ہوا تو پڑھا مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِیْهَا نُعِیْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰی اس حالت میں شہید کئے گئے تو اتنا خون بہا کہ حجاج خوفناک ہوگیا۔ کسی سے پوچھا کیا وجہ ہے کہ اس قدر خون بہا ہے۔ مجھے بہت ہی خوف لاحق ہوا۔ جواب ملا کہ تو نے ایک عظیم ہستی کو قتل کیا۔ جتنے شہداء کی مقدار یہ خون بہا ہے اتنی مقدار کے خون تیرے سر پر ہوئے۔ اندازہ لگاتے ہیں کہ وہ خون اسی سے زائد مینڈھوں کے خون کی مقدار کے برابر تھا۔ کسی کو حجاج اپنی موت کے بعد خواب ملا۔ پوچھا کیا حالت ہے تو جواب دیا۔ جتنے قتل میں نے کئے تھے تمام کے بدلے میں ایک ایک بار قتل کیا گیا ہوں لیکن سعید بن جبیر کے قتل کے بدلہ میں روزانہ قتل کیا جاتا ہوں۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

۲۶ ذوالحج ۱۳۹۱ھ بعد نماز عصر حضرت شیخ الاسلام والمسلمین رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ محبوب کبریا علیہ التحیتہ والثناء کی خدمت میں حاضری سے پہلے ایک یہودی کے غلام تھے۔ جب دولت ایمان سے مشرف ہوئے تو اس یہودی نے آپ رضی اللہ عنہ کو مکاتب بنایا۔ (مکاتب وہ غلام ہوتا ہے جسے مالک کہہ دے کہ اس قدر مال دے دے تو تو آزاد ہے یعنی کچھ مال کے بدلے اسے آزاد کیا جاتا ہے) چنانچہ اس یہودی نے آپ کو کہا میرے اتنے رقبہ میں کھجوریں لگائیں اور وہ اسی سال پھل

لائیں تو تو آزاد ہوجائے گا۔ یہ ناممکن شرط آزاد کرنے کیلئے لگائی۔ محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی نے عرض کردیا کہ فلاں یہودی نے حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد ہونے کی یہ شرط لگائی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حکم فرمایا کہ کھجوروں کے پودے لے آؤ۔ جب پودے لائے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود اس یہودی کے پاس تشریف لے گئے اور استفسار فرمایا اپنا رقبہ دکھاؤ جہاں کھجوریں لگانی ہیں۔ یہودی نے اپنے رقبہ کی نشاندہی کردی۔ چنانچہ اس کے رقبہ میں دو کھجوریں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے لگائیں اور باقی تمام کھجوریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے صحابہ کرام نے لگائیں۔ وہ کھجوریں اس طرح بڑھیں کہ دیکھنے والے کو معلوم ہوتا تھا کہ اب پودے بڑھتے جارہے ہیں اور اسی سال پھل لائیں گے یہودی کو لازماً حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو آزاد کرنا پڑے گا۔ فرمایا انہی کھجوروں کا پھل ایک عرب صاحب کے پاس تھا جو دس ریال کے بدلے صرف چار دانے کھجور دیتا تھا میں نے بھی اس سے چار دانے خریدے ہیں اور تبرک لایا ہوں۔ ان کھجوروں کے درخت آج تک موجود ہیں جو محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کے دست اقدس سے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین (اللہ کے شیروں) کے ہاتھوں سے لگائی گئی تھیں دلائل النبوۃ الجزاء الاول ص ۸۹ میں ہے:

فخرج رسول الله صلى الله عليه وآله معى اليها فجعلنانقرب له الودى ويضعه رسول الله صلى الله عليه واله وسلم بيده حتىٰ فرغنا فوالذى نفس سلمان بيده مامات منها ودية واحدة فاديت النخل الخ

ترجمہ: پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بذات خود تشریف لے گئے۔ میرے ساتھ ہی تو ہم کھجوروں والے پودوں کو آپ کے پاس لاتے رہے۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ہاتھ مبارک سے انہیں لگاتے رہے۔ پس اس ذات اقدس کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں سلمان کی جان ہے ان پودوں سے ایک بھی خراب نہ ہوا۔ پس اس طرح کھجوریں ادا ہوگئیں۔

حضرت زید بن سعنہ رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا

ماہ رجب المرجب ۱۳۸۵ھ کے پہلے ہفتہ میں جبکہ شیخ الاسلام والمسلمین رحمتہ اللہ علیہ نے بذات خود بعد از نماز فجر قرآن مجید کا درس دینا شروع فرمایا درس دینے کے بعد حضرت زید بن سعنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان لانے کا واقعہ بیان فرمایا کہ حضرت زید بن سعنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل کتاب (یہود) کے بہت مشہور عالم تھے۔ اسلام لانے سے پہلے محبوب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں ایک دن حاضر ہوئے۔ عرض کی کہ فلاں باغ کی کھجوریں فلاں نرخ پر اس قدر مقدار و وزن فلاں موقع یا تاریخ پر مجھے دے دینا اور یہ رقم مقررہ تعداد کر کے کہا ابھی وصول فرمالیں۔ یعنی باغ بھی مقرر نرخ بھی مقرر اندازہ وزن اور رقم نیز وقت اور جگہ تمام مقرر کردیئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ بیع ہوگئی لیکن باغ مقرر نہیں کرتے بلکہ کھجوریں جنس اور ان کی مقدار مقرر رہی کیونکہ ہوسکتا ہے وہ باغ کسی سماوی آفت سے خراب ہوجائے۔ (فقہاء کرام نے اسی بیع کو بیع سلم فرمایا ہے) بہرحال اسی وقت رقم حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پیش کردی۔ قدرتاً دوسرے علاقہ کے ایک صحابی وہاں موجود تھے۔ عرض کی یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مجھے اشد ضرورت ہے۔ یہ رقم مجھے عنایت فرمادیں۔ حضور رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یہ رقم اسے دے دو۔ چنانچہ سائل کو وہ عطیہ دیا جانا بھی حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ نے اسی وقت دیکھ لیا اور مقررہ میعاد سے ابھی چند روز باقی تھے اور کھجوروں کا فصل بھی ابھی کٹائی تک مکمل نہ آیا تھا کہ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاضر ہوکر ان کھجوروں کا مطالبہ کیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دامن مبارک پکڑ کر زور سے کھینچا اور کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میری کھجوریں ابھی ادا کردو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حرکت دیکھ کر ایسے جلال کا اظہار فرمایا کہ قریب تھا کہ زید کا سر قلم کردیتے لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہایت نرم مزاجی سے فرمایا اے عمر اسے لے جاؤ اور مقررہ مقدار

وزن کھجوریں دے کر اس قدر زائد بھی دینا(کچھ زائد دینے کا بھی حکم فرمایا) حضرت عمررضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حسب ارشاد نبوی مقررہ موعودہ وزن کھجوریں دے کر مزید مقدار بھی دینے لگے تو حضرت زیدرضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے حق سے زائد لینے کا انکار کردیا۔حضرت عمررضی اللہ عنہ نے غصہ میں فرمایا یہ بھی تجھے لیناہوں گی محبوب کبریاعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد پورا کرنا ہے۔ بہرحال جب ارشاد نبوی پرعمل کیاتو حضرت زیدرضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا اے عمر مجھے پہچانا ہے میں کون ہوں؟ جواب دیانہیں پہچانا۔تو حضرت زیدرضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا میں یہودیوں کا حبر زید بن سعنہ ہوں۔حضرت عمررضی اللہ عنہ نے فرمایاواہ اتنا بڑا عالم اور سمجھدار ہوکر تو محبوب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گستاخانہ طور پر پیش ہوا۔ ناشائستہ حرکت جاہلوں کی طرح کرنا صاحب فہم اور عقلمند عالم آدمی کا کام نہیں ہے۔حضرت زیدرضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں نے یہ سب کچھ دانستہ طور پر کیا ہے کیونکہ میں نے جس قدر اوصاف و اخلاق اعلیٰ محبوب کبریاعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے تورات میں درج شدہ پڑھے تھے تمام من و عن آپ کی ذات اقدس میں موجود پائے۔صرف ایک صفت معلوم کرنا تھی۔(آپ حلیم الطبع ہونے کی وجہ سے خطا کاروں کو معاف فرمادیتے ہیں)اس صفت کومعلوم کرنے کیلئے یہ حیلہ اختیار کیا ہے۔ جب یہ بھی یقین ہوگیا ہے تو اب مجھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر کریں تاکہ دولت ایمان سے سرفراز ہوجاؤں کیونکہ سابقہ کتب سماویہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درج شدہ اوصاف حمیدہ اخلاق کریمہ تمام تر میں نے آپ کے وجود مسعود میں یقین کر لئے ہیں۔اب تاخیر کرنا سراسر محرومی اورناحق شناسی ہے۔
چنانچہ حضرت عمررضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بارگاہ رسالت میں حاضرہوکر مشرف بہ اسلام ہوئے۔

ابومھجن کی شراب خوری سے توبہ

۱۴ رجب المرجب ۱۳۹۱ھ بروز جمعہ المبارک از نماز عصر بنگلہ شریف میں حاضری نصیب ہوئی۔حضرت خواجہ غلام فخرالدین صاحب اور خواجہ معظم الدین صاحب بھی موجود تھے۔آپ نے فرمایا کہ پہلے زمانہ کے کافرلوگ اپنے کفر پر مضبوط ہوتے تھے اور مسلمان لوگ اسلام پر پختہ لیکن آج کل مسلمان بھی ڈھیلے اور کافر بھی مذبذب ہیں۔سیدنا وسندنا حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فوج ...... میں ایک شخص ابو مھجن شراب پیتا تھا۔جب منع کرنے پر باز نہ آیاتو اسے حبس کیا گیا۔اس کے ہاتھ پشت کی طرف باندھ دیئے گئے۔ایک محافظ اس پر مقرر کیا گیا۔ایک مرتبہ اسلام وکفر کی جنگ ہوئی اور قدرتا وہ نظارہ اس کے سامنے تھا۔جنگ کا ولولہ دل میں پیدا ہواتو محافظ کو کہا مجھے چھوڑ دے تاکہ جنگ میں شریک ہوجاؤں۔پھر واپس آجاؤں گا۔اس نے کہا تجھے چھوڑدوں گاتو مجھے جوتے مارے جائیں گے۔لہٰذا میں نہیں چھوڑتا لیکن بار بار اس کے اصرار کرنے سے محافظ نے کہا تجھ کوشراب پینے کے جرم میں قید کیا گیا ہے جب تک توبہ نہ کرے آزادی ناممکن ہے۔ابومھجن بولا تجھے معلوم ہے کہ میں شراب پینے پر پختہ ہوں ،لہٰذا یہ بھی یقین کرلو کہ جو بات میں کہہ رہا ہوں اس پر میرا عمل ہوگا۔ مجھے چھوڑ دے اگر شہید نہ ہوا تو ضرور واپس آجاؤں گا۔چنانچہ محافظ نے اسے کھول دیا۔وہ تلوار لے کر فوراً جنگ میں شامل ہوگیا۔اس طرح جوہر دکھائے کہ دشمن کی صفوں کی صفیں تہ تیغ کرڈالیں۔حضرت خالد بن ولیدرضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ شخص اس طرح قتال کررہا ہے جیسے ابو مھجن قتال کیا کرتا تھا۔لوگوں نے کہاوہ توقید میں ہے۔
بالآخر جنگ فتح ہوجانے پر ابومھجن فوراً واپس آیا اپنے آپ کو محافظ کے ہاں بندھوادیا۔جب تمام مسلمان واپس پہنچے تو اسے قید کی صورت میں دیکھ کر کہنے لگے آج تو کوئی شخص تیری طرح جنگ میں جوہر دکھاتا رہا ہے۔اس نے کہا کوئی اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوگا۔آخر کار محافظ نے بتادیا کہ واقعی یہی تھا۔مجھے واپس آجانے کا وعدہ دیا تو میں آزاد کردیا تھا۔فتح نصیب ہونے پر

واپس آ گیا ہے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے فرمایا کہ دشمن کا مقابلہ کرنے کیلئے تجھ میں کس قدر ہنر اور اعلیٰ جوہر ہے۔ اگر شراب کو چھوڑ دے تو بہت اچھا رہے۔ کہنے لگا مجھے محسوس تو ہوتا ہے کہ گناہ کر رہا ہوں اسے چھوڑ دینا چاہئے لیکن کیا کروں مجبور ہوں۔ امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ نے توجہ فرما کر اسے آزاد کر دینے کا حکم دے دیا۔ جب آزاد ہو گیا تو فرمایا تجھے بلاشرط آزاد کر دیا ہے۔ اس نے جواب دیا میں نے بھی شراب پینے سے توبہ کر لی ہے۔ اب قطعاً شراب نہ پیوں گا۔

دست و زبان را نہ باشد مجال   بہمت نمایند مردی رجال

جب قبلہ شیخ الاسلام رحمتہ اللہ علیہ نے یہ شعر سنایا تو خواجہ غلام فخر الدین صاحب نے یہ شعر بھی حدیث پاک کا ترجمہ ہے۔ فرمان نبوی ہے۔

من رأى منكم منكرافليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه وهذا اضعف الايمان تم میں سے جو شخص ناجائز کام دیکھے اسے ہاتھ سے درست کر دے۔ اگر ہاتھ سے درست کرنے کی طاقت نہ ہو تو زبان سے درست کر دے۔ اگر زبان سے بھی طاقت نہ ہو تو اپنے دل سے ناپسند کرے اور یہ بہت کمزور ایمان ہے۔

یعنی صرف دل ہی سے ناپسند سمجھنا اور درستی کی طاقت نہ رکھنا نہایت کمزور ایمان ہے۔ بعض نے فرمایا کہ قلبی توجہ سے درست کرے تو یہ دوگنا ایمان ہے۔ مندرجہ بالا شعر میں نہایت ہی مختصر انداز میں حدیث پاک کا مطلب بیان کیا گیا ہے۔

محبوب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ صحابہ کرام کی بیعت

۲۱ صفر المظفر ۱۳۹۰ھ بروز سہ شنبہ حضرت غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ سے ڈاکٹر تسخیر احمد صاحب نے استفسار فرمایا کہ بیعت کرنے کا ثبوت کیا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیعت کس واسطے لی؟۔

آپ نے فرمایا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دو قسم کی بیعت لی تھی۔

ایک بیعت جہاد جیسے فرمان باری تعالیٰ ہے۔ **لقدرضی الله عن المؤمنين اذيبايعونك تحت الشجرالخ** دوسری بیعت توبہ جیسے فرمائی الٰہی ہے: **يايهاالنبى اذاجاء ك المؤمنات يبايعنك على ان لايشركن بالله شيأ ولايسرقن ولايزنين ولايقتلن اولادهن ولاياتين ببهتان يفترينه بين ايديهن وارجلهن ولايعصينك فى معروف فبايعهن واستغفرلهن الله ان الله غفور رحيم**۔ پہلی بیعت والے فرمان اقدس میں ثبوت بیعت جہاد کے علاوہ بیعت کرنے والے صحابہ کرام کی شان کا بیان اور ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا ذکر بھی ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کے ان پر دنیاوی و آخروی انعامات بیان فرمائے گئے ہیں۔ ان تمام کیلئے بہشت کی بشارت ہے۔ دوسرے فرمان ذیشان میں گناہ کبائر وصغائر سے تائب ہونے کا بیان ہے اور ثبوت بیعت بھی ہے۔ علاوہ ازیں آیت کریمہ **ان الذين يبايعونك انما يبايعون الله يد الله فوق ايديهم**۔

اس میں ہر دو قسم کی بیعت کا ذکر ہے۔ نیز نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ذات اقدس کے ساتھ بیعت کرنے والوں کے متعلق فرمایا گیا کہ درحقیقت وہ لوگ اللہ تعالیٰ سے بیعت کرنے والے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اظہار شان کے طور پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بیعت کرنے والوں کی فضیلت کا بیان بھی ہے۔ باقی رہی ضرورت بیعت یہ حقیقتاً ذات باری تعالیٰ تک رسائی اور اس کی ذات مقدس کی معرفت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے کیونکہ ذات اقدس واجب الوجود ہے۔ وہاں تک کی رسائی بلاواسطہ

محال ہے۔اس کیلئے بہت ہی بڑی طاقت والے واسطہ کی ضرورت ہے۔وہ اعلیٰ وارفع واسطہ محبوب کبریاعلیہ الصلوۃ والسلام ہی کی ذات بابرکات ہے جس ذات اقدس سے خلفاء راشدین عشرہ مبشرہ ودیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین کے پاک نفوس نے فیض حاصل کیااور پھران سے تابعین جیسا کہ سیدنا ومولاناحضرت علی رضی اللہ عنہ سے خواجہ خواجگان حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علی ہذا القیاس یکے بعد دیگرے اپنے اپنے ظروف کے مطابق فیضان حقیقی سے سرشار ہوئے۔ان وسائط و وسائل میں بھی حسب مقدور فیض جاری ہوا کیونکہ براہ راست حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فیض حاصل کرنے کی استعداد بعد میں آنے والوں میں نہیں ہے۔

حضرت ابوطالب کی نجات اور اسلام پر چند قرائن

۱۔ ۲۱ ربیع الاول شریف ۱۳۸۸ ہجری آپ نے فرمایا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت ابوطالب نے جواب دیا اخترت النار علی العار یعنی میں نے آگ کو عار پر پسند کیا۔اس سے ظاہر ہے کہ تصدیق قلبی ہوچکی تھی کیونکہ اسلام قبول نہ کرنے پر نار کا مستحق ہوتا ہے۔اگر تصدیق قلبی نہ ہوتی تو نار کے استحقاق کا اقرار نہ کرتے۔

۲۔ بعض کا قول ہے کہ حضرت عیسیٰ علی نبیناوعلیہ الصلوۃ والسلام حضرت ابوطالب کی قبر پر جاکرانہیں زندہ کریں گے اور کلمہ شریف پڑھائیں گے۔

۳۔ حدیث پاک میں ہے کہ ابوطالب کو آگ کا جوتا پہنایا جائے گا۔اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ کافر نہیں تھے کیونکہ کفار کا عذاب سخت ہے جیسا کہ آیت کریمہ ہے: بدلناھم جلوداغیرھالیذوقواالعذاب (ہم ان کے چمڑوں کو تبدیل کردیں گے تاکہ عذاب چکھتے رہیں بسبب اس کے جو تکذیب کرتے تھے،باربار چمڑوں کا جل جانااور پھردوبارہ درست ہونا الخ۔

۴۔ فرمایا میری تحقیق بھی یہی ہے کہ اسلام قبول کیااور کافر والے عذاب سے نجات پاچکے ہیں کیونکہ کفار کا عذاب تو ایسا ہے کہ ایک مرتبہ تمام چمڑہ جل جائے گا، پھر نیا دیا جائے گا،علی ہذاالقیاس موت نہ آئے گی۔لیکن تمام کے تمام جلتے رہیں گے۔اور حضرت ابوطالب کے عذاب خفیف کا ذکر ہے۔ایسا عذاب تو مسلمان گناہ گاروں کو ہوگا۔

شرح شفامیں شہاب الدین خفاجی فرماتے ہیں:

واعلم ان اباطالب کانت محبتہ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ومعرفتہ بانہ رسول اللہ وتصدیق فی قلبہ محققۃ لکن اللہ لم یھدہ للاسلام وفیہ حکمۃ عظیمۃ وھوانہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان فی جوارہ وحمایتہ ظاھراحتی ماکان احدیجتری علیہ فلواسلم لم یقبلواجوارہ اذلاجوار للمسلمین عندھم فختم اللہ علی لسانہ وکذالک لمامات لزمت الھجرۃ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واھل بیتہ وھذاممافطن لہ بعض العلماء کابن القیم فی الھدی النبوی وصاحب الامتناع شرح شفاءص ۳۹۵،ج ۳۔

قال حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امن یھجورسول اللہ منکم ویمدحہ وینصرہ سواء

فان اباطالب رباہ صغیراوآواہ کبیراووقرہ وذب عنہ ومدحہ بقصائد. غرر رضی باتباعہ ولیس فی حدیث عمروبن دینارالمار آنفادلالۃ علی شرکہ فی قولہ استغفرابراھیم لابیہ مع شرکہ فکیف لااستغفرلہ حتی ینھانی ربی ولم ینہ بل نھی عن الاستغفارللمشرکین لالخصوص عمہ فلوکان کذالک یقبل ان یستغفرللمشرکین وان یستغفرالنبی لعمہ ولم یقل کذالک (اسنی المطالب فی نجات ابی طالب احمدبن المرحوم سیدزینی زادہ ص ۲۷)

وقال شیخ الاسلام والمسلمین سیدی وسندی حضرت خواجہ محمدقمرالدین رحمتہ اللہ تعالیہ قولہ ولم ینہ عنہ،استغفارہ صلی اللہ علیہ

وآله صحبه وسلم لابی طالب دلیل واضح علیٰ برائته من الشرک لان الله سبحانه تبارک وتعالیٰ قال وماکان لنبی والذین آمنوا ان یستغفرو اللمشرکین ولوکانواولی قربی(الآیة)وذکرقصة ابراهیم علیه السلام وقال عزاسمه وماکان استغفارابراهیم لابیه الاعن موعدة وعدهاایاه فلماتبین له انه عدوالله تبرأمنه وان ابراهیم لاوّاه حلیم فاستغفار نبیناصلی الله علیه واله وصحبه وسلم لابی طالب اوضح من الشمس ان اباطالب ماکان مشرکاولاعدوا لله، محمدقمرالدین (علی حاشیه اسنی المطالب)

ترجمہ : جان لیں کہ بے شک ابوطالب کورسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت نصیب تھی اور آپ کے رسول اللہ ہونے کی معرفت بھی یقیناً تھی اور ان کے دل میں تصدیق بھی حقیقتاً ہوگئی تھی لیکن بظاہراللہ تعالیٰ نے انہیں اسلام سے موقوف رکھااور اس میں عظیم حکمت تھی اور وہ اس طرح کہ حضوراقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی پناہ میں تھے اور ان کی حمایت وہمدردی بھی ظاہراً تھی کہ کسی کوحضور پرحملہ کی جرات نہ ہوتی۔ اگر ظاہراً بھی اسلام قبول فرماتے توکوئی بھی حضوراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جناب ابوطالب کورہنے پربرداشت نہ کرتا جبکہ کفار کے نزدیک مسلمانوں کی پناہ نہ تھی۔اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی زبان پرمہرلگادی اور یہی وجہ ہے کہ جب ابوطالبؑ فوت ہوئے تورسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوہجرت کرنے کاحکم آگیا۔ساتھ ہی اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کو۔یہی وہ نکتہ ہے جسے بعض علماء نے بھانپ لیا۔جیسا کہ صاحب امتاع اور ابن قیم نے اپنی تصنیف الہدی والنبوی میں لکھ دیا۔(شرح شفاء صفحہ ۳۹۵ جلد۳)

حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم میں سے جوشخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح کرتا ہے اورآپ کی مددکرتا ہے وہ اور دوسرا مذمت کرے برابر ہیں؟ بے شک ابوطالب نے حضورصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بچپن میں پرورش کی اور آپ کی بڑی عمر میں ٹھکانا دیااور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کووقاردیا۔آپ سے دشمنوں کی تکلیفیں دورکیں

اور بہت سے شاندارقصائد میں آپ کی تعریف فرمائی اور آپ کے متبعین کی بھی عزت کی اوران سے راضی رہے۔اور جوحدیث عمروبن دینار سے مروی ہے اس میں جناب ابوطالب کے ارتکاب شرک کابالکل ثبوت نہیں ہے اورآپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا کے ارتکاب شرک ہونے کے باوجود اس کیلئے دعا مغفرت کی اور میں کیسے اپنے چچاکیلئے دعائے مغفرت نہ کروں جبکہ میرے رب تعالیٰ نے مجھے منع بھی نہیں فرمایا اور وہ بھی نہیں روکے گئے تھے۔بلکہ مشرکین کیلئے طلب مغفرت سے منع فرمایا گیا تھانہ کہ خاص طور پراپنے چچاسے۔لہٰذا اگرایسا ہوتا توپھرمشرکوں کی طلب مغفرت بھی قبول ہوتی۔(پس اگرایساہوتا)تونبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چچاکیلئے دعائے مغفرت نہ کرتے اور مقبول نہ ہوتی حالانکہ اس طرح نہیں فرمایا۔

جناب شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمدقمرالدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طلب مغفرت اپنے چچا کیلئے واضح دلیل ہے کہ وہ شرک سے بری تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نبی کی شان کے لائق نہیں ہے اور نہ ہی مؤمنین کاحق ہے کہ وہ مشرکین کیلئے طلب مغفرت کریں،اگرچہ وہ ان کے قریبی رشتہ دار ہی ہوں۔

اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کاقصہ بیان فرماتے ہوئے ذکر فرمایاکہ ابراہیم علیہ السلام کی اپنے باپ (چچا) کیلئے طلب مغفرت تومحض اس لئے تھی کہ اس سے وعدہ کرچکے تھے،پھرجب ان پرواضح ہوگیاکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کادشمن ہے تواس سے دورہوگئے اور بے شک ابراہیم بہت ہی رجوع کرنے والااورحلیم والا ہے۔

لہٰذا ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی طلب مغفرت جناب ابوطالب رحمۃ اللہ علیہ تعالیٰ کیلئے سورج سے زیادہ واضح ہے کہ جناب ابوطالب نہ مشرک تھے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے دشمن۔

(محمدقمرالدین غفرلہ)

بابارتن کی بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضری

بنگلہ شریف میں شیخ الاسلام رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں حاضری نصیب ہوئی۔ یہ آپ کے وصال سے تقریباً دو مہینے قبل کی بات ہے۔ شلوار پہنے کا ذکر ہوا۔ بندہ نے استفسار کیا کہ محبوب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی شلوار زیب تن فرمائی ہے یا نہیں؟

آپ نے فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی تحسین فرمائی ہے۔ ہندوستان کے علاقہ میں ایک شہر جس کا نام بھٹنڈا ہے وہاں کے راجہ نے جب سنا کہ نبی آخرالزماں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مبعوث ہوئے ہیں تو تحقیق کیلئے اپنے وزیر کو مکہ مکرمہ روانہ کیا۔ وزیر بابارتن صاحب تھے جو بعد میں صحابی ہوئے اور یہ بابارتن صاحب بغرض تجارت وسفارت وغیرہ ایک دومرتبہ پہلے بھی ہندوستان سے عرب شریف گئے تھے۔ ایک بار تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اونٹ بنے۔ وہ اس طرح کہ پہاڑی علاقہ میں ایک وادی کے پاس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف فرما تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بچپن کا زمانہ تھا۔ آپ کی اونٹنیاں وادی کی دوسری طرف چر رہی تھیں۔ درمیاں میں ایک رو پانی کی جارہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس رو سے پار جانا چاہتے تھے۔ بابارتن صاحب جب وہاں پہنچے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت نصیب ہوگئی۔ عرض کیا میں آپ کا اونٹ بن جاؤں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں! تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بیٹھ گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے شانوں پر سوار ہوئے، دونوں پاؤں مبارک بابارتن صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینے پر لٹکا دیئے۔ اس طرح بابارتن صاحب نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم مبارک چوم لئے اور اپنے سینے کو ٹھنڈک سے بھرپور پایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس پانی کی رو سے دوسری طرف پہنچایا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ دعا فرمائی (بارک اللہ فی عمرک) تین بار فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تیری عمر میں برکت دیوے۔ پھر جب بھٹنڈا کے راجہ نے بابارتن صاحب کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات معلوم کرنے کیلئے روانہ کیا تو اس نے تین معجزے طلب کرنے کی خواہش کی تھی۔ ایک شلوار بغیر نالے کے

بابارتن صاحب کو دی اور دوسری پان بغیر مصالحہ کے دی اور کہا کہ اگر وہ مدعی نبوت سچا نبی ہو تو ہماری زبان ہندی میں کلام فرمائیں گے۔ جب بابارتن صاحب وہاں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو وہی شخص ہے جو میرا اونٹ بنا تھا۔ بابارتن صاحب نے تسلیم فرمایا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **بارک اللہ فی عمرک، بارک اللہ فی عمرک** تین بار فرمایا اللہ تعالیٰ تیری عمر میں برکت دیوے۔ جب بابارتن صاحب نے شلوار و پان دونوں پیش کیے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شلوار کی طرف اشارہ کر کے فرمایا (اس کا نالہ کہاں ہے)۔ اور پان پیش کی تو فرمایا (اس کا مصالحہ کہاں ہے)۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہندی زبان میں جو کلمات مندرجہ بالا بیان فرمائے حدیث نبوی میں ویسے ہی درج ہیں۔ اور بابارتن صاحب کا نام کتب اسماء رجال میں میں نے بہت تلاش کیا عربی لفظ ''احمر'' کے ماتحت تو نہ ملا آخر راء کے حروف کے ماتحت تلاش کرنے پر مل گیا۔ وہاں بابارتن ہی لکھا ہوا ہے۔ تہذیب التہذیب میں بھی اور دوسری کتاب **الاصابہ فی تمییز الصحابہ** ۵۳۸ جلد ۱، فرمایا بابارتن صاحب کے متعلق میزان الاعتدال ص ۲۳۶ ج ۱ میں بیان ہے اور وہیں عرب شریف میں سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ تک رہے۔ جب وہاں سے واپس ہندوستان آنے کا قصد فرمایا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا لکھا ہوا قرآن مجید ساتھ لائے جو ان کی مزار پر شہر بھٹنڈا میں موجود تھا اور میں نے اس قرآن مجید پر سوا پارہ تلاوت کی۔

بابارتن صاحب کو واپسی پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سواری کیلئے ایک اونٹ دیا اور چونکہ بابارتن صاحب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اونٹ بنا تھا اس کے عوض حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اونٹ دے کر سوار کر کے روانہ فرمایا۔ بابارتن صاحب صحابی ہوئے جن کا مزار ہندوستان شہر بھٹنڈا میں ہے۔ اسکی حاضری مجھے نصیب ہوئی جس کا پہلے ذکر کیا ہے۔

فرمایا: اجمیر شریف سے واپس آتے وقت راستے پر کسی نے بتایا کہ سڑک سے ایک طرف چند میل دور بابارتن کا مزار ہے۔ اللہ داد ماچھی ہمراہ تھا۔ ہم دونوں پیدل وہاں گئے۔ ابھی شہر بھٹنڈا سے باہر ہی تھے کہ ایک مجذوب فقیر علاوہ مندرجہ ذیل شعر بار بار پڑھتا پھرتا تھا۔

[illegible] جہاں رتن کا [illegible] کی [illegible] بابا ہیر فقیر کے جن کا

[illegible] انہوں نے پچھ کی [illegible]

[illegible] ملاقات پر تین

[illegible] بارک اللہ فی عمرک [illegible] سو سال [illegible] ملاقات پر بھی اسی

[illegible] تین سو سال [illegible] سال ہو چکا تھا اور اس سے قبل

[illegible] تھی۔ [illegible] بابا رتن صاحب کی اولاد [illegible]

[illegible] شریف [illegible] تھے اس کی بھی قبر [illegible] دیکھی۔ واللہ ورسولہ اعلم

بالصواب ایک اور صحابی کا مزار بھی اس علاقہ میں ہے جن کا نام یاد نہیں۔

فتاوی حدیثیہ میں بابا رتن ہندی کے بیان میں حاشیہ پر شیخ الاسلام والمسلمین

حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رضی اللہ عنہ نے تحریر فرمایا ہے۔ اسمہ رتن یقال بابارتن وکنیتہ ابوالرضا وقبرہ فی بھنداوھی بلدۃ مشہورۃ فی الھندوانازرت قبرہ وقرأت علی المصحف الذی قالوا انہ جاء بہ من المدینۃ المنورۃ و ذالک القرآن ما کان مرسوما فعلم انہ کتب من زمان بعید (قمر الدین)

ترجمہ: اسے بابارتن کہا جاتا تھا اس کی کنیت ابوالرضا تھی اور اس کی قبر بھٹنڈا میں جو ہندوستان میں مشہور شہر ہے۔ میں نے اس قبر کی زیارت کی اور اس قرآن مجید پر تلاوت کی جسے وہ خود مدینہ منورہ سے ہمراہ لائے تھے اور وہ قرآن مجید پر دوسرے مصاحف کی طرح رسم الخط والا نہ تھا بلکہ زمان بعید کی قلمی کتابت والا تھا۔ (قمر الدین)

نوٹ: اس شخصیت کے متعلق جو علماء کرام کے اقوال حدیث پاک کو مدنظر رکھ ان کے صحابی ہونے کی تردید میں یا تکذیب وغیرہ میں وارد ہیں مشائخ عظام اور اہل تصوف حضرات کے نزدیک معتبر نہیں۔ انہوں نے حدیث پاک عام وخاص من وجہ کی حیثیت سے اصحاب کبار سے خارج نہیں فرمایا۔ واللہ ورسولہ اعلم واتم بالصواب۔

علماء باطن کو ظاہری علماء پر فوقیت ہے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام وخضر علیہ السلام کا واقعہ برائے ثبوت کافی ہے۔

رتن الہندی کے صحابی ہونے کی مزید تحقیق

تحقیق حدیث ارایتکم لیلتکم ھذا

مسند امام احمد جلد ۲ ص ۱۲۱ میں ہے۔

حدثنا عبداللہ حدثنی ابی حدثنا ابوالیمان انا شعیب عن الزھری ثنا سالم بن عبداللہ بن عمرو ابوبکر بن ابی حشمۃ ان عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما قال قال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد صلاتہ لعشاء فی آخر حیاتہ فلما قام قال ارأیتکم لیلتکم ھذہ فان رأس مائۃ سنۃ منھا لا یبقی ممن ھو الیوم علی ظھر الارض احد قال عبداللہ فوھم الناس فی مقالۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تلک الی ما یحدثون من ھذا الحدیث عن مائۃ سنۃ فانما قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا یبقی ممن ھو الیوم علی ظھر الارض احد یرید بذلک انہ ینخرم ذالک القران

ترجمہ: مجھے یہ حدیث ابوالیمان نے روایت کی ہے انہوں نے زہری سے، انہوں نے سالم بن عبداللہ سے انہوں نے ابوبکر بن ابی حیثمہ سے اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آخری حیات مبارکہ میں نماز عشاء ادا فرمائی اور جب سلام پھیرا تو کھڑے ہو گئے اور فرمایا: کیا تم نے اس رات کو ملاحظہ کیا کہ اس رات سے لے کر سو سال کے اختتام تک جو لوگ آج اس زمین پر ہیں ان میں سے ایک آدمی بھی باقی نہیں رہے گا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث صحابہ کرام سن کر حیران ہو گئے کہ موجودہ لوگ سو سال تک زندہ رہیں گے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ موجودہ لوگوں میں سے سو سال کے اختتام تک ایک آدمی بھی زندہ نہیں رہے گا، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ تھا کہ سو سال کے اختتام تک یہ قران ختم ہو جائے گا۔

۱ (خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم) سب سے اچھا

قرن (زمانہ) میرا ہے پھر جو اس سے ملا ہوا ہے، اور پھر جو اس کے ساتھ ملا ہوا ہے)۔

اس حدث پاک کے آخری الفاظ کا مفہوم جو صحابہ کرام نے بیان فرمایا:

(یرید بذالک انه ینخرم ذلک القرن) یعنی محبوب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارادہ اس سے یہ تھا کہ سو سال کے اختتام پر یہ قرن گزر جائے گا۔ خیر القرون قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم والے فرمان کے ماتحت صحابہ کرام والا زمانہ سو سال پر ختم ہو جانے کا ذکر فرمایا۔

عن جابر رضی الله تعالیٰ عنه قال سمعت النبی صلی الله علیه وآله وسلم یقول قبل ان یموت بشهر تسأل عن الساعة انما علمها عندالله واقسم بالله ما علی الارض من نفس متنفسه یأتی علیها مائة سنة ولاهی حیة یومئذ (رواه مسلم).

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دنیا سے تشریف لے جانے سے ایک ماہ قبل یہ فرماتے ہوئے سنا: آپ مجھ سے قیامت کے بار ے میں پوچھتے ہو؟ قیامت کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے، مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم زمین پر کوئی بھی ایسا شخص نہیں ہے جو سو سال تک زندہ رہے گا۔

عن ابی سعید عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وآله وسلم قال لایأتی مائة سنة وعلی الارض نفس منفوسة الیوم (رواه مسلم) مشکوة (باب قرب الساعة)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: موجودہ لوگوں میں سے کوئی بھی ایسا شخص نہیں ہے جو سو سال تک زندہ رہے گا۔

(اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے)

عن عائشه رضی الله عنها قالت کان رجال من الاعراب یأتون النبی صلی الله علیه وآله وسلم فیسألونه عن الساعة فکان ینظر الی اصغرهم فیقول ان یعش هذا لایدرکه الهرم حتی تقوم علیکم ساعتکم متفق علیه (مشکوٰة شریف باب قرب الساعة)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اعرابی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تھے اور وہ قیامت کے بارے میں سوال کیا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے سب سے چھوٹے کی طرف دیکھتے اور فرماتے: اگر یہ زندہ رہا تو اس کے بوڑھاپے سے قبل آپ لوگوں پر قیامت آجائے گی۔

اسے بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔ (یہ حدیث مشکوۃ میں باب قرب الساعۃ میں ہے)۔

عن قطب الواصلین سیدی عبدالعزیز الدباغ عن احمد بن المبارک رضی الله تعالیٰ عنه قال:

سالته رضی الله عنه عن حدیث ارئیتکم لیلتکم هذه الحدیث الذی یشیر فیه النبی صلی الله علیه وآله وسلم الی انخرام ذلک القرن علیٰ رأس مائة سنة فقال رضی الله عنه هذالحدیث تکلم به النبی صلی الله علیه وآله وسلم قبل وفاته بقرب وهوکلام من روحه الشریف تعزی ذاته الکریمة وتسلیها حیث علم صلی الله علیه وآله وسلم بقرب اجله فتکلمت الروح بهذا السر المکنون لتحصیل التسلیة للذات قلت صدق رضی الله عنه فی قوله ان هذالحدیث تکلم به النبی صلی الله علیه وسلم قبل وفاته بقرب فان مسلماروی فی صحیحه عن جابر رضی الله عنه ان ذلک کان قبل وفاته صلی الله علیه وآله وسلم بشهر فلله درهذاالامام الامی ماعرفه بشمائل المصطفیٰ صلی الله تعالیٰ علیه وآله وسلم ثم قلت له رضی الله عنه وهوالمقصود بالسئوال هل یصح الاستدلال بهذا الحدیث علیٰ تکذیب من ادعی الصحبة بعد انخرام ذلک القرن کما کذبوامن ادعاها بعد المأتین وکذبوامن ادعاهابعد الستمائة ومن ادعاها فی المائة الثانیة وانظر قصة عکراش ومعمر المغربی ورتن الهندی وقدأطال فی الاصابة فی تمییز الحافظ رضی الله عنه فی تراجمهم الحفافظ ابن حجر وکذا تعرض لذلک تلمیذه شمس الدین

السخاوی فی شرح الألفیة فی اصطلاح الحدیث و کذالحافظ السیوطی فی الحاوی فی الفتاوی فقال رضی الله عنه : الصحابه رضی الله عنهم لایحاط بهم وقدتفرقواقبل وفاته صلی الله علیه وسلم وبعدوفاته وذهبت طائفة منهم تجول فی اقطار الارض والحدیث المذکور عام اریدبعدخصوص من هو معروف بین الناس بالصحبة مشهور بهاهذا هوالذی دل علیه الکشف والعیان (مطبوعه مصرالابریز ۱۱۸ ملفوظات عبدالعزیزدباغ رضی الله عنه).

شیخ المشائخ حضرت خواجہ عبدالعزیز دباغ رضی اللہ عنہ کے فرمان کا ترجمہ (قولہ فقال رضی اللہ عنہ) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا شمار تو ہوسکتا ہی نہیں اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال سے پہلے بھی اور بعد میں بھی دنیا میں پھیل گئے تھے بلکہ ایک جماعت تو روئے زمین کے اطراف واکناف میں چلی گئی جو اقطار ارض میں سیر وسیاحت کرتے رہے اور مذکورہ حدیث پاک عام تو ہے لیکن ارادہ اس سے خاص کیا گیا ہے یعنی جو صحابہ کرام لوگوں میں معروف ومشہور تھے ان کا ختم ہوجانا مقصود تھا) نجم العرفان الحافظ سیدی احمد بن المبارک یعنی ملفوظ کے راقم نے فرمایا کہ یہ وہ بات ہے جو ان کے کشف وعیان پر دلالت کرتی ہے۔

یعنی انہیں بذریعہ کشف یہ معلوم ہوا جو فرمایا: ظاہری علماء نے اس میں جو کلام کیا ہے غیر معتبر ہے۔اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچے ہوئے اولیاء کے قطب میرے سردار عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ احمد بن مبارک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ سے حدیث (أرأیتکم لیلتکم هذه) کے بارے میں پوچھا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صدی کے اختتام تک اس قرن کے ختم ہونے کا ارشار فرمایا ہے،تو آپ نے فرمایا کہ ایسی حدیث مبارکہ ہے جسے آپ نے دنیا سے تشریف لے جانے سے قبل بیان فرمایا اور یہ کلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک سے نکلا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک اللہ تعالیٰ کی تجلیات میں محو ہوگئی یہاں تک کہ آپ کو دنیا سے رخصت ہونے کا اپنا وقت قریب ہونے کا معلوم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینے کیلئے روح مبا کہ سے اس چھپے ہوئے راز کا انکشاف ہوا۔

فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کے کلام کی تصدیق کی کہ ہاں آپ صلی اللہ ولیہ وسلم نے یہ کلام دنیا سے رخصت ہونے سے قبل بیان فرمایا،صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ آپ کے دنیا سے رخصت ہونے سے ایک ماہ قبل کا واقعہ ہے،اس امام جلیل کی شمائل مصطفیٰ میں معرفت دیکھ کر مجھے تعجب ہوا جبکہ وہ اُمی تھے۔

پھر میں نے عرض کیا اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کیا ان لوگوں کو جھٹلایا جاسکتا ہے جو ایک قرن گزرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں جیسا کہ دوسو سال بعد یا چھ سو سال بعد والوں کو جھٹلایا گیا ہے ان میں سے عکراش، معمر مغربی اور رتن ہندی کے قصے آپ کے سامنے ہیں۔ان کے بارے میں اصابہ میں علامہ حافظ ابن حجر اور پھر ان کے شاگرد شمس الدین سخاوی نے شرح الفیہ فی اصطلاح الحدیث میں تفصیلی بحث کی ہے،اس طرح امام سیوطی نے فتاویٰ الحاوی میں کہا ہے؟۔

تو حضرت نے فرمایا : صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تعداد کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے قبل مختلف علاقوں میں چلے گئے تھے اور بعض تو دنیا کے دور دراز علاقوں میں جاکر آباد ہوگئے تھے،یہ حدیث عام ہے اس سے خاص مراد لیا گیا ہے کہ اس حدیث سے وہ صحابہ کرام مراد ہیں جن کا صحابی ہونا لوگوں میں معروف تھا۔یہی ظاہری وباطن اس پر دلالت کرتا ہے۔

(الابریز،ص 118،ملفوظات عبدالعزیز دباغ رضی اللہ عنہ)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

رتن بن عبدالله الهندی

الاصابه فی تمیز الصحابه ج ۱ ص ۵۳۲ (رتن)باب =ر=ت)

۲۸۵۹ (رتن) بن عبدالله الهندی ثم التبرندی ویقال المرندی ویقال رطن بالطاء بدل التاء المثناة ابن ساهوک بن جکندربو ،هکذاوجدته مضبوطا مجودانجط من یوثق به وضبط بعضهم بقاف بدل الواو ،ویقال رتن بن نصربن کربال،وقیل رتن بن میدن بن مندی شیخ خفی خبره بزعمه دهراطویلاالی ان ظهرعلی رأس القرن السادس فادعی الصحبة فروی عنه ولداه محمود وعبدالله، وموسیٰ بن مجلی بن بندارالدستری والحسن بن محمدالحسینی الخراسانی والکمال الشیرازی واسماعیل العارفی وابوالفضل عثمان بن ابی بکربن سعید الاربلی وداؤدبن اسعدبن خالد القفال المنحروری والشریف علی بن محمد الخراسانی الهروی والمعمرابوبکرالمقدسی والهمام السهرکندی وابومروان عبدالملک بن بشرالمغربی لکنه لم یسمه قال لقیت المعمرفوصفه بنحوما وصفوابه رتن الهندی شیخ ظهر بعدستماته بالشرق وادعی الصحبة فسمع منه الجهال ولاوجوده بل اختلق اسمه بعض الکذابین وانماذکرته تعجباکماذکره ابو موسی سرباتک الهندی بل هذاابلیس اللعین قدرأی النبی صلی الله علیه وآله وسلم وسمع منه واغرب من ذالک صحابی وهوافضل الصحابة مطلقافذکر عیسیٰ بن مریم علیهما السلام کماسیا تی ترجمة ان شاء الله تعالیٰ

وذکره فی المیزان فقال : رتن الهندی وماادراک مارتن ؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ،جلدنمبر 1 صفحہ نمبر 532(رتن)باب : رت ۔

ثم البترندی ۔بقول بعض : المرندی ۔رطن تاء کے بجائے طاء سے بھی ہے،بن ساھوک بن جکند ریو۔میں نے قابل اعتماد لوگوں کے قلم سے ایسا ہی لکھ پایا ہے۔بعض نے واؤ کے بجائے قاف نقل کیا ہے۔بقول رتن بن نصر بن کر بال ،ایک قول ہے : رتن بن میدن بن مندی ۔ایک بوڑھا شخص جس کے گمان میں اس کے حال عرصہ دراز تک مخفی رہا اور چھٹی صدی کے آخر میں ظاہر ہوا پھر اس نے صحابی ہونے کا دعویٰ کیا۔اس سے اس کے دونوں بیٹوں محمود اور عبداللہ ،موسیٰ بن محلی ابن بندار نیسیری ،حسن بن محمد الحسینی خراسانی کمال شیرازی ،اسمٰعیل بارقی ،ابوالفضل،عثمان بن ابی بکر بن سعید الاربلی، داؤد بن اسعد بن حامد القفال الحروری والشریف علی بن محمد خراسانی ہردی،المعمر ابوبکر المقدس ہمام سہر کندی،ابومروان عبدالملک بن بشر المغربی نے روایت کی ہے لیکن اس کا نام نہیں لیا۔وہ لکھتے ہیں : میں عمر رسیدہ شخص سے ملا پھر اس کے وہی حالات بیان کئے جو دوسرے لوگوں نے رتن کے بارے میں بیان کئے ہیں۔متقدمین میں سے مجھے کسی کی اس بارے کوئی تحریر نہیں ملی جنہوں نے صحابہ کے متعلق کتب لکھی ہیں۔اور نہ دوسرے لوگوں کے ہاں ہی اس کا ذکر ملا ہے۔لیکن ذہبی نے اپنی ’’تجرید‘‘ میں اس کا ذکر کیا ہے کہ رتن الہندی ایک بزرگ تھا جو چھٹی صدی کے بعد مشرق میں ظاہر ہوا۔جس نے صحابیت کا دعویٰ کیا اور جاہلوں نے اس سے سماع کیا۔اس کا کوئی وجود نہیں بلکہ جھوٹوں نے اس کا نام گھڑ لیا ہے۔میں نے بطور تعجب اس کا ذکر کیا ہے جیسے ابوموسیٰ نے سرباتک ہندی کا ذکر کیا ہے۔ بلکہ یہ ابلیس ملعون بھی ہے۔جس نے کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اور آپ سے سنا وہ اس سے زیادہ صحابی بلکہ مطلقا افضل صحابی بن سکتا ہے۔ پھر انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیا،جیسا کہ ان کے حالات میں ان شاء اللہ بیان ہوگا۔

انہوں نے ’’میزان‘‘ میں اس کا ذکر کیا ہے کہ ’’رتن ہندی‘‘ تمہیں کیا معلوم رتن کیا ہے؟

شیخ دجال بلاریب ظهربعد ستماته فادعی الصحبة والصحابة لایکذبون وهذه جرأة علیٰ الله ورسوله وقد الف فی امره جز اً وقد قیل انه مات سنة اثنین وثلاثین وستماته ومع کونه کذباً فقد کذبواعلیه جملة کثیرة من اسمع الکذاب والمحال.(قلت)وزعم الاربلی انه سمع منه بعد ذالک فی سنة ستماته وخمسة وخمسین ومازلت اطلب الجزأ المذکورحتی ظفرت به بخط مئولفه فکتب منه ماار دته هنامن خطه بلفظه.

(واوله)بسم الله الرحمن الرحیم سبحانک هذابهتان عظیم

قال شیخ الشیوخ ومن خطه نقلت واسم محمدابوالقاسم بن عبد الرحمن بن عبدالله بن عبدالکیم الحسینی الکاشغری حدثنی شیخ القدوة مهبط الاسرار الربانیة منبع الانوار السبحانیه همام الدین السهرکندی حدثنی الشیخ المعمربقیة اصحاب سیدالبشرخواجه طن بن ساهوک بن جکندریق الهندی البترندی قال کنامع رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم تحت الشجرة ایام الخریف فهبت ریح فتناثرالورق حتی لم یبق علیهاورقة فقال صلی الله علیه وآله وسلم ان المئومن اذا صلی الفریضة فی الجماعة تناثرت الذنوب منه کماتناثرت الورق من هذه الشجرة وقال علیه السلام من مات علی بغض آل محمد مات کافرا وقال علیه السلام من مشط حاجبه کل لیلة وصلی علیٰ لم ترمدعیناه ابدا.

(قلت)وسرد ثمانیه احادیث اخری ثم قال الذهبی عن الکاشغری حدثناالسیدالقدوة تاج الذین محمداحمد بن محمد الخراسانی بالمدینة النبویة فی ذی الحجه سنة سبع وسبعماته

بلاشک وشبہ ایک دجال بزرگ ہے جو چھٹی صدی کے بعد ظاہر ہوا اور صحابی ہونے کا دعویٰ کیا جبکہ صحابہ جھوٹ نہیں بولا کرتے تھے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف جرأت ہے۔میں نے اس کے متعلق ایک رسالہ بھی لکھا ہے۔بعض کا قول ہے کہ وہ چھ سو بتیس (۶۳۲ھ) میں فوت ہوا۔اس کے باجود وہ بڑا جھوٹا ہے۔ ناقدین نے اس کے بہت سے جھوٹ پکڑے ہیں، جو ایسے جھوٹ ہیں جس کا ہونا ہی محال ہے۔ میں کہتاہوں : اربلی کا گمان ہے کہ اس نے اس سے چھ سو پچپن کے بعد سماع کیا ہے۔پھر مسلسل اس جزء کی تلاش میں رہا بالآخر وہ مجھے اس کے مؤلف کے قلم سے تحریر کردہ نسخہ مل گیا جسے میں نے یہاں اسی کے قلم سے اسی کے الفاظ میں تحریر کیا ہے اس کی ابتداء اس طرح ہے : بسم الله الرحمن الرحیم ، سبحانک هذا بهتان عظیم. شیخ الشیوخ کا قول ہے اور میں نے اسی کے قلم سے نقل کیا ہے،مؤلف کا نام محمد ابوالقاسم بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عبدالکریم الحسینی الکاشغری ہے کہ مجھ سے شیخ رہنما ،اسرار ربانیہ کے اترنے کی جگہ انوارِ سبحانیہ کا سرچشمہ ہمام الدین سہرکندی نے بواسطہ ایک۔عمر رسیدہ بزرگ جو سید البشر کے صحابہ میں سے باقیماندہ ہیں خواجہ رتن بن ساہوک بن جَندریق بترندی نقل کرتے ہیں۔ فرمایا:''مومن جب جماعت کے ساتھ فرض نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ ایسے ہی جھڑتے ہیں جیسے اس درخت کے پتے جھڑ رہے ہیں''۔ (اور آپ علیہ السلام نے فرمایا : جس نے مالداری کی وجہ سے اس کی عزت کی اور فقیر کی فقر وفاقہ کی وجہ سے اہانت کی تو وہ ہمیشہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی لعنت میں رہے گا۔ہاں اگر وہ توبہ کرلے'') اور آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''جو آلِ محمد سے بغض رکھ کر مرا وہ کافر مرا''۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : ''جس نے ہر رات اپنی آبروؤں پر کنگھی کی اور مجھ پر درود بھیجا اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں گی۔

میں کہتا ہوں : اس نے آٹھ اور احادیث بھی بیان کی ہیں۔پھر ذہبی بحوالہ کاشغری لکھتے ہیں:مجھ سے سردار رہنما تاج الدین محمد بن احمد بن محمد خراسانی نے مدینة النبی علی صاحبها الصلوٰة والسلام میں ذوالحجہ سات سو سات (۷۰۷ھ) میں بیان کیا۔

قال امابعد فهذه اربعون حديثاثابتات رتنيات انتخبتها مماسمعت من الشيخ المسلک ابی الفتح موسیٰ بن مجلی الصوفی سنة ثلاث وسبعين وستماته فی الخانقاه السابقية بسمنان بقرأتی عليه

عن صاحب رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وآله وسلم ابی الرضاء رتن بن نصيرعن النبی صلی الله تعالیٰ عليه وآله وسلم قال ذرة من اعمال الباطن خير من اعمال الظاهر کالجبال الرواسی،وقال الفقيرعلی فقرء اغيرمن احدکم علی اهل بية فذکرالاحاديث ثم قال قال رتن کنت فی زفاف فاطمه وجماعة من الصحابة وکان من يغنی شيأ فطابت قلوبناورقصنا فلماکان الغدسألنارسول صلی الله عليه وآله وسلم عن ليلتنا فدعالنا ولم ينکر علينامافعلنا وقال اخشوشنو اوامشوحفاة تروا الله جهرة.

(قلت)يعنی مع تطلعه الی المستغربات اماکان بعدذلک بمدة متطاولة يعرف به محمود بن سبکتکين لماافتح بلادالهند ووصل الی البلد الذی فيه البدوهوالصنم المعظم عندهم وقصة فی ذالک مشهورة مدونة فی التواريخ ولم يتعرض احدممن صنفهاالی ذکررتن انتهی.

ثم قال الذهبی ثم مع ذالک هذاتطاول عليه الاعمار ويکرعليه الليل والنهارالی عام ستماتة ولاينطق بوجوده تاريخ والاحوال والاسفار فمثل هذالايکفی فی قبول دعواه خبرواحدذلوکان لتسامع بشأنه کل تاجر ولوکان الذی زعم انه رآه لم ينقل عنه شيأ من هذه الاحاديث لکان الامراخف ثم قال ولعمری مايصدق بصحبة رتن الامن يؤمن بوجود محمدبن الحسن فی السرداب

اما بعد ! یہ چالیس مختلف رتنی احادیث ہیں جو میں نے شیخ المسلک ابوالفتح موسیٰ بن مجلی صوفی سے چھ سوتہتر (۶۷۳ھ) میں سمنان کی سابقہ خانقاہ میں ان کے سامنے پڑھیں۔ بحوالہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوالرضارتن بن نصر کی روایت کردہ ان احادیث کو منتخب کیا ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ السلام نے فرمایا : اعمال باطن کا ذرہ اعمال ظاہر سے بہتر جسے مضبوط پہاڑ'' اور آپ علیہ الصلوٰۃ السلام نے فرمایا : فقیر اپنے فقر کے بارے میں تم سے زیادہ غیرت مند ہوتا ہے جتنی غیرت تمہیں اپنی اہلیہ کے بارے میں ہوتی ہے''۔ پھر اور احادیث بھی ذکر کیں۔ اس کے بعد کہا کہ رتن نے فرمایا: میں اور صحابہ کی ایک جماعت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی میں تھی۔ وہاں ایک گویا بھی تھا جس سے ہمارے دل خوش ہوئے اور ہم لوگ ناچنے لگے۔ اگلے روز ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گزشتہ رات کے بارے میں پوچھا آپ نے ہمیں دعا دی اور ہمارے اس کام پر نکیر نہیں کی۔ آپ نے فرمایا '' کھردار کپڑا پہنو''، ننگے پیر چلو، اللہ تعالیٰ کو روبرو دیکھو گے''۔

میں کہتا ہوں : یعنی مامون کو اس طرح کی انوکھی چیزوں سے خاص دلچسپی تھی۔ اس کے کافی عرصہ بعد جب محمود بن سبکتگین نے ہندوستان فتح کیا اور ہند کے معزز بت تک جا پہنچا جس کا قصہ مشہور اور تاریخ کا جزو ہے تو کم از کم محمود کو اس کا پتا ہوتا، اور نہ کسی تاریخ کے قلمکار نے ہی اس '' رتن '' کا ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد ذہبی فرماتے ہیں : پھر اس سب کے باوجود کہ اس نے اتنی لمبی عمر پائی، رات دن کی گردش اس پر آئی تا کہ آنکہ چھٹی صدی کا آغاز ہو گیا۔ پھر بھی کوئی تاریخ اس کا وجود بتانے سے مہر بلب اور خاموش ہے نہ کسی سیاح نے اس کا ذکر کیا اور نہ کسی مسافر نے۔ اس جیسے شخص کے دعویٰ قبول کرنے کیلئے '' خبر واحد'' (ایک شخص کی اطلاع) کافی نہیں، لہٰذا اگر وہ ہوتا تو اس کے متعلق ہر تاجر کو خبر ہوتی اور جس کا یہ گمان ہے کہ اس نے اسے دیکھا ہے تو وہ اگر ان (بناوٹی) احادیث میں سے کچھ بھی نقل نہ کرتا تو یہ معاملہ زیادہ سنگین نہ ہوتا۔ پھر فرماتے ہیں۔ مجھے اپنی زندگی کی قسم! رتن کو وہی صحابی جانتا ہے جس کا غار میں روپوش محمد بن حسن پر ایمان ہے۔

ثم بخروجه الى الدنيافيملاء الارض عدلاويؤمن برجعة على هولاء لايؤثرفيهم علاج وقداتفق اهل الحديث على ان آخرمن رآى النبى صلى الله تعالىٰ عليه وآله وسلم موتا ابوالطفيل عامر بن واثلة وثبت فى الصحيح ان النبى صلى الله عليه وآله وسلم قال قبل موته بشهر اونحوه ارأيتكم ليلتكم هذه فانه على رأس ماته سنة منها لايبقى علىٰ وجه الارض ممن هواليوم عليهااحدفانقطع المقال وماذابعد الحق الاالضلال انتهى.

وماذكره الذهبى فى خبركسربن رتن ملخصاوقد وقفت على الجزء الذى اشاراليه وفيه اكثرمن ثلثماته حديث كماقال .

ثم وقفت على طريق اخرى اليه فانباناغيرواحدعن المحدث المكثر الرحاجمال الدين الاقشهرى نزيل المدينة المنورة النبوية عن على بن عمران الصنعانى عن رفيع الدين عمربن محمد بن ابى بكر السمرقندى انه حدثه من لفظه بالمسجدالجامع بصنعاء سنة اربع وثمانين عن ابى الفتح موسىٰ بن مجلى فذكرالنسخة بطولهاوفى نُسخة الاربلى المذكورقال رتن كنت فى زفاف فاطمه اناو اكثرالصحابة وكان ثم من يغنى شيأ فطابت قلوبنا ورقصنابضربهم الدف وقولهم الشعر فلماكان من الغدسألنا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وآله وسلم عن ليلتنا فقلنا كنافى زفاف فاطمة فدعالنا ولم ينكرعلينا(الاصابة فى تميز الصحابه جلد ١ ص ٥٣٤).

الاصابة فى تمييز الصحابه (جلد ١ ،حرف الراء القسم الرابع)

کہ وہ دنیا کی طرف نکل کر اسے عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔ یا وہ شخص اس کے صحابی ہونے کا قائل ہوگا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رجعت پر ایمان رکھتا ہے۔ سو ایسے لوگوں کا کوئی علاج نہیں۔ ادھر محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ سب سے آخر میں جس صحابی نے وفات پائی اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہوا تھا وہ ابوالطفیل عامر بن واثلہ ہیں۔ اور صحیح کی یہ روایت ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات سے مہینہ پہلے فرمایا : ''تمہیں بتاؤ تمہاری آج کی رات کیسی ہے؟ آج رات جو شخص موجود ہے وہ اس صدی کے انتہاء تک زمین پر باقی نہیں رہے گا''۔ تو بات ختم ہوئی۔ اب حق کے بعد گمراہی ہی رہ جاتی ہے۔ یہاں تک ذہبی کی رتن کی خبر کے بت توڑنے کی بات مختصراً مکمل ہوئی۔

مجھے وہ جزمل گیا ہے جس کی طرف انہوں نے اشارہ کیا ہے، اس میں تین سو سے زائد (من گھڑت) احادیث ہیں۔ اس کے بعد مجھے اس کا ایک اور طریق معلوم ہوا ہمیں کئی لوگوں نے مدینہ منورہ فروکش ہونے والے سیاح اور کثرت سے روایات بیان کرنے والے محدث جمال الدین اقشہری کے حوالہ سے بتایا انہوں نے علی بن عمران صنعانی سے انہوں نے رفیع الدین سے انہوں نے عمر بن محمد بن ابی بکر سمرقندی سے کہ انہوں نے صنعاء کی جامع مسجد میں چوراسی (۸۴ھ) میں بحوالہ ابوالفتح موسیٰ بن مجلی اپنے الفاظ میں بیان کیا، پھر پورا نسخہ ذکر کیا۔ اربلی مذکور کے نسخہ میں ہے کہ رتن نے کہا : میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کی رخصتی میں کئی صحابہ کے ساتھ تھا۔ وہاں ایک گویا تھا۔ جس سے ہمارے دل خوش ہوئے اور ہم لوگ ان کے دف بجانے پر ناچنے لگے۔ انہوں نے شعر بھی کہے: اگلے روز ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی رات کے بارے میں پوچھا کہ ہم فاطمہ رضی اللہ عنہ کی رخصتی میں تھے۔ آپ نے ہمیں دعا دی اور ہم پر نکیر نہیں کی۔

الاصابۃ تمیز الصحابہ (جلد 1 ،حرف الراء، چوتھی قسم)

تالیف شیخ الاسلام علم الاعلام الامام الحافظ فی زمانه قاضی القضاۃ شهاب الدین ابی الفضل احمدبن علی بن محمد بن محمد بن علی الکنانی العسقلانی ثم المصری (الشافعی)المعروف بابن حجرالمولود ۷۷۳ هجریه المتوفی ۸۵۲ هجریة رحمة الله علیه.

وقرأت بخط المؤرخ شمس الدین محمد بن ابراهیم الجزری فی تاریخه قال سمعت الخبیب عبدالوهاب بن اسماعیل الفارسی الصوفی بمصرسنة اثنتی عشرة وسبع مائة یقول قدم علینا بشیراز سنة خمس وسبعین وستماته الشیخ المعمرمحمود ولدبابارتن فاخبرناان اباه ادرک الیلة شق القمروکان ذالک سبب هجرته وان حضروحضرالخندق وکان استعجب معه سبدفیها ثمرهندی اهداهاالی النبی صلی الله علیه وآله وسلم فاکل منها ووضع یده علی ظهر رتن ودعاله بطول العمروله یومئذست عشرة سنة فرجع الی بلده وعاش ستماته واثنتین وثلاثین سنة وکانت وفاته سنة اثنتین وثلاثین وستماته.

ثم اورده عنه احادیث ذکرانه سمعهامن‌ابیه عن النبی صلی الله علیه وآله وسلم ثم قال النجیب وذکرمحمودان عمره مائة وسبعون سنه قال النجیب ثم قدم علینا اناس من شیرازالی القاهرة واخبرونی انه حی وانه قد رزق اولادا.

قرأت قصته من وجه آخرمطولة بخط الادیب الفاضل صلاح الدین الصغری فی تذکرته وانبأنی عنه غیر واحدشفاهاانه قرأ فی تذکرة الادیب الفاضل علاء الدین الوداعی.

(قلت) وانبأناعلی بن محمدبن ابی المجد شفاهاعن الوداعی قال حدثنا جلال الدین محمد بن سلیمان الکاتب بدارالسعادة بد مشق

تالیف : شیخ الاسلام، مائیہ ناز عالم امام اپنے زمانہ کے حافظ، قاضی القضاۃ، شہاب الدین، ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی کنانی عسقلانی مصری شافعی معروف بابن حجر، سنہ پیدائش 773 ہجری، سنہ وفات 852 ہجری رحمتہ اللہ علیہ۔

میں مئورخ شمس الدین محمد بن ابراہیم جزری کی تاریخ میں انہی کے قلم سے لکھا دیکھا کہ میں نے نجیب عبدالواہاب بن اسمٰعیل فارسی صوفی سے مصر میں سات سو بار (۷۱۲ھ) میں سنا کہ چھ سو پچھتر (۶۷۵ھ) میں ہمارے پاس شہراز میں بابارتن کا بیٹا محمد آیا اس نے ہمیں بتایا کہ اس کے باپ نے شق قمر کی رات دیکھی ہے۔ یہی اس ہجرت کا سبب بنا اور خندق کی کھدوائی میں شریک تھا۔ اس کے پاس ایک زنبیل تھی جس میں املی تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدیہ میں پیش کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ املی کھائی اور رتن کی پیٹھ پر ہاتھ رکھا اور اسے لمبی عمر کی دعا دی۔ اس وقت اس کی سترہ (۱۷) سال تھی پھر اپنے علاقہ میں واپس آ گیا اور چھ سو بتیس (۶۳۲ھ) تک زندہ رہا اور اسی سال وفات ہوئی۔ پھر اس کے حوالہ سے اس نے احادیث ذکر کیں جو اس نے اپنے والد سے بحوالہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی تھیں۔ پھر نجیب نے کہا کہ محمود نے ذکر کیا تھا کہ اس کی عمر ایک سو ستر (۱۷۰) سال ہے۔ نجیب کہتا ہے : پھر ہمارے پاس شیراز سے قاہرہ کچھ لوگ آئے اور مجھے بتایا کہ وہ ابھی زندہ ہے، اس کی بہت اولاد ہے۔

اس کا قصہ میں نے ایک اور سند کے طویل لکھا ہوا فاضل ادیب صلاح الدین صفدی کے قلم سے اس کے تذکرہ میں پڑھا ہے کہ مجھے کئی لوگوں نے بالمشافہ (زبانی) بتایا کہ انہوں نے فاضل ادیب علاء الدین الوداعی کے تذکرہ میں پڑھا ہے۔

میں کہتا ہوں : ہمیں علی بن محمد بن ابی المجد نے بالمشافہ بحوالہ الوادائی بتایا کہ ہمیں جلال الدین محمد بن سلیمان دمشق کے دارالسعادہ کے کاتب نے بتایا کہ

اخبرنا اقضى القضاه نورالدين على بن محمد الحسينى الحنفى سنة احدىٰ وسبعماته بالقاهرة وابنانابخبرواحد شفاهاعن الامام العلامة شمس الدين محمد بن عبدالرحمن بن الصائغ الحنفى قال اخبرنى القاضى معين الدين عبدالمحسن ابن القاضى جلال الدين عبدالله بن هشام سنة سبع وثلاثين وبعماته قال اخبرنى القاضى نورالدين قال اخبرناجدى الحسين بن محمد قال كنت فى زمن الصبا واناابن سبع عشرة سنة سافرت مع ابى وعمى من خراسان الى الهندفى تجارة فلمابلغنا اوائل بلاد الهندوصلناالى ضيعةمن الضيائع فعرج القفل نحوها فنزلوا بهافضبح اهل القافله فسألناهم عن ذالک فقالواهذه ضيعة الشيخ رتن المعمر فلمانزلناخارج الضيعة رأينا بفنائهاشجرة عظيمة تظل خلقاعظيما وراتها جمع عظيم من اهل الضيعة فبادرالكل نحوالشجرة ونحن معهم فلما رآنااهل الضيعة رحبوابنا فرأينازنبيلا كبيراعلقافى بعض اغصان تلک الشجرة فسألنا هم فقالوا فى هذالزنبيل الشيخ رتن الهندى رأى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه واله وسلم ودعاله بطول العمرست مرات فسألناهم ان ينزلواالشيخ لنسمع كلامه وحديثه فتقدم شيخ منهم الى الزنبيل وكان ببكرةفانزله فاذاهومملوأبالقطن والشيخ فى وسط القطن ففتح رأس الزنبيل فاذاالشيخ فيه كالفرخ فحمرعن وجهه ووضع فمه على اذنه وقال ياجداه هؤلاء القوم قدقدموا من خراسان وفيهم شرفاء من اولاد النبى صلى الله عليه وآله وسلم وقد سألواعن حدثهم كيف رأيت رسول الله صلى الله عليه واله تعالىٰ وسلم وماذاقال لک فعند ذالک تنفس الشيخ وتكلم بصوت كصوت النحل بالفارسية ونحن نسمع ونفهم

ہمیں قاضی القضا نوارلدین علی بن محمد الحسینی الحنفی نے قاہرہ میں سات سو ایک (۷۰۱ھ) میں خبر دی ،فرماتے ہیں : ہمیں کئی لوگوں نے بالمشافہ امام علامہ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن بن الصائغ الحنفی کی ہمیں قاضی معین الدین عبدالحسن بن قاضی جلال الدین عبداللہ بن ہشام نے سات سو سینتیس (۷۳۷ھ) بتایا کہ مجھے قاضی نوالدین بتاتے ہیں کہ مجھے میرے دادا حسین بن محمد نے یہ روایت سنائی کہ بچپن میں جب میرے عمر سترہ سال تھی ،اس وقت میں نے اپنی والد اور چچا کے ہمراہ خراسان سے ہندوستان کا تجارتی سفر کیا۔ جب ہم ہندوستان کے ابتدائی شہروں میں پہنچے چلتے چلتے ہم ایک جاگیر میں جانکلے،اس کی جانب لوگ پلٹ رہے ہیں اور وہاں جا کر پڑاؤ کر لیا۔قافلہ والوں نے چیخ کر کہا،ہم نے لوگوں سے اس کے متعلق دریافت کیا وہ بتانے لگے : یہ عمر رسیدہ رتن کی جاگیر ہے۔ جب ہم لوگوں نے جاگیر سے باہر پڑاؤ کیا تو ہمیں اس کے صحن میں ایک بڑا درخت نظر آیا جس کا سایہ بہت سے لوگوں پر پڑ رہا تھا اور اس کے نیچے اسی جاگیر کے بہت سے افراد تھے،اتنے میں سب لوگ اس درخت کی طرف بڑھے ہم بھی ان کے ساتھ تھے۔جب ان لوگوں نے ہمیں آتے دیکھا تو خوش آمدید کہا، ہم نے وہاں ایک بہت بڑی زنبیل درخت کے کسی ڈال سے لٹکتی دیکھی ہم نے ان لوگوں سے پوچھا ،انہوں نے بتایا : اس زنبیل میں رتن ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے اور آپ نے اس کے لئے لمبی عمر کی چھ بار دعا کی ہے۔ہم نے ان سے کہا: ان باباجی کو اتاریں تاکہ ہم ان کی گفتگو سن سکیں ،ان میں سے ایک بزرگ شخص آگے بڑھا اور زنبیل جو ایک چرخی کے ذریعہ لٹکی ہوئی تھی نیچے اتاری۔ہم نے جھانک کر دیکھا وہ روئی سے بھری ہوئی تھی اور وہ باباجی روئی کے بیچ میں پڑے تھے۔زنبیل کا منہ بڑھاپے کی وجہ سے وہ بزرگ چوزہ لگ رہے تھے۔اس شخص نے ان کے چہرے سے روئی ہٹائی اور اپنا منہ اس کے کان پر رکھ کر کہنے لگا: داداجان ! یہ چند لوگ خراسامان سے آئے ہیں،ان میں اولاد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شریف زادے بھی ہیں ان کی درخواست ہے کہ آپ ان سے بیان کریں کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیسے دیکھا اور انہوں نے آپ سے کیا فرمایا تھا؟ اس وقت اس نے سانس لی شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ کی طرح فارسی میں گفتگو کی،ہم لوگ سن رہے تھے اور سمجھ بھی رہے تھے۔

فقال سافرت مع ابی وانا شاب من هذه البلاد الی الحجازفی تجارة فلما بلغنا بعض اودیة مکة وکان المطرقد ملأالاودیة فرأیت غلاما اسمراللون ملیح الکوت حسن الشمائل وهویرعیٰ فی تلک الاودیة وقد حال السیل بینه وبین ابله وهویخشی من خوض الماء لقوة السبیل فعلمت حاله فاتیت الیه وحملته وخضت السیل الی عندابله من غیرمعرفة سابقة فلما وضعته الیٰ ابله نظرالی وقال بالعربیة بارک الله فی عمرک بارک الله فی عمرک بارک الله فی عمرک فترکته ومضیت الی حال سبیلی الی ان دخلنا مکة وقضینا مااتیناله من امراالتجارة وعدناالی الوطن فلماتطاولت المدة علی ذالک کناجلوسا فی فناء ضیعتنا هذه فی لیلة مقمرة لیلة البدروالبدر فی کبدالسماء اذانظرناالیه وقدانشق نصفین فغرب نصف فی المشرق ونصف فی المغرب ساعة زمانیة واظلم الیل ثم طلع النصف الاول من المشرق والنصف الثانی منٌ المغرب الی ان التقیافی وسط السماء کماکان اول مرة فتعجبنامن ذالک غایة العجب ولم نعرف لذالک سببافسألنا الرکبان عن خبرذالک وسببه فاخبرونا ان رجلا هاشمیا ظهربمکة وادعی انه رسول الله الیٰ کافة العالم وان اهل مکة سألوه معجزة کمعجزات سائرالانبیاء وانهم اقترحواعلیه ان یأمرالقمران یشق فی السماء ویغرب نصفه فی الشرق ونصفه فی الغرب ثم یعود الیٰ ماکان علیه ففعل لهم ذالک بقدرة الله تعالیٰ فلماسمعنا ذالک من اسفار

اس نے کہا: میں اپنے والد کے ساتھ جب میری جوانی کی عمر تھی ان شہروں سے حجاز کا تجارتی سفر کیا جب ہم مکہ کی کسی وادی میں پہنچے، بارش اتنی ہوئی کہ وادی لبالب پانی سے بھر گئی۔ مجھے گندمی رنگ، رعنا اور اچھے قدوقامت والا ایک لڑکا نظر آیا جو اونٹ چرارہا تھا۔ سیلاب اس کے اونٹوں کے درمیان حائل ہوگیا۔ مجھے گندمی رنگ، رعنااور اچھے قدوقامت والا ایک لڑکا نظر آیاجواونٹ چرارہاتھا۔سیلاب اس کے اونٹوں کے وہ پانی میں گھسنے سے ڈررہا تھا۔کیونکہ پانی بڑی تیزی سے چھپل مارتا بہہ رہا تھا۔میں نے اس کی کیفیت بھانپ لی۔ اس کے پاس آیا اور اسے اٹھاکر پانی میں گھس گیا اور اس کے اونٹ کی طرف آ گیا، حالانکہ میری اس سے پہلے سے جان پہچان نہ تھی۔میں نے جب اسے اس کے اونٹوں کے پاس پہنچا دیا تو اس نے میری طرف دیکھ کر کہا: بارک الله فی عمرک، بارک الله فی عمرک، بارک الله فی عمرک، اس کے بعد میں اسے چھوڑ کر اپنے راستہ پر چل پڑا اور ہم مکہ مکرمہ داخل ہوئے اور وہاں جو ہماری تجارتی ضروریات تھیں پوری کیں اور پھر اپنے وطن واپس آ گئے۔ جب اس واقعہ کو کافی عرصہ بیت گیا تو ایک رات ہم اپنی اسی جاگیر میں بیٹھے تھے۔چاندنی رات تھی، ہم نے چودھویں کے چاند کو آسمان پر دیکھا کہ وہ یکا یک دولخت ہوگیا،اس کا ایک ٹکڑا مشرق اور دوسرا مغرب میں چھپ گیا۔اسی گھڑی یہ سب کچھ ہوا اور رات پوری طرح تاریک ہوگئی۔ پھر چاند کا ایک ٹکڑا مشرق سے اور دوسرا مغرب سے طلوع ہوا اور آسمان کے درمیان میں دونوں ٹکڑے آ کر جڑ گئے۔ جیسے پہلے تھے۔ہمیں اس سے بہت تعجب اور حیرت ہوئی لیکن ہمیں اس کا سبب معلوم نہ ہوسکا۔ہم نے مسافروں سے اس کے بارے میں پوچھا، وہ بتانے لگے کہ ایک ہاشمی شخص جو مکہ میں ظاہر ہوا ہے اور نبوت کا دعویٰ کیا ہے کہ وہ کل عالم کیلئے الله کا رسول ہے۔اہل مکہ نے اس سے باقی انبیا کی طرح معجزہ مانگا ہے،انہوں نے اس سے کہا کہ وہ چاند کے دوٹکڑے کر کے دکھادے،جس کا آدھا حصہ مشرق میں اور آدھا مغرب میں غروب ہو جائے۔ پھر اپنی حالت پر لوٹ آئے۔ چنانچہ اس نے الله تعالیٰ کی قدرت سے ایسا کر دکھایا۔ ہم نے جب مسافروں سے یہ بات سنی

اشتقت الی ان اری المذکور فتجهزت فی تجارة وسافرت الی ان دخلت مکة فسألت عن الرجل الموصوف فدلونی علیٰ موضعه فاتیت الی منزله فاستأذنت علیه فاذن لی فدخلت علیه فوجدته جالسافی وسط المنزل والانوارتتلألأفی وجهه وقد استنارت محاسنه وتغیرت صفاته التی کنت اعهدهافی السفرة الاولیٰ فلم اعرفه فلماسلمت علیه نظرالی وتبسم عرفنی وقال وعلیک السلام ادن منی وکان بین یدیه طبق فیه رطب وحوله جماعة من اصحابه یعظمونه ویبجلونه فتوقفت لهیبة فقال یااباانا ادن منی وکل الموافقة من المروة والمنافقة من الزندقة فتقدمت وجلست واکلت معهم من الرطب وصارینا ولنی الرطب بیده المبارکة الی ان ناولنی ست رطبات سوی ماااکلت بیدی ثم نظرالی وتبسم وقال لی الم تعرفنی قلت کانی غیرانی مااتحقق فقال الم تحملنی فیعام کذا وجاو زت بی السیل حین حال السیل بینی وبین ابلی فعرفته بالعلامة وقلت له بلیٰ یاصبیح الوجه فقال لی امدد یدک فمددت یدی الیمنی الیه فصافحنی بیده الیمنی وقال قل اشهدان لا اله الاالله واشهدان محمدرسول الله فقلت ذالک کماعلمنی فسربذالک وقال لی عندخروجی من عنده بارک الله فی عمرک بارک الله فی عمرک بارک الله فی عمرک فودعته وانا مستبشربلقائه وبالاسلام

تو مجھے مذکورہ شخص کو دیکھنے کا اشتیاق ہوا، میں نے سامانِ تجارت تیار کیا اور سفر کرتے کرتے مکہ جا پہنچا، موصوف کے بارے میں میں نے پوچھا تو لوگوں نے مجھے اس کی جگہ بتائی۔ میں اس کے گھر آیا، اندر آنے کی اجازت مانگی، اس نے مجھے اجازت دے دی۔ میں اس کے پاس پہنچا تو وہ گھر کے درمیان بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا چہرہ انوارات سے چمک رہا تھا۔ اور اس کے وہ محاسن ظاہر ہو چکے تھے۔ اور اس کی وہ علامتیں جو میں نے پہلے سفر میں دیکھی تھی بدل چکی تھیں، میں اسے پہچان نہ سکا۔ میں نے جب اسے سلام کیا تو اس نے میری طرف دیکھ تبسم کیا اور مجھے پہچان لیا، کہنے لگا: تم پر سلام ہو، قریب ہوجاؤ۔ اس کے سامنے کھجوروں کی ایک طشتری پڑی تھی، اور اس کے آس پاس اس کے ساتھیوں کی جماعت تھی، جو اس کی عزت وتوقیر کررہی تھی۔ میں اس کی یہ کیفیت دیکھ ہیبت زدہ ہوکر کھڑا ہوگیا۔ وہ مجھے کہنے لگا: ہمارے اباجان! قریب ہوجائیں اور کھائیے۔ موافقت دا تفاق مروّت ہے جبکہ منافقت زندقہ کی علامت ہے''۔ چنانچہ میں آگے ہوکر بیٹھ گیا اور ان کے ساتھ بیٹھ کر کھجوریں کھانے لگا۔ وہ اپنے مبارک ہاتھ سے مجھے کھجور دینے لگا۔ اس نے مجھے چھ کھجوریں دیں اس کے علاوہ کئی کھجوریں میں نے خود اپنے ہاتھ سے کھائیں۔ پھر وہ میری طرف دیکھ کر مسکرایا اور کہنے لگا: آپ نے مجھے پہچانا نہیں؟ میں نے کہا میں پہچان نہیں سکا۔ اس نے کہا: کیا آپ نے مجھے فلاں سال اٹھا کر سیلاب سے پار نہیں کیا تھا۔ جب پانی میرے اور میرے اونٹوں کے درمیان حائل ہوگیا تھا؟ تو میں نے اسے ایک علامت سے پہچان لیا۔ میں نے کہا: جی ہاں، اے بارونق چہرے والے! پھر اس نے مجھے کہا: اپنا ہاتھ بڑھائیے! تو میں نے اپنا دایاں ہاتھ آگے کیا تو اس نے اپنے دائیں ہاتھ سے مجھے مصافحہ کیا اور مجھ سے کہا کہو: اشهد ان لا اله الاالله واشهد ان محمد رسول الله تو جیسا اس نے مجھے سکھایا میں نے کہہ دیا۔ جس سے اسے بہت خوشی ہوئی۔ جب میں اس کے پاس سے واپس آنے لگا تو اس نے مجھے کہا: بارک الله فی عمرک، بارک الله فی عمرک، بارک الله فی عمرک۔ اس کے بعد میں خوشی خوشی اس کی ملاقات اور اسلام کے ساتھ اس سے رخصت ہوا۔

فاستجاب الله دعاءه وبارك في عمري بكل دعوة مائة سنة وهاهي سنى
الله سبحانه ... زيادته وحسبي من في عدد الصبيه العظيمة اولادي
واولاد اولادي رضي الله عليه وعليهم بكل خير وبكل نعمة ببركة رسول
الله صلى الله تعالى عليه واله وسلم وقد وقعت لي روايات اخرى
غير ما ذكره الذهبي الى رتن منها ماقرات في كتاب الواحد في سلوك اهل
طريق التوحيد للشيخ عبدالغفار بن نوح القوصي وقد لقيت حفيده الشيخ
عبدالغفار بن احمد بن عبدالغفار وهو يروى عن ابيه عن جده قال حدثني
الشيخ محمد العجمي قال صحبت كمال الدين الشيرازي وكان قد اسن
وبلغ مائة وستين سنة قال صحبت رتن الهندي وقال لي انه حضر
الخندق مع رسول الله صلى الله تعالى عليه واله وسلم وبه قال عبدالغفار
بن نوح وحدثني الشيخ عماد الدين السكرى خطيب جامع الحاكم عن
الشيخ اسماعيل الفارزقي عن خواجه رتن الهندى فذكر حديثا وقال البهاء
الجندى في تاريخ اليمن وجدت بخط الشيخ حسن بن عمر بن محمد بن
على ابن ابي القاسم الحميرى اخبرنى الشيخ العالم المحدث ابوالحسن
بن شبيب بن اسماعيل بن الحسن الواسطى حدثني الشيخ الصالح الفقيه
داؤدبن اسعد بن حامدالقفال المحروى بقرية من صعيد مصريقال
لهاأسيوط سمعت المعمررتن بن ميدن بن مندى الصراف السندى قال
كنت في بدء امرى اعبدصنمافرأيت في منامي قائلايقول لي اطلب لك
ديناغيرهذافقلت اين اطلبه قال بالشام فاتيت الشام فوجدت دين اهلها
النصرانيه فتنصرت مدة

... اللہ تعالیٰ نے ... کی دعا قبول کی اور ہر دعا کے بدلے میری عمر میں سو سال کا اضافہ
ہوا ... میری عمر ... سے زیادہ ... ہو چکی ہے ... اور ... ہیں ...
بیٹے اور پوتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کی خیر و برکت اور نعمت و دولت رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے عطا کی ہے مجھے ذہبی کی رتن سے مروی ذکر کردہ روایات
کے علاوہ اور روایات بھی ملی ہیں۔ ان میں سے ایک روایت "کتاب الوحید فی سلوک
اہل طریق التوحید" میں ملی ہے جو شیخ عبدالغفار بن نوح القوصی کی تالیف ہے۔ میری
ان کے پوتے شیخ عبدالغفار بن احمد بن عبدالغفار سے ملاقات ہوئی ہے، وہ اپنے والد کے
والد کے واسطے سے بحوالہ اپنے دادا روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے شیخ محمد عجمی نے بیان
کیا: میں کمال الدین شیرازی کی صحبت میں رہا ہوں۔ ان کی عمر ایک سو ساٹھ (۱۶۰) سال
ہوگئی تھی۔ وہ فرماتے ہیں میں رتن الہندی کی صحبت میں رہا ہوں، انہوں نے بتایا کہ وہ خندق
کی کھدائی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔ اسی سند سے عبدالغفار بن
نوح کہتے ہیں کہ مجھ سے شیخ عمادالدین السکری خطیب جامع الحاکم نے بواسطہ شیخ اسمٰعیل
فاروقی بحوالہ خواجہ رتن الہندی بیان کیا پھر ایک حدیث ذکر کی۔ بہاء الجندی تاریخ یمن میں
رقمطراز ہیں: میں نے شیخ حسن بن عمر بن محمد بن علی بن ابی القاسم الحمیری کے قلم سے لکھا
دیکھا کہ مجھے شیخ عالم محدث ابوالحسن علی بن شبیب بن اسمٰعیل بن الحسن الواسطی نے بواسطہ
شیخ صالح فقیہ داؤد بن اسعد بن حامد القفال المحروی نے صعید مصر کے گاؤں میں بیان کیا
جس کا نام "اسیوط" تھا کہ میں نے عمر رسیدہ رتن بن میدن بن مندی سے سنا جو سندی
صراف زرگر تھے کہ ابتداء میں، میں بت پوجتا تھا، میں نے خواب میں ایک شخص کو کہتے
دیکھا: اس کے علاوہ اپنے لئے کوئی دین تلاش کرو۔ میں نے پوچھا: کہاں سے؟ اس نے کہا
شام میں چنانچہ میں شام چلا گیا۔ وہاں کے لوگوں کو دین نصرانیت پر کاربند پایا، ایک مدت
تک میں نصرانی رہا۔

ثم سمعت بالنبی صلی الله تعالیٰ علیه و آله وسلم بالمدینة فاتیته فاسلمت علیٰ یده و دعالی بطول العمرومسح علیٰ رأسی بیده الکریمة ثم خرجت معه غزاة الیهودولماعدت استأذنه فی العود الیٰ بلدی لاجل والدتی فاذن لی قال وتواترعنه اهل بلده انه بلغ من العمرسبعماتة سنة ببرکة دعاء النبی صلی الله تعالیٰ علیه و آله وسلم ومات فی رجب سنة ثمان وستماةقال وقدم الیمن ایضارجل اسمه عمربن ابی بکرالسمرقندی فروی عن ابی الفتح موسی بن مجلی الدسیری عن ابی الرضارتن بن نصربن کربال (قلت)وجدت بخط عمربن محمدالهاشمی عن الشیخ حسین بن عبدالرحمن بن محمد بن علی بن ابی بکرالیمانی اخبرنا الشیخ علی بن ابی بکرالرزرق اجازة اخبرنا ابراهیم بن محمد بن عیسی بن مطیرعن والده عن محمد بن عمروابن علی التباعی الفقیه عن ابیه حدثناالشریف موفق الدین علی بن محمد الخراسنانی من اهل هراة فی ذی القعدة سنة سبع عشرة وستماته بالمخلاف من بلاد الشام قال دخلت الهندسنة احدی وستماته فی جمادی الاولی فذکرلی خبراجل معمرادرک النبی صلی الله تعالیٰ علیه و آله وسلم لم یکن بقربة من مدینة ولی فقعد ته زأبراانا ورجل مغربی فلما وقفنا عنده وسلمنا علیه سألنی ممن انافقلت انارجل شریف من ولدالحسین بن علی من اهل خراسان من هراة وهذا رجل من اهل المغرب فقال عجب عجیب اناحملت جدک رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه و آله وسلم قلت یاشیخ کم لک من العمرقال سبعماته

پھر مدینہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شنید ہوئی تو ان کے پاس آ کر اسلام لے آیا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے لئے لمبی عمر کی دعا فرمائی ،اور میرے سر پر اپنا دست مبارک پھیرا۔ پھر میں نے ان کے ساتھ یہود کے ساتھ جنگ میں شرکت کی ۔واپسی کے بعد میں نے ان سے اپنے شہر جانے کی اجازت چاہی ،آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دے دی کیوں کہ میری والدہ زندہ تھی۔روای کا بیان ہے کہ اس کے علاقہ کے لوگوں سے مسلسل یہ اطلاع ملتی رہی تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کی برکت سے سات سو سال کا ہو گیا اور اس کا انتقال رجب چھ سو آٹھ (۶۰۸ھ) میں ہوا ہے۔لکھتے ہیں: یمن میں ایک عمر بن محمد بن ابی بکر سمرقندی نامی شخص آیا اس نے بواسطہ ابوالفتح موسیٰ بن مجلی ونیسیری بحوالہ ابوالرضارتن بن نصر بن کربال روایت کی۔

میں کہتا ہوں: میں نے عمر بن محمد ہاشمی کے قلم سے بحوالہ شیخ حسین بن عبدالرحمٰن محمد بن علی بن ابی بکر یمانی لکھا دیکھا ہے کہ شیخ علی بن ابی بکر الازرق نے اجازۃ ہمیں بتایا کہ ابراہیم بن محمد بن عیسیٰ بن مطیر نے اپنے والد سے انہوں نے محمد بن عمرو بن علی التباعی فقیہ سے انہوں نے اپنے والد سے کہ ہم سے شریف موفق الدین علی بن محمد خراسانی نے جن کا تعلق ہرات سے تھا، ذی قعدہ چھ سو سترہ (۶۱۷ھ) مخلاف میں بیان کیا جو شادر کا ایک شہر ہے کہ میں جمادی الاولیٰ ۶۰۱ھ میں ہندوستان آیا مجھے دہلی کے قریب ایک گاؤں میں عمر رسیدہ شخص کے بارے میں بتایا گیا جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ پایا ہے۔تو میں ملاقات کی غرض سے اُدھر چل نکلا ۔میرے ساتھ مغرب کا ایک آدمی تھا، جب ہم لوگ اس کے پاس پہنچے اسے سلام کیا تو اس نے مجھ سے پوچھا کہ میں کہاں کا رہنے والا ہوں؟ میں نے کہا: حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی اولاد سے خراسان کا رہنے والا ہوں اور ہرات سے میرا تعلق ہے اور یہ صاحب مغرب کے ہیں۔اس نے کہا: کتنے تعجب کی بات ہے میں تمہارے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے کندھوں پر اٹھایا تھا۔ میں پوچھا: بابا جی آپ کی کتنی عمر ہے؟ اس نے کہا سات سو سال

[illegible] صلى الله تعالى عليه وآله وسلم قال [illegible]
[illegible] صلى الله تعالى عليه وآله وسلم [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] صلى الله تعالى عليه وآله وسلم [illegible]
[illegible]
[illegible] فقال لى من اين انت يا شيخ
قلت من الهند قال انت الذى حملتنى بين جدة ومكة وانا صبى ومعى
جمال قلت نعم قال بارك الله فى عمرك فاسلمت واقمت عنده اثنى
عشريوما واكلت معه الطعام ورجعت الى بلدى فاقمت تحت هذه الشجرة
وهى شجرة قوتل قال ثم امرلنا بطعام واكل معنا ثلاث لقيمات وقال
سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم يقول

میں [illegible] آپ [illegible] صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی پہلے [illegible]
نے [illegible]
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم [illegible]
[illegible] کا اتفاق ہے [illegible]
جو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم [illegible]
جہاز [illegible] غرق ہو جاتا [illegible]
جدہ اور مکہ کے درمیانی علاقہ [illegible]
گئی۔ [illegible]
اونٹوں والا [illegible]
بار کہا بارک اللہ فی عمرک [illegible]
نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے [illegible]

واپس اپنے شہر آ گیا [illegible] صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے بارے [illegible]
ہو کر مدینہ پہنچ گیا۔ مسجد میں داخل ہوا [illegible] صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم [illegible]
بیٹھے دیکھا میں نے سلام کیا اور بیٹھ گیا آپ نے مجھ سے فرمایا: بابا جی آپ کہاں سے تشریف
لائے ہیں؟ میں نے عرض کی ہندوستان سے۔ آپ نے فرمایا: آپ نے ہی مجھے جدہ اور مکہ
کے درمیان اٹھایا تھا جب بچپن میں میں اپنے اونٹوں کے ساتھ تھا؟ میں نے عرض کی: جی
ہاں۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں برکت عطا فرمائے۔ پھر میں مسلمان ہو گیا اور
بارہ دن آپ کے پاس مقیم رہا آپ کے ساتھ کھانا کھایا اور اپنے شہر آ گیا اور اس درخت
کے نیچے قیام کرلیا یہ ''قوقل'' کا درخت ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر اس نے ہمارے لئے کھانے کا حکم دیا اور ہمارے ساتھ
تین لقمے کھائے۔ پھر کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے سنا ہے۔

الموافقة من المرنوة والمنافقة من الزندقة قال ورأيت اسنانه مثل اسنان الحنش دقاقاولحية مثل الشوک وفيهاشعرا اكثره بياض وقدسقط حاجباه علی وجنتيه يرفعهما قال وسألت الشريف هل كان للشيخ اولادفقال ساله فذكرانه لم يتزوج قط قال الشريف اقمت معه من طلوع الشمس الی العصرورأيت طول قعدته ثلاثة اذرع ومات سنة اثنتی عشرة وستماته،وقرأت فی تاريخ اليمن لجندی ومنها ماانتقيت عن المحدث للرجال جمال الدين محمدبن احمد بن امين الاقشهری نزيل المدينة النبوية فی فوائدرحلة اخبرنا ابوالفضل وابوالقاسم بن ابی عبدالله بن علی بن ابراهيم بن عتيق اللواتی المعروف با بن الخباز المهدوی فی العشرين من شوال سنة عشر وسبعماته بتونس قال سمعت اباعبدالله محمدبن علی بن محمد بن يعلی المغربی التلمسانی بثغرالاسكندرية فی شهررمضان سنة ست ثمانين وستماته يقول سمعت المعمرابابكرالمقدسی وكان عمره ثلاثه مائة سنة من لفظه ببلدة السومنات بالهند بمسجدالسلطان محمودبن سبكتكبين فی رجب سنة اثنتين وخميسين وستمأه يقول حدثنا الشيخ المعمرخواجه رتن بن عبدالله فی داره ببلدة توبنده من لفظ يقول سمعت رسول الله صلی الله عليه وآله وسلم يقول يكون فی آخرالزمان لله تبارک وتعالیٰ جند من قبل عسقلان وهم ترک ماقصدهم احدالاقهروه ولاقصدوا احدالاقهروه قال وذكرخواجه رتن بن عبدالله انه شهدمع رسول الله صلی الله عليه وآله وسلم الخندق وسمع منه هذاالحديث ورجع الی بلاد الهند

موافقت مروت کا حصہ ہے جبکہ نفاق باہمی زندقہ کا جزء ہے ،روای کہتا ہے مجھے اس کے دانت گرگٹ کی طرح باریک اور داڑھی کانٹے کی طرح (بال بال) نظر آئی اس میں زیادہ تر بال سفید تھے اس کی ابروئیں اس کی آنکھوں اور رخساروں پر پڑی ہوئی تھیں جنہیں وہ آنکڑے سے اٹھاتا تھا ،وہ کہتا ہے میں شریف سے پوچھا: کیا باباجی کی کوئی اولاد ہے؟ اس نے کہا: میں نے بھی ان سے پوچھا تھا۔انہوں نے کہا کہ:انہوں نے کبھی شادی نہیں کی سوائے ایک بار جاہلیت میں انہیں کبھی احتلام نہیں ہوا۔شریف نے کہا: میں طلوع شمس سے لے کر عصر تک ان کے ساتھ رہا ہوں ان کے بیٹھنے کی ہیئت کی لمبائی تین ذراع (گز) ہے۔ اور ان کا انتقال چھ سو بارہ (٦١٢ھ) میں ہوا۔میں نے جندی کی ''تاریخ یمن'' میں پڑھا ہے۔ان میں سے ایک واقعہ وہ ہے جو مجھے کثرت سے سفر کرنے والے محدث جمال الدین محمد احمد بن امین اقشھر ی نزیل مدینہ کے حوالہ سے ان کے فوائد سے منقول بیان کی گئی ہے کہ ابوالفضل اور ابوالقاسم بن ابی عبداللہ علی بن ابراہیم بن عتق اللوانی جو ابن الخبار مھدی کے نام سے مشہور ہیں بیس شوال سات سودس (٧١٠) میں ملک تیونس میں بتایا کہ مین نے ابوعبداللہ محمد بن علی بن محمد بن یعلی مغربی تلمسانی سے اسکندریہ کی سرحد پر رمضان المبارک کے مہینہ چھ سو چھیاسی (٦٨٦ھ) میں سنا فرمایا: میں نے عمر رسیدہ ابوبکرالمقدسی سے سنا۔اس وقت ان کی عمر تین سو سال ہوگئی تھی۔ان کے الفاظ میں ہندوستان کے شہر سومنات میں سلطان محمود بن سبکتگین کی مسجد میں رجب چھ سو باون (٦٥٢ھ) کو فرماتے سنا کہ ہم سے عمر رسیدہ بزرگ خواجہ رتن بن عبداللہ اپنے گھر شہر تو بندہ مین اپنے الفاظ میں بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا: آخری زمانہ میں اللہ تعالیٰ کا عسقلان کی جانب سے ایک لشکر ہوگا جو ترکی ہوں گے۔جو ان سے جنگ کے ارادہ سے لڑنے آئے گا وہ اسے شکست دے دیں گے اور جس کا یہ رخ کریں گے اسے مغلوب کرلیں گے'' فرماتے ہیں! خواجہ رتن بن عبداللہ نے بیان کیا: کہ وہ خندق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے اور ان سے حدیث کا سماع کیا اور پھر ہندوستان کے شہر واپس آ گئے۔

ومات بهاوعاش سبعماته سنة ومات سنة ست وتسعين وخمسماه وقال الاقشهری وهذا السندیتبرک به وان لم یوثق بصحة ثم قال الاقشهری واخبرنا الفقیه ابوالقاسم بن عمربن عبدالعال الکنانی ثم التونسی قال سمعت الشیخ نجم الدین عبدالله بن محمدبن محمدالاصبحانی یقول سمعت عبدالله ابن بابارتن یقول سمعت والدی بابارتن یقول من قال لااله الله وحده لاشریک له دخل الجنة وعن الاقشهری اخبرناابوزیادعن عبدالرحمن بن علی الجزائری قال اخبرنی علی بن احمدبن عبدالرحمن بن حدیری قال سافرت من مالقة الی غرناطه فلقیت احمدبن محمد بن حسین الجزامی قال لی لقیت محمد بن بکرون بن ابی مروان عبدالملک بن بشیرقال لی محمد بن زکریا بن براطن النجیی لماتکاثرت الاخباربقصة المعمر ولقی ابی مروان له اجتزت علی وادی آش فی شهررجب سنة احدی وستین وستماته فالفیت بها ابامروان فسألته عن خبرالمعمرفقال لی خرجت عن الاندلس سنة سبع عشرة وستماته الی ان وصلت الی مکة فاقمت بها سبع سنین ثم تجولت فی البّلاد فوصلت الی البصرة فوجدت خبرالمعمربهاشهیرثم قیل لی هوفی اقلیم کذافانحدرت الی کش فقوی الخبرفانحدرت الی کش فانحدرت ایضاالی بلدة اخریٰ فقیل لی ان الطریق ممتنع لانه صحراء مسافتها خمسة واربعون یوماوکنت اقیم ایامالااکل ولااشراب فعزمت علی المسیر فیهاثم قیل لی ان هنا طریقا اقرب لکنها لاتسلک من اجل التترفهان ذلک علی فسرت ولااکلم من یکلمنی بل اظهرالهم ولاآکل ولا اشرب قال فمثیت فی عسکرالتترستة ایام علی ذالک ثم خرجت عنهم فسرت یومین حتی وصلت الی الموضع الذی قصدته

وہیں ان کا انتقال ہوا وہ سات سو سال زندہ رہے اور پانچ سو چھیانوے (۵۹۶ھ) میں انتقال ہوا۔ اقشہری کا قول ہے: اس سند کو بابرکت سمجھا جاتا ہے۔ اگر چہ اس کے صحابی ہونے کا اعتماد نہیں۔ پھر اقشہری لکھتے ہیں: ہمیں فقیہ ابوالقاسم بن عمر بن عبدالعالی کنانی ثم تونسی نے بتایا کہ میں نے شیخ نجم الدین عبداللہ بن محمد اصبہانی کو فرماتے سنا کہ میں نے عبداللہ بن بابارتن سے سنا وہ فرماتے ہیں: میں نے اپنے والد بابارتن کو فرماتے سنا: جو لاالہ الااللہ وحدہ لا شریک لہ کہتا ہوگا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اقشہری ہی سے مروی ہے کہ ابوزید عبدالرحمٰن بن علی اجزائری نے ہمیں بتایا کہ مجھے علی بن احمد بن عبدالرحمٰن بن حدیدی نے بتایا کہ میں نے مالقہ سے غرناطہ کا سفر کیا جہاں میری ملاقات احمد بن محمد بن حسین جذامی سے ہوئی فرمایا: میں محمد بن بکروں بن ابی مردان عبدالملک بن بشر سے ملا فرمایا:

مجھ سے محمد بن زکریا بن براطن تجیبی نے کہا: کہ جب عمر رسیدہ شخص کی خبریں اور ابومروان کی اس سے ملاقات کے حالات کثرت سے سننے میں آئے تو وادی آش سے گزرا جہاں رجب چھ سو اکسٹھ (۶۶۱ھ) میں ابومروان مل گئے میں نے ان سے عمر رسیدہ شخص کے متعلق پوچھا وہ بتانے لگے: میں اندلس سے چھ سو سترہ (۶۱۷ھ) میں نکلا اور بالآخر مکہ مکرمہ پہنچ گیا۔ جہاں میں نے سات سال قیام کیا ادھر ہی عمر رسیدہ شخص کی اطلاع سنی جو بہت مشہور تھی۔ پھر کسی نے مجھے بتایا کہ وہ فلاں علاقہ میں ہے تو میں ''کش'' کی جانب اترا تو اس خبر کے آثار مضبوطی سے ملنے لگے۔ پھر ایک اور شہر پہنچا لوگوں نے بتایا: یہ راستہ ممنوع ہے کیونکہ یہ ایک لق ودق صحرا ہے جس کی مسافت پینتالیس ایام کی ہے۔ میری عادت تھی کہ میں کئی کئی دن بن کھائے پیئے گزار دیتا تھا۔ میں نے اسی صحرا میں چلنے کا عزم کرلیا۔ پھر کسی نے بتایا کہ ایک راستہ اس سے بھی قریب کا ہے لیکن تاتاریوں کی وجہ سے اس میں کوئی نہیں چلتا مجھے وہ آسان لگا اور میں اس پر چل نکلا۔ مجھ سے کوئی بات کرتا تو میں اس کی بات کا جواب نہ دیتا بلکہ پختہ عزم کا اظہار کرتا نہ کھاتا تھا نہ پیتا تھا۔ تاتاریوں کے لشکر میں میں چھ دن اسی حالت میں چلا۔ پھر میں ان سے علیحدہ ہوگیا۔ دو دن اور چل کر میں اپنے مقام مقصود تک جا پہنچا۔

فعجب لی اهله منی واضافنی شیخ منهم فاذخلنی بیتافاذافیه الشیخ المعمرملفوفافی القطن وهوفی المهدفدعافقال یاسیدی هذارجل من بلاد بعیدة من المغرب الاقصی جاء الینالیس له حاجة غیررؤیتک ویرید ان یسمع منک فکلمنی بکلام ترجمه لی ذالک الشیخ فقال کنت یوم الخندق اعمل مع المسلمین واناابن اربع عشرة سنة فلمارأیته وجدت فی نفسی خفة فی العمل فلما رأی ذالک منی قال عمرک الله عمرالله عمرک الله ثم سکت فقال لی الذی ادخلنی علیه یکفیک.

ثم اخرج الاقشهری نحوهذه القصة من وجهین آخرین مسمی المعمرعماراوسأذکرذلک فی حرف العین من هذاالقسم ان شاء الله تعالیٰ وقدتکلم الصلاح الصفدی فی تذکرته فی تقویة وجودرتن وانکرعلی مر ینکروجوده وعول فی ذالک علی مجردالتجویزالعقلی ولیس النزاع فیه.انماالنزاع فی تجویزذالک من قبل الشرع بعدثبوت حدیث المائة فی الصحیحن والاستبعاد الذی عول علیه الذهبی وتعقب القاضی برهان الدین جماعة فی حاشیة کتبهافی تذکرة الصفدی فقال قول شیخناالذهبی هوالحق وتجویز الصفدی الوقوع لایستلزم الوقوع اذلیس کل جائزبواقع انتهی.

ولمااجتمعت بشیخنا مجدالدین الشیرازی شیخ اللغة بزبید من الیمن وهوذاک قاضی القضاة ببلادالیمن رأیته ینکرعلی الذهبی انکار وجود رتن .وذکرلی انه دخل فینفعة

وہاں کے لوگوں کو مجھ پر بڑا تعجب ہوا۔انہیں میں سے ایک بزرگ نے میری ضیافت ومہمان نوازی کی ۔وہ اپنے گھر لے گیا وہاں ایک عمر رسیدہ شخص روئی میں لپٹا ہوا تھا جو ایک پنگھوڑے میں تھا اس نے اسے آواز دے کر کہا: میرے آقا یہ شخص مغرب اقصی کے دوردراز کی علاقہ سے آیا ہے۔اس کا مقصد صرف آپ کی زیارت کرنا ہے اور آپ کی بات سننا ہے۔پھراس نے مجھ سے اپنی زبان میں بات کی جس کا ترجمہ اس شخص نے کر کے مجھے بتایا کہنے لگا: میں خندق کی کھدائی میں مسلمانوں کے ساتھ مل کر رہا تھا۔ اس وقت میری عمر چودہ سال تھی۔ میں نے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو میرے دل میں کام کی کوئی تھکان نہ رہی آپ نے جب میری کیفیت دیکھی تو فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں عمر بخشے ،اللہ تعالیٰ تمہیں عمر بخشے، اللہ تعالیٰ تمہیں عمر بخشے۔ پھر وہ باباجی خاموش ہوگئے۔ اس کے بعد مجھ سے وہ شخص کہنے لگا جو اس کے پاس لے کر گیا تھا: کافی ہے۔پھر اشھری نے اسی مفہوم کا قصہ دو، اور سندوں سے بیان کیا ہے اس میں عمر رسیدہ شخص کا نام عمار بتایا ہے جس کا تذکرہ میں حرف عین میں ان شاء اللہ تعالیٰ کروں گا۔ صلاح صفدی نے اپنے ''تذکرہ'' میں رتن کے وجود کی تقویت کے لئے کلام کیا ہے اور ان لوگوں پر نکیر کی ہے جو اس کے باجود اس کے منکر ہیں۔اور اس سلسلہ میں صرف عقلی جواز پیش کیا ہے حالانکہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔اختلاف ہے تو شرعی وہ بھی صحیحین کی صدی والی حدیث ثابت ہونے کے بعد یہ وہی استبعاد اور ناممکن بات ہے جس کا حوالہ ذہبی نے دیا ہے۔قاضی برہان الدین جماعۃ نے اپنی کتابوں کے حاشیہ میں تذکرہ صفدی کا تعاقب کیا ہے لکھا ہے کہ ہمارے شیخ ذہبی کا قول ہی برحق ہے اور جو جواز صفدی نے پیش کیا ہے اس سے لازم نہیں آتا ہے کہ وہ واقعہ حقیقتاً ہوا ہو اس لئے کہ ہر جائز چیز کا واقع ہونا اور پیش آنا ضروری نہیں۔ ہمارے شیخ مجدالدین شیرازی جو یمن کے شہر زبید کے شیخ اللغۃ ہیں سے میری ملاقات ہوئی۔اس وقت وہ یمن کے شہروں کے چیف جسٹس تھے۔ میں نے دیکھا کہ وہ ذہبی پر رتن کے انکار کی وجہ سے نکیر کر رہے تھے اور مجھ سے ذکر کیا کہ وہ اس کی جاگیر میں داخل ہوئے تھے۔

لمادخل بلاد الهندووجدفيها من لا يحصى كثرة ينقلون عن آبائهم واسلافهم
عن قصة رتن ويثبتون وجوده فقلت هولم يجزم بعدم وجوده بل
ترددوهومعذوروالذی يظهر انه كان طال عمره فادعی فتمادی علی ذالک
حتی استهر ولوكان صادقالاشتهرفی المائة الثانية اوالرابعه او الخامسة
ولكنه لم يفعل عنه شيئی الا فی اواخرالسادسة ثم فی أوائل السابعة قيل
وفاته وقد اختلف فی سنة وفاته كماتقدم والله اعلم.

(الاصابة فی تميز الصحابه ا ص٥٣٨)

ومنه حديث الصحيحين :لاتسبوا اصحابی فلوان احداانفق مثل احد مابلغ مداحدهم ولانصيفه وفی رواية لهمافان احدكم بكاف الخطاب.وفی رواية للترمذی،لوانفق احدكم ،الحديث والنصيف بفتح النون لغة فی النصف وروی الدارمي وابن عدی وغيرهما انه صلی الله تعالیٰ عليه وآله وسلم قال الصحابی كالنجوم بايهم اقتديتم اهتديتم ومن ذالک ايضاالخبرالمتفق علی صحة خيرالقرون قرنی ثم الذی يلونهم ثم الذين يلونهم،خيرالقرون اوالناس اوامتی قرنی ثم الذين يلونهم،ثم الذين يلونهم،والقرن اهل زمن واحد متقارب اشتركوافی وصف مقصود ويطلق علی زمن مخصوص

جب ان کا ہندوستان جانا ہوا تھا وہاں اتنی تعداد میں لوگ اپنے آباء اجداد سے ''رتن'' کا قصہ نقل کرتے ہیں جن کا اعداد شمار نہیں ۔وہ اس کے وجود کو ثابت کرتے ہیں۔میں نے ان سے کہا:انہوں نے یقین سے اس کے وجود کا انکار نہیں کیا بلکہ انہیں اس کے بارے میں تردد تھا اس لئے وہ معذور ہیں۔جہاں تک میرا خیال ہے اس کی عمر طویل ہوئی ہوگی جس پر جو دعوے اس نے کیئے سو کیئے ۔اور انہیں پرڈٹ گیا یہاں تک کہ اس کی شہرت ہوگئی ۔اگر وہ سچا ہوتا تو اس کے شہرت دوسری ،تیسری ،چوتھی یا پانچویں صدی ہوتی لیکن اس کی جتنی باتیں بھی منقول ہیں وہ چھٹی صدی کے آخر کی ہیں یا پھر ساتویں صدی کے آغاز کی ہیں وہ بھی اس کی وفات سے پہلے ۔اس کے سن وفات میں اختلاف ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم (الاصابة فی تمیز الصحابہ ا ص٥٣٨)

اس پر صحیحین میں حدیث ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہ کو برا مت کہو،ان میں سے اگر کوئی اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کردے تب بھی وہ ان میں سے کسی ایک کے سیر بھر یا اس سے آدھا کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا۔

بخاری اور مسلم کی روایت میں ہے(فان احدکم) بیشک تم میں سے کوئی ایک ۔۔یعنی کاف مخاطب کیلئے ہے،اور ترمذی کی ایک روایت میں ہے:(لو انفق احدکم) کہ اگر تم میں سے کوئی۔۔(نصیف)نون کی بربر سے ہے کہ یہ(نصف) کی ایک لغت ہے۔

دارمی اور ابن عدی وغیرہ کے لفظ یوں ہیں:(أصحابی کالنجوم بأیھم اقتدیتم اھتدیتم) کہ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے تم جس کی اقتداء کروگے ہدایت پاؤگے۔اس پر ایک اور حدیث ہے جس کی صحت پر اتفاق ہے:سب سے اچھا زمانہ یا لوگ یا امت میرے قرن(زمانہ) کے ہیں پھر جو اس کے بعد آئے گا اور پھر جو اس کے ساتھ ملا ہوا زمانہ ہوگا۔قرن کا اطلاق کسی ایک زمانہ میں پائے جانے والے لوگوں پر ہوتا ہے۔جو وصف مقصود میں مشترک ہوتے ہیں۔اور بعض اوقات قرن کا اطلاق کسی خاص زمانہ پر بھی ہوتا ہے، پھر اس زمانہ کی مدت پر اختلاف پایا جاتا ہے۔

واختلفوافيه من عشراعوام الى مائة وعشرين الاالتسعين والمائة والعشرة فلم يحفظ قائل بهماوماعداهماقال به قائل واعدل الاقوال قول صاحب المحكم هو القدرالمتوسط من اعمار اهل كل زمن والمراد بقرنه صلى الله تعالىٰ عليه وآله وسلم وهذا الحديث فى الصحابة وآخرمن مات منهم على الاطلاق بلاخلاف ابوالطفيل عامربن واثله الليثى كماجزم به مسلم فى صحيحه وكان موته سنة ماته على الصحيح وقيل سنة سبع وماته وقيل سنة عشرين وماته وصححه الذهبى المطابقة للحديث الصحيح وهوقوله صلى الله تعالىٰ قبله وفاته بشهر: على رأس مائة سنة لايبقى على وجه الارض ممن هواعليهااليوم احد،

وفى رواية مسلم،ارأيتكم ليلتكم هذافانه ليس من نفس منفوسة يأتى عليها ماة سنة فاراد بذلک انخرام القرن بعدمائة سنة من حين مقالته والقول بأن عكراش بن ذوئيب عاش بعد وقعة الجمل ماته سنة غير صحيح وعلى التنزل فمعناه استكملها بعدذالک لأنه بقى بعدها مأة سنة كماقال الأئمة وماقال جماعة فى رتن الهندى ومعمرالمغربى ونحوهم،فقد بالغ الأمة سيماالذهبى فى تزييفه وبطلانه ،قال الائمة ولايروح ذالک على من له اولى مسكته من العقل وامرفضيلة قرنه صلى الله عليه وآله وسلم على من يليه وهم التابعون بالنسبة المجموع لاالى كل فرد خلافالابن عبدالبروكذايقال فى التابعين رضوان الله علهيم وتابعهم.

بعض کہتے ہیں یہ زمانہ دس سال سے لے کر ایک سو 20 سال تک محیط ہوتا ہے، اس کے علاوہ اور بھی کئی اقوال ہیں مگر ان میں 70اور 110 کا قول کسی کا بھی نہیں ہے، سب سے مناسب ترین قول سے مراد سب سے آخری صحابی کا انتقال ہونا اور سب سے آخری صحابی جن کا علی الاطلاق انتقال ہوا بغیر کسی اختلاف کے وہ ابوالطفیل عامر بن داثلہ لیثی ہیں جیسا کہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں اس پر جزم کیا ہے، صحیح قول کے مطابق آپ کا انتقال 100ہجری میں ہوا ہے۔اور کہا جاتا ہے کہ 107ہجری میں انتقال ہوا ،ایک اور قول 110 کا بھی ہے جیسے ذہبی نے ایک صحیح حدیث کی موافقت کی وجہ سے صحیح مانا ہے اور وہ حدیث یہ ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا سے تشریف لے جانے سے ایک ماہ قبل بیان فرمائی: سوسال کے اختتام تک جولوگ آج اس زمین پر ہیں ان میں سے ایک آدمی بھی باقی نہیں رہے گا۔ صحیح مسلم کی روایت میں یوں ہے: کیاتم نے یہ رات دیکھی؟ موجودہ لوگوں میں سے کوئی بھی ایسا شخص نہیں ہے جو اس رات سے لے کر سوسال تک زندہ رہے گا۔اس سے مراد یہ تھا کہ آپ کے قول سے لے کر سوسال تک موجود قرن ختم ہوجائے گا۔

اب یہ کہنا کہ عکراش بن ذوئیب واقعہ جمل کے سوسال بعد تک زندہ رہے صحیح نہیں ہے۔اگر اس قول کو صحیح مان بھی لیا جائے تو اس سے مراد یہ ہوگا کہ ان کا انتقال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول کے سوسال بعد ہوا نہ یہ کہ واقعہ جمل کے بعد سوسال زندہ رہے جیسا کہ ائمہ کرام نے کہا ہے،رتن ہندی اور معمر مغربی وغیرہ کے بارے میں جو کہا گیا ہے ائمہ کرام نے خوب ان کارد کیا ہے خاص طور پر امام ذہبی نے کہ انہوں نے اس طرح کے اقوال کو باطل اور جھوٹا قرار دیا ہے،اور ائمہ کرام نے کہا ہے جسے تھوڑا سا بھی عقل ہو وہ بھی یہ بات سمجھتا ہے کہ یہ بات غلط ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کی افضلیت کا جہاں تک تعلق ہے تو وہ مجموعی طور پر تابعین کا زمانے تک محدود ہے جیسا کہ اس پر کلام گزرا ،نہ کہ فرد جیسا کہ ابن عبدالبر نے کہا،اسی طرح تبع تابعین کے زمانہ کے بارے میں کہا جاتا ہے رضی اللہ عنہم اجمعین۔

حاشيه

شيخ الاسلام والمسلمين حضرت

العلامة محمد قمرالدين السيالوى رحمته الله عليه

كذا ذكره فى الاصابة مع ردة الذهبى لكن اذانظر الردلايبلغ مربتة اليقين بل الرد كله احتمالات غيرثابتة عن دليل قطعى كماهوالظاهرعندمن تأمل فلماكان بناء الرد مبنيا علي الاحتمالات فحسب فلم لايعتبربانه كان صحابياجليل القدر وعظيم الفخربل الروايات الدالة علىٰ كونه صحابياترجح احتمال كونه صحابيا وانانظرت بعينى القرآن الذى قيل انه جاء به من المدينة المنورة فما كان مرسوما بالحركات وكان بخط قريب من خط الكوفة فلذايدل ذالک علیٰ انه قد کتب قبل زمان الحجاج السفاک الذی رسم بترسیم القرآن وهوالآن موجودفی بهنڈا والتواتر بالاخباردلالة فی نفسه علیٰ کونه صحابیاکماهوالمتواتر والحاصل ان الردبمحض الاحتمال لایحتج علیٰ عدم کونه صحابیاوالله ورسوله اعلم .

محمد قمرالدين السيالوى

(على حاشية الصواعق المحرقه ص۲۱۲)

حاشیہ

شیخ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ خواجہ محمد قمرالدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ

اسی طرح اصابہ میں امام ابن حجر عسقلانی نے علامہ ذہبی کے رد کے ساتھ ذکر کیا ہے لیکن اگر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ ان کا رد یقین کے درجہ تک نہیں پہنچتا بلکہ ان کے سارے کا سارا رد احتمالات پر مبنی ہے جو کہ دلیل قطعی سے ثابت نہیں، اور یہ غور وفکر کرنے والے پر بالکل عیاں ہے، اور جب ان کا رد محض احتمالات پر مبنی ہے تو پھر انہیں ایک عظیم الشان جلیل القدر صحابی ماننے سے کیا مانع ہے، صحیح یہ ہے کہ ہمارے پاس بہت سی ایسی روایات ہیں جن کی بناء پر اس قول کو ترجیح دی جا سکتی ہے کہ وہ صحابی تھے۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے بھنڈا میں وہ مصحف شریف دیکھا ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ مدینہ منورہ سے لایا گیا ہے، اس کے کوفی رسم الخط اور حرکات سے خالی ہونے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ حجاج بن یوسف کے زمانہ سے پہلے تحریر ہوا، اس کے علاوہ ان کے صحابی ہونے کی خبر تواتر سے چلی آرہی ہے، لہٰذا نتیجہ یہ نکلا کہ محض احتمال سے ان کے صحابی ہونے کو رد نہیں کیا جا سکتا۔ واللہ ورسولہ اعلم

محمد قمرالدین سیالوی

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

تحفہ الابرار حالات خاندان متفرقہ ،جدول ششم ص ۳۳ (حرف الباء) باباحاجی رتن ابوالرضاء ھندی بسترندی نام رتن لقب حاجی کنت ابوالرضاء بن نصر ہندی، تاریخ وفات ۲۲ ۷ ازپٹہ مہری، بادشاہ شہاب الدین غوری، عمر کئی سوسال رکھتے تھے۔مقام بٹھنڈہ جانب مشرق نیم میل کے فاصلہ پر ہے۔

(ازحوالہ کتب تذکرۃ المشائخ ،بحوالہ گلزارالابرار، سیرت محمدیہ وطریقہ الاحمدیہ حالات)

بعض کاقول ہے کہ آپ اولیاء امت سے ہیں اور بعض آپ کو اصحاب آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شمار کرتے ہیں۔حضرت رضی الدین علی سعید لا بن عبدالجلیل غزنوی فرماتے ہیں کہ سن چھ سوہجری میں ہندوستان آیااور بابا موصوف سے میں نے ملاقات کی۔انہوں نے شانہ مبارک خاص آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو میرے نام نامزد تھا مجھ کو دیا اور چند احادیث آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت سے بیان فرمائیں اور حضرت علاء الدین سمنائی نے احادیث رتنیہ کو صحیح کیا۔شیخ ابن حجر عسقلانی نے صحابہ کرام کی تعریف میں آپ کو بھی یاد کیا ہے اور آپ کے احوال سے بہت کچھ لکھا ہے۔آپ بھٹنڈا میں پیدا ئے اور آغاز جوانی میں ایک قافلہ کے ساتھ عربستان کی سیر کی اور واپس ہند میں آ کر خبر مشہور ہوئی کہ پیغمبر آخرالزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے ہیں، بعجلت تمام براہ دریا مکہ معظمہ پہنچ کر صحبت سے فیضیاب اور بہرہ مند ہوئے۔اور کچھ مدت حضوراقدس میں رہ کر ہند میں واپس آئے اور بہت ریاضت اور مجاہدہ اور نفس کشی کر کے مراد کو پہنچے اور جہاں کا سفر کیااور خوفناک جگہوں میں چلے کھینچے اور معتکف ہوئے کتاب سیرۃ المحمدیہ وطریقہ الاحمدیہ میں لکھا ہے کہ بابارتن عبداللہ ہندی کے فرزند ہیں اور انہوں نے شق القمر کا معجزہ مشاہدہ کیا ہے۔اور انہوں نے یعنی بابارتن نے چودھویں رات کی چاندنی میں اتفاقاً نظر کی تحقیق چاند دوٹکڑے ہوگیا، پس ایک حصہ اس کا چھپ گیا مشرق میں اور ایک حصہ مغرب میں اور رات ایک ساعت کیلئے اندھیری ہوگئی پھر نیمہ چاند چڑھ آیا، مغرب سے اور نیمہ مشرق سے آسمان میں

آکر مل گئے جیسے کہ پہلے تھا۔یہ حال دیکھ کر تعجب کیا کہ اس کا کیا سبب ہے۔قافلہ والوں سے پوچھا۔خبردی انہوں نے کہ تحقیق ایک مرد ہے ہاشمی مکہ میں ظاہر ہوا ہے ،اور دعویٰ کرتا ہے نبوت کا اہل مکہ نے اس سے معجزہ مانگا کہ چاند دوٹکڑے ہوجائے اور چھپ جائے، آدھا مشرق میں اور آدھا مغرب میں۔پس میں مشتاق ہوا ان کے دیکھنے کیلئے اور مکہ شریف گیا۔

لطائف اشرفی میں لکھا ہے کہ پایا وہ شانہ مبارک آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت رضی الدین علی لالا سے شیخ رکن الدین علاء الدولہ سمنانی نے اس شانہ کو ایک کاغذ میں لپیٹا اور اس پر اپنے ہاتھ سے لکھا هذه مشطة من امشاط رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وصل الى هذا الضعيف من صاحب رسول الله وهذه الخرقة وصل من ابى الرضا رتن الى هذاالفقير (یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنگھیوں میں سے ایک کنگھی ہے جو اس فقیر تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک صحابی سے پہنچی اور یہ خرقہ مبارک مجھ فقیر تک ابوالرضارتن کے ذریعہ پہنچا۔)حضرت رضی الدین علی لالا ایک سو چودہ مشائخ سے خرقہ رکھتے تھے ان کی وفات کے بعد ایک سو تیرہ برآمد ہوئے۔اس سے معلوم ہوا کہ ایک خرقہ جو علاء الدین سمنانی کو انہوں نے دیا تھا وہ انہیں خرقوں میں سے تھا جو ان کو مشائخ سے پہنچے تھے۔

۱۔ نوٹ: آپ کا اصل نام رتن پال بن کرپال ہے خاندان راجہ نیپال ہند سے ہیں۔

۲۔ نوٹ: وجہ تسمیہ رتن: جب حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ فتح کیا، آپ ہمراہ تھے۔ ایک جانور کرب نام سرخ رنگ عرب میں تھا، اس کو مار کر رتن کا خطاب پایا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ ایک گھاس سرخ سرخ رنگ کی ہوتی ہے اس کو رتن کہتے ہیں وہ آپ چباتے تھے اس لئے رتن کہتے ہیں۔(ازتحفہ الابرار)

مئولفہ صوفی عالی خیال جناب مرزا آفتاب بیگ چشتی نظامی سلیمانی شمسی مندرجہ بالا عبارت واقوال واحوال سے معلوم ہوا ہے کہ صوفیاء کرام ومشائخ عظام کے نزدیک بابارتن واقعی صحابی ہوئے ہیں اور اصحاب تواریخ کے اقوال مضطربانہ اور غیر معتبر ہیں۔

چھٹا باب: اقوال ائمہ کرام اور بزرگان دین

(رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ تعالیٰ کی شان

فرمایا: حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد تھے۔ان کی عمر کے آخری دوسال میں امام اعظم ان کے پاس بیٹھتے تھے۔اس لئے امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایالو الاسنتان لھلک النعمان اگر وہ دوسال نہ ہوتے تو نعمان ہلاک ہوجاتا۔مطلب یہ ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت کو اپنے تمام تر علم کا منبع فرمایااورمان کی کتاب کافی باب العلم میں ہے کہ ایک بار کسی نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے کوئی مسئلہ پوچھا آپ نے فرمایا تم لوگوں میں ابوحنیفہ ہے اس سے پوچھ لیا کرو۔جس قوم میں ابوحنیفہ موجود ہواس قوم کو کسی اور سے مسئلہ پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے تمام شاگردوں میں سے ایک امام اعظم ہیں جو صحیح روایات حاصل کر کے پیشوا بنے۔دوسرے تو کذاب ہوئے جنہوں نے طرح طرح کے بہتان باندھے ہیں۔

منقول ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا آب دہن مبارک حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو امانت دیااور فرمایایہ امانت ابوحنیفہ کو پہنچادینا۔وہ آب مبارک حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ہونٹ میں آبلہ کی طرح رہا۔امام ابوحنیفہ کے بچپن میں جب حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوئی تو امانت انہیں پہنچادی۔(ان کے منہ میں ڈال کر پلادیا)۔ (سفینۃ الاولیاء ص ۳۲)

کشف اور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۳رجب المرجب ۱۳۹۱ھ بعد از نماز عشاء ایک پیر بھائی نے آپ کی قدم بوسی کی تو آپ نے فرمایا کشف کوئی چیز نہیں۔حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کو جب کشف نصیب ہوا دعامانگی مولاکریم یہ مجھ سے لے لے تو کشف جاتارہا۔فرماتے ہیں (کشف برسراوکفش) کیونکہ یہ تو ہندوؤں کو بھی مل جایا کرتا تھا بلکہ بعض جانور بھی جانتے ہیں چنانچہ ایک ہندو کا واقعہ بیان فرمایا کہ ہمارے حضرات میں سے ایک حضرت نے باہر جاکر نماز پڑھنے کا ارادہ فرمایاتوایک ہندو ساتھ بیٹھا تھا اس نے عرض کی غریب نواز یہاں صاف پانی بھی ہے،مصلیٰ اور کوزہ بھی موجود ہے۔(یہاں ہی پڑھ لیں)۔

اسی طرح گھوڑے بھی سمجھ لیتے ہیں کہ میرا مالک مرگیا ہے یا کہیں چلاگیا ہے۔بلکہ گدھا بھی یہ چیز معلوم کرلیتا ہے غالباً اسی بنا پر بزرگان عظام نے فرمایا ہے کشف برسراوکفش۔

امام احمد بن حنبل کی ڈاکو کیلئے دعا

فرمایا: حضرت امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ کو خلق قرآن مجید کے مسئلہ پر گرفتار کیا گیا۔ایک شخص پہلے ہی قید میں موجود تھا۔آپ کے حالات سن کر کہنے لگا کہ میں بدکاریوں اور ڈاکہ،زنی میں گرفتار ہوں اور طرح طرح کی تکلیفیں جھیلتا ہوں۔پھر بھی میرے دل میں ہے کہ آزاد ہوں گا تو اپنے کام پر پکا رہوں گا۔یعنی باطل پر ہوکر اپنے دھن کا پکا ہوں۔آپ حق پر ہیں،حق کو ہرگز نہ چھوڑنا مضبوط رہنا۔جب آپ آزاد ہوئے تو تمام عمر جس طرح اسلاف صالحین کی ارواح کو فاتحہ پہنچانے کے ساتھ دعا مانگتے اسی طرح اس شخص کا نام بھی لیا کرتے اور اسے فاتحہ کا ثواب بھی بخشتے۔آپ کے فرزند حضرت عبداللہ بن احمد نے دریافت فرمایا کہ یہ شخص کون ہے جس کا آپ اب نام لیتے ہیں فرمایا میرا استاد ہے۔پوچھا آپ کی سند میں تو ان کا نام نہیں آتا۔فرمایا بحالت قید اس نے مجھے حق پر قائم رہنے کا سبق دیا تھا۔

سفینة الاولیاء صفحہ ۳۴ میں ہے کہ خلق قرآن کے عقیدہ پر مجبور کرنے کے باجود حق پر قائم رہے۔ ہزار دُرے برداشت کرنے کے باجود قرآن مجید و کلام الٰہی کو مخلوق نہ کہا۔ بالآخر پاؤں کی بیڑیاں کھول کر ہاتھ بندھے ہوئے بازار میں لائے گئے تو غیب سے دو ہاتھ ظاہر ہوئے۔ یہ کرامت دیکھ کر رہا کیئے گئے لیکن اسی تکلیف کی وجہ سے جاں بحق ہوئے۔ ان کے جنازہ پر بے شمار پرندے آئے اور چارپائی پر اترے، یہ دیکھ کر کافی تعداد میں آتش پرست یہودی وغیرہ مسلمان ہوگئے جو جنازہ کے پاس ہی لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ذکر جہر کرتے رہے۔

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ اور خلیفہ (ہارون الرشید)

فرمایا: ایک دفعہ ہارون الرشید نے حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف خط لکھ کر اپنے وزیر اعظم عباد الطالقانی کے ہاتھ روانہ کیا۔ عباد خود کہتا ہے باجودیکہ تمام طلباء کو معلوم ہوگیا تھا کہ امیرالمؤمنین ہارون الرشید کا وزیر اعظم ہے لیکن وہاں میرا گھوڑا کسی نے بھی نہ پکڑا۔ میں نے خود اسے باندھا۔ پھر جب مجلس میں حاضر ہوا تب بھی کسی نے میری پرواہ نہ کی۔ نہ ہی میری طرف التفات کی بلکہ حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ نے تو مجھے دیکھ کر فوراً نماز کی نیت باندھ لی اور طویل قرأت شروع کردی۔ معلوم ہوتا تھا کہ ان کا ارادہ تھا خود بخود واپس چلا جائے گا۔ پہلے تو میں کھڑا رہا اور کافی دیر کھڑا رہنے کے باجود بھی کسی نے مجھے بیٹھ جانے کو نہ کہا۔ آخر کار میں بیٹھ گیا جب مجھے یقین ہوگیا کہ میرا بیٹھنا بھی انہیں ناگوار ہے تو بہت دیر کے بعد وہ خط میں نے ان کے سامنے محراب میں رکھ دیا۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو خط اٹھا کر طلباء کی طرف پھینک دیا کہ کوئی پڑھتا ہے تو پڑھے۔ خط میں ہارون الرشید نے لکھا تھا کہ خلیفہ المسلمین بن چکا ہوں، بڑے بڑے لوگوں نے مجھے مبارک باد دی ہے اور میرے پاس حاضر ہوئے ہیں۔ میں نے بہت سا مال ان کی مہمان نوازی پر خرچ کیا ہے۔ بے شمار تحائف ان کو دیئے۔ آپ میرے استاد ہیں میں نے بہت انتظار کیا تاکہ

مبارک باد کیلئے آپ تشریف لائیں۔ بے شمار مال و دولت سے آپ کی عزت کروں لیکن آپ ابھی تک کیوں نہیں آئے۔ فوراً تشریف لائیے۔

آپ نے فرمایا اسی کاغذ کے دوسری طرف جواب لکھو۔ کسی نے عرض کیا حضور بادشاہ وقت کی طرف خط جانا ہے کوئی دوسرا کاغذ ہونا چاہئے۔ فرمایا: یہ کاغذ اس کے حلال مال سے ہے تو اسے اپنا مال حلال پہنچ جائے گا اور اگر مال حرام سے ہے تو ہمارے ہاں حرام مال کا رہنا جائز نہیں۔ بہرحال اسی کاغذ کی دوسری طرف لکھوایا۔ من العبدالضعیف (سفیان ثوری) الی المتفخر ہارون الرشید خلیفة المسلمین بعد از سلام مسنون تو نے مجھے اس بات پر گواہ بنایا ہے کہ جو رقم غرباء مساکین بیوگان اور یتیموں کا حق تھا وہ تو نے متمول آدمیوں پر خرچ کر کے غریبوں کا حق ضائع کر دیا ہے۔ لہٰذا کل قیامت کے دن میں یہ گواہی دوں گا کہ تو نے مسلمانوں کے مال کو ناجائز طور پر خرچ کیا۔ کمزور اور ضعیف لوگوں کے حقوق ادا نہ کئے، تو نے لکھا ہے کہ مبارکبادی کیلئے بڑے بڑے لوگ آئے ہیں۔ میں کہتا ہوں بجائے مبارکبادی اور تہنیت کے تیری تعزیت کرنی چاہئے۔ کیونکہ عنقریب ہی تو سخت امتحان میں آنے والا ہے۔ جس کا سامان نجات تیرے پاس بالکل نہیں ہے۔ تو دنیا پر فخر کر رہا ہے اور چندون کی مردار دنیا پر اتراتا ہے حالانکہ اس نے تجھے یاد خدا سے غافل کر کے ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے بہت سی رحمتوں سے تجھے دور کر دیا، الخ۔

اس طرح کا مضمون لکھوا کر عباد الطالقانی کی طرف پھینک دیا اور فرمایا یہ لے جا اور اسے دے دینا۔ عباد کہتا ہے کہ ان کے خط کا اور اس مجلس کا ایسا اثر مجھ پر ہوا کہ دل چاہتا تھا دنیا پر نہ مکان کی ضرورت ہے نہ ہی گھر زر کی حاجت ہے۔ گھر زر کو چھوڑ کر یاد خدا میں رہنا چاہئے لیکن وہاں تو کچھ نہ کر سکا۔ باہر آیا تو زور زور سے رویا، باآواز بلند پکارا کوئی ہے جو میرے بدن والے قیمتی لباس کو لے جائے اور مجھے موٹا لباس اون کا پہنائے چنانچہ غریب لوگ آئے انہوں نے میرا ریشمی لباس اور سونے کی زنجیریاں وغیرہ اتار کر صوف کا لباس پہنایا۔ وہاں سے گھوڑے کو ہاتھ میں پکڑ کر پیدل چلتا ہوا بغداد پہنچا۔ گھوڑا چونکہ ذاتی نہ تھا بلکہ

حکومت کا تھا اس لئے وہ کسی کو نہ دے سکا۔ جب نہایت ہی درویشی حالت میں ہارون الرشید کے دربار میں پہنچا اور خط پیش کیا تو ہارون الرشید پڑھتا بھی تھا اور روتا بھی تھا۔ اس خط کو بوسہ دے کر قرآن مجید میں رکھ دیا۔ روزانہ قرآن مجید کی تلاوت کے وقت اس خط کو بوسہ دے کر پڑھا کرتا اور گلے لگاتا، آنسو بہاتا۔ مرے دم تک اس خط کو پڑھتا رہا۔

احیاء العلوم للعلامه غزالی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ، جلد۲ص ۳۰۹۔۳۱۰ میں ہے عباد نے کہا میں امیرالمومنین کے دروازہ پر ننگے پاؤں پہنچا تو مجھے دربان نے سختی سے جھنجھوڑا پھر میرے واسطے اجازت دی گئی۔ میں ہارون کے سامنے ہوا تو وہ مجھے اس حالت میں دیکھ کر کھڑا ہوا۔ پھر بیٹھ گیا۔ پھر کھڑا ہو گیا اور اپنے سر اور چہرے پر طمانچے مارنے لگا اور اپنے لئے افسوس اور غم ناک الفاظ کہنے لگا۔ کہتا رہا کہ ایلچی توفیق یاب ہو گیا اور اور بھیجنے والا محروم رہا۔ میرے لئے دنیا اور حکومت کس کام کے ہوئے جو ختم ہونے والے ہیں، الخ......

میں نے خط اسے دیا تو خط کھلا ہوا ہی تھا۔ جیسے کہ مجھے دیا گیا تھا۔ تو ہارون اسے پڑھتا رہا اور روتا رہا۔ اس کی آنکھیں روتے روتے سوج گئیں، الخ۔'' لم یزل کتاب سفیان الی جنب هارون یقرؤه عند کل صلوٰۃ حتیٰ توفی رحمته الله تعالیٰ علیه" وہ خط ہارون کے پاس ہمیشہ رہا۔ ہر نماز کے وقت اسے پڑھتا تھا۔ فوت ہونے تک اسے پاس رکھا۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے۔ آمین (احیاء العلوم جلد۲ص ۳۱۱)

حضرت عبداللہ ابن مبارک

بشب دو صفر المظفر بعد از نماز مغرب آندھی اور بارش کی وجہ سے آپ نماز عشاء تک مسجد میں رہے اور چند ملفوظات بیان فرمائے۔

فرمایا: حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دفعہ جہاد کیلئے جا رہے تھے۔ جنگل میں اکیلئے ہی تھے۔ آپ کا گھوڑا گر کر مر گیا۔ پریشانی کے عالم میں کھڑے تھے۔ ایک آدمی آیا، پوچھا عبداللہ ابن مبارک کیا وجہ ہے یہاں کیوں کھڑے ہو۔ فرمایا جہاد کا ارادہ

تھا، اچانک یہاں گھوڑا مر گیا ہے، پریشان ہوں۔ اس آدمی نے گھوڑے کے سر سے لے کر تمام پشت پر ہاتھ پھیرا حتیٰ کہ دم تک پھیرتا ہوا پہنچا ہی تھا کہ گھوڑا اٹھ کھڑا ہوا اور فرمایا یہ تو ٹھیک ٹھاک ہو گیا ہے۔ اب سوار ہو جاؤ، چنانچہ اس شخص نے لگام اور رکاب پکڑ کر حضرت عبداللہ ابن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوڑا کر میدان میں پہنچایا تو عین موقع پر پہنچ گیا اور میں جس طرف بھی ہوتا وہ شخص میرے آگے آگے نظر آتا تھا۔ تعجب ہوا کون شخص ہے۔ آخر میں نے اس کے قدموں کی طرف دیکھا جہاں سے پاؤں اٹھاتا سبزہ نکل آتا. فعلمت انه خضر پس میں جان گیا کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔

حضرت بابا فرید شکر گنج قدس سرہ العزیز

۲۰ شعبان المعظم ۱۳۸۴ھ بعد جمعۃ المبارک آپ نے فرمایا حضور غریب نواز خواجہ خواجگان فرید الملت والدین بابا گنج شکر رحمتہ اللہ عیہ کے ہم عصر حضور غریب نواز خواجہ خواجگان قبلہ حمید الدین ناگوری رحمتہ اللہ علیہ تھے۔ دونوں نے ایک دوسرے سے عہد لیا کہ جس کا وصال پہلے ہو وہ صاحب دوسرے کو بتائیں گے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو کونسا عمل زیادہ مقبول ہے لہٰذا جب بقضائے الٰہی حضرت خواجہ باوا صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا وصال پہلے ہوا تو جناب خواجہ حمید الدین ناگوری رحمتہ اللہ علیہ قلم دوات اور کاغذ لے کر ان کے سرہانے غلاف کے نیچے رکھ آئے اور عرض کی غریب نواز وعدہ وفائی کے طور پر اس کاغذ پر وہ عمل تحریر کر دینا جو عنداللہ زیادہ مقبول ہے۔ جب صبح سویرے وہ کاغذ اٹھایا یہ شعر لکھا ہوا پایا۔

جملہ فنون شیخ نیز زی بہ نیم خس راحت بہ دل رساں کہ ہمیں مشرب است وبس

(شیخ کے تمام اعمال نصف تنکے برابر بھی نہیں ہیں، دل کو آرام پہنچا کہ یہی طریقہ ہے اور بس)

فرمایا یہ رباعی بھی باوا صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی ہے۔

گیرم کہ بہ شب نماز بسیار کنی درروز دوائے شخص بیمار کنی
تا دل نہ کنی زغصہ و کینہ تہی صد خرمن گل بر سریک خار کنی

(میں سمجھتا ہوں کہ تورات کو نماز زیادہ پڑھتا ہے اور دن میں بیمار کا علاج بھی کرتا ہے لیکن جب تک دل کینہ اور غصہ سے خالی نہ کرے گا تو خرمن اور ڈھیروں پھولوں کو کانٹوں پر برباد کردے گا۔)

۹ ربیع الاول شریف ۱۳۸۹ھ بروز خمیس بعداز نماز ظہر ختم خواجگان سے فارغ ہوکر فرمایا کہ حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ حضور باواصاحب رحمتہ اللہ علیہ کے ہم عصر تھے۔حضرت باواصاحب قدس سرہ العزیز کا مرتبہ بیان کرتے ہوئے فرمایا حضرت امام یافعی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی ایک فتویٰ تحریر فرما کر اس میں باوا صاحب کے فتویٰ کا حوالہ دیا ہے کہ انہوں نے بھی اسی طرح لکھا تھا۔یعنی اپنے فتویٰ کی تقویت وحقانیت کیلئے ان کا حوالہ درج کیا۔باواصاحب بڑے مرتبے کے ہوئے ہیں۔ پھر فرمایا کہ حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ بہت بڑے عالم تھے۔اس وقت ان کا لقب بحاث صف شکن مشہور تھا۔انہوں نے قاضی القضاۃ کا منصب حاصل کرنے کا ارادہ فرمایا اور علم مسائل کو اچھی طرح مکمل کیا۔قاضی بننے کیلئے تشریف لے جارہے تھے،راستہ میں ایک درویش صاحب ملے۔ کہنے لگے نظام الدین قاضی مشو چیزے دیگر بشو اجودھن برو(اے نظام الدین قاضی نہ بن دوسری چیز بن اجودھن جا)اس وقت پاکپتن شریف کا نام اجودھن تھا،چنانچہ آپ حضرت باواصاحب رحمتہ اللہ علیہ کے پاس آئے اور ان کی خدمت میں رہ تصوف اختیار فرمایا۔فیض حاصل کر کے دنیا کو روشن ومنور فرمایا:

۲۳ شعبان المعظم ۱۳۸۷ھ فرمایا ترکوں کو اسلام سے مشرف فرمانے والی ہستی جناب شیخ الطریقت والشریعت حضور غریب نواز باوا فریدالملت والدین گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کی ذات گرامی ہیں۔آپ کے خلیفہ جناب جمال الدین صاحب رحمتہ اللہ علیہ ایک مرتبہ اس علاقہ میں تشریف لے گئے جنگل میں نماز صبح ادا فرمائی۔ہلاکوخان کا لڑکا(ولی عہد)شکار کھیلتا ہوا وہاں سے گزرا۔آپ کی قرأت سن کر کھڑا ہوگیا۔جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو کہنے لگا آپ کا قرآن پاک پڑھنا میں نے سنا ہے اور یقین کیا ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے۔لیکن آج میں اسلام نہیں لاتا میرا والد ہلاکوخاں جب فوت ہوجائے گا اس وقت

آپ تشریف لانا میں اسلام قبول کرلوں گا۔چنانچہ ہلاکوں خان کی وفات کے بعد جب وہی لڑکا تخت نشین ہوتو جناب جمال الدین صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا وصال ہو چکا تھا۔انہوں نے اپنے خلیفہ کو وصیت فرمائی کہ ہلاکوخان کے لڑکے نے وعدہ کیا ہوا ہے تم میری طرف سے جا کر وعدہ یاددلانا اور دعوت اسلام دینا۔جب وہ خلیفہ تشریف لائے اور وعدہ یاد دلایا نیز جنگل کا واقعہ بتایا تو کہنے لگا ٹھیک ہے آپ وہی خلیفہ صاحب ہیں۔

فرمایا: ان کا وصال ہوگیا ہے۔ان کی وصیت کے مطابق آیا ہوں۔جب بادشاہ نے اسلام لانے کیلئے تیار ہوگیا تو نصیرالدین طوسی[1] نے کہا اس طرح نہیں ہوگا بلکہ ایک شرط ہے وہ یہ کہ سکہ پگھلا کران کے منہ میں ڈالا جائے۔اگر پی جائیں تو آپ اسلام قبول کرلیں ورنہ نہیں۔انہوں نے فرمایا: اے بادشاہ تیرے وعدہ میں یہ شرط نہیں ہے لیکن طوسی بڑا چالاک اور شاطر دشمن تھا کہنے لگا یہ تو ضرور ہوگا چنانچہ جلدی جلدی اس نے سکہ پگھلا کر خلیفہ صاحب کے منہ میں ڈالا تو آپ شربت کی طرح پی گئے۔ اب بادشاہ تیار تھا کہ طوسی نے دوبارہ چالاکی ظاہر کی،کہنے لگا اب تو چند آدمی آپ کے پاس ہیں۔بادشاہ کا اس وقت اسلام قبول کرنا(ایک مذہب چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کرنا)معمولی بات نہیں۔اس لئے مجمع عام ہونا چاہئے تا کہ دوسرے بھی دیکھ کر اتباع کریں۔اس کی صورت یہ ہے کہ ایک دن مقرر کر کے وسیع میدان میں تمام لوگ جمع ہوجائیں،وہاں خلیفہ صاحب ہمارے مشہور پہلوان سے کشتی کریں گے۔اگر اس کو بھی گرالیا تو پھر بادشاہ کو عام اختیار ہوگا۔اگرچہ اس شرط سے بھی طوسی کا ناپاک ارادہ تھا کہ پہلے تو کرامت کی بنیاد پر سکہ پگھلا یا ہوا پی گئے ہیں۔اب پہلوان کے ہاتھوں تو یقیناً ختم ہوجائیں گے لیکن جب عام لوگوں کے سامنے کشتی کی صورت میں ایک طرف موٹا تازہ تجربہ کار طاقتور پہلوان اور دوسری طرف دبلے سے فقیر کی ہلکی پھلکی تصویر سامنے تھے فقیر نے پہلوان کو ایک بازوں سے پکڑ کر زمین سے اونچا اٹھالیا اور سر کے بل

[1] نصیر طوسی متعصب شیعہ تھا۔جعفر از بنگال وصادق از دکن، قوم و دین، وطن
علقمی جو سقوط بغداد کا سبب بناوہ بھی رافضی تھا۔

دے مارا۔ پہلوان نے آپ کی طاقت بیان کی کہ مجھے تو کئی آفت معلوم ہوئی تھی جس نے مجھے سنبھلنے بھی نہ دیا بلکہ میرے تمام اعضاء سلب ہوگئے۔اس وقت بادشاہ نے اسلام قبول کیا اور خلیفہ کو لکھا کہ آج سے میں بھی مذہب اسلام اور حقانیت میں تمہارا شریک ہوں۔

پھر فرمایا ایک مولوی صاحب نے مجھ پر اعتراض کیا کہ بہت سی کتابیں احادیث فقہ وتفاسیر کی میری نظروں سے گزری ہیں کسی میں بابا فرید کے دروازہ کا ذکر نہیں دیکھا اور تم لوگ بہشتی دروازہ مشہور کئے ہوئے ہو۔اور پھر کہتے ہو کہ صرف اسی دروازہ سے گزر جانا ہی بہشتی بننے کا سبب ہے یہ کہاں سے تم نے پڑھا ہے،سنا ہے یا کسی کتاب کی عبارت ہے؟ میں جواب دیا تم بہشتی بننے کے کون سے اسباب جانتے ہو وہ ذرا خاموش رہا،تو پھر خود میں نے اسے بتایا کہ یہی اسباب ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت برحق ماننا،قرآن پاک کو کلام اللہ یقین کرنا، حشر ونشر حساب وکتاب بہشت ودوزخ ،عذاب وثواب ان تمام کو برحق سمجھنا اس نے کہا ہاں یہی اسباب بہشتی ہونے کے ہیں۔پھر اسے کہا کہ باوا صاحب کے درازہ پر وہی لوگ جاتے ہیں جو مذکورہ تمام اعتقادات سے بہرہ ور ہوتے ہیں اور پھر گزرتے وقت ان کی زبانوں پر اُن الفاظوں کا ہونا اللہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چار یار، حاجی قطب فرید ان کے مومن اور بہشتی ہونے کی دلیل ہے اور باوا صاحب نے فرمایا کہ میرے دروازہ پر شقی نہیں آئے گا تو یقیناً گزرنے والا بہشتی ہوگا۔نیز بخاری شریف والی حدیث پاک جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ:

لایزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبه فاذااحببته کنت سمعه الذی یسمع به الخ..

اس بات کی مئوید ہے کہ اولیاء اللہ کے فرامین برحق ہیں۔باوا صاحب نے اپنے دروازہ سے گزرنے والے کو بہشتی فرمایا۔محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ نے اپنے شہر سے گزرنے والے کو بہشتی فرمادیا۔پیر پٹھان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ باوا صاحب ٹبہ پر چڑھ جانے والا بھی بہشتی ہے۔ان ہستیوں نے تو تمہارے لئے نجات کے ذرائع آسان فرمادیئے۔

مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ کا ایک شعر ہے: ۱؎

چوں روا باشدانا اللہ از درخت   کے روا نبود چوں گوید نیک بخت

اس کا مطلب ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کیلئے رب العزت کی ذات اقدس کا جلوہ درخت سے نمودار ہوا تو اگر اسی ذات کا جلوہ اشرف المخلوقات انسان کی ذات سے نظر آئے تو یہ کس طرح بعید ہوسکتا ہے۔آیت کریمہ **انی انا ربک فاخلع نعلیک انک بالوادی المقدس طوی** .... ۲؎

بھٹی سے نکلا ہوا لوہا لوہا نہیں رہتا بلکہ آگ ہوتی ہے۔جس میں اثر بھی آگ کا ہوتا ہے اور وہ نظر بھی آگ کی طرح آتا ہے۔وہ لوہا زبان حالِ سے کہتا ہے میں اب آگ ہوں۔مجھ سے آگ کا کام لے سکتے ہو۔جن والا آدمی بولتا ہے دیکھا ہے بظاہر آدمی ہوتا ہے۔درحقیقت جن بول رہا ہوتا ہے جو اس کے بدن ورگ وریشہ میں سرایت کر چکا ہوتا ہے۔ان تمام دلائل کے ہوتے ہوئے یہ بات تسلیم کرلینا بعید نہیں کہ اللہ والوں میں ذات وحدہ لاشریک لہ کی صفات کا ظہور ہوتا ہے اوران ہستیوں میں وہی بولتا، وہی سنتا ہے،وہی دیکھتا ہے،حدیث قدسی : **کنت سمعه الذی یسمع به وبصره التی یبصربها ....(الحدیث)....** ۳؎

۱؎ جب درخت سے انا اللہ کا آواز جائز ہے تو یہ کیسے ناجائز ہے۔جب کوئی نیک بخت فرمادے۔

۲؎ بیشک میں تیرارب ہوں،تواپنے جوتے اتاردے کیونکہ مقدس وادی طوئ میں ہے۔

۳؎ میں ہی اس کے کان ہوتا ہوں،جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہوتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے.... الی الاخر۔

حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ

آپ نے ایک موقع پرفرمایا کہ حضور غریب نواز خواجہ نظام الدین رحمتہ اللہ علیہ محبوب الٰہی کے لقب سے مشہور ہیں۔آپ لاہور میں قاضی القضا کی مسند سنبھالنے کیلئے تشریف لا رہے تھے۔راستہ میں ایک فقیر مجذوب بیٹھے ہوئے ملے انہوں نے پوچھا ''نظام الدین کجامے روی؟'' جواب دیا قاضی القضاۃ بن کر مسند سنبھالنے جارہا ہوں۔تو فرمایا: ''اجودھن برو'' پہلے پاک پتن شریف کا نام اجودھن تھا۔چنانچہ حضرت فریدالملت والدین بابا فرید گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے تو باوا صاحب نے دیکھ کرفرمایا:

اے آتش فراقت دلہا کباب کردہ   سیلاب اشتیاقت جان ہا خراب کردہ[1]

حضور غریب نواز گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کو مراتب ولایت سے نوازا۔ بابا صاحب نے ایک سکہ دو پیسے والا عنایت فرمایا۔اس خیال پر کہ دنیا میں سے بھی کچھ دوں۔محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ نے وہ سکا حاصل کیا۔ادھر بابا صاحب کے گھر کا دنیاوی حال یہ تھا کہ آپ کے دو صاحبزادے تھے۔ایک صاحبزادہ تو بھوک کی وجہ سے تڑپ تڑپ کر واصل بحق ہو چکے تھے جبکہ دوسرے صاحبزادہ بھی بے تاب تھے۔حضور غریب نواز محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ کو جب علم ہوا تو ایک ادھیلے کے چنے لے کر صاحبزادہ صاحب کیلئے پیش کردیئے۔جس کا یہ اثر ہوا کہ آج تک بابا صاحب کا لنگر جاری ہے۔ یہ سب اسی ادھیلے کی برکت ہے اور باقی ڈیڑھ پیسہ کی لنگر تمام خاندان چشتیہ کے ہاں جاری ہیں۔ مجھے یہ بھی امید اور توقع ہے کہ آپ محبوب الٰہی ہیں۔محبوب جو کہے گا محبت یقیناً دے گا۔

حضرت خواجہ محبوب الٰہی کا نام نامی محمد بن احمد بن علی بخاری ہے اور لقب سلطان المشائخ ،سلطان الاولیاء اور سلطان السلاطین ہے اور خطاب محبوب الٰہی نظام اولیاء نظام الدین

[1] اے وہ کہ تیرے فراق کے آگ نے کئی دلوں کو کباب بنادیا ہے اور تیرے شوق کے سیلاب نے کئی جانیں تلف کردیں۔یعنی عشق میں بہت سے حضرات جاں بحق ہوگئے یا تڑپ رہے ہیں۔

اور زری زر بخش ہیں۔آپ خواجہ فریدالدین گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ راشدین ہیں۔
آپ کا سلسلہ نسب سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس طرح ملتا ہے: حضرت نظام الدین اولیاء بن سید احمد بن سید علی بن سید محمد عبداللہ بن سید حسن بن سید علی اصغر بن سید عبداللہ بن سید احمد بن سید جعفر بن سید اماعلی ہادی بن امام تقی الجواد بن امام علی موسیٰ رضا بن امام علی موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین بن امیرالمومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ۔

اخبار الاخیار میں ہے کہ آپ کے دادا علی بخاری اور نانا بخاری خواجہ عرب دونوں بزرگوار حوادث زمانہ کے سبب سے بخارا سے ہجرت کر کے لاہور تشریف لائے۔ وہاں چند دن رہ کر بدایون متعلقہ ہندوستان میں پہنچ کر وہیں قیام پذیر ہوئے۔ وہاں ۶۳۳،۳۴ھ میں نظام الاولیاء پیدا ہوئے۔

حضرت خواجہ مولانا فخر جہاں رحمتہ اللہ علیہ

آپ نے فرمایا حضرت خواجہ فخر جہاں پہلے پہل فوج کے افسر تھے لیکن بڑے مراتب ومقامات حاصل کر چکے تھے۔ایک مرتبہ لاہور میں تبدیل ہوکر آئے تو شہر کے مجذوب سے ایک آدمی نے پوچھا کہ موجودہ وقت میں سب سے بڑھ کر کون ولی اللہ ہے کہ میں اس کی زیارت کروں۔مجذوب نے فرمایا بھئی اب تو وہ ہمارے شہر میں آچکا ہے۔دوبارہ پوچھا کہاں ہے؟ جواب ملا فوج کا بڑا افسر ہے۔ وہ فوج میں پہنچا آپ کی دیکھا لمبی لمبی مونچھیں رکھی ہوئی ہیں ظاہری آثار ولایت پوشیدہ تھے لیکن وہ آتے ہی قدموں پر گر گیا کیونکہ مجذوب کا فرمان تھا یقین ہوگیا۔یہی شخص ہے۔عرض کی غریب نواز مجھے بیعت فرمادیں۔آپ نے فرمایا شہر میں غماض رہتے ہیں۔یہ کہہ کر اسے بیعت فرمالیا۔وہ پہلا شخص تھا جو آپ کی بیعت سے مشرف ہوا۔

۱۰ جمادی الاخری کو آپ نے فرمایا قبلہ عالم فخر جہاں رحمتہ اللہ علیہ کی سند بزرگان

عظام کے توسل سے ہے۔شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بھی مان گئے تھے۔ وضوفرماتے وقت سوال وجواب شاہ صاحب خاموش ہوگئے۔جواب نہ دے سکے۔اتنا کہا کہ کل بتاؤں گا۔آپ نے غلاموں سے استفسار فرمایا کہ شاہ صاحب نے انشاء اللہ کہا تھا یانہیں؟جواب ملانہیں۔توفرمایا پھرانہیں کیا معلوم؟رات کوفوت ہی ہوجائیں۔قدرتاً شاہ صاحب اسی رات وصال کرگئے۔یہ شاہ صاحب کا آخری سوال وجواب تھا۔جس میں وہ خاموش ہوگئے۔یہ دونوں حضرت ہم عصر ہوئے ہیں۔شاہ ولی اللہ کااعتراض تھا کہ حضرت خواجہ حسن بصری نے سیدناعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ نہیں پایااور نہ ہی ان سے بیعت کی ہے اور نہ ہی کوئی روایت آپ سے روایت فرمائی ہے۔لہٰذا سلسلہ چشتیہ منقطع ہے۔حضرت خواجہ فخر جہاں نے ان کے جواب میں صحیح مسلم وبخاری کی روایتیں پڑھ کر سنائیں جو حضرت حسن بصری نے بذات خودامیرالمومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استماع فرمائی تھیں اوراس جواب کاجواب شاہ صاحب نہ دے سکے۔اس کے بعدغریب نواز نے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے۔

الله لقلبه من عنده شرفا شرف دين الهدى من شيمه ان الامارة باهت

اذ به نسبت والحمد حمد لما اشتق من اسمه

ترجمہ: بے شک اللہ نے اسے لقب دیا۔اپنی طرف سے بزرگی کااور ہدایت والادین شرف والاہوا۔اس کے خصائل اعلیٰ سے بے شک حکومت نے فخرکیا۔جبکہ اس کی طرف منسوب ہوئی اور حمدکوحمداسی لئے کہاگیا کہ اس کے اسم سے مشتق ہے۔

دوسری نشست شب یکشنبہ ۱۱جمادی الاخری کو ہوئی۔بنگلہ شریف میں حاضرہوا۔ مذکورہ سوال وجواب کے متعلق دوبارہ عرض کی تو آپ نے فرمایامولانافخر جہاں ظاہری علوم بھی اس قدر رکھتے تھے کہ جب اورنگ آبادشریف سے دہلی مدرسۃ امینیہ میں تشریف لے گئے تواردگرد کے مدارس خالی ہوئے۔تمام کے تمام طلباء آپ کی خدمت میں حاضرہوگئے۔ مولاناتھے اور پھرفخر جہاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

جب قبلہ عالم خواجہ نورمحمد صاحب مہاروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی خدمت میں حاضرہوئے اور تعلیم حاصل کرنے کیلئے عرض کیاتواس وقت فرمایااب توپڑھانا بندکرچکا

ہوں۔لیکن آپ کو پڑھاؤں گا۔چنانچہ قبلہ عالم غریب نواز نے آپ کے پاس تکمیل علوم ظاہری وباطنی فرمائی۔آپ کسی کادل آزردہ نہ فرماتے تھے۔استاذی المکرّم مولانااجمیری نے فرمایا کہ مولانافخر جہاں صاحب کی ایک کرامت میں بھی خوب جانتاہوں۔وہ یہ کہ اس وقت لوگ شیعہ بہت تھے جوآپ کے غلاموں کی کثرت سے حسدکرتے تھے اور چاہتے تھے کہ آپ کے غلام کم ہوجائیں اور لوگ آپ سے متنفر ہوں۔اس وجہ سے ایک طوائف کو تیارکیا کہ جب آپ عصرکی نماز کیلئے شاہی مسجد میں تشریف لے چلیں تو یہ کھوٹہ روپیہ ان کے سامنے آکرپیش کرنااور کہنا کہ مولانایہ روپیہ جوآپ نے مجھے رات دیاتھاکھوٹاہے۔کم از کم دیکھ کر دیتے۔شیعہ لوگوں نے یہ موقع اس لئے مقررکیا تھا کہ اس وقت شاہی مسجد کے آس پاس والے بازار اور سیڑھیاں آپ کی زیارت کیلئے بھرجاتی تھی۔لہٰذایہ طوائف دیکھ کر اور اس کابہتان سن کرلوگ متنفر ہوجائیں گے۔اس طوائف کوبہت سی رقم دے کر تیارکیا گیا تھا۔ چنانچہ جب فاحشہ عورت نے اتنے بڑے ہجوم میں کھوٹاروپیہ نکال کرمذکورہ الفاظ کہے تو آپ نے اپنی جیب سے ایک روپیہ نکال کرفرمایا کہ یہ کھرالے لے۔رات تھی معلوم نہیں کیا ہوا۔ آپ نے یہ فرماناتھا کہ وہ فاحشہ عورت آپ کے قدموں پرگرگئی معافی مانگی اور بتایا کہ مجھے توان لوگوں نے بہکایاتھا۔آپ کی غلام بن گئی۔آپ نے فرمایا:

لايخافون لومة لآئم فرمان باری تعالیٰ پران کاایمان مکمل ہوتاہے۔

اسی طرح ایک اور طوائف کوکہلا بھیجا کہ میں رات کوتیرے پاس آؤں گا۔اس نے خوب سجاوٹ کی آپ کی انتظار میں تھی۔جب آپ تشریف لائے اس نے اپنےفعل کا قصد کیالیکن آپ نے فرمایاپہلے وضوبنالے۔جب وضوکرلیاتو فرمایادورکعت نمازنفل پڑھ لے اور یہ چادراوڑھ لے۔جب وہ مصلیٰ پرکھڑی ہوگئی تو بارگاہ رب العزت میں دعامانگی خدایایہاں تک لانامیراکام تھااب ہدایت دیناتیراکام ہے۔وہ بھی تائب ہوکرغلام بن گئی اور اسے آپ نے خلعت ولایت سے نوازا۔

آپ نے ارشاد فرمایاایک مرتبہ ایک ابدال فوت ہوگیا۔عرض کیا گیاغریب نواز فلاں ابدال کاوصال ہوگیاہے اس کی جگہ کسی کومقررفرمادیں۔چونکہ آپ وقت کے غوث اعظم

تھے تو فوت شدہ ابدال کی جگہ کسی کو مقرر فرمانا آپ کے تصرف میں تھا۔ابدال کو ابدال بھی اسی لئے کہتے ہیں کہ اس کے جنازہ سے پہلے اس کا عوض اور بدل مقرر کر دیا جاتا ہے، چنانچہ جب جنازہ کیلئے تشریف لے چلے۔ راستہ میں ایک حمام تھا جس میں کوئی نہا رہا تھا۔آپ نے باہر سے آواز دی اندر کون نہا رہا ہے۔ایک ہندو لڑکا تھا۔اس نے جواباً اپنے متعلق بتایا۔تو آپ نے حکم دیا ادھر آؤ۔اس نے عرض کی میرے پاس چادر نہیں ہے۔آپ اپنی چادر عنایت فرما کر اسے اپنے ساتھ لے لیا جب جنازہ کے پاس پہنچے تو عرض کی گئی غریب نواز اس کی جگہ کوئی مقرر فرمایا ہے۔آپ نے اس ہندو لڑکے کے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا ایک تو لایا ہوں، تمام نے حیران ہو کر عرض کیا یہ تو مشرک ہے۔آپ نے اس کے کندھے کو پکڑ کر دو تین مرتبہ ہلایا اور فرمایا اب تو ٹھیک ہو جا۔اس طرح اسے ولی اللہ بنا کر ابدالوں میں شامل کر دیا۔

ایک دفعہ چند غلاموں کے ساتھ باہر تشریف لے گئے۔بعض ہندو برہمن بیٹھے دیکھے۔ ان میں سے ایک تو بالکل علیحدہ بیٹھا ہوا تھا۔آپ نے ساتھیوں سے فرمایا تم ٹھہرو۔ میں اس برہمن سے مل کر آتا ہوں ۔چنانچہ وہاں کھڑے کھڑے ہی آپ کا لباس تبدیل اور ہیئت بھی ہندو جیسی ہو گئی۔جنجو بھی پہنا ہوا ظاہر ہو گیا۔اس اکیلے برہمن کے پاس جا کر فرمایا مجھے اشنان کا طریقہ سمجھا دیں۔وہ سمجھا کہ ہمارا اپنا ہی کوئی ہندو مجھ سے اشنان سمجھنے آیا ہے اس لئے ہاتھ منہ دھونے اور غسل وغیرہ کی صورت بتائی۔وہاں سے اٹھتے وقت آپ نے پانچ روپیہ اس کو دیئے۔اس بے چارے کے پاس تھوڑے بہت گاہک آتے تھے وہ بہت خوش ہوا کیونکہ دوسروں کو ایک ٹکہ روزانہ ملتا تھا اور اس کو پانچ روپے مل گئے۔اسی طرح دوسرے دن تشریف لے گئے اور اٹھتے وقت دس روپے اس کے پاس رکھ دیئے اور پھر تیسرے دن پندرہ روپے جب رکھ کر اٹھے تو ہندو سمجھ گیا کہ کوئی حکمت ہے۔وہ آپ کے پیچھے ہو لیا۔جب آپ ساتھیوں میں پہنچے تو مولانا فخر جہاں رضی اللہ عنہ تھے یہ دیکھ کر برہمن قدموں میں گر گیا اور عرض کی حجور (حضور) جو مجھے یاد تھا میں نے آپ کو بتا دیا۔اب جو آپ کو یاد ہے مجھے بتا دیں۔آپ نے اسے مشرف با اسلام فرما کر غلاموں میں شامل فرما لیا۔بعد میں یہ آیت تلاوت فرمائی۔

ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلھم بالتی ھی احسن۔

فرمایا حضرت خواجہ فخر جہاں رحمتہ اللہ علیہ نے اپنا جنازہ خود آپ پڑھایا۔آپ سے ایک غلام بدیع الدین نے پوچھا کہ اولیاء کی حیات اور شہداء کرام کی حیات کس طرح ہوتی ہے؟ فرمایا جب میرا جنازہ پڑھنے کیلئے تیار ہوگا تو ایک شخص اونٹ سوار پہاڑ کی جانب سے آئے گا وہی میرا جنازہ پڑھا جائے۔جب وہ واپس جانے لگے تو اس سے یہ مسئلہ دریافت کر لینا۔چنانچہ مولانا کا وصال ہوا۔غسل وکفن دے کر جنازہ کیلئے لائے تو لوگ بے شمار تھے جب جنازہ تیار ہوا تو بدیع الدین نے کہا کہ مولانا نے فرمایا تھا کہ پہاڑ کی طرف سے ایک اونٹ سوار آ کر میرا جنازہ پڑھائے گا۔اس کا انتظار کرنا ہے۔انہی باتوں میں تھے کہ وہ شخص آ گیا۔خاموشی سے امامت کرائی، صفیں تو پہلے ہی انتظار میں تھیں تمام نے اقتداء کر لی۔نماز جنازہ سے فارغ ہو کر وہ چل دیئے۔بدیع الدین صاحب ان کے پیچھے ہو لئے۔جب پہاڑ پر گئے تو بدیع الدین نے عرض کیا کہ مولانا فخر جہاں رحمتہ اللہ علیہ کے فرمان پر آپ سے ایک مسئلہ دریافت کرنا ہے۔آپ متوجہ ہوئے تو وہی مذکورہ سوال پیش کیا۔مولانا نے چہرے سے پردہ اٹھایا تو آپ ہی تھے۔بدیع الدین صاحب قدموں پر گر گئے۔وہیں بیٹھ کر گفتگو اور بے تکلفانہ باتیں کرتے رہے۔مولانا نے حکم دیا روزانہ آ کر یہاں ملاقات کر لیا کرو۔چنانچہ بدیع الدین صاحب روزانہ اسی جگہ پر حاضری دیتے رہے اور کسی قسم کا غم یا آثار غم نہ ہوا۔احباب نے کہا بدیع الدین کو اپنے مرشد کامل سے جدائی کا کوئی غم نہیں ہے اور مرید ہونے کا ویسے دعویٰ کرتا ہے۔بدیع الدین اس معاملہ کو ظاہر نہیں کرتے تھے کیونکہ مولانا کا فرمان تھا کہ یہ راز کسی کو نہ بتانا لیکن دوستوں نے زیادہ چہ میگوئیاں شروع کر دیں تو کہا جسے اپنا شیخ روزانہ ملتا ہو اسے غم کیسے ہوگا۔میں تو روزانہ فلاں پہاڑ پر جا کر آپ کی ملاقات کرتا ہوں۔اور زیارت سے مشرف ہوتا ہوں۔پہلی تاریخ سے ان کے ساتھ باتیں کرتا ہوں۔ جب دوسرے دن مقررہ جگہ پر حاضر ہوئے تو مولانا تشریف نہ لائے۔وہیں روتے رہے۔اسی حالت میں نیند آ گئی تو خواب میں حضور غریب نواز مولانا فخر جہاں تشریف لائے فرمایا تو نے میرا وعدہ بھلا دیا اور عمل نہ کیا اب عالم بیداری میں میری ملاقات تجھے میسر نہ ہوگی۔البتہ اسی طرح یہاں آ کر سو جایا کر زیارت ہوتی رہے گی۔

آپ نے فرمایا حضرت مولانا فخر جہاں رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ میں ایک آدمی حاضر ہوا۔ بہت رویا اور عرض کی غریب نواز میری شادی ہوئی۔ برات واپس آرہی تھی کہ ڈاکوؤں نے میری بیوی چھین لی اور لیتے گئے۔ ایک طوائف ان دنوں حاضر دیتی تھی۔ آپ مطلقاً اسے اپنے پاس نہ آنے دیتے تھے۔ ایک دن اس طوائف کو بلاکر فرمایا کہ تیرے ساتھ ایک کام ہے۔ اس نے عرض کی بندی حاضر ہے حکم فرمادیں۔ آپ نے فرمایا اس شخص کو لے جا۔ اس کی خوب خدمت کرنا۔ وہ لے گئی نئے کپڑے، نیا بستر پیش کیا کیونکہ اس کا خیال تھا نفسانی خواہش ظاہر کرے گا لیکن وہ شخص تو اپنے آہ وزاری میں تھا کہ اس بدکاری سے کس طرح رہائی ہو۔ آج تک یہ کام نہیں کیا۔ خواجہ صاحب نے اسے طوائف کے ہاں بھیج دیا ہے اور طوائف بھی نفسانی خواہش کی خاطر ایک نوجوان کو پیش کردی۔ جب خلوت میں ایک دوسرے کے حالات دریافت کئے تو معلوم ہوا یہی دونوں خاوند بیوی ہیں اور ڈاکوؤں کے ذریعہ اس کی بیوی ان لوگوں کے ہاں پہنچی تھی۔ اب پہچان لینے کے بعد حضرت خواجہ مولانا فخر جہاں رحمتہ اللہ علیہ کے طفیل زوجین کی ہمیشہ کیلئے ملاقات ہوگئی۔

بوقت اشراق ۳ رمضان المبارک بروز جمعۃ المبارک ۱۳۸۹ھ حضور غریب نواز نے حضرت غریب نواز مولانا فخر جہاں رحمتہ اللہ علیہ کا یہ فرمان ارشاد فرمایا:

نیانہ کی ٹھکرائی دن بیتے جوائے
لکھ لی جدبرائی اب کیا ہوئے میرے روئے
کھیت کتا دن جوتے جوئے

۴ ربیع الاخر ۱۳۹۴ ہجری بعد از نماز ظہر حضور غریب نواز حضرت خواجہ محمد قمرالدین رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت قبلہ فخر جہاں رحمتہ اللہ علیہ سے کسی نے تکفیر روافض کے متعلق استفسار کیا کہ ان لوگوں کے متعلق آپ کا کیا مسلک ہے۔ آپ نے فرمایا

نہ سنی ام کہ زند طعنہ رافضی احمق ۔۔۔ نہ شیعہ ام کہ کند سنی ام گریبان شق
غلام حضرت عشقم دگر نے دانم ۔۔۔ کہ کیس برسر باطل وکیست برسر حق

حضرت خواجہ محمد فخر الدین رحمتہ اللہ علیہ فخر جہاں اور محب النبی کے القاب سے

ملقب ہیں۔ خرقہ فقر وارادت اپنے والد ماجد حضرت شیخ نظام الدین اورنگ آبادی حاصل کیا۔ اپنے والد ماجد کے بعد مسند خاندان چشت پر رونق افروز ہوئے۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت سید محمد گیسودراز کی اولاد سے ہیں اور والد ماجد حضرت مولانا شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کی اولاد سے ہیں۔ حضرت مولانا فخر جہاں مادرزاد ولی تھے۔ آپ کی عمر شریف سات برس کی ہوئی تو آپ کو حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں پانچ دانے قہوہ کے عنایت فرمائے۔ جب آپ بیدار ہوئے تو قہوہ کے دانے ہاتھ میں موجود تھے۔ جب والد ماجدہ کو مطلع کیا تو انہوں نے فرمایا اے نور العین عطیہ مبارکہ سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تنہا نہیں کھانا چاہئے تو دو دانے خود تناول فرمائے، تین دانے والدہ ماجدہ کو پیش کر دیئے۔

(مرأۃ السالکین ص ۱۲۲)

قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمتہ اللہ علیہ کا غلام

۱۰ جمادی الاخر بروز خمیس فرمایا قبلہ عالم غریب نواز کا ایک غلام قوم کا کمہار فوت ہوا، اسے غسل دے کر کفن دیا گیا، جنازہ پڑھا گیا، جب چارپائی اٹھانے کیلئے تیار ہوئی تو اس کی لڑکی آئی اور روتی ہوئی پکار کر بلند آواز میں کہا ''ابا تو جارہا ہے مجھے کس کے سپرد کیا ہے''

اس کے الفاظ سن کر چارپائی سے وہ اٹھ بیٹھا، چادر باندھ کر کپڑے سے بدن کو ڈھانپ لیا اور کہا فلاں آدمی کو بلاؤ۔ اسے بلایا گیا، اس کے ساتھ اپنی لڑکی کا نکاح کر کے کہا تو اسے سونپ دی گئی۔ ازاں بعد واپس آکر چارپائی پر لیٹ گیا۔ سبحان اللہ!

یہ تو قبلہ عالم کے عام غلاموں میں سے تھے جو موت کو اپنے اختیار میں لئے ہوئے تھے۔

حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی (قدس سرہ العزیز)

۲۱ ربیع الاول شریف ۳۸۸ھ بمطابق ۱۹۸۸-۱۸ء حاضری نصیب ہوئی۔آپ نے فرمایا جب پیر پٹھان حضرت غریب نواز شاہ سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ مہار شریف سے علوم ظاہری و باطنی حاصل کر کے تونسہ شریف پہنچے تو وہاں کے ایک مولوی صاحب جو امام مسجد تھے گھبرائے اور خیال آیا کہ میرا مولویانہ ورثہ کہیں یہ نہ لے لیویں۔آپ کے پاس مناظرہ کی غرض سے حاضر ہو کر سوال کیا۔بتاؤ ایمان کے کتنے رکن ہیں۔آپ نے اشارہ کر کے فرمایا دو (تیرے ایمان کے) ایک ڈھوڈھائی روٹی کا اور دوسرا پیالہ پانی کا۔مولوی بے چارہ ہفتوں سے طنز کی صورت میں کہتا رہا دیکھو مسلمانو! ان کو ایمان کے ارکان بھی نہیں آتے اور صرف روٹی پانی کی طرف ہی خیال ہے۔

آپ نے مولوی صاحب کے ایک آنے والے حال کی طرف اشارہ فرمایا لیکن وہ بے چارہ کیا سمجھتا۔الحاصل وہی مولوی صاحب زیارت حرمین شریفین کے ارادہ سے روانہ ہوئے۔بحری جہاز پر سوار تھے طوفان آیا۔کسی پہاڑی سے ٹکرا کر جہاز پاش پاش ہوگیا۔مولوی صاحب ایک تختہ پر رہ گئے۔وہ تیرتا تیرتا کہیں دور قدرت خداوندی سے کنارہ جالگا۔چند روز کا بھوکا پیاسا بے حس ولاچاری کے عالم میں جنگل کا راستہ لیا۔ بالآخر انتہائی بھوک پیاس کی شدت سے زمین پر لیٹ گیا اور موت کا انتظار کرنے لگا۔خود مولوی صاحب کا بیان ہے کہ اس وقت معاذ اللہ ایمان والی نعمت سے محروم ہو رہا تھا کیونکہ یہ بدعقیدگی غالب ہو رہی تھی کہ حج کا ارادہ اور حرمین شریف کا راستہ اور اتنی ذلت وخواری کا ہونا ایمان سے بعید ہے اس قسم کا کفریہ کلمہ منہ سے نکلنے ہی والا تھا کہ اچانک حضور غریب نواز پیر پٹھان رحمتہ اللہ علیہ تشریف لائے۔ان کے ہاتھ میں ڈھوڈھائی روٹی کا اور ایک پیالہ پانی کا تھا جس میں لقمہ لقمہ بھگو کر میرے منہ میں ڈالتے رہے۔اور فرمایا آہستہ آہستہ کھاتا رہا۔مولوی صاحب کہتے ہیں کہ میرا دل زیادہ کھانے کو چاہتا تھا لیکن آپ نے فرمایا حرص نہ کر تھوڑا کھا۔چنانچہ آپ

کے فرمان کے مطابق میں تھوڑا کھایا نیز فرمایا یہ ہیں رکن تیرے ایمان کے اور تشریف لے جاتے وقت بتایا کہ کل ایک بیڑا (جہاز) دور سے آتا ہوا تجھے دکھائی دے گا ان کو اشارہ کرنا وہ لوگ تجھے سوار کرلیں گے۔

دوسرے روز اسی طرح ایک بیڑا دور سے نظر آیا۔جب اشارہ کیا تو انہوں نے سوار کر لیا۔حضور نے فرمایا جب مولوی صاحب واپس تونسہ شریف پہنچے تو حاضر ہوتے ہی پیر پٹھان رضی اللہ عنہ کی قدم بوسی کی اور آپ کے غلام ہوئے۔

۲۳ ربیع الاول شریف بروز بدھ ۱۳۸۸ھ بعد از عصر فرمایا آج کل تو انسان قرآن مجید اور حدیث پاک مسجد ہی میں بیٹھ کر پڑھتا رہے اور مطالعہ کرتا رہے۔باہر کہیں نہ جائے، دور حاضر میں باہر جانے کا کوئی حال نہیں رہا۔

فرمایا: ایک بار کسی پیر بھائی نے پیر پٹھان رضی اللہ عنہ کی دعوت کی اور ان کی آمد سے پہلے مرغ پکایا۔ابھی پیر پٹھان رضی اللہ عنہ کی انتظار میں تھا کہ آپ کا پیر بھائی اللہ یار چشتی قدرتی طور پر پہلے پہنچ گیا۔دعوت کنندہ سے کہا کہ مجھے ریل پر سفر کرنا ہے۔دیر ہو رہی ہے۔آپ کی آمد تک نہیں بیٹھ سکتا۔جو تو نے اپنے پیر کیلئے پکایا ہے مجھے کھلا دو۔انہیں دوبارہ پکا دینا۔

مہمان نواز نے بطیب خاطر وہ اس کو کھلا دیا۔جب آپ تشریف لائے تو دسترخوان پر روٹی پیش کی فرمایا: مرغا نہیں پکایا تھا عرض کی پکایا تو تھا لیکن اللہ یار چشتی صاحب تشریف لائے تھے روٹی اور مرغ ان کو کھلا دیا۔فرمایا بہت ہی اچھا کیا۔دوست کے ہاں اسی طرح بے تکلف ہو کر کھانا چاہئے اور جس قدر کہ دوست کو کھلانے کی وسعت ہو اس قدر خود بخود کھا لیا جائے تب بھی جائز ہے۔

حدیث پاک میں ہے: **من نزل بقوم فعليهم ان يقروه فان لم يقروه فله ان يعقبهم بمثل قراه (مشكوة شريف)** یعنی جو شخص کسی قوم کے ہاں مہمان جائے تو ان پر اس کی مہمان نوازی ضروری ہے۔اگر وہ مہمان نوازی نہ کریں تو مہمان کیلئے جائز ہے کہ ان سے اتنا کھا لے جتنا کہ انہوں نے اسے کھلانا تھا۔

فرمایا: پیر پٹھان کے ملفوظات میں ہے کہ مال فی سبیل اللہ خرچ کرنا مجھے نہیں

اطمینان بخشا کیونکہ قرآن پاک میں ہے(لن تنالوا البرحتی تنفقوا مماتحبون)(یعنی تم بہتری اور بھلائی ہرگز نہ حاصل کرسکو گے یہاں تک کہ تم اس سے خرچ کرو جس کے ساتھ تمہاری محبت ہو)اور مال سے محبت نہیں ہے۔اس لئے تسلی و اطمینان نہیں ہوتالہٰذا اگر مال دیوں تو محبوب چیز تو نہ دی۔

فرمایا پیر پٹھان کا فرمان ہے کہ جب میں طالب علمی کے زمانہ میں سفر کرتے ہوئے کسی درخت کے نیچے آرام کرتا تو اس درخت پر بہت سے پرندے بیٹھے ہوئے ہوتے اور مجھے خطاب کر کے بولتے''السلام علیکم سلیمان خان جی''وہ فرشتے ہوتے تھے کیونکہ حدیث پاک ہے کہ طالب علم کی رضا کیلئے فرشتے اپنے پروں کو بچھا دیتے ہیں تو سلام کہنا کیونکر بعید ہوسکتا ہے۔حضرت شیخ الاسلام رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا پیر پٹھان رحمتہ اللہ علیہ کا ایک غلام ہندو عورت پر عاشق ہوگیا۔اس عورت کے خاوند کا نام مولا رام تھا۔ایک دن وہ غلام ہندو کے گھر موقع پاکر داخل ہوگیا جبکہ عورت بالکل اکیلی تھی۔ہندوؤں نے بھی اسے داخل ہوتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔بہت سے ہندو دروازہ پر جمع ہوگئے،دروازہ اندر سے بند تھا لیکن ہندوؤں نے دروازہ کھولنے کیلئے دروازہ توڑ دیا۔جب دروازہ کھل گیا تو اندر کیا دیکھا کہ بجائے مسلمان غلام کے عورت کا خاوند مولا رام نظر آیا۔یہ دیکھ کر ہندو نادم ہوئے اور واپس چلے گئے۔وہ غلام جب پیر پٹھان کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا شرم کریں کتنے دن تک مولا رام بنتا رہوں گا اور تجھے ایسے مواقع سے محفوظ رکھوں گا۔

آپ اکثر فرمایا کرتے کہ پیر سیال کو پیر پٹھان نے بہت کچھ عطا فرمایا۔پیر پٹھان نے بے شمار غلاموں کو فیض یاب فرمایا بلکہ کسانوں تک کو آپ نے نوازا لیکن سب سے بڑھ کر پیر سیال کو کمال درجہ کا فیض عطا فرمایا۔ایک جٹ کا واقعہ تمہیں بتاتا ہوں۔

شادا خان بلوچ جس کی قبر سے کستوری جیسی خوشبو سونگھی ہے حالانکہ میرے پاس کسی قسم کی خوشبو نہ تھی اس کی قبر کی مٹی لوگ اٹھا کر لے جاتے اور اس کے گھروں میں کستوری کا کام لیتے تھے۔شادا خان کو اللہ تعالیٰ نے پیر پٹھان کی خدمت میں بھیجا تھا حالانکہ بالکل سادہ آدمی تھا اور سادی وموٹی باتیں کرتا تھا۔پیر پٹھان اکثر مراقبہ میں رہتے تھے لوگ

حاضر ہوتے کسی کو کلام کرنے کی مجال نہ ہوتی۔شادا خان لوگوں سے متوجہ ہوکر کہتا اور پیر پٹھان کو سنا کر کہتا اٹھو یارو۔اپنے اپنے کام کریں یہ تو خدا سے باتیں کررہا ہے۔اس کا کام تو خدا کے ساتھ ہے،ہمارے ساتھ کون باتیں کرتا ہے اور ہماری کون سنتا ہے کہ ہم اپنا اپنا کام چھوڑ کر بیٹھے ہیں۔اٹھو چلیں اور اپنے آپ کو برا بھلا بھی کہہ دیتا تھا۔جب بار بار یہ کہتا تو پیر پٹھان متوجہ ہوکر فرماتے''کیا گال ہئی بھلیا لوکا''اس وقت لوگ اپنی اپنی حاجات پیش کرتے اور حضور فیض عطا فرماتے۔

ایک مرتبہ شادا خان نے عرض کی تیرے پاس رہنے کا کیا فائدہ بہت سے لوگوں کو دیکھا آئے فیض لے کر چلے گئے،انہیں جلدی جلدی خلافتیں دے دیں اور یہ سیال کئی سالوں سے تیرے گھوڑے کی لید صاف کرتا ہے تیرے گھوڑے کے آگے سامان اٹھا کر دوڑتا ہے۔آج تک اسے کچھ نہیں عنایت فرمایا۔پیر پٹھان نے فرمایا مولوی صاحب ساہیوال والے کو تو میں نے کوئی شے بنانا ہے۔دوسرے تو خلافتیں لے گئے لیکن ان کو شے بناؤں گا۔ پیر سیال کو آپ ساہیوال والے مولوی صاحب فرمایا کرتے تھے ایک مرتبہ آپ(پیر سیال) سخت بیمار ہوئے اور ہر ایک کو یقین ہوگیا اب زندگی محال ہے۔کسی نے تونسہ شریف حاضر ہوکر عرض کی غریب نواز ساہیوال والے مولوی صاحب سخت بیمار ہیں۔ان کا آخری وقت ہے دعا فرمائیں۔اتفاقاً اس وقت کسی نے حضور کے سامنے''چینا''پیش کیا تھا جو آپ کے پاس پڑا تھا۔آپ نے اسے چینے سے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں بھر کر علیحدہ رکھ دیا۔پھر دوبارہ اور تیسری دفعہ بک بھر کر فرمایا انیں(اتنے)تو اس نے غوث اور قطب بنانے ہیں اور تو کہتا ہے آخری وقت ہے۔

پیر پٹھان نے ہم لوگوں پر یہ بہت مہربانی فرمائی کہ پیر سیال جیسا خلیفہ بھیجا۔فرمایا پیر پٹھان کی ذات بابرکات بہت بڑے تصرفات کے مالک تھے۔مخاطب کو اس کی طبیعت ومزاج اور آنے والے حالات کے مطابق جواب دیتے تھے۔ایک مولوی صاحب نے آپ سے پوچھا کیا اللہ تعالیٰ گناہ کبیرہ بخش سکتا ہے۔فرمایا اگر چاہے تو بخش دے۔اس نے پھر اصرار کیا کہ حقوق اللہ تو بخش دے گا مگر حقوق العباد کیسے بخش سکتا ہے۔فرمایا مولوی صاحب

اسے، سب طاقت ہے لیکن اگر نہ بخشنا چاہے تو جو گندہ کپڑا تیری والدہ نے فلاں جگہ سے اٹھا کر دھویا تھا تجھے دیا جو تو نے اپنی کتاب پر چولی چڑھائی تو وہ بھی نہیں بخشے گا۔ وہ مولوی صاحب عمر میں پیر پٹھان سے بڑے تھے۔ متعجب ہوئے کہ یہ واقعہ تو آپ کی ولادت سے بھی پہلے کا ہے آپ کو کیسے علم ہو گیا۔ اب اس کی تحقیق والدہ سے کروں گا۔ جب گھر گیا تو اس کی والدہ ضعیفہ زندہ تھی۔ اس سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ بچہ تو نے طالب علمی کے زمانہ میں مجھ سے کپڑا مانگا تا کہ کتاب پر چڑھائے میرے پاس تو تھا نہیں۔ جب تو نے بہت اصرار کیا تو باہر گئی۔ ایک کپڑا گندگی سے آلودہ کسی کا پڑا ہوا اٹھا لائی۔ اسے دھو کر صاف کر کے تجھے دیا۔ تو نے کتاب پر چولی چڑھائی تھی۔

جب یہ واقعہ اس نے اپنی والدہ سے سنا تو اپنے آپ ہی شرمندہ ہوا حالانکہ یہ واقعہ یقیناً پیر پٹھان کی ولادت سے پہلے کا تھا جو اس عورت کے سوا کسی کو معلوم نہیں تھا اور آپ نے علی الاعلان فرمادیا اور دنیا پر تشریف لانے سے پہلے کے واقعات بیان فرمادیئے۔

[1] حضور پیر پٹھان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہت بڑی شان ہے۔ بہت بلند مقام ہے۔ ارمان یہ ہے کہ آپ کی شان کے مطابق نیاز نصیب نہ ہو سکا۔ فرماتے تھے کہ پیران پیر کے مرتبہ کے مطابق مساوی کسی کے مرتبہ کا وہم بھی نہیں ہوا کرتا تھا لیکن جب بیعت کر لی تو معلوم ہوا کہ شاید یہ مرتبہ پیران پیر کو بھی نصیب نہ ہوا ہو جو پیر پٹھان کا ہے۔ آپ شہباز طریقت تھے۔ جو کام مولانا روم بڑی توجہ سے کراماتاً کرتے وہ پیر پٹھان ہنسی کی صورت میں سرانجام فرمادیتے۔ فرمایا اعلیٰ حضرت پیر پٹھان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کا واقعہ ہے۔ ایک بار وظیفہ میں بیٹھے تھے مولوی مرید غوث سامنے سے گزرا۔ آپ نے فرمایا جاہل یہاں سے گزرا ہے؟ یہ لفظ سن کر مرید غوث فوراً قدموں پر گر پڑا اور آپ کے قدموں کو زور سے بذریعہ منہ پکڑا حتیٰ کہ دانتوں کے نشان پڑ گئے اور خون بھی نکل آیا اور یہ کہتا رہا کہ آپ فرماؤ کون

[1] اس عبارت پر کسی معترض صاحب نے اعتراض کیا جس کا جواب دو طرح کا ہے۔ ایک تو شیخ الاسلام رضی اللہ عنہ کا مکتوب شریف بعنوان حضرت تونسوی کا علوم مرتبت دوسرا معترض کو جواب بذریعہ ڈاک ارسال کر دیا گیا ہے۔ (مؤلف)

عالم گزرا ہے۔ آپ نے فرمایا عالم عالم اس نے عرض کیا فرماؤ بڑا عالم، آپ نے بھی فرمایا بڑا عالم، تب اس نے پاؤں مبارک کو چھوڑا۔ عبدالعلی ٹوانہ نے یہ سن کر کہا بڑی جرات ہے۔ آپ نے فرمایا واقعی بڑی جرات کی چونکہ اسے یقین ہو گیا تھا کہ آپ کے پہلے الفاظ سے مارا گیا ہوں اور اس لئے فوراً تدارک کی خاطر جرات کر لی۔

اس کے بعد آپ نے خاں ملک صاحب قانونچہ کھوالی کا واقعہ بیان فرمایا کہ وہ بعد میں مرزائی ہو گیا تھا۔ پہلے پیر پٹھان کو وضو کراتا تھا۔ ایک بار آپ نے اسے فرمایا مانگ کیا مانگتا ہے تو اس نے عرض کیا کہ میں صرف ونحو کا امام ہو جاؤں۔ دوسری بار بھی تیسری بار بھی یہی عرض کیا کہ آپ نے جواباً فرمایا کہ تو صرف ونحو کا امام ہو جائے گا۔ لیکن بے ایمان ہو کر مرے گا چنانچہ وہ خود بیان کرتا تھا کہ پیر پٹھان کی تین باتیں میں نے دیکھیں جن سے دو تو درست تھیں لیکن تیسری غلط، یعنی آپ نے دریا کو پار کیا، میں ساتھ تھا۔ دریائے سندھ ٹخنوں تک آیا اور مجھے فرمایا صرف ونحو کا امام بن جائے گا یہ بات بھی ٹھیک ہوئی، میں امام بن گیا ہوں۔ تیسرا فرمایا کہ تو بے ایمان ہو کر مرے گا۔ یہ درست نہیں کیونکہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کے دست پر بیعت ہو چکا ہوں، بے ایمان کیسے ہو سکتا ہوں؟ (معاذ اللہ)۔ بندہ نے عرض کیا پیر پٹھان رحمتہ اللہ علیہ نے یہ کیوں فرمایا کہ تو بے ایمان ہو کر مرے گا آپ نے جواباً فرمایا خدا کی رحمت امڈ رہی تھی عشق حقیقی مانگتا یا نعمت توحید مانگتا اس نے رحمت سے روگردانی کر کے نحو وصرف کا سوال کیا تو آپ نے یہ فرمایا:

۱۲ ذوالحج بروز سہ شنبہ فرمایا: ایک دفعہ پیر پٹھان غریب نواز بمعہ خواجہ اللہ بخش صاحب خواجہ خیر محمد صاحب اور ان کے بھائی سمیت مہار شریف جا رہے تھے۔ جب ملتان پہنچے کسی مائی نے دودھ پیش کیا چونکہ اس میں زہر ملا ہوا تھا اس لئے آپ نے فرمایا'' آؤ ہس کوں پی لی' میں ہس کولوں نہیں ڈردا'' یہ فرمایا کر دودھ خود بھی پیا اور صاحبزادوں کو بھی پلایا۔ خواجہ اللہ بخش صاحب فرماتے ہیں مجھے تلیین ہوئی۔ ایک صاحبزادہ کو معمولی سی قے آئی اور کسی کو بھی ذرا بھر نقصان نہ پہنچا۔ یہ سب معاملات اولیاء اللہ نے اپنی نگاہوں سے ملاحظہ فرما کر اختیار فرمائے۔

شانِ حضور پیر پٹھان قدس سرہ العزیز اور حضور شیخ الاسلام رضی اللہ عنہ کا مکتوب گرامی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

باسمہ سبحانہ عم امتنانہ و احسانہ

از سیال شریف ۲۸ جمادی الثانی ۱۳۸۲ھ　　　　بعنوان حضرت تونسوی کا علو مرتب

عزیزی المحترم محمد رفیع الدین (مرولوی) سلمہ رب العالمین ۔

وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ مراسلہ آں عزیز کا شف مافیہا ہوا۔ آں فخر الاولیا (شہنشاہ زمان حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی رضی اللہ عنہ) کے شیم وشمائل کا مضمون جس طرح مرغوب ومحبوب ہے اسی طرح اس سے عہدہ برآئی حیطہ امتناع ومحال میں داخل ہے کیونکہ اس قائم مقامِ عبودیت کی حقیقت مرتبت کا ادراک بلکہ تصور ممتنع مسلم ہے۔

لہٰذا حد وتعریف کماحقہ بیان اور اس کیلئے حصول عنوان غیر متصور ہے۔ سبحان الذی رفع مرتبتہ الیٰ تلک الدرجۃ واوصلہ الیٰ قربہ الذی لم یتصور مقرہ ومقامہ سبحانہ سبحانہ لیکن جس طرح اس مرتبہ اعلیٰ وطرزا فاضہ لمحات حیات اقدس ومحبوبیت شیم مرغوبیت کا شمہ بیان سے فائق ہے۔ اسی طرح دل وزبان اس کے تذکرہ اعلیٰ واعذب سے بعد میں معذب ہے۔ اسی دائرہ بین المحالین امر کو غالب گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل۔ کا عنوان دیتا ہے۔ ہاں بقدر الطاقۃ البشریہ کتاب ''مناقب المحبوبین) ونافع السالکین ومنتخب شریف جو کتب خانہ سیال شریف میں موجود ہیں ان سے آفتاب ولایت کے اشعہ کے متعلق قدرے شمہ حاصل ہو سکتا ہے۔ اگر سجادہ نشین صاحب مرولہ شریف (خواجہ غلام سدید الدین صاحب) ان کتابوں سے آں عزیز کی طبع سامی کا اندازہ لگاتے ہوئے اقتباس فرمالیں تو ناقص خیال میں کاتب وقاری کیلئے بہت مفید ہوگا غالباً یکم رجب المرجب کو بموقع عرس مبارک مولوی صاحب آئیں گے اور ان کو عرض کر دیا جائے گا۔ ان شاء اللہ والسلام ودمتم بخیر ویمن ۔

فقیر محمد قمر الدین غفرلہ سجادہ نشین سیال شریف

نسبت کا احترام

ایک پیر بھائی قوم کا کھرل حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا میں کھرل کی قوم کا غلام ہوں۔ خواجہ بدرالدین صاحب نے فرمایا کہ جو کھرل صاحبان کو لے گیا تھا اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ تو آپ نے فرمایا میرے دادا جی جھنگ میں تشریف لے گئے جہاں صاحبان کا گھر تھا یعنی کھیوہ گاؤں میں استفسار فرمایا کہ صاحبان کا گھر کہاں ہے۔ لوگوں نے پوچھا اس کے کیا لگتے ہو؟ آپ نے فرمایا اس کا تو کچھ نہیں لگتا مرزا کے ساتھ میرا تعلق ہے کہ سیال پٹھان کا ہے اور پٹھان کھرل کا ہے۔ اعلیٰ حضرت خواجہ محمد شمس الدین رضی اللہ عنہ پیر سیال ہیں جنہیں پیر پٹھان حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی رضی اللہ عنہ سے خلافتیں نصیب ہوئی اور ان کو خلافت حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہاروی رضی اللہ عنہ سے حاصل ہوئی۔ جو قوم کے کھرل ہیں۔ یہ نسبت پیر سیال نے پیر پٹھان کے ذریعہ کھرل قوم سے بتائی۔

حضور پیر پٹھان قدس سرہ العزیز اور پارس کا تحفہ

پیر پٹھان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو مستان شاہ صاحب نے سنگ پارس پیش کیا اور عرض کی یہ ہزاروں من تابنے کو لگا دینے سے سونا بنا دیتا ہے۔ آپ نے ایک درویش کو بلا کر فرمایا یہ پکڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر کے دریا میں پھینک آ، اس وقت پیر پٹھان کی خدمت میں پیر سیال جیسے درویش ہوتے تھے فوراً تعمیل ارشاد کی اور سنگ پارس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے بسم اللہ شریف پڑھ کر دریا میں پھینک دیا۔ پیش کرنے والے کے دل میں خیال آیا ظاہر دولت تو میں نے پیش کر دی جو ختم ہو چکی ہے آیا روحانیت بھی عنایت فرمائیں گے یا نہیں، تو آپ نے اپنے مصلیٰ کو ایک جانب سے اٹھا کر ارشاد فرمایا۔ ''مستان بھائی جو چاہے اٹھا لے'' مصلیٰ کے نیچے کئی عدد سنگ پارس اس سے خوبصورت موجود تھے، وہ دیکھتے ہی حیران ہو گیا اور تمام زندگی آپ کی خدمت اقدس میں گزاری۔ بالآخر خلافت حاصل کی۔ یہ مستان شاہ صاحب

کابل والے آپ کے مشہور خلیفہ ہوئے ہیں۔فرمایا ملک عمرحیات ٹوانہ چاچڑ شریف میں گیا اور اپنے پیرزادہ کوعرض کی اگر آپ حکم فرمادیں تو یہاں ایک یادگار اعلیٰ بناؤں، پیرزادہ صاحب نے فرمایا نہیں بنائے گا۔اس نے عرض کی میں ضرور بناؤں گا،انہوں نے فرمایا تو ضرور نہیں بنائے گا۔پھرعرض کی میری اتنی دولت اللہ تعالیٰ کی داد ہے اگر آپ سونے کا محل فرمادیں تو بنادوں گا۔فرمایا میری بات مان لے گا،عرض کی ضرور فرمایا آج کے بعد یہاں چاچڑ شریف نہ آنا، کیونکہ تو دنیادار ہے، تجھے دیکھ کر مجھے تکلیف ہوتی ہے۔

حضرت خواجہ اللہ بخش کریم تونسوی قدس سرہ العزیز

آپ نے فرمایا کہ جب حضرت اللہ بخش کریم تونسوی اجمیر شریف تشریف لے گئے تو مولانا عبدالحق صاحب خیرآبادی نے عرض کی میں نے بیعت ہونا ہے لیکن ایک شرط ہے۔آپ نے اشارہ فرمایا۔مولانا ادھر آؤ۔چنانچہ علیحدہ کمرہ میں لے گئے۔کچھ دیر کے بعد نکلے تو مولانا صاحب قدموں پر گرتے ہوئے نظر آئے۔خدا معلوم شرط کونسی تھی۔ بیعت فرما کر اپنے سلسلہ میں داخل فرمایا۔

فرمایا حضرت کریم اللہ بخش تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کی وفات کے بعد حضرت خواجہ حافظ صاحب کے پاس ان کا ایک خاص غلام ایک کتاب لایا۔جس میں تمام شہر کے یتیم، مسکین، بیواؤں، غربا اور بے نوالوگوں کے نام درج تھے اور ہر ایک نام کے ساتھ انکا وظیفہ ماہانہ سالانہ تحریر شدہ تھا۔مثلاً فلاں کے بیس روپے،فلاں کے تیس، پچاس اور سو وغیرہ۔کسی کے نام گندم کی مقدار ارکسی کے نام کے آٹا وغیرہ ۔ساتھ ہی کتاب پیش کرنے والے نے عرض کیا کہ دوسرے وظیفوں اور عبادات کے علاوہ حضرت کریم رحمتہ اللہ علیہ کا ایک یہ بھی وظیفہ تھا جو اپنے جانشین کے کیلئے فرما گئے ہیں اور لطف یہ ہے کہ اس کتاب کا علم اس غلام خاص کے سوا کسی اور کو نہ تھا۔قائم مقام خلف الرشید حضرات تک بے خبر تھے۔عمر بھر اس قسم کی سخاوت اختیار فرمائی جو فرمان نبوی کے مطابق تھی۔حدیث میں ہے کہ داہنے ہاتھ سے اس طرح

فی سبیل اللہ دو کہ بائیں ہاتھ کو بھی معلوم نہ ہو۔چنانچہ جب سردی کا موسم آتا تو آپ بہت سے نئے لحاف بنوا کر غریب لوگوں کے گھروں میں راتوں رات جا کر صحن میں ڈال دیا کرتے۔

بندہ عشق شدی ترک نسب کن جامی   کہ اندریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

فرمایا حضرت کریم تونسوی رحمتہ اللہ علیہ بہت بڑی جائیداد کے مالک تھے۔رئیس اعظم تھے۔حتیٰ کہ حرمین شریفین حاضری دی تو آپ نے پینے اور استعمال کیلئے پانی تونسہ شریف جاتا رہا۔ایک جہاز پر اتنا پانی پہنچایا جاتا کہ دوسرے جہاز کے جانے تک پہلا پانی ختم نہ ہوتا۔

۱۴/رجب المرجب ۱۳۹۱ھ بروز جمعہ بعد از نماز عصر بنگلہ شریف میں حاضری دی۔آپ نے خواجہ فخرالدین صاحب ، بدرالدین صاحب اور معظم دین صاحبان کو متوجہ فرمایا کہ اس دفعہ قبلہ عالم مہاروی غریب نواز کے آستانہ اقدس پر حاضری ہوئی ہے تو مہاروی حضرات کے بنگلہ شریف میں رہائش نصیب ہوئی۔روضہ انور کی پچھلی جانب چشتیہ حضرات کے مزارات ہیں ان پر ایک صاحب کو پچھلی رات ذکر جہر کہتے سنا ہے۔اتنا ذوق آیا کہ تمام عمر ایسا ذوق نہیں آیا تھا۔معلوم ہوتا تھا یا تو وہ صاحب حضرت کریم تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کا مرید ہے یا اعلیٰ حضرت پیرسیال کا۔کیونکہ ان دو حضرات کی اس سے خوشبو آتی تھی۔حضرت شیخ الاسلام رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت کریم تونسوی بہت ہی بڑا سخی تھے۔مسکینوں وغیرہ کو عطا فرمانے میں اپنے اور غیروں کا لحاظ نہیں ہوتا تھا بلکہ مخالفین میں بھی جو غریب ہوتے ان کو نوازتے۔در اصل اللہ تعالیٰ کی صفات سے یہ لوگ موصوف ہوتے ہیں ۔جیسا کہ شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا :

شنیدم کہ مرداں راہ خدا   دل دشمنان ہم نکروند تنگ
ترا کے میسر شود ایں مقام   کہ بادوستانت خلاف است و جنگ

۲۱صفر ۱۳۹۰ھ   فرمایا : حضرت ثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادہ محمد عبداللہ صاحب کی پیدائش ہوئی تو انہوں نے حضرت خواجہ کریم تونسوی رضی اللہ عنہ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوکر نام کے متعلق عرض کیا کہ غریب نواز ہم نے لڑکے کا نام قمرالدین رکھا ہے۔

انہوں نے فرمایا کہ اس کا نام عبداللہ رکھو قمرالدین نام والا اور ہوگا۔

(سبحان اللہ دوسری پشت بعد میں آنے والے سجادہ نشین صاحب کی خوشخبری دی)۔

حضرت خواجہ شاہ اللہ بخش بن خواجہ گل محمد بن حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ تعالیٰ اپنے دادا جان حضرت شاہ سلیمان نے مصلیٰ سجادگی پر رونق افروز ہوئے کیونکہ آپ والدہ ماجد کا وصال جد بزرگوار کی زندگی ہی میں ہوگیا تھا۔آپ کی ولادت باسعادت ماہ ذوالحج ۱۲۴۱ھ میں ہوئی چنانچہ ان کی تاریخ ولادت ''زہے بیدار بخت'' سے نکلتی ہے۔

علوم ظاہری باطنی کے عالم تھے۔آپ کو حضرت ثانی صاحب کے الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے دہلی شریف کا سفر ۱۲۷۰ھ میں کیا تونسہ شریف سے صدہا آدمیوں کے ساتھ جو سوار پیادہ تھے یہ سفر اختیار کیا۔محض حضرت خواجہ معین الدین چشتی (رضی اللہ عنہ) کی زیارت کیلئے اور حضرت خواجہ قطب الدین ودیگر خواجگان (رضی اللہ عنہم) کی زیارت کیلئے یہ سفر کیا۔

بوقت وصال حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان رحمتہ اللہ علیہ آپ ان کے پاس موجود تھے۔جدامجد نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا تو کون ہے؟ آپ کے جواب دینے سے پہلے میاں محمد صالح نے عرض کی یہ آپ کے فرزند ارجمند خواجہ گل محمد صاحب کے صاحبزادہ ہیں۔ان پر شفقت فرمائیں توانہوں نے فرمایا و نفخت فیه من روحی اس فرمان سے ان کی حالت دادا جان کی طرح ہوگی۔آپ کا وصال ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۹ہجری بروز شنبہ ہوا۔

حضرت خواجہ محمد حامد صاحب تونسوی رحمتہ اللہ علیہ

آپ نے فرمایا میرے شیخ خواجہ محمد حامد تونسوی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے وصال کے بعد مجھے فرمایا کہ کون کہتا ہے ہم مرگئے ہیں ہم تو زندہ ہیں۔ہمیں مردہ کہنے والا حرام زادہ ہے۔فرمایا آپ نوجوانی کے عالم میں تھے کہ مولانا عبدالحق خیرآبادی تونسہ شریف حاضر ہوئے۔انہوں نے پوچھا صاحبزادے آپ کیا پڑھتے ہیں؟ فرمایا حدیث پاک پڑھتا ہوں۔مولانا نے کہا معقول بھی پڑھتے ہو؟ فرمایا حدیث پاک معقول سمجھ کر پڑھتا ہوں۔آپ کا یہ فرمانا تھا کہ مولانا کانپ گئے اور خوف طاری ہوگیا کہ حدیث پاک کے بالمقابل معقول کے الفاظ میں نے استعمال

کئے ہیں حالانکہ حدیث پاک جامع ہے۔معقول تو ایک جزو حدیث ہے۔ نیز اعتراف کیا کہ ایسا جامع جواب میں نے کبھی نہیں سنا تھا۔آپ نے فرمایا مولانا اس لئے کانپ گئے تھے کہ معقول کوئی مستقل فن نہیں۔اگر حدیث پاک کو اچھے انداز سے بیان کیا جائے تو یہی معقول ہے۔

مولانا کہنے لگے شیروں کے بیٹے بھی شیر ہیں۔فرمایا میرے شیخ نے مجھے فرمایا تھا کہ تم کسی کو نہ چھیڑنا جو تجھے چھیڑے گا میں جو ہوں دیکھا جائے گا۔اور اپنے سینہ پر ہاتھ مارا۔

فرمایا میرے پیر کی ایک یہ کرامت ہے کہ ایک مرتبہ آپ موٹرکار میں دہلی جارہے تھے راستہ میں سامنے سے ایک لڑکا تیزی سے گزرا۔ڈرائیور کے منہ سے افسوس کا کلمہ نکلا،لیکن آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو سیدھا اور اوپر اٹھایا اور پڑھا اللہ لوگوں نے دیکھا کہ موٹرکار آدمی کے قد کے برابر زمین سے اوپر اٹھ گئی اور لڑکا صحیح سلامت نیچے سے گزر گیا۔یہ کرامت دیکھ کر وہاں کے کئی لوگ مسلمان ہوگئے۔فرمایا ایک دفعہ آپ دہلی میں تشریف فرما تھے۔ وہابیوں نے مغرب کی اذان کہی۔آپ نے فرمایا ابھی سورج غروب نہیں ہوا۔لوگوں نے عرض کی غریب نواز آفتاب غروب ہوچکا ہے،رات چھائی ہوئی معلوم ہورہی ہے۔فرمایا نہیں ابھی غروب نہیں ہوا۔جب لوگ زیادہ آگئے تو فرمایا دیکھو دیواروں پر روشنی اور دھوپ پڑ رہی ہے۔چنانچہ دیکھنے سے تمام کو یقین ہوگیا۔نجدی لوگ قدموں پر گر گئے اور تسلیم کیا کہ ہم پہلے بھی اپنی مغرب کی نماز قبل از وقت پڑھ کر ضائع کرتے رہے ہیں اور تائب ہوگئے۔

فرمایا ایک بار ہم تیس آدمیوں نے میرے پیر روشن ضمیر کی کرامت دیکھی تھی۔جب تونسہ شریف جاتے ہوئے ہمیں پیاس کی شدت نے نڈھال کردیا،ریگستانی علاقہ،گرمی کا موسم اور پانی کا کہیں نام ونشان نہ تھا دور سے ایک اونٹنی سوار دیکھا اس کے پاس جاکر ہم نے پانی طلب کیا۔کہنے لگا میرے پاس تو پانی بالکل نہیں ہے۔ہم نے کہا ایک گلاس کے بدلے پانچ روپے لے لے اور پانی دے دے لیکن اس نے پانی رکھنے والی جھاری اوندھی کرکے دکھادی کہ پانی ختم ہوچکا ہے۔پھر بتایا کہ وہ دور سے جو درخت نظر آرہا ہے اس کے پرے ایک ٹیلہ ہے۔امید ہے اس ٹیلے کے پاس پانی ہوگا۔اگر وہاں نہ ہوا تو اتنا ہی آگے دور فاصلہ پر دوسرا ٹیلہ آئے گا وہاں ضرور پانی مل جائے گا لیکن وہ کڑوا اور کھاری ہوگا۔پہلے

یلہ پر ظہر کے وقت ہم پہنچ گئے لیکن وہاں پانی نہ پایا اور ساتھیوں نے آگے چلنے سے ہمت ہار دی۔ میں نے کہا جس طرح بھی ہو سکا ہو آگے چلیں گے۔ بالآخر چل دیے۔ دوسری جگہ تک شام کے وقت پہنچے تو نہایت ہی کڑوا اور کھاری پانی ملا کیونکہ گھوڑوں نے بھی منہ لگاتے ہی چھوڑ دیا۔ بالکل پینے اور منہ لگانے کے قابل نہ تھا۔ گویا اس میں کئی گنا میگنیشیا حل کیا ہوا تھا مجبوراً رات بسر کرنے کیلئے اس جگہ قیام کر دیا کیونکہ اب رات بھی چھا چکی تھی اور سواریوں کو بھی چلنے کی طاقت نہ رہی تھی۔

میں نے بالکل ظاہراً عیاناً دیکھا کہ میرے شیخ و مرشد رحمۃ اللہ علیہ ایک گڈوا دودھ کا ہاتھ میں لئے ہوئے تشریف لائے اور مجھے دیا۔ ساتھ ہی فرمایا کہ مجھے خیال آیا ہے کہ مولوی صاحب دودھ کے دلدادہ ہیں، جا کر پلا آؤں۔ تھوڑی دیر بعد آپ غائب ہو گئے۔ بعد میں کسی ساتھی نے ہاتھ دھونے کیلئے وہ پانی استعمال کیا اور خیال تھا کہ اپنی چادریں بھگو کر اوڑھ لیں گے، رات بسر ہو جائے گی۔ شاید اسی خیال سے ہی اس ساتھی نے کلی کر لی۔ پانی کو شربت کی مانند میٹھا پایا۔ جب دوسروں کو بتایا تو پہلے تو کسی نے تسلیم نہ کیا بار بار اصرار پر چکھا گیا تو واقعی میٹھا پایا۔ اب خود پیا، گھوڑوں کو پلایا اور استعمال میں لائے۔

کڑوے پانی کو میٹھا بنایا اور جنگل بیاباں میں مایوسی کے عالم میں دودھ پلایا اور تمام ساتھیوں کو زیارت کرائی۔ یہ ساری کرامتیں آنکھوں سے دیکھیں۔ فرمایا میرے شیخ کا القاء اور کرامت عجیب تھی۔ جس کے بعد آپ نے بتایا کہ کس طرح شیخ کامل نے اپنے القاء اور توجہ سے درود شریف میں سیدنا کا مسئلہ حل فرمایا۔

۲۳ شعبان المعظم ۱۳۸۸ ہجری قبل از نماز عشاء قدم بوسی نصیب ہوئی۔ تو اپنی عمہ (پھوپھی) صاحبہ کے ساتھ اپنے ایک سفر کا واقعہ بیان فرما رہے تھے کہ ایک اسٹیشن پر ریل گاڑی پر سوار ہونا تھا۔ جب ریل گاڑی پہنچی تو جلدی سے ایک خالی ڈبہ میں پھوپھی صاحبہ کو بٹھا کر دروازہ بند کر دیا تاکہ کوئی غیر آدمی داخل نہ ہو کیونکہ وہ ڈبہ لیڈیز کا نہیں تھا۔ جب گاڑی (دوسرے) اسٹیشن پر ٹھہری تو کسی افسر کے ملازمین نے سامان وغیرہ اٹھایا ہوا تھا۔ دروازہ کو دھکیلا میں نے کہا مستورات کی وجہ سے دروازہ بند کر دیا ہے کسی دوسرے ڈبہ میں چلے جاؤ۔ یہ سن کر وہ کھڑے ہی

تھے کہ ان کا افسر بمعہ عملہ و چند لواحقین کے آ گیا اور بڑے رعب سے کہا دروازہ کھولو۔ میں نے کہا دروازہ نہیں کھولوں گا تم کسی دوسرے ڈبہ میں چلے جاؤ، یہاں مستورات ہیں۔ وہ بولا اگر مستورات ہیں تو انہیں لیڈیز ڈبہ میں لے جاتے۔ میں نے جواب دیا کہ مستورات کو ایک ڈبہ سے اتارنا اور دوسرے میں لے جانا تکلیف دہ ہے تم ہی کوئی دوسرا ڈبہ تلاش کر لو۔ اس طرح کی گفتگو میں معاملہ بحث ہونے لگی۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے تہیہ کر لیا تھا کہ عزت کے معاملہ میں مجھے کٹ جانا پڑے تو کٹ جاؤں گا۔ اتنے میں میرے پیر حضور غریب نواز حضرت خواجہ محمد حامد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے۔ خدا کی قسم مجھے عالم بیداری میں دکھائی دے رہے تھے اور صورت بھی ظاہری تھی اور فرمایا کیوں گھبرا گئے ہو یہ تو لیڈیز کا ڈبہ ہے۔ میں نے عرض کیا غریب نواز لیڈیز کا ڈبہ نہیں ہے۔ انہوں نے فرمایا دیکھو تو ہی لیڈیز کا ڈبہ ہے۔ جب میں نے دروازہ پر دیکھا تو لیڈیز لکھا ہوا تھا اور وہ آفیسر بمعہ ساتھیوں کے پیچھے ہٹنے لگے اور انہوں نے منہ کی کھائی اور ناکام واپس چلے گئے اور یہ واقعہ جناب خواجہ محمد حامد صاحب کی وفات کے بعد کا ہے۔

۹ جمادی الآخر ۱۳۹۲ ہجری بعد از نماز ظہر آپ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ فرمایا ایک دفعہ میں اپنے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تونسہ شریف چینی مسجد میں آپ سے ایک طرف کونہ میں بیٹھا تھا۔ آپ کی مجھ پر مہربانی اس قدر ہوتی تھی کہ اپنے اور میرے درمیان کسی قسم کا حجاب و پردہ نہ آنے دیتے تھے۔ ایک شخص حاضر ہوا۔ عرض کی غریب نواز دعا فرماوئیں کہ میں مالدار ہو جاؤں، میرے دل میں خیال آیا کہ اتنی بڑی ہستی کے پاس آ کر یہ دنیا طلب کر رہا ہے، تو آپ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا ہاں، دنیا طلب کرنا ایمان کی کمزوری ہے، یہ مجلس برخاست ہوئی۔ پھر ایک بار آپ کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ کا ایک فوجی بھائی جعفر نامی حاضر ہوا۔ عرض کی غریب نواز مجھے کیمیا گری کا نسخہ عطا فرما دیں۔ انہوں نے جواب دیا یہ نسخہ بہت بڑا ہے۔ دوبارہ اس نے عرض کی جتنا خرچ کرنا پڑا کروں گا۔

استفسار فرمایا مسالہ تیری جوار کتنی موصول ہوئی ہے۔ اس نے بتایا ستے پچھ، (وہاں اس علاقہ میں ایک تول کا اندازہ ہے) جس طرح ہمارے ہاں کھلوار مشہور ہے یعنی کھلواروں کا ایک پچھ ہوتا ہے۔

پھر آپ نے دوسری اجناس بھی دریافت فرمائیں، مکی، باجرہ، وغیرہ، وہ بتاتا گیا۔ گھر کا کپڑے اور رقم گھر کا سامان سب کچھ دریافت فرمانے پر اس نے بتایا دس ہزار روپے نقد موجود ہیں اور مجھے اکا غریب نواز ان سے آپ کا کیا مطلب ہے آپ کیمیا کا نسخہ بتا دیں۔ اس پر حضرت تونسوی غریب نواز نے فرمایا جو کچھ تیرے گھر اجناس رقم، سامان کپڑے وغیرہ موجود ہیں سب اللہ کے نام میں درویشوں کو دے دے۔ یہی نسخہ کیمیا ہے۔ تیرے گھر میں بیٹے کی نہ ہو۔ مجھے اکا سب کچھ دے دوں" گھر دی تے لک تھی گئی نال"۔ (گھر کی بات بھی جاتی رہی)

حقیقتاً آپ نے کیمیا کا نسخہ ہی فرمایا تھا لیکن وہ بے چارہ کیا سمجھتا۔ فرمان باری تعالیٰ ہے ومن قدر علیہ رزقہ فلینفق مما آتاہ اللہ لایکلف اللہ نفسا الاما اتھا سیجعل اللہ بعد عسر یسرا (جس رزق کی تنگی آئے تو جو کچھ بھی گھر میں موجود ہو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دے۔ اللہ کسی کی جان پر بوجھ نہیں رکھتا مگر اسی قدر جتنا اسے عطا فرمایا قریب ہے اللہ تعالیٰ دشواری کے بعد آسانی فرما دے گا)۔ حدیث پاک ہے اللہ تعالیٰ نے دو فرشتے مقرر فرمائے ہیں۔ ایک فرشتہ کہتا ہے اللھم اعط منفقا خلفا (اے اللہ خرچ کرنے والے کو اس کی جگہ اور دے) اور دوسرا فرشتہ کہتا ہے۔ اللھم اعط ممسکا تلفا (اے اللہ بخیل کا مال ہلاک کر دے)۔

۲۲ شعبان المعظم ۱۳۹۸ھ بروز جمعہ المبارک بعد از نماز فجر قصیدہ بردہ شریف میں شمولیت کے بعد آپ نے فرمایا علم ظاہری روحانی علماء کے نزدیک کوئی بڑی بات نہیں۔ اولیاء اللہ کو جب علوم باطن سے نوازا جاتا ہے تو علم ظاہری کی کتب اعلیٰ اور منتہی تعلیم ان کے نزدیک الف ب ت کے جوڑ و ترکیب کی حیثیت رکھتے ہیں بلکہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی صفات سے موصوف ہو جاتے ہیں ان کی ہر صفت بافضل بارگاہ رب العزت کی طرف سے سمجھا جاتا ہے، اور ان کا یہ علم ذاتی ہو جاتا ہے اور یہ مقام حال ہے جسے قال سے تعلق نہیں۔ آپ نے بندہ کو مخاطب ہو کر فرمایا تجھے کبھی سمجھاؤں گا۔

آپ نے فرمایا پہلے پہل مجھے کتابوں کے مطالعہ کا بہت شوق تھا لہذا صدرہ وغیرہ

کا شوق مطالعہ کیا کرتا، ایک دفعہ میرے حضرت غریب نواز خواجہ میاں محمد حامد صاحب نے مجھے خواب میں فرمایا کہ یہ کیا بچوں کے کھیل کے پیچھے لگ گئے ہو یہ کتابیں تو ہمارے نزدیک الف با تا کے ہجے ہیں (یعنی جوڑ ہیں) اور بچوں کے کھیل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ چھوڑو ان کو بلکہ کام کرو۔

حضرت خواجہ محمد حامد تونسوی رحمتہ اللہ علیہ نے شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین رحمتہ اللہ علیہ کی دستار بندی فرمائی تو فرمایا صل اصدقاء ابیک یعنی اپنے والد کے دوستوں کی قدر کرنا ان سے تعلقات قائم رکھنا۔ دراصل یہ حدیث پاک کی اطاعت ہے۔ (صل من وصل ابوک) جس سے تیرے باپ کا تعلق ہے اسے قائم رکھو۔

ان کی تاریخ ولادت ۲۵ ذیقعدہ ۱۲۹۲ھ یوم شنبہ ہے۔ اپنے جد امجد خواجہ خواجگان حضرت خواجہ اللہ بخش صاحب رضی اللہ عنہ کے مطلوب سراپا ناز تھے۔ ۱۳۲۲ھ بحکم وصیت مسند جلوہ افروز ہوئے۔ ۲۳ ذوالحج ۱۳۵۰ ہجری وصال فرمایا۔

حضرت خواجہ خان محمد تونسوی قدس سرہ العزیز

۲۵ صفر المظفر ۱۳۹۸ھ خمیس وار بعد از نماز عصر کا وہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موئے مبارک[1] کی زیارت کی۔ پیر پٹھان خواجہ خواجگان حضرت خواجہ خان محمد صاحب قدس سرہ کی معیت میں نصیب ہوئی۔ ہمارے آقاومرشد شیخ الاسلام والمسلمین رحمتہ اللہ علیہ کی ذات اقدس اپنے معمول کے مطابق آداب و نیاز بجالاتے ہوئے آہستہ آواز سے اغثنی یارسول اللہ اغثنی یارسول اللہ بار بار پڑھتے رہے اور پھر مندرجہ ذیل شعر پڑھنا شروع کیا۔

[1] حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا موئے مبارک جناب شیخ الاسلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کراچی سے لائے جو محترم ابوالحسن سید شاہ منظور مدنی صاحب مدظلہ العالی نے ہدیہ و تحفہ مبارک پیش کیا تھا۔ ان کے پاس دو عدد تحریریں اپنے دست مبارک سے بنا کر شیخ الاسلام رضی اللہ عنہ نے دیں جو موجود ہیں اس موئے مبارک کی سند بھی وہیں ہے۔ غلام احمد عفی عنہ

الھی تبت من کل المعاصی　　باخلاص رجاء للخلاصی

پہلے زمین بوسی کر کے پھر جس میز پر موئے مبارک رکھا ہوا تھا اسے بوسہ دیا۔ پھر زیارت کرتے ہوئے اٹھایا اور پیر پٹھان نے اپنے سر مبارک پر رکھا۔ پھر حضور غریب نواز کے سر پر رکھا۔ نیز دیگر حضرت نے اپنے اپنے سروں پر یکے بعد دیگرے رکھوانے کی سعادت حاصل کی۔ الحمدللہ یہ سعات بطفیل خواجگان راقم الحروف اور چند احباب کو بھی نصیب ہوئی۔ شعائراللہ میں سے معظم واعلیٰ ذات اقدس محبوب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہستی ہے اور فرمان باری تعالیٰ وتعزروہ وتوقروہ کی اطاعت میں جس چیز کی نسبت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس سے ہے اس کی تعظیم کرنا عین ایمان ہے جسے بزرگان دین اپناتے ہیں۔ (والحمدللہ علی ذالک)

حضرت شیر کرم علی رحمتہ اللہ علیہ

۳ ذوالحجہ ۱۳۸۱ ہجری خواجہ غلام فخر الدین (رحمتہ اللہ علیہ) آپ کے برادر حقیقی کی خدمت میں حاضری نصیب ہوئی۔ دوران گفتگو فرمایا کہ دادا شیر کرم علی صاحب رحمتہ اللہ علیہ جن کے پانچویں پشت سے پیر سیال اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ پیدا ہوئے ہیں وہ موسیٰ پاک شہید رحمتہ اللہ علیہ ملتان والوں کے مرید تھے۔ جب پیران پیر محبوب سبحانی حضرت خواجہ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی مزار پرانوار پر دادا شیر کرم علی نے حاضری دی تو انہوں نے ملتان شریف میں موسیٰ پاک شہید رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیج دیا۔ جب ملتان شریف حاضر ہوئے تو اس وقت موسیٰ پاک شہید رحمتہ اللہ علیہ اتنے معمر تھے کہ آنکھوں کے چھپر اٹھا کر دیکھتے تھے۔ ہمارے دادا صاحب کی حاضری پر فرمایا کہ شیر کرم علی آ گئے ہو؟ میں تیرے انتظار میں تھا۔ چنانچہ بیعت فرما کر خلافت عطا فرمائی اور ساتھ ہی فرمایا کہ تم میری عصر کے وقت آئے ہو اب راہ سلوک سمجھنا ہو تو سید شیر شاہ صاحب میرے بڑے خلیفہ ہیں ان سے سمجھتے رہنا۔ اسی لئے دادا صاحب پیر شیر شاہ کے ہاں جاتے رہے، وہ دادا صاحب کے پیر بھائی بھی

ہوئے اور صحبت کے پیر بھی۔ فرمایا کہ دادا شیر کرم علی کا اصل وطن تو چک ڈھول ہے، جو سیال شریف سے شمال مشرق کی طرف ہے۔ بچپن میں ایک مغل قوم کا لشکر جو ہندوستان سے لوٹ کر افغانستان کو جا رہا تھا ان کو اپنے ساتھ لے گیا اور افغانستان (پشاور) میں ایک مولوی صاحب کو جب حضرت شیر کرم علی صاحب نے افغانیوں سے پوشیدہ اپنا حال بتایا تو اس عالم دین نے ان کو اپنے پاس چھپالیا۔ جب وہ لشکر وہاں سے روانہ ہو گیا تو مولوی صاحب نے ان کو علم دین پڑھایا۔ حافظ قرآن بھی ہوئے۔ مولوی صاحب زیارت حرمین شریفین کو گئے تو ان کو اپنے ساتھ لے گئے۔ قدرتاً مولوی صاحب کا وہاں انتقال ہو گیا تو شیر کرم علی صاحب مدینہ منورہ میں بار(۱۲) سال تحصیل علم کرتے رہے اور وہاں مسجد نبوی میں دس سال امامت بھی کراتے رہے۔ محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اشارہ سے بغداد میں ۲۲ سال بعد پہنچے۔ دربار کے سجادہ نشین پر کامل یقین نہ ہونے کی صورت میں مضطرب تھے۔ تفکرات میں رہتے تھے۔ بالآخر غوث زماں رضی اللہ عنہ نے خواب میں فرمایا کہ ملتان شریف میں میری اولاد سے موسیٰ پاک شہید موجود ہیں۔ ان کے ہاں جا کر اپنا نصیب حاصل کرو۔ حسب الارشاد ملتان پہنچے اور موسیٰ پاک شہید رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت حاصل کی۔ حضرت موسیٰ پاک شہید رحمتہ اللہ علیہ نے یہ بھی فرمایا کہ تو نے اپنے وطن مسکن میں جا کر نکاح کرنا ہے، اپنی عمر زیادہ ہونے کا ذکر بھی عرض کیا۔ لیکن انہوں نے فرمایا تیری اولاد ہوگی اور تیری پشت سے ایک مرد عارف کامل ہوگا جس کا فیض عالم میں عام ہوگا جب واپس چک ڈھول پہنچے تو تمام رشتہ دار ملک عدم کو چل بسے تھے۔ دریا کے کنارے جنگل میں خلوت گزیں ہوئے۔ عقیدت مندان زائرین اور پاس آنے جانے والوں نے ان کی شادی کی۔ پانچ لڑکے ہوئے۔ میاں عبدالکریم، میاں محمد یار، حافظ تاج محمود، میاں موسیٰ، میاں عبدالرحیم۔

اسی کتاب کے گزشتہ صفحات میں شجرہ پیر سیال مرقوم ہے۔ میاں شیر کرم علی کے فرزند ارجمند میاں تاج محمد اور ان کے فرزند نیک اختر میاں برخوردار اور ان کے فرزند سعید میاں محمد شریف صاحب اور پھران کے بیٹے حافظ میاں محمد یار ہوئے۔ ان کے نونہال پیر سیال اعلیٰ

حضرت شمس دوران حضرت خواجہ خوجگان محمد شمس الدین ہوئے۔جن کی بشارت شیر کرم علی صاحب کوان کے شیخ طریقت راہبر شریعت حضرت خواجہ موسیٰ پاک شہید رحمتہ اللہ علیہ نے دی تھی کہ تیری پشت سے ایک عارف کامل ہوگا جو عالم اسلام میں فیض عام پھیلائے گا۔

حضرت خواجہ شمس العارفین (قدس سرہ العزیز)

فرمایا اعلیٰ حضرت جناب خواجہ شمس العارفین رحمتہ اللہ علیہ کو مندرجہ ذیل شعر پر وجد ہوتا تھا۔

شراب عشق کا ندر جام کردند　　نصیب عاشقاں بدنام کردند
ثنائے زلف رخسار تو اے ماہ　　ملائک ورد صبح و شام کردند

فرمایا پیر سیال علیہ الرحمتہ کی خدمت میں ایک درویش آیا،عرض کی کہ پانچ سو روپے کا مقروض ہوں۔ مجھے عطا فرماؤ تا کہ قرضہ ادا کرسکوں۔فرمایا اس وقت تو میرے پاس نہیں آؤ تیرے ساتھ چلتا ہوں۔جب رقم بن گئی واپس آجائیں گے۔چنانچہ آپ اس کے ساتھ ہولئے۔ایک گاؤں (نورے والا) میں تشریف لے گئے۔وہاں ایک زمیندار قوم الاٹی نے بوجہ آپ کے زیر سایہ ہونے کی تین سو روپے پیش کئے۔ازاں بعد گھوڑی والا تشریف لے گئے ،لوگوں نے فرمایا یہ مولوی صاحب درویش آدمی پانچ سو روپے کا مقروض ہے،اس کی امداد کرو۔ لوگوں نے اپنی حیثیت کے مطابق دینا شروع کردیا۔کوئی رقم لایا،کوئی زیور لایا،کوئی کچھ، بہرحال جب رقم کا اندازہ لگایا گیا تو پانچ سو سے زائد ہوگئی۔درویش نے کہا میں تو صرف پانچ سو روپے کا خواستگار ہوں۔میرا قرض صرف پانچ سو ہی ہے اور اتنے ہی کا مطالبہ کیا ہے،یہ کہہ کر باقی واپس کردیئے۔اس درویش کا کام اس طرح کرنے کے بعد پیر سیال واپس شریف لائے۔

کار درویش مستمند برآر　　کہ ترا نیز کارہا باشد

۲۳ جمادی الاخری ۱۳۸۸ہجری آپ نے فرمایا اعلیٰ حضرت پیر سیال رضی اللہ عنہ کا علم ظاہری بھی جس نے دیکھ لیا ہے اسے دنیا کے علماء بھول گئے۔حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے بڑے بڑے مشہور علماء سے علوم وفنون حاصل

کئے تھے اور خدا تعالیٰ کا فضل وکرم تھا کہ حافظہ بھی بہترین تھا۔میں کہتا تھا کہ حافظہ بھی میرے برابر کا نہیں ہوگا۔اور علم بھی بہت حاصل کیا تھا۔

چنانچہ سیال شریف میں حضرت صاحب سے مناظرہ کیلئے حاضر ہوا۔میں نے مسئلہ وحدۃ الوجود کی بحث کیلئے دلائل پیش کئے کہ وحدۃ الوجود کہنا غلط ہے۔وحدۃ الشہود کہہ سکتے ہیں۔

چنانچہ امور عامہ اور دوسری الہیات کی بحثیں جہاں جہاں تھیں اور محققین کے اقوال اتنے بیان کئے کہ مجھے یقین تھا۔اب اتنے دلائل کا انکار ناممکن ہے۔اور حضور تائید ہی فرمائیں گے۔جب دلائل ختم کئے تو آپ نے فرمایا واہ واہ جس طرح ایک بچے کی تقریر وبیان سن کر جواب دیا جاتا ہے فرمایا کہ تیری پہلی مثال ودلیل کا جواب یہ ہے۔ دوسری کا یہ ہے،علیٰ ہذالقیاس،ترتیب وار تمام اعتراضات کا جواب اس طرح دیا جس طرح روشن اور واضع چیز ہوجاتی ہے۔فوراً سمجھ میں آگئے میں نے اس وقت سمجھا کہ ایک علم کے پہاڑ کے سامنے ایک پتھر،کنکری یا مٹی پڑی ہوں اور دل میں کہا کہ میں نے تو دنیا بھر میں دوسرے علماء کے پاس ویسے ہی وقت ضائع کیا ہے۔جن اساتذہ کو میں بحر اور بڑے علماء سمجھتا تھا وہ تو آپ کے طفیل مکتب ہونے کی حیثیت رکھتے ہیں۔

آپ نے فرمایا ایک دفعہ حضرت اعلیٰ پیر سیال رحمتہ اللہ علیہ سے کسی نے دریافت کیا ''العلم حجاب اکبر'' کا مطلب کیا ہے تو جواب دیا کہ علم عالم کیلئے شیطان کی طرف راغب ہونے سے حجاب اکبر ہے اور یہ جواب مخاطب کے ذہنی اعتراض کیلئے فرمایا کیونکہ مخاطب علم کی تنقیص کرنا چاہتا تھا۔

حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ کسی نے پیر سیال سے پوچھا منصور حق پر تھا یا قاضی حق پر تھا؟ تو آپ نے جواب دیا اگر منصور صرف حق حق کہتا تو قاضی شرع کی گرفت میں نہ آتا۔ اس نے توحید کی گستاخی کی اور شریعت کا پاس نہ رکھا۔مولوی حبیب اللہ نے سن کر کہا کہ ''اناالحق'' کا لفظ تو شریعت وطریقت ہر دو کے خلاف تھا تو حضور نے فرمایا بہت بڑی ہستی کے الفاظ ہیں ہم کچھ نہیں کہہ سکتے، واللہ اعلم۔

آپ نے فرمایا کہ پیرسیال کا نذر برادر خدابخش بلوچ تھا۔اس نے ایک بار گھڑی پیش کی اور عرض کیا غریب نواز ملتان سے یہ ساعت آپ کیلئے لایا ہوں لیکن ساعت کو وہ سیعت کہتا تھا۔آپ نے پوچھا یہ کیا کام دے گی۔عرض کیا وقت بتائے گی۔پیرسیال غریب نواز نے فرمایا رات کو ستاروں کے اندازہ سے وقت معلوم کرلیتا ہوں اس کی مجھے ضرورت نہیں یہ تو بچوں کا کھیل ہے۔

آپ نے فرمایا پیرسیال غریب نواز نے کبھی تعلیمی زمانہ میں بھی تہجد کی نماز قضا نہیں کی تھی۔بندہ نے پوچھا قرب قیامت ایک بہت بڑے روز کی حدیث پاک آئی ہے۔ اس کا مطلب کیا ہے؟تو آپ نے فرمایا ہاں مسند امام احمد میں مسندات حذیفہ سے ہے۔ (مشکوٰۃ شریف باب العلامات بین یدین الساعہ)میں ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: یوم کسنة یوم کشھریوم کجمعة وباقی سائر الایام کایامکم اوکمال قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دجال کے زمانہ میں چالیس دن یا چالیس (اس میں شبہ ہے)ایسے ہوں گے جن میں ایک دن تو ایک سال کا ہوگا ایک دن ایک ماہ کا ہوگا اور دن ایک ہفتہ کا اور باقی ایام تمہارے دنوں جیسے ہوں گے۔صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا تو پھر نمازیں ایک دن کی ہوں گی یا سال بھر کی تو فرمایا سال بھر کی ہوں گی۔ پوچھا گیا کس طرح معلوم ہوں گی تو فرمایا اندازہ سے معلوم کریں گے۔

میرے حضرت غریب نواز نے فرمایا کہ ہمیں تو اسی گھڑی کا خیال آتا ہے شاید اسی کے ذریعہ وقت معلوم ہوگا کیونکہ اس کے سوا اور کوئی ذریعہ سمجھ میں نہیں آتا یا کوئی اور چیز یا سبب بن جائے گا۔واللہ اعلم بالصواب۔

۹ ربیع الاول شریف بروز سوموار بعد از نماز ظہر مسجد میں بعد از ختم خواجگان آپ نے چند ملفوظات بیان فرمائے۔فرمایا جیون ترکھان سیال شریف کا باشندہ تھا۔بڑے قد والا اور طاقت ور ایک دفعہ بوٹے مسلم شیخ کے ساتھ لڑ پڑا۔بوٹا مسلم شیخ پہلے چوہڑا تھا بعد میں مسلمان ہوا۔وہ بھی بہت جسیم قد آور اور نہایت طاقتور تھا۔لڑائی میں جیون دھرکھان نے اس کو ایک

تھپڑ مارا۔اس کے دونوں کانوں سے بھیجا(چربی) نکل پڑا۔دور جا گرا اور تڑپ تڑپ کر جان دے دی۔آپ نے فرمایا جیون خود کہتا ہے کہ میں بہت گھبرایا کہ مجھے حکومت گرفتار کرلے گی۔

اس لئے پیرسیال کی خدمت میں حاضر ہوا۔عرض کیا غریب نواز میں تو بہت نقصان کر آیا ہوں۔آپ نے فرمایا ''او خدا کی مار'' کیا بات ہے۔عرض کی بوٹا مسلم شیخ میرے ساتھ جھگڑا ہے۔ میں نے طمانچہ مارا اور وہ مر گیا۔آپ نے (پیرسیال) فرمایا طمانچہ نہ مارتا یا اپنی طاقت کا خیال رکھ کر مارتا۔میں نے عرض کیا غریب نواز میں نے پہلے مار دیا تھا۔اگر نہ مارتا تو وہ مار دیتا۔اب کرم فرماؤ تا کہ زندہ ہوجائے۔آپ نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی۔ مجھے یقین ہوگیا کہ اب ضرور زندہ ہوجائے گا،پھر مجھے خیال آیا کہ کہیں جلدی جلدی دفن نہ کریں۔ بالآخر میں نے اس کے قریب آ کر کان کے ساتھ منہ لگایا کہ زندہ ہوا ہے یا نہیں تو کچھ معلوم نہ ہوا،گھر چلا گیا لیکن یقین تھا کہ زندہ ہوجائے گا۔کیونکہ آپ نے دعا فرمائی ہے۔یہ واقعہ عصر کے وقت ہوا تھا رات ہوگئی صبح سویرے یعنی بوقت تہجد اس کے گھر گیا تو سنا اسے عورت کہہ رہی تھی کیا پینا چاہتا ہے؟ یعنی باتیں کررہا تھا حالانکہ میں نے خود دیکھا تھا کہ تڑپ تڑپ کر مر گیا۔اس کی لاش سرد ہوگئی تھی،سر سے بھیجہ نکل گیا تھا۔لیکن پیرسیال کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے زندہ فرمادیا۔

۱۲صفر المظفر ۱۳۸۹ھ کو موجودہ سجادہ نشین صاحب اجمیر شریف کے صاحبزادے تشریف لائے۔ان پیرزادوں کے پاس آپ تشریف فرما تھے۔آپ نے اعلیٰ حضرت پیرسیال کی بیعت کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ یعنی حضرت خواجہ شمس الدین رحمتہ اللہ علیہ حضور غریب نواز حضرت پیر پٹھان تونسوی کی خدمت میں پیش تھے اور آپ نے بیعت بڑے عجیب انداز سے کی کیونکہ پہلے پیرسیال اپنے استاد صاحب کی معیت میں شیخ کامل کی تلاش میں تھے۔جب تونسہ تشریف پہنچے اور پیر پٹھان کی زیارت نصیب ہوئی تو فوراً استاد صاحب کے ہاں جا کر فرمایا کہ آپ دیر نہ لگائیں فوراً پہنچیں چنانچہ دونوں حضرات نے بیعت کرلی۔ خواجہ فخر الدین صاحب نے فرمایا کہ آپ چاہتے تھے کہ حضرت غوث پاک یا حضرت خواجہ بہاء الدین زکریا رضی اللہ عنہا جیسی ہستی ہو تو بیعت کریں گے لیکن جب پیر پٹھان کے انوار

وفیوضات کوملاحظہ فرمایا تو خیال فرمایا کہ یہ ہستی تو ان ہستیوں سے بھی بلند پایہ کی ہے۔

آپ نے فرمایا کہ اعلیٰ حضرت پیر سیال رحمتہ اللہ علیہ جب دستار خلافت حاصل کر کے تشریف لائے تو نوعمر نوجوان تھے۔ یہاں سیال شریف کی جنوبی مسجد میں ایک مولوی صاحب نجدی خیالات والا رہتا تھا۔ ایک مرتبہ شہر کی چند عورتیں مل کر پانی بھرنے کیلئے جارہی تھیں اور ایک ماہیا کہتی جاتی تھیں جس کے الفاظ یہ تھے۔

میرے بابل دی لاج رکھیں وے رانجھیا

یہ سن کر مولوی صاحب کو غصہ کی حالت میں کہا کہ یہ کفر بکتی جارہی ہے۔ اتفاقاً پیر سیال پاس ہی موجود تھے۔ آپ نے فرمایا یہ تو قرآن مجید پڑھتی جارہی ہیں۔ مولوی صاحب یہ سن کر آپے سے باہر آنے لگے اور کہ یہ بھی کفر ہے تو پیر سیال رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا آیت کریمہ یوم لایخزی اللہ النبی کا ترجمہ کہہ رہی ہے۔ (اس دن نہ رسوا کرے گا اللہ تعالیٰ نبی کی ذات کو) یہ الفاظ سنتے ہی مولوی صاحب کو وجد ہوگیا۔ کچھ دیر کے بعد ہوش میں آیا تو پیر سیال کے قدموں پر گر کر غلام ہوگیا۔ پیر سیال نے فرمایا کہ رانجھے سے مراد اللہ تعالیٰ اور بابل سے مراد محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ سبحان اللہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء کی نظر کی رسائی کیسی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت خواجہ فضل دین صاحب اعلیٰ حضرت پیر سیال رحمتہ اللہ علیہ کے درمیانہ صاحبزادہ تھے۔ انہوں نے بیان فرمایا کہ ایک بار میں نماز تہجد کے وضو کیلئے مشرقی کنواں پر گیا تو ایک بزرگ وضو فرمارہے تھے۔ میں نے پوچھا آپ کون ہیں، فرمایا میں شادی شہید ہوں۔ کبھی کبھی سیال شریف آتا رہتا ہوں۔ (شادی شہید کا مزار سیال شریف سے مشرق کی طرف تقریباً پانچ فرلانگ کے فاصلہ پر ہے)۔

وصال سے پہلے میری تمنا تھی کہ یہاں غوث اعظم (حضرت خواجہ شمس العارفین) ہوں گے۔ ان کے پڑوس میں میری قبر ہو۔ چنانچہ اپنی قبر کی جگہ میں نے پہلے ہی بتادی تھی کہ مجھے اس جگہ پر رکھنا تا کہ غوث اعظم کے زیرے سایہ رہوں گا۔

ان کا وصال حضرت اعلیٰ غریب نواز سے کافی عرصہ پہلے کا ہے۔ کفار کے ساتھ

جنگ کرتے کرتے شہید ہوئے تھے، کہتے ہیں کہ سرتن سے جدا ہونے کے باوجود بھی ان کا دھڑ مبارک جنگ کرتا رہا۔

ایک مرتبہ مہر علی گولڑوی رحمتہ اللہ علیہ ملک نواب خدابخش ٹوانہ سے کہنے لگے کہ مجھے پیر سیال خالی نہیں چھوڑ گئے، بہت کچھ دے گئے ہیں۔ اس کے جواب میں پہلے تو نواب صاحب نے خوشی مناتے ہوئے فرمایا کہ آج میں ان آنکھوں کی زیارت کرلوں جنہوں نے پیر سیال کو دیکھا ہے اور پھر فرمایا کہ کیا خیال ہے، کیا مجھے خالی چھوڑ گئے ہیں؟ نہیں نہیں! بلکہ تجھے تسبیح دے گئے، تم تسبیح چلاؤ اور مجھے قلم عنایت فرمایا۔ میں قلم سے کام لیتا ہوں۔ (نواب صاحب کو دفتر بھی ملا ہوا تھا) شاہ صاحب نے پھر نواب صاحب کو کہا جنہوں نے میرے پیر کی زیارت کی۔ انہیں مجھ جیسے کو دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

ایک مرتبہ پیر سیال حضرت خواجہ شمس العارفین حضرت پیر پٹھان رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں تشریف فرما تھے اور سر پر ٹوپی کئے ہوئے تھے۔ پیر پٹھان نے آپ کے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا ''رانجھڑ یا میڈے سیالاں نوں رنگ لاویں'' آپ نے فرمایا پیر سیال نے خدمت بھی ایسے ہی کی تھی۔ جب پیر پٹھان مہار شریف حاضری پر جاتے اور گھوڑے پر سوار ہوتے آپ کا گھوڑا اتنا چوڑا تھا کہ اس کی پشت پر چارپائی آجاتی تھی۔ اس وقت پیر سیال گھوڑے کے سامنے دوڑتے، ننگے پاؤں ہوتے، پتھریلا علاقہ ہوتا لیکن پرواہ نہ کرتے تھے۔ اپنے شیخ کا بستر کوزہ اٹھائے ہوئے بلکہ مشک اور ڈھیلوں کی تھیلی اور گھوڑے کا توبرہ ایک ہاتھ میں اور دوسرے ہاتھ میں پینے کا کوزہ جائے نماز اور وظائف وغیرہ ہوتے۔

ایک مرتبہ سخت گرمی کا موسم تھا، پاؤں میں کنکریاں چبھتی تھیں۔ پیر پٹھان نے بلا کر اپنی نعلین مبارک عنایت فرمائی تا کہ پہن لیں۔ پیر سیال نے چوم کر آنکھوں سے لگائی اور سر پر رکھ لی اور سامنے دوڑتے چلے گئے۔ کچھ آگے چلے تو فرمایا ''کھڑ'' چنانچہ سینہ سے لگایا اور فیض یاب فرمایا۔

حضرت خواجہ شمس العارفین قدس سرہ العزیز کے فرزندان عالیشان

۱۹ ربیع الاول شریف بعد از نماز ظہر مسجد میں ختم خواجگان کے بعد آپ نے فرمایا کہ میاں جیون ترکھان نے کہا کہ حضرت خواجہ فضل دین صاحب (فرزند حضرت پیر سیال خواجہ شمس العارفین رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بہت طاقتور تھے، عشاء کی نماز باجماعت سیال شریف پڑھ کر کڑانان پہاڑ پر پیدل تشریف لے جاتے، وہاں تہجد پڑھتے، ایک ختم قرآن مجید کا جاتے وقت اور دوسرا ختم واپسی کے وقت کرتے تھے اور پھر نماز صبح باجماعت سیال شریف میں آکر پڑھتے تھے۔ ایک بار معمولی حالت میں چار انگلی کا طمانچہ میرے پہلو پر مارا میری تین پسلیاں ٹوٹ گئیں۔ بعد میں علاج کرتا رہا تو درست ہوئیں۔ (جیون ترکھان خود بھی بڑے قد کاٹھ کا اور طاقتور آدمی تھا)۔

پھر فرمایا کہ مجھے والدہ ماجدہ فرماتی تھیں کہ حضرت خواجہ فضل دین صاحب لنگر کا نمک بھی پیستے تھے، وہ اس طرح کہ عرس کے موقع پر خادمائیں نمک کوٹتی تھیں تو جب آپ گھر تشریف لاتے نمک کے بڑے بڑے ڈھیلے دیکھ کر فرماتے کہ بچیو مجھے بھی لنگر کی خدمت کرنے دو، وہ اٹھ کھڑی ہوتیں اور آپ بیٹھ جاتے۔ پہلے دونوں ہاتھوں سے بڑے بڑے موٹے پتھروں (نمک کے بڑے ڈھیلے) کو ریزہ ریزہ کرتے، بعد میں چھوٹی کنکریوں کی مانند جب ہو جاتے تو دونوں ہتھیلیوں کے درمیان مل کر میدہ کی طرح بنا لیتے تھے۔ لیکن نہایت معمولی اور عدم توجہی سے ملتے تھے۔ تب بھی باریک ہو جاتا۔ پھر فرماتے کچھ تو میری بھی خدمت لنگر شریف کے کام میں ہو گئی۔

ایک بار ثانی صاحب حضرت خواجہ محمد دین صاحب سیالوی قدس سرہ العزیز نے پاکپتن شریف حاضری کا ارادہ فرمایا۔ گھوڑی منگوا کر سوار ہوئے اور شہر سے باہر چل دیئے۔

خواجہ فضل دین صاحب نے پیچھے سے بلایا۔ ثانی صاحب نے خیال فرمایا کہ اگر میں ان کے پاس چلا گیا تو مجھے اٹھا کر حضور غریب نواز کی خدمت میں لے جائیں گے اس لئے بجائے ان کے پاس آنے کے گھوڑی دوڑائی بعد میں ثانی صاحب سے دریافت فرمایا کہ میرے پاس کیوں نہ آئے اور گھوڑی کیوں دوڑائی تو آپ نے فرمایا مجھے فکر ہوا کہ تم مجھے اٹھا کر حضرت صاحب کی خدمت میں لے جاؤ گے۔ انہوں نے فرمایا واقعی میں بمعہ گھوڑی کے تجھے اٹھا لیتا لیکن تم دوڑ گئے۔ ثانی صاحب نے بعد میں لوگوں کے استفسار کرنے پر فرمایا کہ اس میں شک نہیں یقیناً بمعہ گھوڑی کے مجھے اٹھا لاتے۔

فرمایا ایک دفعہ دریا میں طغیانی آئی۔ یہاں پانی آ گیا۔ محل شریف میں مزارات کی مشرقی جانب خراب ہو گئی۔ تمام مزاروں سے مشرق والی مزار کے ساتھ مغربی مزار حضرت خواجہ شجاع الدین صاحب رحمتہ اللہ علیہ (فرزند حضرت اعلیٰ پیر سیال) کی ہے۔ اس کو خود میں نے درست کرایا۔ حضرت خواجہ شجاع الدین رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت کی بالکل جسم مکمل اسی طرح کفن والی چادر بدن پرتنی ہوئی تھی۔ کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ مزار سے کچھ مٹی غبار کی مانند چادر پر گری ہوئی تھی۔ چہرہ مبارک پورا نظر نہ آیا کیونکہ ڈھانپا ہوا تھا البتہ ریش مبارک کی زیارت میں نے کی ہے۔ حالانکہ اس وقت وصال مبارک کو تقریباً ۸۵ سال گزر چکے تھے۔

پھر فرمایا حضرت خواجہ شجاع الدین رحمتہ اللہ علیہ کا مزاج شریف بہت لطیف تھا حکیم سید جلال صاحب فرماتے تھے کہ لوگ دہلی کے شہزادوں کی نازک مزاجی بیان کرتے تھا، ہمارے شہزادے (شجاع الدین صاحب) کے لطیف ترین مزاج کے مقابلہ میں وہ ہیچ تھا۔ حکیم میاں سید جلال صاحب فرماتے تھے کہ میں نے ان کے جلاب کیلئے نصف دانہ مرچ سیاہ اور دو عدد سونف نہایت صاف شدہ تجویز کیا ہوا تھا اور اس کے دینے سے بہت جلاب و اسہال آتے۔ شہر کی شرقی جانب ایک گردنلی کا درخت ہوتا تھا جب اس کے پھل پھول کا موسم (بہار کا وقت) آتا تو آپ سیال شریف سے سرکی شریف لے جاتے کیونکہ بذریعہ ہوا اس درخت کے اثر سے آپ کو اسہال لگ جاتے تھے۔

فرمایا۔ حضرت خواجہ شجاع الدین صاحب کے تمام حواس زبردست قوی تھے، قوت شامہ، باصرہ، ذائقہ، سامعہ، بہت انتہائی درجہ کی قوی تھیں۔ ساہیوال کے ٹھٹھار رات کو برتن بناتے اور تابنا وغیرہ کوٹتے تو وہ آواز آپ سنتے بلکہ ایک بار انگری احمد دین صاحب وفرمایا کہ ساہیوال جا ٹھٹھاروں کو کہو کہ رات کی مجھ سے مزدوری لے لیا کریں اور کام رات کو چھوڑ دیں کیونکہ مجھے نیند نہیں آتی، انگری صاحب نے انہیں جا کر کہا کہ صاحبزادہ صاحب فرماتے ہیں دوگنا کام کیا کرو کیونکہ مجھے بہت پسند آتا ہے اور لذت آتی ہے حالانکہ انگری صاحب نے آزمائش کیلئے کہا۔ دوسری رات ہوئی تو دوگنا آواز سن کر انگری صاحب کو جگایا اور فرمایا او گنجو او گنجو تو نے منع نہیں کیا، وہ تو زیادہ کام کر رہے ہیں، پہلے سے دوگنا ہے۔

صاحبزادہ عبدالخالق صاحب فرماتے ہیں کہ ہمیں خواجہ شجاع الدین صاحب (جوان کے والد ماجد تھے) فرماتے کہ بازار سے بادام لاؤ اور میرے سامنے توڑ کر کھاؤ۔ ہم بادام ان کے سامنے توڑتے، ایک دو کرم کا فاصلہ ہوتا جب مغز نکلتا تو کڑوے مغز کی نسبت فرماتے کہ کڑوا ہے پھینک دو چنانچہ وہ واقعی کڑوا ہوتا حالانکہ دور سے بیٹھے ہوئے بذریعہ بو معلوم فرما لیتے تھے۔ قوت شامہ اس قدر تیز تھی۔ فرمایا حضرت خواجہ فضل دین صاحب سیاہ کپڑا دیکھتے تو آپ کو سخت بخار چڑھ جاتا چنانچہ آپ کی مجلس میں جانے والے کو اس طرح کے کپڑے لے جانا ممنوع ہوتا۔ یہ آپ کی مجلس کے آداب میں سے تھا۔ آپ سیاہ بھینس گائے اور سیاہ جانوروں کو بھی نہ دیکھتے تھے۔

فرمایا: خواجہ فضل دین صاحب نے میاں جیون کو فرمایا کہ ایک لکڑی (مگدر) بناؤ جس کو ورزش کیلئے میں اٹھایا کروں۔ میاں جیون کہتا ہے میں نے ایک جنڈ کی لکڑی لی۔ اس میں دستہ بنایا اور نیچے سے سوراخ کر کے اس میں دو من سکہ بھرایا اور پیش کی۔ آپ نے ایک ہاتھ سے بیٹھے بیٹھے اٹھا کر دور پھینک دی اور فرمایا یہ تو کچھ نہیں، اس سے زیادہ وزنی ہونی چاہئے، میاں جیون نے عرض کیا اگر یہ کچھ نہیں تو آپ کیلئے اور وزنی لکڑی میں کہاں سے لاؤں۔

فرمایا حضور غریب نواز ثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ بہت ذوق وشوق اور عشق الہی میں محو رہتے تھے ان پر حقیقی عشق ومحبت کا غلبہ تھا۔ فرمایا خواجہ فضل دین صاحب فرماتے "ٹھلا کھاونا ں" "ٹھلا ہنڈھاونا اور ٹھلا ایمان چاہئے" موٹے ایمان سے مراد جو علماء کے دلائل کا محتاج نہ ہو۔ فرمایا خواجہ فضل دین صاحب عجیب طرح کے ولی اللہ تھے۔ ایک مرتبہ کہیں جا رہے تھے زمین سے آواز آئی مجھے ڈھانپ دو، آپ نے وہاں لکیر کھینچ کر نشان بنا دیا اور فرمایا اس جگہ قبر بنا دو چنانچہ قبر تیار کر دی گئی کیونکہ نیچے سے دفن شدہ ولی اللہ نے آواز دی تھی۔ (ولی را ولی مے شناسند)۔ یعنی ولی اللہ کو ولی اللہ ہی پہچانتا ہے۔

پیر سیال کے درویشان خدا مست

حضرت صاحب غریب نواز نے دادا باغ والے قبرستان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا اس قبرستان میں بڑے بڑے مراتب اور منزلوں کے مالک پرانے درویش موجود ہیں۔ ایک مرتبہ ایک مجذوب صاحب دادا شیر کرم علی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار سے حاضری دے کر شیخ عبدالجلیل صاحب کی قبر پر آیا تو کہنے لگا میں تو اسی کو سمجھا تھا کہ تمام اہالیان قبرستان سے بڑے ہیں لیکن اس قبر والے تو بہت ہی زیادہ مرتبہ والے ہیں۔ شیخ صاحب کا نام عبدالجلیل ہے۔ پیر سیال ان کو پیر پٹھان کے پاس لے گئے تھے اور عرض کیا کہ یہ ایک درویش ہیں اور ان کو میں لایا ہوں۔ ان کی زبان بہت سست ہے، حافظہ میں بہت کمزور ہیں بلکہ اھدنا الصراط المستقیم تک پر یاد کرتے ہیں۔ پیر پٹھان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی طرف اشارہ کرتے ہوئے شیخ صاحب کو فرمایا "ارے اتے جل" یعنی میرے نزدیک آ۔ جب شیخ صاحب قریب ہوئے تو فرمایا منہ کھول، اپنے دست مبارک کی انگلی شیخ صاحب کی زبان پر رکھ دی اور فرمایا کہ اب ٹھیک ہو جائے گی چنانچہ شیخ صاحب واپس آئے تو قرآن مجید کے حافظ تھے اور قرآن مجید پڑھانا شروع کر دیا حتی کہ خواجہ شجاع الدین صاحب حضرت ثانی صاحب تینوں بھائی شیخ صاحب کے پاس حافظ ہوئے۔ شیخ صاحب اتنے بڑے حافظ عالم ہوئے کہ سات سات حافظوں کی اکٹھی منزل سنا کرتے تھے۔ شیخ صاحب پیر سیال کو اتنے پیارے تھے کہ

ایک بار یہ مسئلہ چھڑ گیا کہ جس آدمی کا معصوم بچہ فوت ہو چکا ہو قیامت کے دن وہ بچہ ماں باپ کی شفاعت کرے گا۔ پیرسیال نے فرمایا ہم نے بھی ایک اپنا معصوم بھیجا ہوا ہے لوگوں نے دریافت کیا کون ہیں فرمایا شیخ عبدالجلیل ہیں ۔پیرسیال ہمیشہ عصر کے وقت شیخ صاحب کے مزار پر آیا کرتے تھے۔شیخ صاحب کے مزار کے پاس قاضی احمد صاحب نوشہروی مرحوم کا مزار ہے۔ان کے ساتھ غربی جانب سوختہ صاحب کا مزار ہے۔شاہ عبدالقادر صاحب مولوی محمد امین صاحب نکوچی لانگری احمد دین صاحب، درویش علی منڈا صاحب ،شریف حسین شاہ صاحب یہ سب پیرسیال کے پرانے درویش ہوئے ہیں۔

علی منڈا جب یہاں حاضر ہوا تو کہا بہت دور سے اور لمبے سفر کا ارادہ لے کر آیا ہوں۔ یہاں سے تونسہ شریف جاؤں گا۔مہار شریف دہلی شریف اور مدینہ منور حاضری دوں گا۔ یہ ارادے ظاہر کئے لیکن فوت یہیں ہو گے۔

شاہ عبدالقادر صاحب روزانہ پندرہ پارے منزل سات ختم دلائل الخیرات کے دوسری عبادت کے علاوہ کرتے تھے۔ان کا وصال مسجد میں ہوا۔مولوی امین نکوچی کو ان کی خدمت کیلئے مقرر فرمادیا اور فرمایا یہ خدا کا نور ہے مسجد میں رہے گا۔ پیشاب پاخانہ ،انہوں نے بالکل نہیں کیا(یعنی جب تک مسجد میں رہے)جب فوت ہوئے جمعہ کا دن تھا ،جب جنازہ کیلئے چارپائی باہر نکالتے تو بارش ہو جاتی اندر لاکر رکھ دیتے تو رک جاتی تھی۔کئی بار ایسے ہی کیا گیا بالاخر حضرت خواجہ شجاع الدین صاحب نے فرمایا یہ وقت کا غوث ہے اور غوث کا جنازہ بارش میں ہوا کرتا ہے۔لہٰذا ان کا جنازہ بارش ہی میں پڑھایا جائے چنانچہ مینہ برستا رہا جنازہ پڑھا گیا۔

علی منڈا پیرسیال کا پیارا درویش تھا لنگرشریف کی لکڑیاں لایا کرتا تھا۔ثانی صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی ۔بوقت بیعت کہتا تھا مجھے الست بربکم والا عہد یاد آیا اور اس وقت کے دائیں بائیں کھڑے ہوئے لوگوں کو بھی بوقت بیعت میں نے دیکھ لیا معذور ہونے کے باوجود گارے کی گھانڑیاں بناتا، بیعت کرنے سے پہلے چور تھا بارہ بھینسیں اکھٹی چوری کرکے

دریا سے پار کرلاتا اور بارہ بارہ میل نیچے دریا سے باہر نکالتا۔ایک دفعہ ثالث غریب نواز کے زمانہ میں قوالی سنتے ہوئے وجد میں آگیا۔سخت بارش ہوئی لیکن وجد ہی کی حالت میں بارش میں بیٹھا رہا اور بارش ذرا بھر معلوم نہ ہوئی۔(ثانی صاحب کے ساتھ بیعت سے بعد والے ملفوظات حضرت خواجہ فخرالدین صاحب سیالوی مدظلہ العالی نے فرمائے۔

۲۳جمادی الاخر ۱۳۸۸ھ آپ نے فرمایا قاضی احمد نوشہروی بہت بڑے عالم تھے۔ اس زمانہ میں ڈیڑھ سو روپیہ ان کی تنخواہ تھی۔پیرسیال اعلیٰ حضرت غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ کا زمانہ تھا۔پیرسیال کا نام بھی سننا پسند نہ کرتے تھے۔اگر کوئی آپ کا نام لیتا تو طرح طرح کے ناشائستہ کلمات کہتے ۔ایک بار میاں امام بخش صاحب بلوچ وہاں گئے ،جب سیال شریف سے روانہ ہوئے تو پیرسیال نے فرمایا کہ قاضی احمد کو میرا سلام دینا۔اس نے عرض کیا غریب نواز وہ تو آپ کا نام بھی سننا پسند نہیں کرتا اور ناشائستہ کلمات کہتا ہے۔آپ کے سلام کا جواب کیا دے گا؟ آپ نے فرمایا تم میری طرف سے ضرور اسے سلام دینا چنانچہ جب امام بخش نے وہاں پہنچ کر حضرت غریب نواز کے سلام دیئے تو قاضی احمد نے پوچھا کون ہو؟جواب دیا میں سیال شریف کا درویش ہوں اور حضرت صاحب نے آپ کو سلام دیئے ہیں۔دھیمے سے لہجے میں بولا مجھے سلام دیئے ہیں ،اچھا وعلیکم السلام ،کچھ دیر خاموش رہا اور بعد میں استعفا لکھ کر دے دیا اور یہاں سیال شریف حاضر ہو گیا۔پھر تمام عمر یہاں رہا۔پیرسیال کے سلام میں وہ اثر بھرا تھا کہ سوائے حاضری کے آرام نہ آیا، فوراً پہنچ گیا۔بالاخر ان کے والد یہاں حاضر ہوئے اور کہا تو پڑھاتا تھا تیرے بھائی بہنوں اور گھر کا گزارہ اخراجات وغیرہ تیری ہی تنخواہ سے ہوا کرتے تھے اب تمام گھرانہ کے اخراجات بند ہو چکے ہیں،یہاں بھی اللہ تعالیٰ کی نگاہ اور وہاں بھی اسی ذات کی توجہ ہوگی،گھر واپس آؤ۔تو جواب دیا کہ سمجھنا میں مرگیا ہوں۔ بہر حال واپس نہ گئے یہیں فوت ہو گئے۔شیخ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے مزار کے غربی جانب متصل ہی قاضی احمد مرحوم کا مزار ہے۔

فرمایا حاجی سجاول نے بیان کیا کہ حضرت کے زمانہ کے بعد قاضی صاحب کی

خدمت میرے ذمہ لگائی گئی تھی۔ میں وضو کراتا اور دیگر ہر طرح کی خدمت میں رات دن ان کے پاس رہتا۔ ایک دن فجر کی نماز سے پہلے قاضی صاحب نے فرمایا ''مانہہ تیمم کا ڈھیلہ دو'' ڈھیلہ پیش کیا تیمم کر کے دوزانوں بیٹھے کے بیٹھے ہی رہے۔ میں نے کہا دن ہو چکا ہے۔ پھر عرض کیا سورج طلوع ہو گیا ہے، پھر عرض کیا نصف پہر کا وقت ہو گیا ہے دیکھا تو وہ فوت ہو چکے تھے۔ آپ نے فرمایا حدیث شریف خیار کم فی الجاهلية خیار کم فی الاسلام (زمانہ جاہلیت میں جو تم میں بہتر تھا اسلام میں داخل ہونے کے بعد بھی وہ تم سے بہتر ہے)۔ کا یہی مطلب ہے۔

۳ جمادی الاخری ۱۳۹۳ھ بعد از نماز ظہر فرمایا مولوی محمد امین صاحب ٹکوچی رحمتہ اللہ علیہ نے بتایا کہ یہاں سیال شریف باغ میں کھٹیاں ہوتی تھیں۔ تھیں تو کھٹیاں لیکن سنگتروں سے زیادہ لذیذ تھیں۔ ایک بار پیر سیال نے درویشوں میں تقسیم فرمائیں۔ ایک مجھے بھی دی۔ میں چھلکا سمیت کھا گیا تو تمام کی تمام لذیذ تھیں۔ فرمایا یہ کیا تھا۔ محض اعتقاد، عشق اور محبت تھی۔ کھٹی لیکن چھکا بھی کھالیا، اندازہ لگائیں صحابہ کرام کا عشق و محبت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کس حد تک ہوگا۔ مولوی محمد امین صاحب کے پاس کیمیائے سعادت میں نے پڑھی تھی۔ وہ میرے استاد بھی تھے۔ کیمیا اصل عربی میں ہے اور فارسی میں بھی۔ دونوں امام غزالی نے خود تصنیف فرمائی ہیں۔ ان کا اردو ترجمہ ہو چکا ہے۔

۲۳ رمضان المبارک بروز خمیس بوقت زوال شریف حسین شاہ صاحب کا وصال ہوا۔ یہ مجذوب فقیر عرصہ بیس سال آستانہ عالیہ سیال شریف پر رہا۔ پیر سیال کا غلام خاص تھا۔ شاہ صاحب کی فقیری کے متعلق فرمایا مولوی شریف حسین شاہ مرحوم بڑے بلند مرتبہ والا ولی اللہ تھا۔ اسے چارپائی پر اس حالت میں پڑے ہوئے میں نے دیکھا کہ ایک پاؤں نیچے لٹکا ہوا، آنکھیں پھیری ہوئیں، بے حس و حرکت پڑے ہوئے تھے۔ بالکل فوت ہو چکے تھے۔ میں نے بلایا مولوی جی کیا کئے ہوئے ہو۔ یہ الفاظ سنتے ہی فوراً اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور کہا بالکل ٹھیک ہوں حالانکہ خدا کی قسم وہ یقیناً فوت ہو چکے تھے۔ اسی روز اس واقعہ کے بعد میں سرگودھا

میں گیا تو آدمی پہنچا کہ مولوی شریف حسین شاہ صاحب فوت ہو گئے ہیں، موت تو ان لوگوں کے اپنے ہاتھ ہی میں ہوتی ہے۔

فرمایا اکثر اوقات لوگ انہیں لاہور، سرگودھا وغیرہ میں دیکھ کر سیال شریف حاضر ہوتے تو یہاں پہلے ہی سے چلتے پھرتے پاتے، فرمایا مولوی شریف حسین شاہ صاحب مرحوم کو دعا کیلئے کہا جاتا بعض اوقات کہتے کہ ہر وقت دعا کیلئے نہ کہا کرو۔ کوئی وقت ایسا بھی ہوتا ہے کہ دعا مانگنے پر مجھے نقصان ہوتا ہے۔

فرمایا ایک بار ہمارے گھر والے مکانات کے پیچھے جا کر روشندان سے گھر والوں کو با آواز بلند کہا۔ یہ تو پنی ہوئی چائے پیتے ہیں اور قمرالدین صاحب ''ان پنی'' چائے پی رہا ہے۔ جب ہم دوسرے تیسرے روز گھر آئے تو گھر والوں نے دریافت کیا فلاں تاریخ فلاں وقت آپ کہاں تھے اور کیا شغل اس وقت تھا۔ تو میں نے کہا سرگی شریف میں اس دن فلاں وقت چائے پی رہا تھا۔ پھر پوچھا چائے کس طرح تھی؟ تو بتایا کہ اچھی تو تھی لیکن ان پنی تھی۔

فرمایا اپنے آپ کو چھپانے کیلئے مولوی صاحب نے عجیب انداز اختیار کئے ہوئے تھے۔ اپنے معتقد لوگوں سے تو کہتا کہ سو سو روپیہ نکالو اور غیر معتقد لوگوں سے خدمت کراتا اور پھر گالیاں دیتا تا کہ مجھ سے نفرت کریں۔

فرمایا جب میں نے ''مذہب شیعہ'' کتاب لکھی تو شریف حسین ایک نسخہ لے کر جہانیاں شاہ میں گیا اور وہاں جا کر شیعہ سادات صاحبان کو کہا شاہ جی یہ کتاب پڑھا کرو۔ بہت اچھی اور نہایت مفید ہے۔ یہ بھی تبلیغ کا کام کیا کہ اہل تشیع کے سرداروں کے پاس لے جا کر بغیر کسی جھجھک کے یہ کام سرانجام دیا۔ جب شاہ صاحب کی بیوہ محترمہ و دیگر رشتہ داروں نے حاضر ہو کر یہ تمنا ظاہر کی کہ ان کی نعش کو اپنے وطن لے جائیں تو میں نے کہا کہ جس نے تمام زندگی اپنے شیخ کے در پر محض اس لئے گزار دی کہ قبر کی جگہ یہاں نصیب ہو جائے تو ہم اسے کس طرح یہاں سے بھیج دیویں، یہ ناممکن ہے۔

فرمایا ایک مرتبہ کسی مرید نے شاہ صاحب کو نیا کمبل آ کر پیش کیا۔ انہوں نے وہ

تھے پیش [illegible] دیا۔ میں نے کہا تو خود اس کو اٹھا لے۔ جب تکرار بڑھا تو شاہ صاحب نے کہا [illegible] بھی [illegible] کوئی گدھا تو نہیں کہ اتنا بوجھ اٹھائے [illegible] ہی نہیں فرماتے تھے۔ علامہ اقبال نے کیا خوب [illegible]

عشق سے پیدا نوائے زندگی میں زیر و بم
عشق سے مٹی کی تصویروں میں سوز دمبدم

آدمی کے ریشے ریشے میں سما جاتا ہے عشق
شاخ گل میں جس طرح باد سحر گاہی کا نم

اپنے رازق کو نہ پہچانے تو محتاج ملوک
اور پہچانے تو ہیں تیرے گدا دارا و جم

دل کی آزادی شہنشاہی شکم سامان موت
فیصلہ تیرے ہی ہاتھوں میں ہے دل یا شکم

اے مسلمان اپنے دل سے پوچھ ملا سے نہ پوچھ
ہو گیا اللہ کے بندوں سے خالی کیوں حرم

شریف حسین شاہ کے والد ماجد محمد طیب شاہ صاحب ساکن پدھڑی ضلع جہلم اعلیٰ حضرت پیر سیال کے خلیفہ تھے۔ اعلیٰ حضرت کی شان میں ایک منقبت لکھی جس سے درج ذیل شعر بھی ہیں۔

گر آں شاہے شمس الدین بیاید در نظر مارا
فدائے پاک نعلینش نمائیم دین و دنیارا

نظم کردی بایں طرزے کہ گویا گوہر سفتی
نثارت چرغ اطلس میکند عقد ثریارا

جے لکھ حل جواہر ہوون صفت تیری وچ پامیں
قربان کراں اسمان تے تارے جان سیالاں تامیں

شریف حسین شاہ کے چچا مولوی محمد اکرم نے بھی درج ذیل اشعار بنائے۔

کلیم اللہ کہا موسیٰ نے میں ہوں | حبیب اللہ لقب ہے مصطفیٰ ﷺ کا
کلیم اللہ بصد منت و زاری ہوا | طالب دیدار لقا کا
حبیب اللہ کو واں حق نے بلایا | جہاں پر گزر ہے نہ ماسوا کا

اعلیٰ حضرت پیر سیال کے تین صاحبزادے تھے۔ حضرت خواجہ محمد الدین صاحب حضرت خواجہ فضل الدین صاحب اور حضرت خواجہ شجاع الدین صاحب تینوں کے متعلق شریف حسین شاہ صاحب کے والد ماجد سید محمد طیب شاہ صاحب نے درج ذیل اشعار لکھے ہیں۔

بخدمت ہر سہ صاحبزادگان اند | زقید ما سوا آزادگاں اند
نجوم الاہتداء ہر خاص و عام اند | دلم گوید کہ مصباح الظلام اند
مشو فارغ زمن احقر نوازا | چوں من بیچارگاں را چارا سازا
چہ سازم چارہ چندیں جدائی | بجائی خواجہ ما تو کجائی

مجاہد اعظم حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین قدس سرہ العزیز

فقیر راقم الحروف کو حضرت خواجہ فخر الدین صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے بتایا کہ آپ ایک دفعہ حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ جب ہندوستان سے جنگ شروع ہوئی تو میرے حضرت صاحب (ثالث غریب نواز) خواب میں مجھے گھوڑے پر ملے اور فرمایا ہم جہاد پر جا رہے ہیں، تم بھی مکمل تیاری کر کے آؤ، میں نے پوچھا غریب نواز پاکستان والے دین اسلام کی طرف توجہ ہی نہیں دیتے۔ ان کی طرف سے جہاد کیسے ہو سکتا ہے۔ جواب دیا کہ مسلمانوں کے سر چھپانے کی جگہ تو ہے۔

حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین صاحب کی تمام زندگی جہاد فی سبیل اللہ انگریز کے

خارق عادت امور کی اب بھی مسلمانوں کی امداد میں شریک جہاد ہوتے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ ۱۹۶۵ء کی جنگ میں اولیاء اللہ کی نصرت و مدد سے ہی پاکستانیوں کو فتح نصیب ہوئی جو تمام عالم میں کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اکثر فوجیوں سے سنا گیا ہے کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے بم اوپر سے آتے ہوئے اور دشمن کے گرائے ہوئے دیکھے جو غیبی ہاتھوں کے ذریعہ ہمارے سروں سے پہلے ہی ہٹا دیئے جاتے تھے۔ نیز غائبانہ امداد کی ایک مثال بطور مشت نمونہ از خروارے پیش کرتا ہوں۔

حافظ شیر محمد صاحب (فوجی) نمبر ۳۰۲۲۳۱۲۷۹۶ گوجرانوالہ آستانہ عالیہ سیال شریف حاضر ہوا۔ بتاریخ ۱۱ اپریل ۱۹۷۲ء بمطابق ۲۶ ربیع الاول ۱۳۹۲ھ اور کہا کہ ایک تیغ بند تعویذ کیلئے حاضر ہوا ہوں۔ اس سے آپ نے جنگ اور فوجیوں کی حالات دریافت کیے تو اس نے بتایا ۱۹۶۵ کی جنگ میں وہ بھی شامل تھا۔ مفصل حالات آپ نے استفسار فرمائے کہ یہ جو مشہور ہے کہ اس جنگ میں غائبانہ امداد ہوئی تھی واقعی صحیح ہے یا ویسے ہی بناوٹ ہے۔ جواباً اس نے بتایا کہ میں صرف اپنا واقعہ بیان کرتا ہوں۔ خود اندازہ لگالینا کہا ہم اس جنگ میں لاہور سیکٹر پر تھے، ہمارے تعداد پانچ سو تھی۔ انڈیا کی بمباری مت اس طرح ہوئی کہ ہمارے ساتھی ہوتے کم رہ گئے۔ خود ہماری حکومت نے بھی اعلان کر دیا کہ دشمن کی پانچ بٹالین فوج نے ہماری فوج پر کنٹرول کر لیا ہے۔ ہمیں بھی اپنے خاتمہ کا یقین ہو چلا تھا۔ صرف مورچوں میں موت کے منتظر تھے، دشمن کی پانچ بٹالین فوج ہم پر چھا چکی تھی تو ہمارے حوالدار نے جو خوشاب کے علاقہ کا تھا ہمیں للکار کر کہا مسلمانو! اسلام کی موت مرو، کتوں کی موت نہ مرو، بس اس کا یہ کہنا تھا کہ ہم نے یک آواز نعرہ تکبیر لگایا اور ساتھ ہی نعرہ حیدری لگا کر دشمن کا رخ کیا تو تمام کے تمام دشمن واپس دوڑے، ہم نے حیرانگی ظاہر کی تو دوبارہ حوالدار نے کہا اب ٹھہرو مت ورنہ ختم کر دیئے جاؤ گے پورے نو میل تک ہم نے دشمنوں کو بھگایا، ہمیں یقین تھا کہ محض غائبانہ امداد ہمارے شامل حال ہوئی ہے، جس نے ہمیں دلیر بنایا اور دشمنوں کو موت نظر آنے لگی۔ سبحان اللہ فرمان باری تعالی ہے

لا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین (بزدل نہ بنو اور غم زدہ بھی نہ ہو تم ہی غالب ہو اگر تم مومن ہو) کے ساتھ روشن ہے۔ فاعتبروا یاولی الابصار

حضرت ثالث رحمۃ اللہ علیہ کی غیرت اسلامی اس حد تک تھی کہ انگریز کو دیکھنا بھی پسند نہ فرماتے تھے۔ جنگ عظیم میں کفار نے مقامات مقدسہ یعنی بیت المقدس و بغداد اور دیگر مقامات عالیہ پر جو حملے کئے اور مسلمانوں پر طرح طرح کے مصائب ڈھائے اس موقع پر پیر سیال رحمۃ اللہ علیہ کے چند واقعات ملاحظہ ہوں۔

میرے حضور شیخ الاسلام (رحمۃ اللہ علیہ) مندرجہ ذیل واقعات بیان فرمارہے تھے کہ آپ کے چچا صاحبزادہ محمد سعد اللہ صاحب نے فرمایا مجھ سے سنئے۔ فرمایا اس وقت انگریز حکومت کا سب سے زیادہ دشمن جن کا انہیں ہر وقت رات دن خطرہ رہتا تھا وہ سجادہ نشین صاحب سیال کی ذات بابرکات (حضرت ثالث) کا وجود تھا۔ انگریز یہ بات نہ صرف زبانی کہتے بلکہ ان کی تحریریں اخباروں اور اشتہاروں میں بھی ہوتی تھی۔ اور سی، آئی، ڈی اتنی تھی کہ جب ثالث صاحب کا وصال ہوا (جمعہ کے دن بوقت جمعہ) تو اتفاقیہ نواب خدا بخش انگریز گورنر کے پاس گیا تو اس گورنر نے نواب صاحب کو بتایا کہ سجادہ نشین سیال شریف کا وصال ہو گیا ہے۔ نواب صاحب نے حیران ہو کر پوچھا کہ ابھی تک ہمیں نہیں معلوم ہوا تمہیں کیسے معلوم ہو گیا بلکہ یہ خبر ہم ماننے کو تیار بھی نہیں ہیں۔ اس نے کہا ابھی میرے پاس وائرلیس ہوئی ہے اس سے یہ یقین کرنا پڑتا ہے کہ ہر وقت دن رات سیال شریف میں انگریز کے جراثیم رہتے تھے جن کا سوائے دشمن کے کسی کو علم نہ تھا۔

ایک مرتبہ مسٹر جلکن ڈپٹی کمشنر نے راجہ کفایت علی تحصیلدار شاہ پور کو ضلع جھنگ سے سیال شریف میں بخدمت جناب سجادہ نشین بھیجا کہ کم از کم خاموش ہو کر بیٹھ جائیں اور ۱۲ مربع زمین رکھتے والی جو موضع سیال شریف کے قریب ہے لنگر شریف کے خرچ کیلئے منظور فرمالیں۔ آپ نے تحصیلدار کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا، پھر ڈانٹ کر کہا دفع ہو جاؤ تم ... ایمان کا سودا کرنے آئے ہو۔ ... ڈپٹی کمشنر کا خود حاضر ہونا اور ۲۰ مربع ...

فرمایا ایک دفعہ حضرت ثالث صاحب تونسہ شریف حاضری کیلئے جا رہے تھے راستہ میں ایک جگہ قیام فرمایا وہاں کیا آدمی کی [illegible] وغیرہ تھے آپ کے [illegible] ایک مولوی صاحب آپ کے ساتھ تھے ان کے دل میں غصہ آیا کہنے لگے ایک شیخ کامل ہو کر اپنے غلاموں کو غیر کے مال کھانے سے روکتے نہیں اتنے میں کھیت کا مالک آیا۔ بہت خوش ہوا اور عرض کی غریب نواز بڑا کرم فرمایا ہے ان سے بہتر تربوز دوسری طرف سے میں پیش کرتا ہوں اس نے اچھے اچھے تربوز چن کر پیش کردیئے۔ آپ اس مولوی صاحب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا مولوی صاحب او صدیقکم (قرآن مجید کی آیت پاک یاد دلائی جس سے احباب کا مال کھانا جائز ہے)۔ وہ آپ کا پیر بھائی ہوگا؟ یا غلام جس وجہ سے اسے بھی خوشی نصیب ہوئی۔ اور آپ نے بھی اپنا مال سمجھتے ہوئے استعمال فرمایا

(حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین صاحب) مندرجہ ذیل شعر اکثر پڑھا کرتے تھے جو حضرت ثانی رحمتہ اللہ علیہ کا ہے۔

ٹوپی میلی صابن تھوڑا بہہ بہہ کے توں دھو فقیرا

ہور دی نیواں ہو فقیرا ہور وی نیواں ہو فقیرا

(مندرجہ بالا پنجابی شعر حضرت خواجہ محمد الدین رحمتہ اللہ ثانی صاحب پڑھتے تھے)

مسہل لینے کا واقعہ:

فرمایا میرے حضرت غریب نواز (ثالث صاحب رحمتہ اللہ علیہ) نے املتاس کا جلاب تمام گھر والوں کیلئے بنوایا۔ مجھے حکم فرمایا اسے پی لے میں نے کہا بدذائقہ ہے کس طرح پیوں۔ انہوں نے فرمایا۔ تجھے ضرور پینا ہوگا۔ میں نے کہا بدذائقہ ہے۔ میں نے تمام کا تمام پی لیا۔ ایک جلاب بھی نہ آیا۔

(نوٹ: مؤلف: مندرجہ بالا واقعہ سے آپ کے جسمانی مزاج پر روحانیت کے غلبہ کا اظہار ہوتا ہے ورنہ چند افراد کیلئے مسہل دوائی اپنے اثر میں کفایت کرسکتی تھی)

[illegible] کی خواہش کرنا مگر آنجناب نے اسے ملنے سے انکار کردیا اور اس سے چلے جانے کو فرمایا [illegible] وفتی کی [illegible] محفوظ [illegible] فرمایا۔ [illegible] کی تمام [illegible] مجھے [illegible] جنگ عظیم میں جن لوگوں نے بھرتی ہو کر مسلمانوں سے مقابلہ کیا اور انگریزی حکومت کی خوشامد کرکے اسلام کے مخالف ہوئے تھے ان لوگوں کے نام انگریز نے بڑے بڑے پتھروں پر کندہ کرا کے بطور [illegible] کے نمبرداروں کے پاس بھیج دیئے تھے۔ انہوں نے ڈیروں پر نصب کرائے۔

سجادہ نشین صاحب موضع سیال شریف سے سرگی شریف لے گئے تو وہاں نمبردار کے ڈیرہ پر ایک پتھر لگا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا تم لوگوں کو شرم نہیں آتی اسلام کے دشمن انگریز کے ماتحت رہ کر ایسے پتھر فخر کی صورت میں تم نے رکھے ہوئے ہیں۔ آپ کے عبرتناک اور غیورانہ الفاظ سن کر انہوں نے پتھر سے تمام نام کریدیئے تو سرگی شریف کے غلام محمد عرف ٹڈتھا نمبردار نے اس کی مسل سرگودھا ڈپٹی کمشنر کو بھیج دی اور یہ لکھا کہ مولوی ظہور احمد (رحمتہ اللہ علیہ) نے سجادہ نشین صاحب سیال شریف کے کہنے پر یہ نام مٹادیئے ہیں۔ جب وہ مسل ڈپٹی کمشنر کے پاس پہنچی تو واپس کرالی گئی کیونکہ ان کی مخالفت کرنے کی طاقت نہ رہی۔ مخالف لوگوں کے منہ خاک آلود ہوئے اور خوب ذلیل و نادم ہوئے۔

نیز ٢ رجب المرجب ثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے عرس مبارک پر سجادہ نشین صاحب مرحوم نے ایک اعلان کتابچہ کی شکل میں چھپوا کر شائع کردیا تھا جس کا عنوان (اعلان واجب الاذعان) کے نام سے موسوم تھا۔ مضمون اس طرح کا تھا کہ کوئی مسلمان فوجی نوکری اور پولیس کی بھرتی میں انگریزی کی مدد نہ کرے خاص کر جو مسلمان آستانہ عالیہ سیال شریف سے تعلق رکھتے ہیں۔ انہیں آگاہ فرمایا کہ وہ استعفیٰ دے دیں ورنہ سیال شریف سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہوگا اور اتحاد بے کی تنبیہ فرمائی تاکہ غیر مسلم سے بالکل تعلقات منقطع کر کے انہیں کمزور کیا جائے اور وہ ذلیل و رسوا ہوں۔

حضرت مجاہد اعظم کا حافظہ

حافظہ کا ذکر چھڑا تو فرمایا کہ پیر سیال کا حافظہ کمال درجہ کا تھا۔ مولانا اجمیری صاحب گھوڑے کا گوشت حلال بتاتے تھے۔ پیر سیال نے فرمایا ممنوع ہے۔ مولوی صاحب نے عرض کیا کہ کسی کتاب میں اس کی حرمت یا ممانعت نہیں آئی، ہم ممنوع کیسے کہہ سکتے ہیں۔

آپ نے فرمایا شمس الائمہ سرخسی کی کتاب مبسوط کی فلاں جلد لاؤ۔ جب پیش کی گئی تو وہ عبارت سامنے نکال کر رکھ دی جہاں ممانعت کا ذکر تھا۔ فرمایا عرصہ ہوا ہے لیکن ایک مرتبہ یہ حوالہ میری نظر سے گزرا تھا[1] اور اب تک یاد ہے۔ حالانکہ مبسوط کی تیس جلدیں ہیں اور مطلوبہ جلد نکال کر سامنے رکھ دی۔ فرمایا مولوی احمد دین گھانگی والوں کے صاحبزادہ کی شادی پر جب میرے حضرت غریب نواز تشریف لے گئے تو اس وقت مولوی صاحب کا صرف ایک ہی کوٹھا (کمرہ) تھا جس میں رات کو حضور کو ٹھہرایا اور خود کچھ کانے وغیرہ کے گٹھوں کو آس پاس جمع کر کے درمیان میں بال بچوں کو رات بھر سلا دیا۔ سردی کی رات اس حال میں گزار دی صبح کو جب حضرت صاحب نے استفسار فرمایا مولوی صاحب تمہارے بال بچوں نے رات کہاں گزاری ہے تو عرض کی غریب نواز یہیں آپ کے پڑوس میں۔ دوبارہ پوچھا کہ اور مکان تو تھا نہیں، کہاں رات گزاری تو عرض کیا بال بچوں کے اردگرد کانوں کے گٹھے اکٹھے کر دیئے تھے چونکہ آپ نے مولوی صاحب کو نوازنا تھا اس لئے رات کو کچھ نہ فرمایا صبح ان کے زبانی سننے پر پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ یہ واقعہ ۱۹۲۶ء کا ہے کیونکہ حضرت صاحب غریب نواز نے سوال کے جواب میں فرمایا تھا کہ ۲۷ء آنے والا ہے۔ جب دوسرے تیسرے سال ہم تونسہ شریف عرس سے واپس آئے تو اس وقت مولوی صاحب مذکورہ کے پختہ

---

[1] المبسوط جلد ۱۱ ص ۲۳۴ میں ہے خالد بن الولید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھوڑے، خچر اور گدھے کے گوشت کھانے سے منع فرمایا اور مقدام بن معدیکرب سے بھی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم پر خچر گدھے اور گھوڑے کا گوشت حرام ہے۔

مکانات اعلیٰ پیمانہ پر تعمیرات کا مکمل محلّہ بن گیا تھا۔ یہ صرف خاموشی ہی میں میرے حضرت غریب نواز نے نظر کرم سے نوازا۔

پھر فرمایا ایک مرتبہ میرے حضرت کھانا تناول فرما رہے تھے، چاول پکے ہوئے سامنے تھے، ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا ''میکوں من عشق ڈاڈیو'' آپ نے حاضرین سے پوچھا یہ کیا کہتا ہے ایک نو وارد درویش نے عرض کیا کہ من عشق کا مانگتا ہے۔ آپ نے فرمایا من کس طرح برداشت کر سکتا ہے یہ ایک چاول تو برداشت کر کے دکھائے چنانچہ آپ نے ایک چاول دینے کو اٹھایا۔ اس نے منہ کھول دیا۔ آپ نے اس کے منہ میں ڈال دیا۔ وہ کھاتے ہی اٹھا اور دوڑتا ہوا کنوئیں کے کھاڈے (حوض) میں جا گرا۔ پانی میں پڑا رہا، جلن جلن کرتا رہا۔ بالآخر وہاں سے اٹھ کر واپس آ رہا تھا کہ کھجور کے درخت کے پاس آ کر گرا، جاں بحق ہو گیا۔ اچھی قسمت والا تھا عشق حقیقی ہی میں جان دی لیکن کمال تو اس کا تھا جو رکابی چاولوں کی کھا گیا اور حوصلے میں رہا۔ آفرین ہے اس کے حوصلہ کو۔

فرمایا ایک یہ واقعہ عبداللہ موچی نے مجھے سنایا تھا کہ میاں امام بخش بلوچ درویش حضرت صاحب کے پاس رہتا تھا، اس کی پنڈلی پر پھوڑا نکلا۔ پنڈلی بہت زیادہ خراب ہو گئی۔ اسے ساہیوال لے گئے، ڈاکٹر نے ساتھیوں کو کہا کہ اس کی پنڈلی کو چیرا دینا ہے (آپریشن کرنا ہے) مضبوطی سے پکڑو، اس نے کہا پکڑنے کی ضرورت نہیں جس وقت میں انگلی سے اشارہ کروں اس وقت چیرا دینا چنانچہ اپنے شیخ کا تصور میں مراقبہ کی صورت میں بیٹھ گیا اور انگلی سے اشارہ کر دیا تو ڈاکٹروں نے بہت زیادہ لمبا چوڑا زخم کر دیا خون پیپ وغیرہ سے اچھی طرح صاف کیا بعد میں دھو دیا اور مرہم پٹی لگا دی۔ کافی کام کرنے کے بعد کہا اب کام ہو گیا ہے۔ میاں امام بخش صاحب نے پوچھا کہ زخم وغیرہ خوب صاف ہو گیا، جواب دیا بالکل درست کر لیا ہے۔ اس وقت مراقبہ سے فارغ ہوئے۔ (سبحان اللہ)

فرمایا ایک شخص نہایت پریشانی کے عالم میں حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کیا غریب نواز میرے ریوڑ میں بھیڑیا داخل ہو گیا ہے۔ کرم فرمادیں آپ نے فرمایا جاؤ دیکھو امید ہے نقصان نہیں کرے گا۔ جب اس نے جا کر دیکھا تو

جس بھیڑ کو اس نے پکڑا تھا وہ بھیڑئے کے سامنے بیٹھ کر اسے دیکھ رہی تھی۔ چنانچہ اس شخص نے بھیڑئیے کے پاس جاکر بھیڑ کو پکڑ لیا۔

فرمایا احمد دین لانگری نے بتایا کہ ایک مائی زوجہ فتح محمد یہاں سیال شریف میں رہتی تھی اور حضرت صاحب کے حق پر سخت سست کہا کرتی تھی۔ میاں امام بخش صاحب جاکر اس کی حویلی والی دیوار پر چہرہ رکھ کر کہتے کہ سیال شریف کے لوگ پیارے ہیں لیکن اپنے مالک کا کتڑا جو ہوں بھونکنا تو ہے، یہ کہہ کر کتے کی طرح آواز نکال کرا وا کرتے، وہ گالیاں دیتی رہتی یہ اسی طرح آواز نکالتے رہتے۔ آکر وہ تنگ آکر رک جاتی تھی۔ حضرت صاحب کا اس مائی کے ساتھ معاملہ یہ تھا کہ ایک مٹھی رقم کی بھرپور کر کے اس مائی کے گھر تشریف لے جاتے وہ خاموش ہوکر بیٹھے بیٹھے استقبال کرتی، آپ فرماتے بہن کیا حال ہے، یہ فرما کر چارپائی پر بیٹھ جاتے، اٹھتے وقت وہ رقم وہیں رکھ دیتے، لوگ عرض کرتے غریب نواز آپ اس طرح کیوں کرتے ہیں وہ تو ناشائستہ الفاظ کہتی ہے، گالیاں دیتی ہے، آپ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے توفیق بخشی ہے اسی لئے میں یہ ضرور کرتا رہوں گا۔ خدا اسے ہدایت دیوے، کچھ کہتی پھرے جب آپ اس کے گھر سے باہر آتے تو وہ پھر گالیاں بکتی۔

شنیدم کہ مردان راہ خدا دل دشمنان ہم نکردند تنگ
ترا کے میسر شود ایں مقام کہ بادوستانت خلاف است و جنگ [1]

ولی اللہ کسے کہتے ہیں

فرمایا بعض لوگ پیروں کے لباس میں ہوتے ہیں۔ دراصل خود جاہل اور ناواقف لوگوں کو بھٹکاتے ہیں۔

ایک شخص بہت بزرگ مشہور تھا۔ لوگوں کی آمد ورفت اس کے ہاں کافی تھی۔ اتفاقاً

[1] میں نے سنا کہ اللہ تعالیٰ کے راستے کو اختیار کرنے والے مرد دشمنوں کا دل بھی تنگ نہیں کرتے۔ تجھے یہ مقام کب حاصل ہو سکے گا جبکہ تو اپنے دوستوں کی مخالفت اور ان سے جنگ کرتا ہے۔

اس کے ساتھ میری ملاقات ہوگئی۔ ویسے تو میں اپنے پیرو شیخ کے سوا کسی کے پاس جانا شرک فی الطریقت سمجھتا ہوں لیکن اتفاقیہ صورت میں اس سے ملا۔ وہ میری آمد سن کر خلاف معمول استقبالیہ صورت میں اوپر والے مکان سے اتر کر میری طرف آیا کیونکہ وہ کسی کیلئے اٹھتا نہیں تھا۔ ملاقات ہونے پر کہنے لگا بعض لوگ شریعت کو سختی سے پکڑتے ہیں حالانکہ اصل معاملہ قرآن مجید و حدیث پاک کے علاوہ ہے جو عوام کو معلوم نہیں۔ میں نے جواب دیا قرآن مجید و حدیث پاک کے سوا محض جہالت ہی ہے اور شریعت اقدس قرآن مجید اور حدیث پاک کا نام ہے اور انہیں میں پائی جاتی ہے۔

میں نے تیری شہرت سنی تھی لیکن تو نفسانی خواہشات کا شکار ہے۔ اس کے مرید میری ان باتوں کو سن کر منہ چڑھاتے رہے لیکن زبان سے کچھ نہ کہہ سکے، بغیر سلام کئے میں وہاں سے چلا آیا۔

۱۳ رجب ۱۳۹۱ھ فرمایا ولی اللہ کی چار صفتیں ہوتی ہیں:

۱۔ عشق الٰہی میں مستغرق ہونا۔ ۲۔ متبع شریعت ہونا۔
۳۔ کسی کے دل کو آزار نہ پہنچانا۔ ۴۔ دنیا سے نفرت کرنا۔

تصور شیخ

۲۰ جمادی الاولی بروز منگل بعد از نماز ظہر مسجد میں مندرجہ ذیل اشعار کے متعلق قبلہ حضرت شیخ الاسلام رحمتہ اللہ علیہ سے راقم الحروف نے دریافت کیا۔

چونکہ ذات پیر را کردی قبول، ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسول۔ آپ نے ارشاد فرمایا اس سے مراد تصور شیخ ہے اور اس کی کئی صورتیں ہیں۔

۱۔ پیر کا اپنے سامنے نماز پڑھتے ہوئے تصور رکھنا۔

۲۔ پیر کو اپنے سامنے بیٹھے (قبلہ رو) تصور کرنا اور اپنے آپ کو شیخ دائیں طرف اس کے پیچھے خیال رکھنا دایاں شانہ شیخ مرید کے سامنے ہو۔

۳۔ اپنے وجود کو ختم کر کے شیخ کا وجود ہی اپنے اوپر تصور میں جمالینا مثلاً مائی بانو کے متعلق واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ مائی بانو کا شوہر میاں احمد ساکن خوشاب سیال شریف میں رہتا تھا اور اکثر اوقات مائی بانو بھی یہاں آکر رہتی تھی۔ کسی نے مائی بانوں سے بطور خوش طبعی پوچھا تیرا خاوند تو یہاں رہتا ہے۔ تیری سردی کی راتیں کسی گزرتی ہوں گی؟ اس نے جواب دیا مجھے پیر سیاں نے ٹوپی دی ہوئی ہے۔ رات کو دروازہ بند کرتی ہوں، وہ ٹوپی سر پر رکھ لیتی ہوں اور تسبیح لے کر بیٹھ جاتی ہوں۔ اس وقت میں بانو نہیں ہوتی پیر سیال ہوتی ہوں اور اسی طرح تصور و ذکر اور فکر میں رات گزر جاتی ہے۔ صبح کو جب ٹوپی اتارتی ہوں تو وہی مائی بانو ہوتی ہوں۔

ملک غلام محمد عرف میاں غلام محمد نے پیر سیال کی خدمت میں عرض کیا غریب نواز اپنا تصور بخش دیں۔ آپ نے فرمایا ویسے اچھا رہے گا۔ دوبارہ عرض کی تو آپ نے فرمایا اچھا ہوجائے گا۔ چنانچہ جب باہر نکلا تو اپنے بازوؤں پر سفید بال معلوم ہوئے۔ داڑھی کو پکڑ کر دیکھا تو سفید تھی، یقین ہوگیا کہ شیخ کی صورت نصیب ہے لیکن پیشاب کا خیال آیا، گھبرایا کہ کیسے اس صورت وتصور کے ساتھ پیشاب کروں۔ واپس دوڑ کر حاضر ہوا، عرض کیا غریب نواز معاف فرمائیں یہ مجھ سے برداشت نہیں ہوسکتا۔ دیکھا تو پہلے کی طرح اپنے جسم کا پایا۔

فرمایا اطاعت شیخ سے اطاعت رسول اور اطاعت رسول سے اطاعت الٰہی والی سعادت نصیب ہوجائے گی۔ آخر میں بیان فرمایا کہ آگ تصور کرنے سے دماغ میں گرمی کا محسوس ہونا، اثرات کا پایا جانا، نیز غلامہ فخرالدین رازی نے لیموں کی مثال بیان فرمائی۔ لیموں نچوڑنے سے گلے میں اثر ہونا، منہ میں ترش ذائقہ اور پانی کا آنا وغیر۔

۹ ربیع الاول ۱۳۸۹ھ بشب دوشنبہ بعد نماز عشاء دارالعلوم کے جلسہ کے بعد آپ دفتر دارالعلوم میں تشریف فرما تھے کہ حضرت خواجہ بدرالدین صاحب نے استفسار کیا کہ کیا قبر میں اپنے پیر کی شکل دیکھائی دیتی ہے؟ فرمایا ہاں! شیخ کامل کی توجہ اپنے مرید پر قبر میں ہوتی ہے۔ محبوب دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کے متعلق پوچھا جاتا ہے تو مسلمان کی زبان پر اللہ کریم محمد رسول اللہ جاری فرمادیتے ہیں۔

فاسد خیالات کا قلع قمع

۹ ذوالحج ۲۳۹۰ھ بروز ہفتہ بعد نماز ظہر بندہ نے حضور غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ فاسد خیالات کا قلع قمع کرنے سبب کیا ہے۔ آپ نے فرمایا:

ہیچ نکشد نفس راجز ظل پیر دامن ایں نفس را سخت گیر

دوبارہ عرض کی سخت گیر کا کیا مطلب ہے۔ تو فرمایا شیخ کامل کا تصور، عرض کیا وہ کیسے حاصل ہوتا ہے۔ فرمایا یہ کسبی نہیں وہبی ہے جسے شیخ خود عطا فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فضل جس پر ہوجائے اسے نصیب ہوتا ہے۔

پیر مرید کا تعلق

ایک دفعہ آپ نے پیر ومرشد کا آپس میں تعلق بیان فرماتے ہوئے حضرت محبوب الٰہی اور حضرت امیر خسرو کا ذکر فرمایا کہ ان دونوں کے درمیان شاہاں مغلیہ کے شہزادوں کی قبریں ہیں۔ جب سلطنت مغلیہ کا زوال آیا اور اسی خاندان کے آخری بادشاہ بہادر شاہ ظفر نے اپنی سلطنت کے زوال کے آثار دیکھے تو حضرت کریم تونسوی صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو عرض کیا غریب نواز کرم فرمادیں، یہ ملک ہمارے ہاتھ میں ہی رہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مذکوران موصوف اولیاء اللہ جو پیر و مرید کی نسبت رکھتے ہیں ان کے درمیان سے دوسری قبروں کا حجاب دور کردے تو زوال نہیں آئے گا۔ اس نے عرض کی یہ تو نہیں ہوسکتا۔ میں اپنے باپ دادا کی ہڈیوں کو کیسے بے ٹھکانہ بناؤں۔ چنانچہ تقدیر الٰہی کے ماتحت خاندان مغلیہ کی حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔

آپ نے فرمایا جب میں دہلی میں جاکر دونوں مزاروں کی حاضری دی تو ایک دھاگا لے کر محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت امیر خسرو کی قبروں کے درمیان بطور تعلق ظاہری کے باندھ دیا اور عرض کی غریب نواز ظاہری تعلق جو اسباب ظاہری سے میرے

طاقت میں تھا قائم کردیا یہ محض میرے عقیدت اور تسکین قلبی تھی لیکن جب گھر واپس پہنچا تو انگریز یہاں سے نکل گئے۔ ملک غیر مسلموں کے ہاتھوں سے آزاد ہو گیا۔

بروز ہفتہ ۷ ربیع الاول ۱۳۸۹ھ صوفی فیض احمد جہلمی نے پوچھا غریب نواز شیخ جو وظیفہ خواب میں بتائے وہ صحیح ہوتا ہے یا نہیں؟ آپ نے فرمایا بالکل صحیح ہوتا ہے۔ پڑھنا چاہئے کیونکہ شیخ کامل محبوب دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظل (سایہ) کئے ہوتا ہے اور رحمت للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے: **ان الشیطان لا یتمثل بی** یعنی شیطان میری مثل نہیں بن سکتا۔

نفس کو مارنے کا ذریعہ
صرف تصور شیخ اور تصرف شیخ ہے

۷ ربیع الاول ۱۳۸۹ھ بروز ہفتہ بعد نماز ظہر آپ نے فرمایا کہ نفس نہ علم سے مرتا ہے نہ کسی اور ذریعہ سے بلکہ نفس کو مارنے کا ذریعہ صرف اور صرف تصرف شیخ اور تصور شیخ ہے۔ جس طرح مولانا فرماتے ہیں۔

ہیچ نکشند نفس راجز ظل پیر　　دامن ایں نفس کش را سخت گیر

اس کے بعد آپ نے مائی بانو اور ملک غلام محمد کنڈان کا واقعہ بیان فرمایا، آپ نے فرمایا یہ تصرف محض غوث اعظم ہی کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے بیان فرمایا کہ احمد شاہ میروی جو کہ میرے شریف میں زیادہ عرصہ رہے اور وہاں مجاہدہ کرتے رہے اسی لئے میروی مشہور ہیں، پیر سیال نے انہیں خلاف بھی عنایت فرمائی لیکن انہوں نے کسی کو بیعت نہ کیا۔ پیر سیال نے حکم دیا کہ شاہ صاحب فیض کو بند نہ کرو لیکن انہوں نے بیعت کسی کو نہ کیا، بالآخر ثانی صاحب انہیں فرماتے رہے اور بعد میں ثالث صاحب نے فرمایا کہ شاہ صاحب اپنے شیخ کا حکم مانو کیونکہ فرمان شیخ کو ترک کر رہے ہو۔ اسی وقت انہوں نے چار پانچ مرید کئے۔ شاہ صاحب نے ایک دفعہ میرہ شریف جانے کا عزم کیا حضور نے پوچھا شاہ صاحب

کس طرح جاؤ گے۔ انہوں نے جواب دیا پیدل، یہاں سے چل کر ساہیوال رات رہوں گا، پھر خوشاب رات گزار کر ریل پر سوار ہو جاؤں گا، میں (حضرت صاحب) نے کہا اگر میں ابھی ابھی خوشاب پہنچادوں تو میرے لئے دعا کرو گے؟ انہوں نے خوش ہو کر کہا کتنی مہربانی ہے۔ چنانچہ میں نے اپنے ڈرائیور کو کہا کہ شاہ صاحب کو خوشاب پہنچا آؤ، وہ موٹر پر اسی وقت پہنچا آیا۔ اب ارمان لگتا ہے کہ اگر سیدھا میرے شریف پہنچادیتا تو بہت ہی اچھا ہوتا۔ آپ نے فرمایا کہ طالب علمو! میرے پاس بیٹھ کر باتیں سنا کرو۔ باتوں سے فائدہ ہوتا ہے۔ تمہارے اسباق ضائع نہیں ہوں گے، یہ باتیں میں نے ان لوگوں سے سنی ہیں جنہوں نے خود پیر سیال سے سنی تھیں اور تمہارے لئے پیر سیال کی باتوں میں دو واسطے ہو جائیں گے۔ پھر آپ نے میاں غلام محمد کنڈان کی زبانی بیان فرمایا کہ اس نے کہا کہ جب پہلی دفعہ میں حاضر ہوا تو میں جنگل میں مویشی چرا رہا تھا، ایک شخص گزرا۔ میں نے پوچھا کہاں جانا ہے؟ اس نے جواب دیا سیال، تو میں نے چھڑی پھینک دی اور اس کے ساتھ ہو لیا۔ جب حاضر ہوا تو اسی مصلی کی جگہ، جو اب مسجد میں پختہ بن چکا ہے، آپ تشریف فرما تھے۔ اسی جگہ میں نے آپ کی بیعت کی۔ مجھے یقین ہو گیا کہ میں مدینہ منورہ میں بیٹھا ہوں اور خدا کی قسم میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات بابرکات سے بیعت کی۔ آپ نے فرمایا کہ پیر سیال نے مجھ پر دو مرتبہ کرم فرمایا۔ پہلی بار خواب میں زیارت نصیب ہوئی۔ اس حالت میں کہ میں آپ کے پاس توضیح تلویح پڑھ رہا ہوں۔ میں نے سوچا ان سے تو زیادہ فیض حاصل کرنا چاہیے۔ یہ کتاب تو دوسرے اساتذہ سے بھی پڑھی جا سکتی ہے، چنانچہ اسی خیال سے میں نے کتاب بند کردی۔ پیر سیال نے استفسار فرمایا کہ بند کیوں کردی۔ میں نے عرض کیا غریب نواز آپ زیادہ فیض بخشیں اور میں تونسہ شریف کی راہ میں مردوں، تو آپ نے دونوں ہاتھ اچھی طرح پھیلا کر مجھے گلے لگایا اور بہت دیر تک گلے لگائے رہے۔ اس وقت آپ کا قمیض نہیں تھا۔ دوسری مرتبہ بھی زیارت نصیب ہوئی تو ایک وظیفہ عنایت فرمایا اور اجازت فرمائی کہ یہ وظیفہ پڑھتا رہ۔ پیر سیال کی خادمہ مائی بانو قوم کی مصلن تھی۔ اسے بھی تصور شیخ نصیب تھا۔ ایک بار

دریا پر گئی۔ مہر علی صاحب ساکن گولڑہ صرف اپنے ہمراہیوں سمیت کشتی پر سوار ہو گئے اور ملاح کو اشارہ کیا کہ کشتی چلاؤ، مائی بانو نے کہا شاہ صاحب اپنے پیر بھائیوں کو سوار ہونے دو۔ انہوں نے پرواہ نہ کی۔ تسبیح پڑھ رہے تھے۔ ملاح کو لاپرواہی سے چلنے کا اشارہ کردیا۔

ملاح نے کشتی روانہ کردی۔ مائی بانو پھر بولی شاہ صاحب اپنے پیر بھائیوں کو لیتے جاؤ لیکن خیال تک نہ کیا، بالآخر جب کشتی تھوڑی دور گئی تو مائی بانو نے کہا باپ کا بیٹا ہے تو اب کشتی لے جا۔ اتنے میں کشتی بھنور میں گھومنے لگی۔ مجبوراً واپس لائے اسے سوار کیا اور دوبارہ لے چلے۔ یہ تو پیر سیال کی کا خادمہ کا حال تھا۔ اس سے پوچھا گیا تو رات کیسے گزارتی ہے؟ تو کہا تسبیح ہاتھ میں لے کر بیٹھتی ہوں، اس وقت سفید ریش مرد سیال ہوتا ہوں۔ سلطان محمود غزنوی نے جب ہندوستان فتح کیا، بتوں کو توڑا تو اس کے ایک سپاہی نے ایک ہندو کو بت کے سامنے بیٹھا ہوا پایا اسے تلوار ماری تو تلوار ٹوٹ گئی، اسے اثر نہ ہوا، بلکہ جس طرح لوہے یا پتھر پر پڑتی ہے ویسے تلوار کی آواز آئی۔ دوسری مرتبہ تلوار ماری تب بھی وہی حال دیکھا، فوج میں ایک درویش کامل تھا، اس نے بتایا یہ آدمی بت کے تصور میں بیٹھا ہے اور بت بن چکا ہے۔ تصور کا اتنا اثر ہوتا ہے کہ جس کا تصور ہو وہی تصور کنندہ خود بن جاتا ہے۔ مولانا میر ماہی صاحب سرکی والوں کو پیر پٹھان خواب میں ملے، وہ رونے لگ گئے۔ پیر پٹھان نے کہا اب تو میں تمہارے پاس آ گیا ہوں۔ رونے کی کیا ضرورت ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہاں؟ تو فرمایا سیالاں وچ صبح کو تیاری کی اور سیال شریف چل دیئے۔ راستہ میں ایک آئے تو مولانا سلطان محمود صاحب ناڑے والے بھی سامان باندھ رہے تھے۔ انہیں خواب بیان کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ خدا کی قسم مجھے بھی یہی خواب آیا ہے اور تیاری کر رہا ہوں، چنانچہ پیر سیال کی خدمت میں حاضری دی۔ آخری عمر میں پیر سیال غریب نواز بالکل اپنے شیخ کے ہم شکل ہو گئے تھے۔ مولانا خیر محمد ٹکوڑے والے کی بیعت بھی پیر پٹھان کے ساتھ تھی۔ ان کے غلام تھے، بعد میں وہ بھی یہاں آئے تھے، پیر سیال اس وقت سوئے ہوئے تھے۔ انہوں نے پیر سیال کو دیکھا کہا مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے یہ پیر پٹھان ہے۔

ایک مرتبہ اللہ بخش صاحب رحمتہ اللہ علیہ جلوہ فرما تھے اور پیر سیال نے وہاں تونسہ شریف حاضری دی۔ ابھی پیر سیال تالاب پر وضو فرما رہے تھے کہ ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور حضور غریب نواز خواجہ اللہ بخش صاحب کی خدمت میں عرض کی۔ غریب نواز اعلیٰ حضرت پیر پٹھان تالاب پر وضو فرما رہے ہیں، آپ نے فرمایا وہ ساہیوال والے مولوی صاحب ہوں گے (پیر سیال)۔

شیخ کامل اپنے مریدوں کو گناہ سے محفوظ رکھتا ہے

۲۱ صفر المظفر ۱۳۹۰ھ بروز سہ شنبہ ڈاکٹر تنخیر احمد صاحب کے استفسار پر آپ نے بیعت کا ثبوت اور اقسام بتائیں جن کا ذکر صفحات اولیٰ میں کیا گیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ شیخ کامل اپنے مرید کو گناہ سے محفوظ رکھتا ہے۔ گناہوں سے محفوظ رکھنے کی کئی ایک مثالیں بیان فرمائیں مثلاً مولانا محمد امین صاحب ٹکوچی رحمتہ اللہ علیہ نے خود مجھے واقعہ سنایا کہ ایک موقعہ (غالباً عرس) پر حضور پیر سیال کے مرید حاضر ہوئے تو قاضی صاحب کی پیشانی پکڑ کر ان کے چہرہ کو اپنی طرف متوجہ کیا اور عجیب انداز میں نگاہ فرمائی کہ قاضی صاحب نے ندامت کے حالت میں سر نیچے کر لیا۔ مولوی محمد امین صاحب نے بعد میں قاضی صاحب سے وجہ دریافت کی، قاضی صاحب پہلے تو ٹال مٹول کرتے رہے، بالآخر مولوی صاحب کے اصرار پر بتایا کہ ایک واقعہ کی طرف آپ نے متوجہ فرما کر تنبیہہ فرمائی ہے اور وہ یہ ہے کہ قبل ازیں میں اس بات کا منکر تھا کہ شیخ کامل اپنے مرید کو ہر جگہ دیکھتا ہے بلکہ میں کہتا تھا کہ جب مرید پاس ہو تو شیخ کامل اس کے حالات سے واقف ہوتا ہے ورنہ نہیں اور محمد شاہ صاحب کہتے تھے کہ اگرچہ مرید مشرق یا مغرب میں کسی گوشہ ارض پر ہو شیخ کامل اس کے حالات سے واقف ہوتا ہے۔ اسی بحث مباحثہ میں ایک بار شہر دہلی میں شاہ صاحب نے مجھے ایک روپیہ دیا اور کہا کہ کسی فاحشہ عورت کے پاس جا کر اس کے عوض نفسانی خواہش کا اظہار کر۔ ہمارے شیخ کامل ہیں تجھے گناہ سے روک لیں گے چنانچہ جب میں فاحشہ عورت

کے پاس گیا اور چارپائی پر بیٹھا اور بدفعلی کا ارادہ کیا تو میرے گال پر زور سے تھپڑ رسید ہوا، فوراً ہی [illegible] ہوا، ارادہ ملتوی ہو گیا، وہاں سے بھاگا، لہٰذا اب آپ نے اسی واقعہ کی طرف دھیان دلایا ہے اور فرمایا ہے کہ بہادر زادہ تھا تو قابو رہتا، پنجابی الفاظ یوں ہیں (جنیں دا پتر ہامیں تے قابو رہنا) پھر قاضی صاحب نے کہا اگر اعتبار نہ آئے تو اب بھی میرے رخسار کو دیکھ لے آپ کی انگلیوں کے نشانات موجود ہیں اور مولوی صاحب نے فرمایا کہ میں نے قاضی صاحب کے گال پر تھپڑ کے نشانات دیکھے۔ طمانچہ کا نشان بخوبی جما ہوا تھا۔ پیر سیال کا ایک خادم (جو کہ پرلے درجے کا بدکار، چور، زانی تھا) اس نے ایک موقع پر پیر سیال کی خدمت میں چند آدمیوں کو آتے دیکھا، پہلے وہ خود زائرین، مریدین کو یہاں حاضر ہونے سے روکتا تھا، اس نے خود بیان کیا کہ مجھے خیال آیا کہ ایک مرتبہ میں بھی جا کر دیکھوں۔ چنانچہ حاضری دیتے ہی دل نے چاہا بیعت کر لوں، بیعت لینے کے بعد غریب نواز نے فرمایا کہ بدکاریوں کو چھوڑ دے۔ آپ کے فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ مرید کے پہلے حالات کو بھی شیخ کامل بوقت بیعت جان لیتا ہے۔ بہرکیف میں نے عرض کی عادت پرانی ہو چکی ہے۔ بری عادتیں نہیں چھوٹ سکتیں۔ آپ نے فرمایا کہ میرے سامنے تو بدکاری نہیں کرے گا؟ کان پکڑ کر توبہ کہہ کر عرض کی غریب نواز آپ کے سامنے کس طرح بدکاری ہو سکتی ہے؟ واپس گھر آیا، تسبیح پکڑ کر مسجد میں بیٹھ گیا، دن رات ذکر میں مشغول رہا اور نماز بھی باقاعدہ شروع کر دی۔ ایک دن مسجد ہی میں بیٹھا تھا کہ جس عورت سے میرے برے تعلقات تھے اس نے باہر سے آواز دے کر بلایا۔ فقیر ادھر آنا، آواز سنتے ہی شیطانیت غالب آئی، صوفی پن جاتا رہا، اس کے پاس آ کر وقت مقرر کا وعدہ لے لیا۔ اس نے کہا فلاں وقت میرا خاوند موجود نہیں ہوگا۔ میرے گھر ہی چلے آنا۔ اس کا گھر شہر سے باہر جنگل میں تھا۔ خس و خاشاک کا چھپر تھا۔ جب میں وقت مقرر پر گیا تو دور سے دیکھا کہ چراغ روشن ہے، سناٹا چھایا ہوا ہے، جب باہر سے جا کر جھانکا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اندر حضور پیر سیال غریب نواز مصلے پر بیٹھے تسبیح کے دانے پھیر رہے ہیں۔ دیکھتے ہی نادم ہوا اور فوراً بے ہوش ہو کر الٹا گرا۔ اس دن سے میں نے سیال

شریف حاضر ہونا چھوڑ دیا کس منہ سے پیش ہوں گا۔ ایک دفعہ ایک پیر بھائی سے پیر سیال کے حالات اور آپ کے اولاد امجاد اور دیگر خانوادہ کے حالات دریافت کئے۔ اس نے مجھے کہا اگر تو اتنا محب ہے تو خود حاضر کیوں نہیں ہوتا۔ جبکہ صرف پندرہ بیس میل کا فاصلہ ہے۔ تو میں نے اسے تمام ماجرا کہہ سنایا۔

اسی طرح پیر پٹھان کا ایک غلام رات کو بدکاری کی نیت سے نکلا تو سامنے بہت بڑی خار دار باڑ آ گئی، بڑی مشکل سے پھاند کر پار ہوا تو دوسری دفعہ پھر کانٹے دار تار نمودار ہوئی۔ اسے بھی چلانگ مار کر کانٹے چبھتے ہوئے پار کیا۔ جب آگے بڑھا تو ایک اور باڑ کانٹوں کی سامنے پائی۔ علیٰ ہذا القیاس ساری رات کانٹوں سے گزرتا اور ادھر ادھر پھرتا رہا، صبح ہوئی تو حضور غریب نواز پیر پٹھان کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا تو آپ نے نام لے کر فرمایا اب حیا کر تیں کب تک تیرے کانٹے ساتھ کھاتا پھرتا رہوں گا۔ اس فرمان سے بھی ظاہر ہے کہ شیخ کامل مرید کے ساتھ ہوتا ہے۔ فرمایا کہ امیر قریشی ٹبہ قائم دین والا اکثر اوقات پیر سیال کے غلاموں کو کہتا تھا کہ جو نذرانے اس کے پاس رکھے جاتے ہیں انہیں کیا معلوم کہ کھوٹے ہوتے ہیں یا کھرے میں ایک کھوٹا روپیہ پیش کرنے کی خاطر لایا تو آپ نے نذر برداروں سے فرمایا خیال کرنا قریشی صاحب کھوٹے روپے دیتے ہیں۔

۶ ربیع الاول شریف ۱۳۹۲ ہجری جمعرات مسجد میں بیٹھ کر حافظ اللہ بخش صاحب نائب مدرس مدرسۃ الحفاظ کو آپ نے فرمایا کہ میری طرف سے معظم دین صاحب کی مزاج پرسی کر آؤ۔ انہیں بولنا کہ علالت کی وجہ سے میں خود نہیں آ سکتا۔ جب حافظ صاحب مزاج پرسی کر کے واپس آئے اور خیریت کی خبر دی تو آپ نے فرمایا کہ میرے غریب نواز فرمایا کرتے تھے مرید کئی قسم کے ہوتے ہیں، ایک تو مثل تیر کے ہوتا ہے، حکم ملتے ہی تیر کی مانند دوڑ گیا اور پھر واپسی کیلئے دوسرا آدمی بھیجنا پڑا جو اسے لایا۔ ایک مرید کا نام صاحب ہوتا ہے اسے جب حکم ملا تو اس نے دوسرے آدمی کو بھیج دیا۔ خود صاحب بنا رہا۔ تیسرا اکلی، جو حکم دیا ہی کام کیا دوسرے کام کا خیال نہ کیا اور کہا صرف یہی کام بتایا تھا وہی کیا ہے۔

چوتھا جوگی حکم سنتے ہی عذر بنانے لگ گیا کہ یہ کام تو فلاں وجہ سے نہیں ہوسکتا فلاں آدمی اس طرف گیا ہوگا، وہاں جانے کی ضرورت نہیں، وغیرہ وغیرہ۔ ایک مرید لدنگھ ہوتا ہے، پیر کے پیچھے پیچھے پھرتا رہا ہے۔ کوئی کام نہیں کرتا، محض نشان قدم پر چلتا ہے۔ ہر قسم کے مریدوں میں ان میں سے کوئی نہ کوئی عادت موجود ہوتی ہے۔ بالآخر فرمایا اصل مرید وہ ہوتا ہے جس کو شیخ نے فرمایا، اٹھ چلیں تو فوراً اٹھ کھڑا ہو، یہ نہ پوچھے کہ کدھر چلیں، جو مرید اتنا بھی پوچھے کہ کہاں جانا ہے تو اسے ساتھ نہ لے جاؤ۔ بندہ نے عرض کیا کہ حدیث شریف میں عقل پیدا کرنے اور اسے بارگاہ رب العزت کے خطاب کرنے کا جو بیان ہے کہ بعد از تخلیق اسے اللہ مجدہ الکریم نے فرمایا "اقبل" تو وہ متوجہ ہوئی۔ اور فرمایا "ادبر" تو پیٹھ پھیر دی۔ کیا یہی عادت اصل مرید میں ہونی چاہئے؟ آپ نے فرمایا عقل ہی تو بڑی نعمت ہے۔ عقلمند آدمی اولیاء اللہ جیسے کام کر دکھاتا ہے۔ چنانچہ ایک حکیم کے متعلق کہتے ہیں کہ کسی ولی اللہ کے پاس پہنچا۔ جس نے دو تین مرتبہ دیوار کو حکم دیا روانہ ہو، تو وہ چل پڑی، حکیم نے کہا یہ کونسا کمال ہے۔ یہ تو میں بھی کرلوں گا۔ لوگوں نے کہا کر کے دکھا۔ چنانچہ وہ بھی دیوار پر بیٹھا اور اس ولی اللہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ کیا اب یہ دیوار چلے تو انہوں نے فرمایا ہاں چلے، ان کے کہنے پر دوڑ پڑی۔ لوگ حیران ہوگئے اور بولے ولی اللہ کی خصوصیت تو نہ رہی، اتنا پرہیز گار یہ حکیم نہیں ہے جس نے اس متقی اور پرہیز گار جیسا کام کر کے دیکھایا۔ آخر کار حکیم سے وجہ پوچھی گئی تو اس نے بتایا کہ دیوار کا چلنا میرے حکم سے نہیں بلکہ اسی ولی اللہ کی زبان سے جو الفاظ میرے دریافت کرنے پر نکلے ان کی اطاعت تھی۔ آپ نے فرمایا حکماء نے بڑے بڑے کام کر رکھے ہیں۔ امام فخر الدین رازی، امام غزالی، حکمت کے امام ہوئے ہیں۔ حضرت امام غزالی کا مرتبہ تو بہت ہی اونچا تھا، ان کے وصال کے بعد کسی آدمی نے ارسطو کی روح سے دریافت کیا کہ افلاطون کے مقابلہ میں امام غزالی کا کیا مقام تھا تو بتایا میرا استاد افلاطون امام غزالی کی خاک کو بھی نہیں پہنچا۔ حالانکہ جس جس حکیم کے متعلق سوال کیا جاتا تھا اس کا جواب ہوتا تھا کہ یہ تو میرے استاد افلاطون کی خاک کو بھی نہیں پہنچا اور افلاطون بڑا اشراقی تھا۔ ہزار ہزار

میل دور بیٹھے شاگردوں کو ان کے سوال کا جواب دے دیتا تھا۔

فرمایا مولانا محمد امین گلوٹی میرے تصوف کے استاد تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ افلاطون ابھی تک فوت نہیں ہوا بلکہ حبس دم کا عامل تھا۔ اب بھی حبس دم کی صورت میں قبر میں بیٹھا تھا۔ بندے نے پوچھا کہ افلاطون ہدایت یافتہ تھا؟ تو فرمایا نہیں۔ اس کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جو مخلوق پیدا کرنی ہو پہلے اس کا ڈھانچہ تیار فرمایا ہے۔ بعد میں اسے پیدا فرماتا ہے۔ اس کے سوا پیدا نہیں فرما سکتا حالانکہ یہ عقیدہ رب العزت کی شان کے سراسر خلاف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تخلیق میں کسی چیز کا محتاج نہیں۔ وہ تو کن کے لفظ سے جو چاہے بنا سکتا ہے۔

اذا اراد شیئا ان یَّقُوْل لَہٗ کُنْ فیکُوْن جب کسی چیز کا ارادہ فرمائے تو اسے کن کہتا ہے، پس وہ ہو جاتی ہے۔

۱۰ جمادی الآخر ۱۳۹۲ھ بروز شنبہ بعد نماز ظہر صاحبزادہ رب نواز صاحب نے حضور غریب نواز سے دریافت فرمایا کہ شیطانی وساوس سے بچنے کا کیا طریقہ ہے، آپ نے جواب دیا بہت مشکل ہے۔ حضرت رومی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ شیخ کامل ہی بچا سکتا ہے۔

ہیچ نہ کشد نفس را جز ظل پیر دامن ایں نفس کش را سخت گیر

فرمایا میرے حضرت پر گروڑ شریف والوں کے مرید نے اعتراض کیا کہ چشتیہ نماز میں تصور شیخ کرتے ہیں حالانکہ ذات باری تعالیٰ کی بارگاہ میں غیر کا خیال اور تصور حرام ہے اور تم لوگ کہتے ہو کہ اپنے شیخ کو امام سمجھ کر تصور کی حالت میں نماز ادا کرنا بہتر ہے تو آپ نے فرمایا ایک بار ہمیں اس کے جواب میں تقریر فرماتے ہوئے میرے حضرت نے یوں سمجھایا کہ پہلا مقدمہ تو یہ ہے کہ حکماء کے نزدیک تصور دو قسم کا ہے۔

ا۔ وجود ذہنی میں تصور عین وجود خارجی ہوتا ہے یعنی جو اثرات وجود خارجی میں مرتب ہوں وہی ذہن میں آئیں، مثلاً آگ کا تصور کرنے سے گرمی کا محسوس ہونا اور دوسرے بعینہ آگ کا پایا جانا حتی کہ جو اثر خارج میں مرتب ہو وہی ذہن میں ہو جائے۔ یہ مذہب متکلمین کا ہے۔ (امام فخر الدین رازی)۔

۲۔ وجود ذہنی میں تصور عین موجود نہ ہو بلکہ اس کا شبہ ہوتا ہے۔بعض کا یہ مذہب ہے اور حکماء کی اکثریت پہلے پر ہے۔دوسرا مقدمہ حدیث پاک میں ہے۔اللہ والا وہ ہوتا ہے جس کے پاس بیٹھنے سے اللہ تعالیٰ یاد آئے۔یہ صحاح کی حدیث ہے اور تصور شیخ کسبی نہیں وہبی ہے۔خود شیخ عطا فرمائے تو ہوسکتا ہے ورنہ ناممکن ہے۔تصور شیخ کا ثبوت حدیث پاک سے ہے۔الحدیث یااباھریرۃ زرنی غباتزدحبا یہ روایت بھی دوطرح کی ہے۔ایک مذکورہ اور دوسری مغارب کی سند ہے۔مجھے قاضی اندلس نے بتایا تھا''یا اباھریرہ زرغبا تزدحبا غبایا مبنی علی الفاعل ہے یامبنی علی المفعول ،مبنی علی المفعول میں عبارت یوں ہوگی۔زرنی حال کونک غائبا اور بصور دیگر زرنی حال کونی غائباعنک۔

حضرت ابو ہریرہ اصحاب صفہ میں سے ہیں جو ہر نماز باجماعت حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ ادا فرماتے تھے۔اب ان کے غائب ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔لہٰذا جو لوگ غائب معنی لیتے ہیں صحابہ کے معمول کے خلاف ہے اور ''غبا'' بمعنی تصور جائز ہے۔ غبا کا ایک معنی یہ بھی ہے ''بعض یوم'' پھر ایک دفعہ بندہ نے پوچھا حدیث ''زُرْنِیْ غِبّاً تَزْدُحُبًّا'' میں جو دوسرے سند ''زرغبا'' ہے اس کا کیا مطلب ہے۔آپ نے فرمایا اس میں یائے ضمیر متکلم بمعہ نون وقایہ کی ''نی'' محذوف ہے اور مقدر سمجھ کر وہی معنی لیا جاتا ہے اور اگر محذوف ومقدر نہ بھی سمجھیں تو پھر حکم عام ہوگا کہ ہر مرید اپنے شیخ کا تصور کرے گا اور یہ تمام کیلئے مفید ہے۔یہ سند مغارب کی ہے۔قاضی اندلس قاضی مراکش مجھے ملا تھا۔اس نے بتایا مغربی اسناد میں زر کے ساتھ ''نی'' نہیں آیا۔دوبارہ عرض کیا، پھر تو ہر مرید پر تصور شیخ لازم ہوگیا۔ فرمایا درست ہے۔بندہ نے پھر پوچھا کہ ہر مرید کوشش کرے فرمایا کوشش سے حاصل نہیں ہوتا۔جب تک خود شیخ کرم نہ فرمائے۔عرض کی کیا شیخ زبانی اجازت فرمائے تو فرمایا ضروری نہیں ویسے بھی کرم کردیتے ہیں اور یہ تصور شیخ بہت بلند اور اعلیٰ مقام ہے۔اگر نصیب ہوجائے۔ایک دفعہ آپ نے من یھدی اللہ فھوالمھتد ومن یضلل فلن تجد لہ مرشدا کی تشریح بیان فرماتے ہوئے بتایا (جس کی تفصیل پہلے بیان ہوگئی ہے) کہ اس

فرمان میں ایک نہایت نفیس اور عمدہ اشارہ ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو بے مرشد ہے وہ گمراہ ہوتا ہے۔مرید وہ ہوتا ہے جو مرشد کی اطاعت ہی کرتا رہے۔مرشد کی گفتار وکردار کا نہ خلاف کرے نہ انکار بلکہ اس کے مخالف وہم تک نہ لائے اور مرشد اپنے مرید کو ہدایت اور راہ رشد پر چلانے والا ہو۔مرید کو مرشد سے یہ نسبت ہے کہ یار کی یاری سے ہوکاری سے نہیں۔اس کے بعد آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے قصے (جن کا ذکر پہلے گزرا ہے) کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ اس تمام گفتگو سے ظاہر اور ثابت ہے کہ مرید اپنے شیخ کی تقلید اور اتباع کرتا رہے بالفرض کوئی ظاہراً خلاف امر دیکھے تو خاموش رہے یہاں تک کہ اس کی اصلیت کھل جائے۔

ہرچہ گیرد علتی علت شود　　　کفر گیرد ملتی ملت شود

بہرحال مرید کو اپنے شیخ کی اطاعت لازم ہے کیونکہ مرید ناواقف ہوتا ہے بعض اوقات اولیاء کرام اپنی نماز بیت اللہ شریف جاکر پڑھتے ہیں لیکن بظاہر مریدوں کے پاس ہوتے ہیں۔انہیں معلوم نہیں ہوتا حضرت شیخ الاسلام رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک دفعہ میں سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ کے مزار میں گیا۔کسی قسم کی تواضع ظاہر نہ کی۔صرف فاتحہ شریف بخش کر واپس باہر آگیا اور چوکھٹ بوسی بھی محض اس لئے نہ کی کہ تواضع وانکساری اپنے مشائخ عظام کی حاضری میں کرنا بہتر ہے،رات کو وہیں رہا۔خواب میں دیکھا سلطان العارفین مرحوم کے مزار پر انوار میں میرے حضرت قبلہ والد صاحب رحمتہ اللہ علیہ تشریف فرما ہیں، صبح کو اس نیت سے حاضری دے کر تواضع اور خاک بوسی کا اظہار کیا کہ اپنے حضرت کی قدم بوسی کرر ہا ہوں۔

فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ فیض جہاں سے بھی حاصل ہو وہ اپنے پیر ومرشد کی مرضی سے ملتا ہے۔بلکہ خود شیخ ہی دیتا ہے۔اگر بیت اللہ شریف میں بھی جاکر فیض حاصل کرے گا تو اپنے پیر کے طفیل ملے گا۔یہ واسطہ بارگاہ رب العزت میں ایسا ہی ہے کہ میں جہاں بھی حاضری دیتا ہوں یہ دعا مانگتا ہوں کہ میرا پیر مجھ پر راضی ہوجائے۔

لوح محفوظ ہست پیش اولیاء

۵ ذیقعد ۱۳۸۸ ھ فرمایا محمد عارف پاولی کا گزر بادشاہ وقت کے گھر سے ہوتا اور اسے سلام کر کے گزرتا تھا۔ایک دن اپنی رعیت اور ماتحت لوگوں میں وہ بادشاہ صاحب بیٹھا تھا۔ایک فقیر لنگوٹی پہنے ہوئے (دوسرا بدن ننگا تھا) آیا اور صاف الفاظ میں کہا کہ بادشاہ صاحب مجھ سے اپنی لڑکی کی شادی کر دیجئے۔اس نے سمجھا بے وقوف ہے، پرواہ نہ کی۔ دوبارہ پھر فقیر نے کہا مجھے جواب دو میں تجھ سے لڑکی کا بیاہ مانگتا ہوں،لوگوں نے سن کر مارنے کا ارادہ کیا تو بادشاہ نے روکا اور کہا کہ یہ بے عقل ہے، کچھ نہ کہو تو فقیر نے پھر فرمایا کہ میں عقلمند ہوں اور تجھ سے لڑکی کا نکاح طلب کر رہا ہوں۔اگر یقین نہیں آتا تو لوح محفوظ پر دیکھ کیا میرے ساتھ تیری لڑکی کا وہاں نکاح نہیں لکھا ہوا؟۔ جب اس نے دیکھا تو واقعی لکھا ہوا تھا۔شرم کے مارے چہرہ نیچے کرلیا۔نہایت ہی غمزدہ پریشانی کے عالم میں محمد عارف پاولی کے پاس گیا،وہ پکڑا بنا رہا تھا،اسے غمزدہ دیکھ کر پوچھا کیا وجہ ہے نہایت ہی پریشان ہو، بادشاہ نے تمام ماجرا کہہ سنایا محمد عارف پاولی نے کہا صرف یہی بات ہے یعنی یہ معمولی بات ہے۔نلی اٹھائی، نچوڑ کر کپڑے پر پھیری اور کہا لے یہ ہم نے مٹا دیا ہے۔اب فقیر کو کہو کہ لوح محفوظ سے دکھائے کہاں لکھا ہوا ہے۔جب واپس جا کر فقیر کو کہا تو فقیر صاحب نے فرمایا اب تو محمد عارف پاولی نے مٹا دیا ہے۔ایسے ہی اللہ والوں کو یہ طاقت ہوتی ہے اور پوشیدہ رکھتے ہیں۔ یہ محمد عارف غوث بہاول حق ملتانی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حاشیہ نشینوں سے تھا اور وطن جھنگ (کھیوہ) تھا اور وہ بادشاہ ملتان میں تھا۔اس کے بعد یہ شعر پڑھا۔

بادہ نوشیدن ومست نگشتن سہل است　　　چوں بدولت برسی مست نگردی مردی

شراب پی کر مست نہ ہونا آسان ہے لیکن جب تو دولت یعنی عشق حقیقی میں منزل مقصود پر پہنچ جائے اور ہوش وحواس قائم رہیں تو مرد ہے (یہ کمال ہے)۔

اولیاء کرام کو اپنا وقت وصال معلوم ہوتا ہے

فرمایا انبیاء علیہم السلام تو درکنار اولیاء اللہ کو بھی اپنی موت کا علم اور وقت وصال معلوم ہوتا ہے۔حضرت ثانی صاحب پیر سیال رحمتہ اللہ علیہ بیمار ہوئے۔اتنے بیمار ہوئے کہ تمام غلام اور اہل خاندان گھبرا گئے۔ایک غلام آپ کا بہاول بخش [1] قصاب ہوتا تھا، وہ جلال پور شریف گیا،اس وقت (حیدرعلی) حیدرشاہ صاحب جلال پوری مصلیٰ پر بیٹھے تھے، جاتے ہی مصلیٰ پر گر پڑا اور کہنے لگا تجھے پیر سیال رحمتہ اللہ علیہ نے بہت نوازا ہے اور آج ثانی صاحب مرض شدید میں مبتلا ہیں، دعا کرو تا کہ اللہ تعالیٰ کرم فرمائے۔حیدرشاہ صاحب کھڑے ہو گئے، اپنی بائیں طرف سیال شریف کی جانب چند قدم چلے،دوسری بار پھر چند قدم اسی طرف چل کر مصلیٰ پر پہنچتے ہی فرمایا کہ میری عمر سے دو سال باقی تھے جو میں نے اپنے پیر کو نذرانہ دے دیئے ہیں، جب بہاول بخش قصاب واپس سیال شریف پہنچا تو ثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ شفایاب ہو گئے اور حیدرشاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو اسی وقت بخار آیا اور تیسرے روز ان کا وصال ہو گیا۔سبحان اللہ اولیاء کرام کی کیا شان اور کتنا اختیار ہے،اپنی عمر سے دوسرے کو دے دینا ابنیاء کرام کی سنت ہے۔ملاحظہ ہو مشکوۃ شریف باب الایمان بالقدر کہ آدم علیہ السلام نے اپنی عمر چالیس سال حضرت داؤد علیہ السلام کو دے دیئے اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا ارشاد برحق ہے جو آپ نے فرمایا علماء امتی کابنیاء بنی اسرائیل اور اصل علماء تو اولیاء ہی ہیں۔

---

[1] بہاول بخش قصاب بھیرہ کا باشندہ تھا جس کی اولاد آج بھی سیال شریف موجود ہیں۔الحاج رحمت اللہ الحاج عنایت اللہ الحاج محمد عبداللہ الحاج درویش صاحب مدنی تو کافی عرصہ سے مدینہ شریف ہی میں مقیم ہیں جن کا نام ہدایت اللہ ہے۔

مزارات پر چراغ جلانا خوشبو چھڑکنا باعث ثواب ہے

فرمایا پہلے میں مزارات پر روشنی کرنے چراغ جلانے کو بھی ناجائز کہتا تھا بلکہ روضہ شریک کے درباری صاحب کو روضہ شریف کے اندر چراغ جلانے سے میں جا کر روک دیتا تھا۔وہ نہ مانتا چراغ چلا کر باہر نکلتا تو چراغ بجھ جاتا۔یہ صورت دیکھ کر میں زیادہ سختی سے اسے روکنے لگا۔حتیٰ کہ میرے حضرت صاحب قبلہ والد ماجد رحمتہ اللہ علیہ کو درباری صاحب نے عرض کردی کہ محمد قمرالدین مجھے روضہ شریف میں چراغ جلانے سے منع کرتا ہے۔میرے حضرت غریب نواز نے مجھے فرمایا کہ جو ممانعت قبروں پر روشنی کرنے کی وارد ہے وہ یہود و نصاریٰ اور بے دین لوگوں کی قبروں پر روشنی کرنے کیلئے ہے۔اولیاء اللہ کے مزارات پر روشنی کرنا باعث برکت ہے۔ان کیلئے ممانعت نہیں ہے۔محدثین کرام وفقہاء کرام نے اس کا جواز صراحتاً لکھا ہے۔شامی میں خصوصاً اس کا ذکر ہے کہ اولیاء کرام کے مزارات پر چراغ جلانا جائز و مستحب ہے۔فرمایا مزارات کو چومنا صحابہ کرام کی سنت ہے۔مستدرک حاکم ص ۵۱۵ جلد۲، بدرالدین عینی ص ۶۰۷، ج ۴، مسند امام احمد ص ۴۲۲ ج ۵، پر تصریحاً روایات موجود ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار پر انور کو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بوسہ دیتے تھے، راقم الحروف کو حکم دیا کہ مذکورہ کتابیں کتب خانہ سے نکال کر لاؤ۔جب کتابیں لائیں گئیں تو مستدرک حاکم کا صفحہ ۵۱۵ نکالنے کا حکم دیا اور فرمایا وہاں نے سے دیکھو اور مجھ سے زبانی سنو!

مندرجہ ذیل حدیث پاک زبانی پڑھ کر اس کا ترجمہ فرمایا۔اس وقت نام نہاد تبلیغی جماعت کے تقریباً پچیس تیس آدمی موجود تھے جو حیران رہ گئے۔ان میں سے ایک بوڑھا سفید ریش آدمی تو انگلی سے اشارہ بھی کرتا اور واہ واہ کہتا رہا۔ان لوگوں پر بہت اثر ہوا۔

حدیث پاک یہ ہے : حدثنا ابو العباس محمد بن یعقوب ثنا العباس بن محمد بن حاتم الدری ثنا ابو عامر عبدالملک بن عمر العقدی ثنا کثیر بن زید عن دواؤد بن ابی صالح قَالَ اَقْبَلَ مَرْوَانُ یَوْمًا فَوَجَدَ رَجُلًا وَاضِعًا وَجْهَهُ عَلَی الْقَبْرِ فَاَخَذَ بِرَقَبَةٍ

وَقَالَ اَتَدْرِیْ مَاتَصْنَعُ قَالَ نَعَمْ فَاَقْبَلَ عَلَیْهِ فَاِذَاهُوَ اَبُوْاَیُّوب الْاَنْصَارِیْ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فَقَالَ جِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وَلَمْ آتِ الْحَجَرَ سَمِعْتُ رسولَ اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یقول لَاتَبْکُوا عَلَی الدِّیْن اِذَاوَلِیَهُ اَهْلُهٗ ولٰکن ابْکُوْا عَلَیْهِ اِذَا وَلِیَهُ غَیْرُ اَهْلِهٖ ہذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ۔(مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۱۵)۔

اس حدیث پاک سے صاف ظاہر ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین محبت سے مزار بوسی کرتے تھے۔اس سے روکنے والے کو حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے نااہل فرمایا اور محبوب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد اطہر بھی مروان کو سنا کر اسے نااہل اور دین سے بے بہرہ اور ناواقف فرمایا بلکہ مزار بوسی سے روکنے کی وجہ سے کیونکہ دین پر رونا اور افسوس ظاہر کرنا فرمایا۔تو مزار بوسی سے روکنے والے نالائق اور بے دین ثابت ہوئے۔

لاتبکوا علی الدین اذاولیہ اہلہ ولکن ابکوا علیہ اذاولیہ غیر اہلہ۔

نااہل حاکم بننے سے دین اسلام پر رونے کا مطلب یہی ہے کہ نااہل حاکم اپنی مسلمان رعیت کو دین پر عمل کرنے سے روکے گا جیسا کہ مروان نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو روکا۔

باادب بانصیب

عظمت سادات اور خواجہ غلام فرید (رحمتہ اللہ علیہ)

فرمایا خلوص ہو تو خواجہ غلام فرید صاحب کوٹ مٹھن والوں جیسا کہ ان کو کسی صاحب نے ایک بہترین واعلیٰ قسم کی گھڑی لندن سے لاکر بطور نذرانہ پیش کی۔اس گھڑی پر بہت سے آلہ جات لگے ہوئے تھے۔بارش معلوم کرنے کا آلہ، آندھی کا آلہ، سمت معلوم کرنے کا، مختلف ممالک کے اوقات سمجھنے کا، زلزلہ کی خبر دینے کا، اس وقت اس گھڑی کی قیمت پچیس تیس ہزار روپیہ تھی۔ایک سید صاحب نے کہا یہ گھڑی آپ مجھے دے دیں، انہوں

نے فوراً ہی پیش کردی۔ جب سید صاحب گھڑی لے کر تشریف لے گئے تو کسی نے عرض کیا غریب نواز یہ بہت بڑا خزانہ تھا بلکہ نہ صرف خزانہ بلکہ بے شمار منافع وفوائد کا ذریعہ تھا۔ لندن سے منگوائی ہوئی دوبارہ اس طرح نایاب چیز ہاتھ نہیں لگتی۔ آپ نے اسے سو روپیہ یا ہزار روپیہ پیش کردینا تھا، یہ نہ دیتے۔ نامعلوم سید بھی ہے یا نہیں، انہوں نے فرمایا میں نے سید کے نام کا نذرانہ دیا ہے، سید کی ذات کو نذرانہ پیش کرنے کی مجھے طاقت کہاں ہے۔ سبحان اللہ یہ لوگ تھے۔ ھارب الی اللہ (اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگنے والے)۔

کار درویش مستمند برار   کہ ترا نیز کارہا باشد ۱؎

۱۲ صفر المظفر ۱۳۸۹ھ فرمایا کہ غازی الدین نظام الملک نظام حیدر آباد دکن حضور غریب نواز خواجہ نظام الدین اورنگ آبادی رحمتہ اللہ علیہ کا غلام تھا۔ بہت غریب آدمی تھا۔ ایک دفعہ آپ گوشت تناول فرمارہے تھے یہ موجود تھا۔ آپ نے ہڈی فارغ کرکے پھینکی تو یہ اس طرف بیٹھا تھا۔ اس نے اٹھا کر ہڈی کو بوسہ دیا، آنکھوں پر لگائی اور اپنے پاس رکھ لی۔ بہت عرصہ تک وہ ہڈی بطور تبرک اس کے خاندان میں موجود رہی۔ گویا وہ ہڈی حکومت حیدر آباد دکن تھی جو اس وسیلہ سے اسے میسر آئی۔ ایک بار حضور خواجہ نظام الدین صاحب کی طرف سے پیغام پہنچا کہ کسی کام کیلئے اخراجات کی ضرورت ہے، اس نے اپنی مہر بھیج دی کہ جب کسی چیز کی ضرورت پڑے لکھ کر یہ مہر لگا دیا کریں اور وہ چیز منگوالیا کریں۔ یہ مہر دروازہ پر لٹکی رہے، چنانچہ آپ کے دروازہ پر ایک سال مہر لٹکتی رہی اور کوئی لاکھ چاہتا یا ہزاروں کی ضرورت ہوتی تو مہر لگا کا خزانہ سے رقم منگوالی جاتی۔ سال کے بعد آپ نے فرمایا اب دروازہ سے مہر اتار دو۔ یہ بھی امتحان تھا، جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا آمنا وھم لایفتنون اس امتحان میں نظام الملک کامیاب ہوا بلکہ بڑے مرتبہ والا بنا۔

فرمایا ایک بار محمد شاہ رنگیلا نے خواب دیکھا کہ حضور غریب نواز محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہے، آپ کھانا تناول فرمارہے ہیں اور آپ کے پاس بہت سے آدمی روٹیاں کھا رہے ہیں۔ آپ نے ان روٹیوں سے ایک تل کا دانہ اسے دیا۔ صبح کو اس نے

۱؎ درویش محتاج کا کام پورا کر کیونکہ تجھے بھی کئی کام درپیش ہوں گے۔

وہ خواب مائی صاحبہ کو بیان کیا۔ مائی صاحب نے فرمایا تجھے ہندوستان کی حکومت اس تل کے ذریعے عطا فرمادی ہے اور کتنی خوش قسمت وہ مائیں ہوں گی جن کے بیٹے روٹیاں کھا رہے تھے۔ ان کیلئے تو یہ معمولی بات ہوتی تھی۔ ایسے فرمایا کرتے حکومت ترا بدیگرے بخشیم۔

فرمایا آج کل مدینہ منورہ میں حاضری دینے والوں کو نجدی تعظیم نہیں کرنے دیتے۔ لہٰذا بندہ جائے ولنگڑا ہو جائے اور من مانی تعظیمات کرے۔ زمین پر گھستا پھرے۔

آستانہ عالیہ اجمیر شریف کے سجادہ نشین صاحب کے صاحبزادہ صاحب بھی تشریف فرماتھے۔ ان کے فرمانے پر آپ نے منشی محمد نواز کو بلایا اور موئے مبارک سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کیلئے روضہ شریف میں حاضر ہوئے۔ جب تمام حضرات اندر تشریف لے گئے تو ان کے بعد دارالعلوم سے حاضر شدہ اساتذہ کرام مولانا عزیز احمد صاحب، مولانا محمد عبداللہ صاحب، مولوی حبیب اللہ صاحب و دیگر ماسٹر صاحبان وزائرین کو بھی حاضری نصیب ہوئی۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے موئے مبارک کی زیارت کرلینے کا شکرانہ پیرزادہ صاحبان نے بعد میں ادا فرمایا تو میرے حضرت شیخ الاسلام غریب نواز نے جواباً عرض کیا کہ ہمیں بھی آپ کے طفیل حاضری نصیب ہوئی۔ پھر پیرزادہ صاحب نے پوچھا کہ یہ نعمت کہاں سے میسر ہوئی جواباً فرمایا کہ کراچی میں ایک سید صاحب ہیں ۱؎ یہ موئے مبارک انہوں نے عطا فرمایا۔ ان سے کسی صاحب نے یہ پہلے طلب کیا لیکن انہوں نے میرا نام لے کر کہا کہ موجود سجادہ نشین سیال شریف والے ہی اس کے حاصل کرنے کے مستحق ہیں۔ جب ہمیں معلوم ہوا تو ماہ رمضان المبارک میں فوراً کراچی حاضری دی اور دامن پھیلا کر یہ نعمت عظمیٰ حاصل کرکے لایا۔ اس کی پہلی برکت ہم نے یہ دیکھی کہ ہم بارش سے محروم تھے سخت گرمی تھی۔ جب موئے مبارک کو باہر مسجد کے صحن میں لائے تو بادل آگئے، زور کی بارش ہوئی۔

۱؎ یہ موئے مبارک کراچی سے محترم جناب سید ابوالحسن شاہ منظور ہمدانی مدظلہ نے جو کراچی میں مقیم ہیں بطور تحفہ دیا تھا۔ بڑے اہتمام کے ساتھ آپ وہاں سے لائے۔ شاہ صاحب وہاں انجمن قمر الاسلام سلیمانیہ کے بانی ناظم اعلیٰ ہیں آپ پیر سیال کے خلفاء سے بھی ہیں۔ کافی عرصہ سے اسلامی روحانی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

حضرت بشر حافی رحمتہ اللہ علیہ کا ادب

۲۸ محرم الحرام بروز ہفتہ ۱۳۸۵ھ بعد از نماز عصر ریکارڈ میں بند شدہ کسی قاری صاحب کا رکوع بذریعہ سپیکر آپ نے استماع فرمایا اور بعد میں مندرجہ ذیل حدیث پاک بیان فرمائی۔

یاتی علی الناس زمان یکون حدیثھم فی مساجدھم فی امر دنیاھم فلا تجالسوھم لیس للہ فیھم حاجة

ترجمہ: یعنی لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اپنی مساجد میں دنیا کی باتیں کریں گے۔ تم ان کے ساتھ مل کر نہ بیٹھنا۔ ان میں رضا الٰہی کی کوئی حاجت نہیں اور اللہ کو ان کی کوئی ضرورت نہیں۔

بعد میں حضرت بشر حافی رحمتہ اللہ علیہ کا واقعہ بھی سنایا کہ بغداد شریف کے بازار میں گرا ہوا ایک کاغذ پایا جس پر بسم اللہ شریف لکھی ہوئی تھی۔ اسے محفوظ رکھا اور بعد میں بغداد شریف میں تمام عمر جوتا نہ پہنا۔ اسی لئے آپ کو حافی (ننگے پاؤں والا) کہا جاتا ہے۔ جب آپ نے جوتا اتار دیا تو جانوروں نے شہر کی گلیوں میں لید وروث وگوبر کرنا چھوڑ دیا حتیٰ کہ ایک روز کسی مجذوب نے بازار میں لید پڑی ہوئی دیکھی تو رو پڑے۔ جب ان سے رونے کا سبب دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ آج حضرت بشر حافی رحمتہ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا ہے کیونکہ ان کی زندگی میں بازاروں میں ان ہی کے احترام کی خاطر جانور پیشاب ولید وغیرہ نہیں کرتے تھے۔ آج بازار میں اس گوبر کا پایا جانا ان کی رحلت کا ثبوت ہے۔ چنانچہ بعد میں معلوم ہوا کہ مجذوب صاحب نے بالکل درست فرمایا ہے۔

نسبی نسبت کا فیضان

فرمایا: اہالیان محبت اولیاء کرام ہی ہوتے ہیں۔ بزرگان عظام و اولیائے کرام کی اولاد امجاد اگر شریعت اقدس کی خلاف ورزی نہ کرے تو آخرت میں اللہ تعالیٰ ان کے آباء اجداد

کے ساتھ مراتب ومقامات مومن اولاد کو بھی عطا فرمائے گا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

والذین آمنوا واتبعتھم ذریتھم بایمان الحقنابھم ذریتھم وماالتنھم من عملھم من شیئی

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی اتباع کی تو ہم ان کی اولاد کو ان سے ملا دیں گے اور ان کے اعمال سے کوئی چیز کم نہ کریں گے۔

عشق حقیقی اور عشق مجازی کا بیان

۱۸ رجب المرجب ۱۳۸۹ھ بروز چہار شنبہ بعد از نماز ظہر راقم الحروف کو بنگلہ شریف میں قدم بوسی نصیب ہوئی۔ آپ نے اپنے چچازاد بھائی خواجہ معظم دین صاحب کو متوجہ کر کے فرمایا حج کے موقع پر ایک حاجی صاحب دہلی کے مجھے ملے جو حضرت خواجہ کلیم اللہ جہاں آبادی رحمتہ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ وہ مندرجہ ذیل شعر پڑھتے اور انہیں اس پر وجد ہو جاتا تھا۔

اے نمک پاش تجھے اپنی ملاحت کی قسم   لطف تو تب ہے کہ ہر زخم نمک دان ہو جاتے

ساتھ ہی فرمایا کسی اور نے بھی خوب کہا ہے:

اے زاغ چوں بمریم بخوری تمام گوشت   دو چشم را گزار کہ بینم جمال دوست

اور اس سے زیادہ فصیح ایک اور محب نے کہا ہے:

کاگا چن چن چھیڑیو میرے سارے تن کا ماس   دو نین کو نہ کھائیو موہے پیا ملن کی آس

اس شعر کی وضاحت یوں ہے کہ اس میں آخری وقت موت کا ذکر ہے اور پہلے شعر میں چوں بمیرم کے لفظ کی نسبت زیادہ عمدگی اور فصاحت کا اظہار ہے۔ علاوہ ازیں مندرجہ ذیل قطعہ ایک اور موقع پر آپ نے فرمایا تو تحریر کر لیا گیا۔

روزے ہزار ساعت وساعت ہزار سال   اقبال در پنا ہے تو بدا ہزار سال
سالے ہزار ماہ ومہے صد ہزار روز   روزے ہزار ساعت وساعت ہزار سال

۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۱ھ بروز چہار شنبہ قبلہ وکعبہ حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے فرمان کے موجب بندہ نے آپ کے مکان پر شہر سرگودھا حاضری دی۔ قدم بوسی کے بعد

عرض کیا آپ کی تاریخ پیدائش کیا ہے۔ تو فرمایا گرمی کا موسم تھا ۱۹۰۶ء ماہ جمادی الاولیٰ کا شاید پہلا ہفتہ تھا۔ موافق ۱۳۲۴ھ میرے حضرت صاحب تونسہ شریف میں حضرت خواجہ کریم تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کے عرس پر تشریف لے گئے تھے اور وہاں تونسہ شریف ہی میں انہیں مبارک باد پیش کی گئی۔ جب آپ واپس تشریف لائے تو فرمایا میرے بچے کا پنگھوڑا میرے پاس لاؤ۔ آپ نے چادر بھگو کر اوپر رکھی تا کہ گرم لو سے بچاؤ ہو۔ جب خوشی کی مبارک باد دینے والے آنے لگیں تو اس موقع پر نٹ بھی آئے ثانی صاحب نے فرمایا یہاں علماء آئیں گے برا محسوس کریں گے، لہٰذا تم لوگ یارے پاولی کے گھر سرس کے درخت کے سایہ میں چلو اپنا کام دکھاؤ بناؤ میں بھی آ جاؤں گا۔ چنانچہ وہاں نٹوں نے اپنا کام شروع کیا۔ ایک نٹ نے دوسرے کو کہا پیر کی تعریف سناؤ اس نے یہ شعر پڑھا:

مرشد رتی نور دی میرے من وچ برس رہی   جاگ لگی دودھ جمیا میں کیتا رب سہی

دوسرے نے کہا:

مرشد چھٹی لونڑ دی مرے اتے آپئی   ادے ہلایاں ہلے ناہیں وچے بیڑی بڈ گئی

اس دوسرے شعر پر ثانی صاحب کو وجد آیا۔ پھر مولانا محمد ذاکر صاحب بگوی رحمتہ اللہ علیہ آئے انہیں بھی اس دوسرے شعر پر وجد آ گیا۔ جب مولانا کی کیفیت وجد دور ہوئی تو یہاں محمد عبداللہ صاحب (میرے چچا جی) بیٹھے تھے۔ انہوں نے استفسار فرمایا کہ پہلے شعر پر وجد آنا چاہئے تھا اس کے بجائے دوسرے شعر پر کیوں آیا کیونکہ اس میں نور کا ذکر تھا اور قلب پر نور کی بارش کا ہونا بیان کیا گیا اور دوسرے شعر میں یہ بیان نہیں۔ مولانا نے جواب دیا دوسرے شعر میں عشق کا وزن بیان کیا گیا ہے کہ مرشد کا عشق نمک کی چھٹی کی طرح وزنی ہے جو اوپر آ پڑنے سے انسان کو ادھر ادھر حرکت نہیں کرنے دیتا اور نفسیات وتکبر کو فنا کر دیتا ہے۔ حضور غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا پہلا تو شرک ہے کیونکہ اول تو نور کی رتی کہنا حقارت ہے اور جاگ لگی میں کیتا رب سہی یہ الفاظ تو سراسر شرک ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک شخص نے اپنے مرید کو وظیفہ بتایا کہ دریا کے کنارے بیٹھ کر رات کو کرنا پہلی رات دوران وظیفہ ایک تھیلی رقم کی اس کے سامنے آ پڑی اس نے بارگاہ رب

العزت میں عرض کی کہ خدایا میں نے دنیا کیلئے تو وظیفہ شروع نہیں کیا محض تیری ذات کی محبت ہے۔ یہ کہہ کر چھڑی سے اس تھیلی کو دریا میں ڈال دیا۔ دوسرے روز دوگنا رقم والی تھیلی آ پڑی۔ [۱] اسے بھی یہ کہہ کر دریا میں ڈال دیا کہ اے اللہ تیرا عشق ہے اگر دنیا کی محبت ہوتی تو کوئی کسب اختیار کر لیتا۔ مجھے تو اپنی ذات سے آشنا کر دے۔ علیٰ ہذا القیاس تیسری رات کو سہ گنا رقم سے بھرپور تھیلی آ پڑی، اسے بھی مذکورہ شوق و ذوق ظاہر کر کے دریا میں پھینک دیا، بالآخر ایک رات دریا کی دوسری جانب سے ایک حسین لڑکی آ کر اس شخص کے سامنے بیٹھ گئی۔ دونوں میں محبت اور عشق کی لہر دوڑی۔ روزانہ اسی وقت وہ لڑکی دریا پار سے آتی اور اس شخص کے سامنے بیٹھی رہتی۔ اس طرح ایک دوسرے کو دیکھتے دیکھتے بالآخر جدا ہو جاتے۔ ایک رات اس کے شیخ نے خیال کیا کہ مرید کا پتہ کروں۔ رات کہاں جاتا ہے اور کیا کرتا ہے؟ چنانچہ اس کے پیچھے ہو لیا۔ جب وہ اپنی جگہ پر جا بیٹھا تو شیخ صاحب نے پوشیدہ ہو کر معائنہ شروع کیا۔ لڑکی آ کر اس کے سامنے بیٹھ گئی۔ ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔ کافی وقت دیدار کرنے کے بعد لڑکی واپس چلی گئی اور یہ بھی اٹھ کر اپنا راستہ چل دیا۔ اس کا پیر بھی خفیہ طور پر اس کے تعاقب میں رہا بالآخر وہ ایک گھر میں داخل ہوا۔ وہ گھر بھی شیخ صاحب کا مرید گھرانہ تھا۔ یہ بھی وہیں پہنچ گئے۔ دریافت کیا کہاں گیا تھا اور کیا کام کیا۔ مرید نے ٹال مٹول کیا تو شیخ نے خود بتایا کہ تو فلاں جگہ سے ہوتا ہوا فلاں جگہ پہنچا وہاں بیٹھ گیا، ایک حسین لڑکی تیرے سامنے آ کر بیٹھ گئی۔ اتنا وقت تم دونوں ایک دوسرے کو روبرو بیٹھے رہے۔ پھر دونوں کے بعد دیگرے اپنے اپنے راستہ پر واپس ہو گئے۔ فلاں فلاں مقام راستہ کے ذریعہ تو اس مکان میں پہنچا ہے۔ یہ سن کر اس نے اعتراف کیا اور آہ نکال کر پیچھے گر کر مر گیا۔ چونکہ اس کا عشق حقیقی تھا اور حقیقی عشق کا ذرہ بھر اظہار بھی عاشق کیلئے ایٹم بم ہوتا ہے اس لئے ملک عدم روانہ ہوا۔ جب صبح اس کا جنازہ پڑھ کر گورستان میں دفن کر کے لوگ واپس ہوئے تو دیکھا دریا کی دوسری جانب سے ایک کشتی آ رہی ہے۔ بڑی تیزی سے کشتی والے دریا عبور کر کے اترے اور آواز دی کہ ٹھہرو جنازہ پڑھا کر جانا۔

چنانچہ یہ ٹھہر گئے، ایک عورت کا جنازہ پیش ہوا، مل کر پڑھا گیا۔ تمام گورستان میں

۱ دراصل وہ شخص وظیفہ کرنے والے کا مرید تھا۔

اس کی قبر کیلئے جگہ نہ ملی۔ آخر کار اس شخص کی قبر کے بالکل متصل ہی عورت کی قبر کیلئے جگہ میسر ہوئی۔ وہاں دفن کی گئی۔ عورت کا جنازہ لانے والوں سے دریافت کیا گیا یہ کون ہے؟ تو ان لوگوں نے بتایا یہ کنواری لڑکی اپنی والدہ کے پاس بہت سی عورتوں میں بیٹھی تھی اچانک کھڑی ہوگئی (یہ وقت اس آدمی کی فوتیدگی والا بتایا) والدہ کو کہا اماں جان میری علیحدہ بات سنیں۔ والدہ نے کہا تجھے علیحدہ بات کرنے کی کیا ضرورت ہے اور کیوں کرتی ہے لیکن وہ لڑکی نہایت بے قراری میں آکر کہنے لگی ضرورت ہے اور علیحدہ والدہ نے کہا اگر کوئی بد فعلی یا روسیاہی کی بات ہے تو ان عورتوں کے سامنے ہی بتادے ورنہ اس کا شبہ زیادہ ہوگا۔ جب والدہ نے ایک نہ مانی تو آخر کار پریشان ہوکر کہا کہ جلدی کریں مجھے اپنی سنگت سے رہنے نہ دینا یہ کہہ کر گری اور روح پرواز کرگئی۔ یہ درحقیقت وہی عاشقہ لڑکی تھی جو اپنے دوست کی موت سے باخبر ہوکر قبر میں ساتھ گئی ہے۔ ان کا عشق حقیقی تھا دنیا میں اگر کوئی لذت والی چیز ہے تو یہی ہے اس کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔

درخرمن کائنات چوں گردیم نگاہ　　　یک دانہ محبت دید باقی ہمہ کاہ

۳ رجب ۱۳۹۲ھ بروز دوشنبہ فرمایا قیس نے لیلیٰ کی ایک سہیلی رکھی ہوئی تھی جو راستہ پر بیٹھتی اور لیلیٰ کی خبریں اور خطوط وغیرہ پہنچاتی۔ اس کا نام شفیقہ تھا۔ لیلیٰ نام وہاں کے لوگ اپنے بچوں اور پیاری اشیاء کا رکھا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی نے یہ نام لے کر اپنے بچے کو بلایا جو قیس کے کانوں پر پڑا تو قیس نے کہا:

نادی باسم لیلیٰ اسخن اللہ عینہ　　　ولیلیٰ فی ارض الشام بارض قفرٖ

یقولون لیلیٰ بعراق حریفة　　　و انیٰ علی کل حرض بالعراق شفیق

یا ظبیات کاہ قلن لنا　　　لیلای منکن ام لیلای من البشر

آپ نے فرمایا مختصر معانی اور مطول میں یہ شعر مثال کے طور پر لایا گیا ہے کہ بعض اوقات شعراء اپنے کلام میں عشق کا اندازہ ظاہر کرتے ہیں کہ جہاں ضمائر کا استعمال کرنا ہو وہاں بجائے ضمیروں کے محبوب کا نام تکرار کے ساتھ محض محبت وعشق کی وجہ سے دہراتے ہیں لہٰذا اس شعر میں بھی لیلیٰ کے لفظ کا تکرار محض عشق کی وجہ سے قیس نے کیا۔ اگر دوسری جگہ

بجائے لیلیٰ کے ضمیر مئونث لاتا تو جائز تھا۔

فرمایا: نجد کے علاقہ کا تمام عشق اللہ تعالیٰ نے قیس کو دے دیا، باقی نجد خشک رہ گیا۔ فرمایا ایک مرتبہ ایک مقام جس کا نام بحوع ہے وہاں مزاحم (لیلیٰ کا دادا) اور ملوح (قیس کا والد) دونوں بھائی گئے ہوئے تھے۔ تو قیس کو بھائی ملوح نے کہا کہ اپنے چچا کے گھر جاکر کچھ زیت (زیتون) لا اس کے وہاں جاکر زیت مانگا تو لیلیٰ کی والدہ اور مزاحم کی بیوی نے لیلیٰ سے کہا اندر مشک لٹکی ہوئی ہے اور اس سے زیت نکال کر قیس کو دے، جب اندر لیلیٰ نے مشک کا دہانہ کھولا اور قیس سے برتن لے کر اس کے نیچے رکھا تو ان دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھنا شروع کردیا اور وہ برتن زیت سے بھر کر زیت نیچے گرتا رہا یہاں تک کہ فرش تیل سے لت پت ہوگیا۔ ان دونوں کو اس کی خبر تک نہ تھی۔ صرف ایک دوسرے کی طرف دیکھتے دیکھتے کھڑے رہے۔ بالآخر لیلیٰ کی والدہ نے خیال کیا کہ اتنی دیر کیوں لگائی ہے۔ جب اندر داخل ہوئی اور زیت کا حال نیز دونوں کا نظارہ دیکھا تو لیلیٰ کو پیچھے سے جاکر دونوں ہاتھ زور سے مارے، وہ اچانک چونک پڑی۔ جس طرح کوئی نیند سے جاگتا ہے۔ اسے عشق ومحبت کی مستی میں کچھ بھی معلوم نہ تھا کہ کس حال میں ہوں، والدہ کے ہاتھ مارنے سے گویا بیدار ہوئی۔ اس کی ماں نے مزاحم کو کہا ان دونوں کا تو یہ حال ہے مزاحم نے غصہ میں آکر کہہ دیا کہ قیس کو ہمارے گھر نہ آنے دینا اور لیلیٰ کو اس سے پردہ کراؤ، قیس نے جاتے جاتے اپنے چچا مزاحم کی باتیں سن کر یہ شعر پڑھا۔

ان تمنعوا لیلی وتحموا بلادھا　　　ولن تمنعوا علیَّ القوافیا [1]

آخر کار ان کے عشق کی شہر ہوگئی تو خاندان والوں نے کہا کہ لیلیٰ قیس کی چچا زاد بہن ہے اگر مزاحم اپنے بھتیجے کو یہ لڑکی دے دیوے تو کیا حرج ہے۔ اس نے اور کہاں بھیجنی ہے۔ چنانچہ بہت سے افراد مل کر مزاحم کے پاس آئے اور اسے مجبور کیا کہ اپنے بھتیجے کو لیلیٰ سے نکاح کرکے دے دے کیونکہ ان دونوں کی حالت پوشیدہ نہیں ہے اور اس حال میں ان کا رہنا نامناسب ہے۔ اس نے کہا اگر یہ صورت نہ ہوتی تو میں نکاح (شادی) کردیتا۔ اب

[1] اگر تم نے لیلیٰ کو روک لیا اور ہمارے شہر سے دور رکھو گے تو مجھے عشق کے شعروں سے ہرگز نہیں روک سکو گے۔

اگر اسے دوں تو لوگ کہیں گے کہ اپنی بیٹی عاشق کو دے دی اور یہ عیب ہے۔ میں یہاں سے کوچ کر جاؤں گا مگر یہ لڑکی نہ دوں گا۔اس لے وہ نجد سے بمعہ اہل وعیال وسباب وہاں روانہ ہوا۔جہاں رات آجاتی خیمہ لگا کر گزارہ کر لیتا۔ چلتے چلتے کویت میں آکر قیام کیا۔قیس بھی اونٹنی پر سوار ہوکر بمعہ خدام وسامان پیچھے پیچھے چل دیا۔راستہ پوچھتا ہوا انہی مقامات سے گزرتا آیا اور وہیں خیمے لگاتا آیا،جہاں مزاحم گزرا تھا اور خیمے لگائے تھے۔ایک جگہ ایک بڑھیا کے پاس سے گزرا۔اس سے قافلہ کے متعلق پوچھا تو اس نے بتایا کہ جو قافلہ تو پوچھتا ہے وہ فلاں رات فلاں جگہ پر خیمہ زن ہوا تھا۔جب وہاں پہنچ کر خیمہ کے نشانات علامات چولہا وغیرہ کا نشان پایا تو اس زمین کو چومنے لگا اور کہتا تھا کہ اس جگہ لیلیٰ کہ قدم لگے ہوں گے، یہ کہہ کر اس جگہ کو بار بار چومتا، پھر دوسری جگہ کو بھی یہی کہہ کر بوسہ دیتا۔وہ بڑھیا اس خاک بوسی والا معاملہ دیکھ کر اپنے قبیلہ کی طرف جلدی سے گئی۔انہی حال بتایا اور کہا شاید کوئی جن ہے جب وہاں کے لوگوں نے قیس کا حال وہاں آکر دیکھا اور متعجب ہوئے تو قیس نے کہا میری زمین بوسی کی وجہ یہ ہے:

امرّ علی الدیار دیار لیلی   اقبل ذا الجدار وذا الجدار

وما حب الدیار شغفن قلبی   ولکن حب من سکن الدیار قلبی

پھر وہاں سے کویت پہنچا تو اس وقت لیلی مریضہ ہوچکی تھی بلکہ قریب المرگ معلوم ہوتی تھی اور اس کی والدہ اس کی ہمنوا ہوچکی تھی۔اب تو قیس آجاتا تاکہ لیلیٰ کی زندگی کا باعث بنتا،جب سنا کہ قیس فلاں جگہ پر آگیا ہے تو لیلیٰ کو کہا کھڑی ہو،وہ تو آگیا، وہ اٹھی اور فوراً قیس کے پاس دونوں گئیں۔

بندہ کے عرض کرنے پر کہ حضور محرم کسے کہتے ہیں آپ نے فرمایا عورت کیلئے وہ شخص محرم ہوتا ہے جس کے ساتھ نکاح شرعاً ناجائز ہو تو پوچھا جو لوگ عاشق ہوئے ہیں مثلاً لیلیٰ مجنون، ہیر رانجھا، کیا یہ محرم تھے ایک دوسرے کے یا غیر محرم۔آپ نے فرمایا یہ وہ لوگ عاشق حقیقی ہوئے ہیں اور نہایت بلند مقام پر تھے،وہاں محرم اور غیر محرم کا سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا۔عرض کیا کیا وہ شریعت کے ماتحت نہیں تھے؟ یا شریعت اقدس ان کیلئے نہیں ہے؟ فرمایا وہ غیر مکلف اور مرفوع

القلم ہوئے ہیں۔سوا ذات باری تعالی کے انہیں کچھ اور خیال ہی نہ تھا۔مجنوں کو کہا گیا کہ تجھے کیا ہوگیا ہے۔ایک عورت پر عاشق ہوکر اپنے آپ کو خراب کر رہا ہے۔تو اس نے جواب دیا میں تو یہ بھی نہیں چاہتا کہ یہ میرے واسطے حلال ہوجائے اور مجھے نکاح میں مل جائے،میرا عشق نفسانی خواہشات والا نہیں ہے۔آپ نے فرمایا ان لوگوں کو اللہ تعالی کے انوار نظر آتے ہیں۔

فرمایا لیلی کا نکاح ہوا تھا۔ایک مرتبہ اس کا خاوند جا رہا تھا،مجنون سے کہا گیا وہ لیلیٰ کا خاوند جا رہا ہے،مجنون اس کے سامنے آیا اور اس کے ہاتھ چومنے لگا اور کہا تجھے لیلیٰ سے نسبت مجھ سے زیادہ ہے۔حج پر جاتے ہوئے مجنوں کو والد نے کہا کہ بیت اللہ شریف کا غلاف پکڑ کر پہلے پہل دعا مانگی جائے منظور ہوتی ہے تو اس وقت دعا مانگنا اللہ مجھ سے لیلیٰ کا عشق لے لے اور اپنا عشق عطا فرما،مجنوں نے اس وقت دعا مانگی اے اللہ مجھے لیلیٰ کا عشق دے،جس پر اسے والد نے پیٹا،دراصل ذات حقیقی کے انوار ہی پر اس کا عشق تام تھا۔ماسوا اللہ تعالیٰ سے قطع کر کے حقیقی محبوب وہی ذات وحدہ لاشریک لہ میں مجذوب و مجنون تھا۔ اذاتم العشق والله هو الله[1] فرمایا اگر مجھے ہیر معاف کردے تو میں اس کی کرامت بتاتا ہوں۔

ایک دفعہ قریشی نور زمان میرے ساتھ تھا جب کہ ہم نے ایک ہندو کا ٹانگہ لے کر ہیر کے روضہ پر جانے کا ارادہ گیا۔وہاں پہنچ کر ٹانگہ والے سے کہا اڑھائی بجے رات کو ریل پر سوار ہونا ہے،ہمیں آکر وقت مقرر پر لے جانا،مسجد مین سامان رکھ کر نور زمان کو وہاں سامان کے پاس بیٹھایا اور میں ہیر کے روضہ میں گیا،ساون کا مہینہ تھا،سخت گرمی وحبس تھا اور ہوا کا نام نشان نہ تھا۔جب اندر داخل ہوا تو بے انتہا گرمی اور اضطرابی ہوئی۔اگرچہ روضہ کی چاردیواری کے اوپر سے خلا ہے،چھت بالکل نہیں ہے تاہم دیواروں کے اندر گرمی ہی گرمی تھی،رات کا وقت تھا سرہانہ کی طرف بیٹھ کر سورۃ الملک پڑھنا شروع کردی۔اچانک اندر سے مزار والے غلاف کو اس طرح حرکت ہوئی جیسے کوئی اہتمام سے ہلاتا ہے۔غلاف کے نیچے سے ہوا نکلی جو چاردیوار کی اندر زور زور سے چلنے لگی،نہایت خوشبودار ٹھنڈی اور راحت بخش ہوا چلتی رہی،یقیناً بہشت کی ہوا تھی۔طبیعت پرسکون ہوگئی۔اطمینان سے ختم شریف پڑھ کر

۱ جب عشق مکمل ہو جائے تو اللہ کی قسم وہ اللہ ہے۔

باہر نکالا تو بالکل ہوا نہ تھی، یقین ہوا کہ اندر کی ہوا مزار والی تھی۔ جب نور زمان قریشی کے پاس پہنچ کر اسے کہا کہ اب تو جا کر ختم شریف پڑھ آ تو اس نے اندر جاتے ہی فوراً باہر منہ نکالا اور پوچھا اندر تو ہوا ہے اور یہ کیسی ہے، میں نے کہا تو ختم پڑھ یہ کیا پوچھتا ہے، وہ پھر اندر جا کر فوراً واپس آیا اور کہا بس میں نے ختم پڑھ لیا اور میری حاضری ہو چکی ہے۔ فرمایا:

اعلیٰ حضرت پیر سیال نواز اجمیر شریف کے علاقہ میں تشریف لے گئے۔ وہاں ایک مولانا نے آپ سے سکونت دریافت کی۔ تو جب آپ نے اپنے وطن کا نام بتایا وہ کہنے لگے آپ سے جھنگ کتنا دور ہے۔ فرمایا تیس کوس دور ہے۔ مولانا نے پھر استفسار فرمایا، وہاں ایک عاشقہ سیال ہوئی ہے اس کے متعلق آپ کو معلومات ہوں گیں، کچھ بتائیں آپ نے فرمایا وہ بہت پہلے زمانہ میں ہوئی ہے البتہ ایک بوڑھے معمر شخص قوم کے کمہار سے خود سنی ہوئی بات میں بتاتا ہوں جب کہ میرا بچپن کا زمانہ تھا اس بوڑھے نے اپنے بچپن کے زمانہ کا واقعہ بتایا کہ میں ہیر کے گھرانہ کا خادم تھا، مجھے ہیر اور اس کے والدہ نے روٹی دی اور کہا کہ ہمارے چھڑو بھینسیں چرا رہا ہوگا اسے جا کر دے آ۔

جب میں باہر جنگل میں پہنچا تو ایک چادر اوڑھ کر سر نیچے کئے ہوئے بیٹھا تھا، جیسے وہیدو کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور قوم کے لحاظ سے اسے رانجھا کہتے ہیں، جب میں اس کے پاس پہنچا تو اسے کہا یہ روٹی لایا ہوں، اس نے منہ سے چادر ہٹا کر میری طرف دیکھا اس کی آنکھوں میں خون جاری تھا۔ ایک کھڑوچ (بھینس کے پاؤں کے نشان) خون سے بھرا ہوا تھا۔ اس نے مجھے کہا وہاں کری کے پاس جا کر روٹی لٹکا دے، جب میں کری کے درخت کے پاس گیا تو بہت سی روٹیاں اس پر پہلے بھی لٹکی ہوئی تھیں، یہ بھی لٹکا کر واپس آیا اور ہیر اور اس کی ماں کو بتایا جس کے پاس روٹی لے گیا ہوں اس کا تو یہ حال دیکھا اور روٹی نہ کھائی کری کے درخت پر لٹکا دینے کو کہا حالانکہ وہاں سے پہلے بھی بہت سی روٹیاں لٹکی ہوئی ہیں، چونکہ دونوں چرغہ کات رہی تھیں غصے میں ماں نے چرخہ کا تکلہ نکال کر ہیر کو چہر پر زور سے مارا اور کہا اس کر ماں ماری کا بھی یہی حال ہے، تکلہ نے ماتھا چیر دیا، خون بالکل نہیں سفید گوشت ظاہر ہوا تو مائی نے کہا وہ بھینسوں کا دودھ پیتے پیتے روٹی کی پرواہ نہیں کرتا اور خون اس قدر

بڑھ گیا کہ آنکھوں سے باہر اچھلتا ہے، مائی نے الٹا تفاول لیا۔

بعد ازاں فرمایا کہ عشاق کی غیبت ہرگز نہ کی جائے۔ ایک شخص مرزا جو صاحبان پر عاشق ہوا ہے اس کی غیبت کیا کرتا تھا۔ ایک بار اسے مرزا خواب میں ملا، ایک لوہے کا گرز لے کر غیبت کرنے والے کی طرف لپکا اسے ایک بار اسے مرزا خواب میں ملا، ایک لوہے کا گرز لے کر غیبت کرنے والے کی طرف لپکا اور پیٹ میں چبھونے کا اشارہ کر کے کہا تو میری غیبت کرتا ہے، پیٹ پھاڑ دوں گا، وہ شخص نہایت خوف زدہ ہوا۔ آئندہ کبھی بھی اس نے مرزا کی غیبت نہ کی۔ بندہ نے عرض کیا اس شعر کا کیا مطلب ہے؟

متاب از عشق رو گرچہ مجاز یست — کہ ایں بہر حقیقت کار ساز یست

فرمایا اس کا مطلب ہے کہ غیر اللہ کا عشق ہو تو اس سے پرہیز نہ کرو۔ غیر اللہ سے مراد جیسے کسی لڑکے کا عشق، استاد کا عشق، عورت وغیرہ کا عشق ہو جائے تو عشق میں پختہ رہ کر نفسانی خواہشات سے بچے، بالآخر عشق حقیقی نصیب ہو جائے گا۔ فرمایا ایک مولوی صاحب پیر سیال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام تھے۔ ایک عورت پر عاشق ہو گئے اور اس عورت کا نام اللہ بندی تسبیح پر ورد کرتے تھے۔ آخر پیر سیال نے کرم فرمایا اور ان کا عشق اللہ تعالیٰ کی طرف پھیر دیا۔ بندہ نے عرض کیا پیر کامل ایسا بھی کر سکتا ہے؟ جواباً فرمایا ضرور کر دیتا ہے یعنی لائن تبدیل کر دیتا ہے بشرطیکہ عشق رہے فسق نہ ہو جائے، فسق ہوا تو مارا گیا۔

فرمایا عشق حقیقی کا سبب عشق مجازی ہوتا ہے، ایک گداگر آدمی شہزادی پر عاشق ہو گیا، شہزادی بھی فریفتہ ہو گئی، شاہ و گدا کا تعلق اور ان کی نسبت سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ گداگر پریشان بھی تھا اب کیا کروں لیکن شہزادی نے اسے کہا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے، تو فقیر بن کر مسجد میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرنا شروع کر دے، لوگ تیری زیارت کو آئیں گے، شہرت ہوگی تو میں بھی بادشاہ سے اجازت طلب کر کے آ جاؤں گی۔ بالآخر تیرے ساتھ نکاح کرنے کی التجا بادشاہ سے کروں گی۔ منظوری بھی کرا لوں گی۔ گداگر نے تسلیم کر کے مسجد میں ذکر الٰہی کرنا شروع کر دیا۔ کوئی کھانے پینے کی پرواہ نہ کرتا، لوگ خود بخود اس کے خورد و نوش و دیگر ضروریات کی کفیل ہوتے بالآخر اس کی شہرت دور دراز تک ہو گئی۔ لوگوں کی

آمد ورفت جب فقیر کی زیارت کیلئے بہت زیادہ ہوگئی تو شہزادی نے اپنے باپ بادشاہ سے فقیر کی زیارت کرنے کی درخواست کی۔ بادشاہ نے منظوری دے دی۔شہزادی مسجد میں حاضر ہوئی اور فقیر کے سامنے بیٹھ کر اسے اپنی طرف متوجہ کرنے کیلئے گفتگو شروع کی لیکن فقیر نے اس کی طرف دیکھنا بھی پسند نہ کیا۔ بہت کوشش کرنے کے بعد شہزادی نے کہا اے فقیر آخر تجھے یاد ہے اس طرف میں نے ہی تجھے خیال دلایا تھا اور اب میرے طرف دیکھتا ہی نہیں ہے، اس نے کہا اللہ تعالیٰ تیرا بھلا کرے اب مجھے تیری ضرورت نہیں ہے۔شہزادی واپس آگئی چنانچہ اس طرح فقیر کو عشق حقیقی نصیب ہوگیا۔

۴ رجب المرجب ۱۳۹۱ھ آپ نے فرمایا شیخ صنعان بہت بڑا عابدزاہد ہوا ہے۔ یمن کے علاقہ سے بیت اللہ شریف میں آیا اور چالیس سال وہاں عبادت کی۔لاکھوں آدمی اس کے مرید ہوگئے۔اسے خیال آیا اب چالیس سال بیت المقدس میں عبادت کرنا چاہئے۔ اس ارادہ سے چل دیا۔اس کے ساتھ لاکھ کے قریب مرید بھی ہو لئے۔ جہاں جاتا اپنے خورد ونوش کا انتظام ساتھ تھا سائباں لگادیئے جاتے۔رات گزار کر پھر روانہ ہوتا،راستہ میں ایک ایسی جگہ رات آگئی جہاں ایک عیسائی نوجوان لڑکی کو دیکھ کر فریفتہ ہوگیا،بس وہیں قیام کرلیا۔دوسرے روز مریدوں نے کہا چلیں سفر کریں تو کہا اب پہنچ گیا ہوں،کہاں جانا ہے، اس کی حالت دیکھ کر رفتہ رفتہ تمام مرید چلتے بنے،صرف چندخاص مرید اس کے پاس رہ گئے، اتنے میں عیسائی لڑکی کو بھی خبر ہوگئی کہ شیخ صنعان اس پر عاشق ہے،لڑکی نے کہا تو مسلمان ہے اور میں عیسائی۔تیری رسائی میرے کہنے پر نہ ہوگی۔شیخ صنعان نے جواب دیا تو جو کہے گی وہی کروں گا۔چنانچہ پھر یہ خنزیر چرایا کر،چنانچہ اس کے خنزیز چراتا رہا۔مریدوں میں سے ایک مرید[1] بغداد شریف میں غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں رہنے لگا ایک دن اس عیسائی لڑکی نے صنعان کو کہا کہ آج قرآن مجید کو آگ لگا دے۔ جواب دیا تیرے کہنے پر کروں گا۔ بالآخر قرآن مجید کو جلانے کیلئے تیار ہوا تو غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بغداد شریف ہی میں بیٹھے ہوئے حاضرین مجلس سے فرمایا آج کسی کا پیر پکا کافر ہو رہا ہے

[1] شیخ فرید الدین عطار شیخ صنعان کا مرید تھا جو بغداد شریف غوث اعظم کے ہاں رہنے لگا۔

تو شیخ صنعان کے مرید[2] نے نہایت عاجزی سے گزارش کی۔آپ کرم فرمادیں،اس وقت غوث پاک کے پاس وضو کیلئے پانی لایا گیا تھا۔آپ نے چلو بھر پانی کا چھینٹا مارا شیخ صنعان کے منہ پر جالگا تو فوراً اس نے پڑھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اس وقت شیخ صنعان کے پاس صرف ایک مرید رہ گیا تھا جب کلمہ شریف پڑھا تو پہلا مقام قرب اور وہی منزل اعلیٰ نصیب ہوئی۔تائب ہوا اور اس مرید کو اپنے جیسا بنادیا۔

عشق را نازم کہ یوسف را بباز ار آورد　　　شیخ صنعان زاہدے راز یر زنار آورد[3]

[2] شیخ فرید الدین عطار نے۔

[3] عشق پر ناز کرتا ہوں کہ یوسف علیہ السلام جیسی ہستی کو بازار میں برائے فروخت لاتا ہے۔شیخ صنعان زاہد وپرہیز گار کو زنار پہنادیتا ہے۔(زنار ہندوؤں کی علامت ہے جسے جنجوں کہتے ہیں۔)

حضور غریب نواز کی ایک مجلس

۳ رجب المرجب ۱۳۹۲ھ بروز شنبہ دوپہر کے قریب بنگلہ شریف میں حاضری نصیب ہوئی تو مہاروی اور تونسوی حضرات کے ساتھ آپ موجود تھے۔ پیرزادہ حافظ نور محمد صاحب مہاروی مدظلہ العالی نے حضور شیخ الاسلام غریب نواز کو یہ شعر لکھوایا:

پارہ ہائے دل من صد پارہ بہم مے سازند	تا شنیدم کہ سگ کوئے تو مہمان شدنی است

تو پیرزادہ خواجہ محمد ذکریا صاحب تونسوی مدظلہ نے مندرجہ ذیل شعر فرمائے۔

کمترین صید توام پیش سگان خود فگن	گرنیم لائق کہ آلائی بمن تفراک را
استخوان ریزہ منجون پیش ہما مزنی	این تعلق بجناب سگ لیلی دارد

تو میرے حضرت صاحب غریب نواز نے فرمایا:

ہاں گر وہ کہ از بادہ وفا مستند	زما سلام رسانید ہر کجا ہستند
خوبی ہمیں گرشمہ و ناز و خرام نیست	بسیار شیوہ ہا است بتاں را کہ نام نیست

ازاں بعد فرمایا قیس نے کیا خواب کہا ہے:

انیری مقام الشمس ما استخرج الفجر	وقومی مقام البدران افلت بدر
ھی البدر حسنا والنساء کواکب	فشتان ما بین الکوا کب والبدر

قیس یعنی مجنون اپنی محبوب سے مخاطب ہو کر کہہ رہا ہے انیر مقام الشمس اے محبوبہ تو سورج کی جگہ روشنی کر صبح کے نکلنے تک اور چودھویں کا چاند بن کر کھڑی رہ بدر کی جگہ اگر چودھویں کا چاند غروب ہوگیا۔ یہ (محبوبہ) چودھویں کا چاند ہے حسن کے لحاظ سے اور عورتیں ستارے ہیں پس ستاروں اور چودھویں کے چاند کے درمیان امتیازی جدائی ہے۔

مکتب عشق کا یہ طرز نرالا دیکھا	اسے چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا

یہ شعر بھی قبلہ شیخ الاسلام رضی اللہ عنہ نے فقیر کو اس وقت سنایا جب سالانہ چھٹیاں دارالعلوم میں ہوئیں، چھٹی کی خواہش ظاہر کی تو مندرجہ بالا شعر پڑھا اور چھٹی نہ دی۔

فرمودہ اقبال

جب عشق سکھاتا ہے آداب خود آگاہی	کھلتے ہیں غلاموں پر اسرار شہنشاہی
عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو	کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ و سحر گاہی
دارا و سکندر سے وہ مرد فقیر اولیٰ	ہو جس کی فقیری میں اسد اللٰہی
آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی	اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

مزمار کی تحقیق

آپ نے فرمایا: مزمار اس آلہ کو کہتے ہیں جسے منہ سے بجایا جائے اور اس کا آواز اچھا ہو۔ اس کی جمع مزامیر ہے۔ مزامیر کا استعمال شرعاً حرام ہے۔ اعلیٰ حضرت پیر سیال رحمۃ اللہ علیہ مزامیر نہیں سنا کرتے تھے۔ چنانچہ آج تک اس دربار عالیہ پر مزامیر کا استعمال نہیں ہوا۔ ہاتھوں سے بجائے جانے والے آلے کو مزامیر نہیں کہا جاتا نہ ہی اس کی حرمت ہے۔ مزامیر کا مادہ زمر ہے جس کا لغوی معنی بھی ''صورت حسن'' ہے اور اچھی آواز نکالنے والے آلے کا نام مزمار ہے۔ ہر وہ آلہ جس کے ساتھ منہ سے اچھی اور دل پسند آواز نکالی جائے وہ اس میں داخل ہے اور اس کا استعمال شرعاً ممنوع اور حرام ہے۔

مزار بوسی کی تحقیق

فرمایا ایک دیوبندی میرے پاس آیا اور مزار بوسی کا ثبوت طلب کیا۔ میں نے حدیث پاک مستدرک حاکم والی سنائی۔ اور اسے بتایا کہ جب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے عمل سے ثابت ہے جس کا ثبوت یہ صحیح حدیث ہے تو اس کا انکار کتنا قبیح ہے۔ وہ کہنے لگا درست ہے صحابہ کرام کا عمل تو ہم تسلیم کرتے ہیں۔

عن داؤد بن صالح قال اقبل مروان یومافوجد رجلاواضعاوجهه علی القبرفاخذ برقبته وقال اتدری ماتصنع؟ قال نعم فاقبل علیه فاذاهوابوایوب الانصاری رضی الله عنه فقال جئت رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم ولم آت الحجر سمعت رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم یقول لاتبکواعلی الدین اذاولیه اهله ولکن ابکوعلیه اذاولیه غیراهله هذاحدیث صحیح الاسناد ولم یخرجا(مستدرک حاکم ،جلد ۴ ص ۵۱۵)

داؤد بن صالح سے روایت ہے ایک دن مروان متوجہ ہواتو ایک آدمی کواس طرح پایا کہ وہ اپناچہرہ قبرانور پررکھے ہوئے تھا۔تومروان نے اسے گردن سے پکڑااور کہا کیا تجھے معلوم ہے کیا کررہاہے؟اس شخص نے جواب دیاہاں(مجھے معلوم ہے)جب وہ شخص مروان کی طرف متوجہ ہواتو وہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔فرمایامیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیاہوں نہ کہ کسی پتھر کے پاس،پھرفرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوفرماتے سنا تھا کہ تم دین پراس وقت نہ رونا جبکہ اس کااہل اور لائق آدمی حاکم ہوالبتہ اس وقت دین پر رونا جس وقت نااہل اور نالائق آدمی حاکم ہو۔یہ حدیث صحیح الاسناد ہےاور بخاری ومسلم نے اسے رقم نہیں کیا۔

مروان کانالائق ہوناواضح فرمایا کیونکہ وہ مزاربوسی سے منع کرنے کامرتکب ہوا۔معلوم ہوااس جیسامنع کرنے والابھی نااہل اور نالائق ہے۔

پھروہ مولوی کہنے لگانبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کاعمل دکھائیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآل وسلم نے کسی قبرکوبوسہ دیاہو۔تواسے جواب دیا کہ حضورعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے زیادہ فضلیت والی ہستی صرف اورصرف ذات باری تعالیٰ جل جلالہ ہے۔تم حی قیوم ذات اقدس کی قبردکھاؤ۔میں اس کے بوسہ دینے کاثبوت پیش کروں گا۔سنتے ہی مبہوت ہوگیا۔فرمایا یہ لوگ سراسرجاہل ہیں۔

فرمایامولوی محمد امین مرحوم نکوڑے کے رہنے والے تھے۔وہ خود بیان کرتے ہیں

کہ میں پہلے غیر مقلدتھا اور اتنا سخت کہ علماء کرام کے ہاں جاکرانہیں مسئلہ تقلید کی بحث میں لاجواب کردیتاتھا۔چنانچہ میں اس وقت یہ کہا کرتا تھا کہ جب خداتعالیٰ بھی ایک ہے،رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ایک،قرآن کریم بھی ایک،کعبہ بھی ایک ہے باوجودیکہ اتنی یکتائی کے پھر یہ چارمذہب کہاں سے نکل آئے۔اسی سوال میں مقابل کولاجواب کرتا،بالاخرپھرتا ہواسیال شریف پہنچاتا کہ لوگوں کوہدایت کروں کیونکہ اس وقت میرے خیال میں غیرمقلدین کے سواتمام مذاہب حق پر نہ تھے۔جب یہاں آیاتو بنگلہ شریف کے مشرقی جانب والے کمرہ میں گیا،وہاں مولانا معظم الدین صاحب مرولوی موجود تھے۔(مولانا مرولوی صاحب کی علمیت کے متعلق آپ نے فرمایا کہ میرے استاد مولانااجمیری رحمتہ اللہ علیہ سے اگرچہ زیادہ فاضل تھے مولانا معظم الدین صاحب مرولہ شریف والے بھی علم میں کم نہیں۔

فرمایا مولانا محمد امین کابیان ہے کہ جب مولانامرولوی صاحب کے پاس میں پہنچا توانہیں دیکھ کرسمجھا کہ یہی پیرسیال ہیں،وہیں بیٹھ کرعرض کیا کہ ایک شبہ کاازالہ کرناہے۔اجازت ہوتو کہوں،مولانانے تھوڑی سی توجہ فرماتے ہوئے دبے الفاظ میں کہا ہوں!

میں نے اعتراضانہ گفتگوشروع کردی۔جب اپنے اعتراض پیش کردیئے تو مولانا صاحب جن وظائف کو پڑھ رہے تھے ان میں ہاتھ رکھ کر بندکرکے نہایت تھوڑے ہی الفاظ میں آسان صورت میں جواب دیا کہ تونے دین کوکیاسمجھاہے،دین توحقیقتاً حضورعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات بابرکات کانام ہے،آپ کے ہرفعل اور ہراداکوصحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اپنایااوران ہی اداؤں کوائمہ اطہارمختلف صورتوں میں عمل میں لائے چونکہ اللہ تعالیٰ کویہی منظورتھا کہ محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام ادائیں اختیار کی جائیں کوئی بھی آپ کاعمل اور آپ کی ادامتروک نہ ہوتو ائمہ کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہرفعل کو اپنایااور اختیارکیا۔اس کانام دین اسلام میں تفرقہ نہیں بلکہ اجتماعی صورت میں حضورعلیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کی ذات پاک کانام دین ہے۔جس ذات بابرکات سے تمام اعمال حسنہ کے فیض کاچشمہ جاری ہوا۔تمام کے تمام اس سے سیراب ہورہے ہیں۔اس تھوڑی سی اور نہایت سادہ

تقریر کو سنتے ہی میں لاجواب ہوگیا۔ پھر فرمایا اگر زیادہ سمجھنا ہوں۔ اب تو حضرت صاحب پیرسیال خواجہ شاہ شمس العارفین (رحمتہ اللہ علیہ) کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوکر سمجھ لیں۔

جب پیرسیال کی خدمت میں حاضری ہوئی تو دیکھتے ہی یقین ہوگیا کہ مولانا تو واقعی آپ کے شاگرد ہیں لیکن بات کرنے کی جرات نہ ہوسکی۔ مولانا مرولوی صاحب مرحوم نے فرمایا کہ تیرے اعتراضات کا جواب تو دے دیا گیا ہے البتہ تیرے دل کی سیاہی حضور کی توجہ سے دور ہوگی۔ پھر کسی خاص وقت میں موقع پا کر حاضر ہونا، چنانچہ میں مولانا صاحب ہی کے پاس رہنے لگا کیونکہ ان کا علم وفضل میرے دل میں گھر کر چکا تھا۔

ایک دن مولانا نے فرمایا محمد امین دیکھ اب حضرت صاحب کو باگا ہندو پنکھا ہلا رہا ہے تو تم اس سے پنکھا لے لو کیونکہ ہندو کی موجودگی میں توجہ کا مکمل طور پر ہونا ناممکن ہے۔ میں نے جا کر باگا ہندو سے پنکھا لے لیا اور اسے کہا کہ تم آرام کرو۔ مضمون تو اپنے دل میں پہلے ہی سے بنا چکا تھا کہ عرض کروں گا غریب نواز مجھے اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے بنا دو جس طرح فلاں فلاں ہیں اور پیر پٹھان وخواجگان علیہم الرضوان کے فضائل اور عقائد حقہ سے نواز دیں لیکن جب بیان کرنے لگا تو بے اختیار منہ سے نکلا کہ غریب نواز مجھے اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اچھے نہیں لگتے۔ ان الفاظ کے کہنے سے مجھے اپنے آپ پر ندامت ہوئی کہ ایسا کیوں کہا ہے۔ حضور ناراض ہوں گے لیکن آپ نے ذرا بھر بھی خیال نہ فرمایا، مجھے یقین ہوگیا کہ میرے الفاظ آپ نے نہیں سنے۔

دوبارہ سوچ سمجھ کر بیان کرنے لگا تو پھر وہی الفاظ زبان سے نکلے اور بالآخر جب تیسری مرتبہ بھی یہی نا قابل شنید الفاظ کہہ دیئے تو حضور غریب نواز نے فرمایا کہ تجھے اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اچھے نہیں لگتے تو پھر تو شیطان کا غلام ہے۔

اس فرمان سے میرے بدن پر ایک بجلی سی کڑی، بے ہوش ہوکر گر گیا۔ کچھ دیر کے بعد جب ہوش آنا شروع ہوا تو مجھے محسوس ہوا کہ کوئی شخص تھوڑا تھوڑا پانی مجھ پر چھڑک رہا ہے۔ جس سے مجھے تسکین آرہی ہے۔ جب کچھ سنبھلا تو حالت یہ تھی کہ دونوں ہاتھ سامنے کو

اور پاؤں پیچھے کو پھیلے ہوئے نہایت بے زیب صورت میں پڑا ہوا تھا اور آپ سے چند کرم دور گرا تھا۔ ہاتھ پاؤں کو آہستہ آہستہ حرکت دینے لگا اور پھر بازوؤں کو اکٹھا کر کے جب اٹھا تو اس وقت حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کی محبت میرے دل میں اتنی تھی کہ ان کا نام سن کر انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگانے کو دل چاہتا۔ بعد ازاں تمام عمر سیال شریف میں گزارنے کا ارادہ کرلیا۔ آپ نے فرمایا مولوی محمد امین صاحب مرحوم نے پندرہ سال پیرسیال کی خدمت میں گزارے اور یہیں وصال پایا۔

ہمہ شب برآستانت بفغان و نالہ باشم　　بامید آنکہ خوانی زسگان آستانت

اولیاء اللہ سے دشمنی سلب ایمان کا باعث ہے

فرمایا علامہ ابن حجر ہیتمی مکی رحمتہ اللہ علیہ ''فتاویٰ حدیثیہ'' میں فرماتے ہیں کہ ایک بہت بڑا قاضی تھا اس کی آمد پر بادشاہ وقت کھڑا ہوکر استقبال کرتا تھا۔ ایک دفعہ کوئی بزرگ آیا تو بادشاہ نے اس بزرگ کی تعظیم کیلئے قیام کیا۔ قاضی صاحب بھی موجود تھے۔ اسے حسد آیا کہ بادشاہ میرے لئے کھڑا ہوتا تھا اور آج اس شخص کیلئے بھی کھڑا ہوگیا ہے۔ میری خصوصیت نہ رہی۔ چنانچہ اس حسد کی آگ میں آکر کہنے لگا میں اس بزرگ سے ایک مسئلہ پوچھتا ہوں اسے وہ بھی نہ آئے گا۔ بزرگ نے فرمایا کہ یہ کیا کہہ رہا ہے لوگوں نے بتایا کہ مسئلہ پوچھنا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ آپ کو وہ مسئلہ نہیں آئے گا۔ بزرگ نے فرمایا اچھا ایسا ہے تو پھر یہ بے ایمان ہوکر مرے گا۔ چنانچہ جب آخر میں وہ ایک عیسائی عورت پر عاشق ہوگیا۔ بادشاہ نے سمجھایا کہ آپ عالم دین اور قاضی صاحب ہیں اور یہ غیر مسلم عورت ہے اس کا خیال چھوڑ دے۔ اس نے کہا ناممکن ہے۔ بالاخر اسے کہا گیا کہ مذہب عیسائی اختیار کرے تو یہ عورت تجھے مل جائے گی۔ اس نے عیسائی مذہب اختیار کرلیا۔ (مرتد ہوگیا) العیاذ باللہ اور اسی حالت میں مرا۔ حضرت امام ابن حجر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ولی اللہ کی دشمنی زہر قاتل ہے۔ آپ نے فرمایا اسی لئے شیطان اولیاء اللہ کے متعلق طرح طرح کی گستاخیاں کراتا ہے

اور نام لے لے کر کہتا ہے فلاں ولی اللہ ایسا ہے۔فلاں ایسا ہے،اس کے پاس نہ جانا۔ شیطان نے ہرطرح کے رنگ ڈھنگ اختیار کئیے ہیں۔جن کے ذریعہ انسان کو بہکاتا ہے۔جب اللہ والوں کی پیاری پیاری ہتھیلیاں دعا کیلئے اٹھ جائیں تو گناہ گاروں کے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں لیکن گستاخوں کواللہ تعالیٰ نے معاف نہیں کرتا کیونکہ باری تعالیٰ کافرمان حدیث قدسی میں ہے۔

من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب

جومیرے کسی ولی سے عداوت کرے تو میں اس اعلان جنگ کرتا ہوں۔

پھر فرمایا ولی اللہ کی گستاخی کے متعلق سنئے۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچازاد بھائی ہیں۔ان کیلئے محبوب دعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعافرمائی تھی۔اللھم فقھہ فی الدین (اے اللہ اسے علم دین میں سمجھ اورتفقہ عطافرما)اسی لئے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بحرعلوم ہیں۔

ایک مرتبہ آپ بیت اللہ شریف کاطواف کرتے ہوئے بیت اللہ کی طرف متوجہ ہوئے اورفرمایا اے بیت اللہ تیری بڑی شان ہے، بڑی عزت وعظمت ہے۔لیکن تجھے اگر کوئی ستر مرتبہ گرائے تو اتنا گناہ نہیں جتنا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کسی صحابی کے حق میں گستاخی کرنا گناہ ہے۔

فرمایاغوث کابڑا مرتبہ ہوتا ہے،لیکن سترغوث بھی مل جائیں توایک صحابی کی شان کونہیں پہنچ سکتے۔بھائیو! میں نے دیکھا ہے کہ آج کل بعض مسلمان بھائی بھی حضرت امیرمعاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں گستاخانہ الفاظ کہتے ہیں حالانکہ محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (میرے صحابہ کے متعلق اللہ سے ڈرنا)۔

اللہ اللہ فی اصحابی میرےصحابہ کےحق میں کوئی گستاخانہ کلمہ نہ نکالنا، اور یاد رکھیں اولیاء کرام کماحقہ صحابہ کرام کےنقش قدم پر چل کر ولایت کے مراتب حاصل کرتے ہیں۔ بفرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم

میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں جس کی بھی اطاعت کرو گے ہدایت پاجاؤ گے۔

لہٰذا جہاں ولی اللہ کی شان میں کسی سے گستاخی سنو لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھو کیونکہ گستاخی کرنے والا شیطان ہوتا ہے اور یہ کلمہ شیطان اور اس کے وساوس کیلئے تیر ہے۔

آپ نے فرمایا مجھے اور میرے تمام احباب کوکتاب اللہ شریف اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات پرعمل کرنے والی ہر جماعت میں شامل سمجھیں۔

۴ رمضان ۱۳۸۹ھ بیان ووعظ فرمایا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں واضح فرامین کے باوجود کئی لوگ ان کی شان اقدس میں گستاخ ہیں حالانکہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی فرمایا لا تسبو اصحابی فلو ان احد کم انفق مثل احدذھبا مابلغ مداحدھم ولانصیفہ۔(رواہ بخاری ومسلم عن سعید الخدری رضی اللہ عنہ) تم میرے صحابہ کی شان میں گستاخی نہ کرو،اگرتمہارا کوئی آدمی احد پہاڑ جتنا بھی سونا راہ میں خرچ کرےتوصحابہ کے مدیا اس کے نصف کوبھی نہ پہنچے گا۔(ایک سیرکھجوریا اس کانصف بھی نہیں ہوگا)۔

پیربھائیوں سے مراد امت نبوی ہے

بروز جمعہ المبارک ۱۴صفرالمظفر ۱۳۹۸ھ ہاتھ اٹھاتے ہوئے آپ نے دعافرمائی کہ اللہ تعالیٰ تمام پیربھائیوں کے نیک مقاصد پورے فرمائے۔کسی اجنبی نے چوتھی مرتبہ دعا کی التجا کرکے کہا کہ ہم غیرپیربھائیوں کیلئے بھی دعافرمادیں۔آپ نے فرمایا کہ پیر بھائیوں کا مطلب امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کیونکہ بڑے پیرتو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں،یہ فرماکر دعامانگی ،اتنے میں شخص مذکور والہانہ انداز میں تیزی سے آپ کے سینے سے چمٹ گیااور بہت دیرتک اسی حالت میں چمٹارہا۔لوگوں کا ہجوم ہوگیا۔معلوم ہوتاتھا خاص توجہ سے نوازا گیا ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم

ساتواں باب: اصلاح اعمال

فساد کا سبب دل اور زبان

۱۶رمضان المبارک دوران وقفہ تراویح حضرت شیخ الاسلام والمسلمین دامت برکاتہم العالیہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان اقدس ظهر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس کا معنی ہے کہ ''لوگوں کے بداعمالیوں کی وجہ سے جنگلوں اور دریاؤں میں فساد ظاہر ہوتا ہے۔سیدنا وسندنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں یہاں البر سے مراد زبان اور البحر سے مراد دل ہے۔یعنی زبان و دل کی بدکرداریوں کی وجہ سے فتنہ اور فساد ظاہر ہوتا ہے۔سرکار دوعالم محبوب رب لم یزل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی فرمایا ہے:

عَنِ ابنِ عُمَرَرضی اللہ تعالیٰ عنہ لَا تُکْثِرُوالْکَلَامَ وَاَنَّ کَثْرَۃَ الْکَلَام بِغَیْرِذِکْرِاللہ تعالیٰ قسوۃ لِلْقَلْب واَنَّ اَبْعَدَالنّاس مِنَ اللہ القلب القَاسی رواہ الترمذی.

ترجمہ : فرمایا : حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ زیادہ گفتگو نہ کیا کرو کیونکہ ایسی زیادہ گفتگو جو اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بغیر ہو دل کی سیاہی، سختی ہے۔دل کی سختی اور سیاہی اللہ تعالیٰ سے دوری کا سبب بنتی ہے۔(یعنی لوگوں میں سے اللہ تعالیٰ سے زیادہ دور وہ ہے جو سیاہ دل والا ہو)

دو گوشت کے ٹکڑے ہیں۔اگر یہ فاسد ہو جائیں تو تمام بدن فاسد ہو جاتا ہے۔اگر ان کی اصلاح ہو تو تمام بدن اصلاح پزیر ہوتا ہے۔(زبان ودل) فرمایا لوگوں کی بداعمالیوں سے سمندر اور جنگل (خشکی وتری) کے تمام جانور بھی عذاب میں مبتلا ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ سمندر کی مچھلیوں کو بھی فتنہ اور عذاب آلیتا ہے۔

---

۱ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔فرمایا زیادہ نہ بولا کرو کیونکہ زیادہ بولنا بغیر ذکر الٰہی کے دل کو سیاہ کر دیتا ہے اور تمام لوگ سے زیادہ دور اللہ تعالیٰ کی ذات سے سیاہ دل والا ہوتا ہے(یعنی لوگوں میں سے اللہ تعالیٰ سے زیادہ دور وہ ہے جو سیاہ دل والا ہو)۔

اذان کے بعد کلمہ شریف پڑھانا واجب ہے

۲۸محرم بروز بدھ ۱۳۸۹ھ بعد از نماز ظہر آپ سے مہر اللہ بخش صاحب پٹواری سکنہ سیال شریف نے پوچھا کہ شیعہ کی اذان کے بعد کلمہ شریف پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ آپ نے فرمایا کلمہ شریف پڑھنا کون منع کرتا ہے اور کونسا گناہ ہے لیکن ان لوگوں کی خلاف سنت اتنی لمبی اذان کون سنے گا۔اذان کا تو محض انہوں نے نام بنالیا ہے یہ تو اسلام سے نفرت دلانے کیلئے اتنی لمبی اذان دیتے ہیں تاکہ سننے والے متنفر ہوں۔

دوبارہ پوچھا گیا اذان کے بعد کلمہ شریف پڑھنا سنت ہے یا مستحب؟ تو فرمایا کہ واجب ہے کیونکہ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ مؤذن کے کلمات کے ساتھ ساتھ وہی کلمات اذان کہتے رہو تو جب آخر میں مؤذن لا الٰہ الا اللہ کے الفاظ کہتا ہے سننے والوں کو بھی کہنا واجب ہو جاتا ہے۔باقی رہا مکمل کلمہ شریف تو اس کے متعلق حدیث قدسی ہے لا اذکر حتی لا تذ کر یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہے اے محبوب جب تک تیرا ذکر نہ کیا جائے میرا ذکر نہ ہوگا۔جب بارگاہ لایزال کا ذکر محبوب رب لایزال کے ذکر ہونے پر ہی مقبول ومنظور ہے تو لا الہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ کہنا واجب ہوا۔

انتظار الصلوٰۃ صلوٰۃ

ایک مرتبہ عشا کی نماز میں جب جماعت کی انتظار میں بیٹھنے والوں کو تھکاوٹ محسوس ہوئی تو حاجی نور محمد صاحب نے قبلہ حضرت صاحب کو منتظر لوگوں کی خاطر عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ تو ان غریبوں کا ثواب کیوں ضائع کرتا ہے۔

''انتظار الصلوٰۃ صلوٰۃ'' دراصل حدیث پاک اور محمد مصطفیٰ صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عین اطاعت واتباع ہے جیسا کہ درج ذیل حدیث پاک سے واضح ہے۔

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

احر لیلة صلوة العشاء الی شطر اللیل ثم اقبل علینا بوجهه بعد ما صلی فقال صلی الناس ورقدوا ولم تزالوفی صلواة مند انتظر تموها، (رواه البخاری)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک رات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عشاء کی نماز کو نصف رات تک مئوخر فرمادیا۔ پھر جب آپ نماز پڑھ چکے تو ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔لوگوں نے نماز پڑھ لی اور سوگئے اور تم اس وقت سے نماز میں ہو۔جب سے تم اس کا انتظار کررہے ہو۔ (بخاری)

پھر فرمایا مسلم لیگ (کی تحریک) کے موقع پر جب ہم گرفتار ہوئے تو ہمارے پاس جیل خانہ میں ایک کپتان آیا۔قدرتاً اس وقت میں نسوار کھینچ رہا تھا۔ مجھے کہنے لگا یہاں نسوار کھینچنا قانون کے خلاف ہے۔میں نے جواباً کہا ہم تمہارے کس قانون کے ماتحت یہاں آئے ہیں، پہلے بھی تمہارے قانون ہی کو توڑا۔نسوار کی ڈبیہ اسے دکھا کر کہا یہ کھینچ رہا ہوں۔اب کسی اور بند کمرے میں بھیج دو، وہ غریب لاجواب ہوگیا۔

آپ نے جہاد فی سبیل اللہ میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں اور عملی طور پر جہاد باللسان اور جہاد بالقلم بھی معاندین اسلام سے جنگ کی طرح کیا جو آپ کی مجاہدانہ زندگی کا شعار رہا۔اللھم ارزقنا اتباعه .

غصے کا علاج

۹ جمادی الاخری ۱۳۸۴ ہجری بعد از نماز جمعہ ایک آدمی نے عرض کیا غریب نواز مجھے غصہ زیادہ آتا ہے کیا کروں۔آپ نے فرمایا ہمیشہ زمین پر سویا کر جب یہ حالت نہ رہے تو پھر چارپائی استعمال کرنا۔

قوت حافظہ انعام الٰہی ہے

۱۷ جمادی الاخری ۱۳۹۱ھ بروز شنبہ بعد از نماز ظہر میاں خدابخش صاحب سیال ساکن ٹھٹھہ میاں محمد پناہ نے عرض کیا کہ نماز کے بعد جو یا کریم یا درود شریف کی تسبیح پڑھی جاتی ہے ان کے درمیان بات کرلینی جائز ہے یا نہیں؟ آپ نے فرمایا ہر وظیفہ کے درمیان بولنا درست نہیں بلکہ انسانوں کو ہر وقت خاموش رہنا چاہئے۔جب نہایت ضروری بولنا ہو مثلاً تبلیغ وغیرہ کیلئے یا نیک باتیں کرنا ہوں تو بقدر ضرورت بولنا چاہئے۔خاموشی بہت بڑی نعمت ہے کیونکہ میاں صاحب نے یہ بات اس وقت پوچھی تھی جب ایک طالب علم محمود شاہ قریشی سے آپ علم صرف کی تعریف پوچھ رہے تھے تو درمیان میں یہ جواب فرما کر پھر آپ نے فرمایا کہ طلباء کو ڈانٹنا چاہئے۔جب ہم ابتدائی کتب یاد کرتے تھے۔مجھے کریما تمام یاد تھا۔ بیت بازی کیلئے رات سوتے وقت اس کے شعر میں تلاوت کی طرح پڑھا کرتا تھا۔

قانونچہ کھیوالی، مجھے تمام یاد تھا اور گلستان کا دیباچہ استاد صاحب نے یاد کرایا تھا اور گلستان کے تمام شعر منزل کی طرح سنتے تھے۔مسلم اور الفیہ ابن مالک بھی منزل کی طرح پڑھتا تھا۔ابن مالک نے صرف ونحو میں نہیں بلکہ ہر فن میں الفیہ لکھا ہے چنانچہ ان کا فقہ کا الفیہ ہے۔اصول فقہ اصول حدیث اور معقول میں بھی الفیہ ہے۔ان لوگوں کے حافظے باکمال ہوتے تھے۔جن سے اللہ تعالیٰ نے علم کا کام لینا تھا حافظے بھی کمال درجہ کے انہیں عطا فرمائے۔

فرمایا مولانا محمد حسین صاحب جیل میں تھے۔رمضان شریف آگیا،قیدیوں نے کہا اگر باہر ہوتے تو قرآن مجید کو تراویح میں سنتے، یہاں ناممکن ہے۔مولانا نے فرمایا میں سناؤں گا، چنانچہ دن کو ایک دو مرتبہ یا تین چار مرتبہ سوا سپارہ منزل دیکھ لیتے۔رات کو نماز تراویح میں سنا دیتے۔پیچھے حافظ بھی ہوتے تھے،خدا جانتا ہے ایک غلطی تک نہ ہوتی تھی۔ بعد میں جب یہاں موجود تھے آخر عمر میں فرماتے کہ میں نے معقول کی کتابوں میں عمر ضائع

کی ہے اگر قرآن مجید پڑھتا پڑھاتا تو کچھ ساتھ لے جاتا۔ اکثر اوقات چادر اوڑھ کر لیٹ جاتے لیٹے لیٹے چھ سات پارے منزل پڑھ لیتے۔

فرمایا: امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کا جب حدیث پاک کا امتحان ہوا تو سینکڑوں علماء کرام نے اسناد پڑھ کر احادیث سنائیں۔ بعد میں امام بخاری کھڑے ہوئے اور فرمایا فلاں سند میں فلاں راوی اس حدیث پاک کا نہیں وہ فلاں حدیث میں فلاں جگہ ہے اور کسی کے متعلق فرماتے کہ یہ سند اس متن کی نہیں بلکہ فلاں متن کی ہے اور فلاں سند صحیح نہیں ہے علیٰ ہذا القیاس تمام کی تمام احادیث اور ان کی اسناد کی اصل اور صحت بیان فرمادی چونکہ ان محدثین نے امتحان کے طور پر پڑھی تھیں تمام نے تسلیم کرلیا کہ حدیث پاک میں انہیں کامل مہارت ہے اور سب نے کہا یہ امیر المومنین فی الحدیث ہیں۔

فرمایا شیخ الرئیس بوعلی سینا نو ماہ کا بچہ تھا۔ والدہ نے اسے نہلاتے ہوئے ایک زیور کسی جگہ دیوار میں رکھ دیا اور بھول گئیں۔ تین چار سال بعد والدہ نے ذکر کیا کہ ایک زیور ہوتا تھا گم ہوگیا ہے۔ شیخ الرئیس نے والدہ سے عرض کیا کہ فلاں جگہ دیوار کھودو، جب دیوار کھودی گئی تو وہاں زیور نکلا کیونکہ وہ جگہ بند کردی گئی تھی۔ لہٰذا محفوظ رہا اور مزید کہا کہ فلاں سال مجھے نہاتے وقت یہ زیور آپ نے رکھا تھا (اس قدر حافظہ بوعلی سینا کا تھا) کہ نو ماہ کی عمر کا واقعہ چوتھے سال بعد بتادیا اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ اسی وقت میرا جی چاہتا تھا کہ والدہ کو فراغت کے بعد بتادوں لیکن بول نہیں سکتا تھا کیسے اظہار کرتا۔

نماز تہجد کا طریقہ

۳ ذوالحج ۱۳۸۸ ھ ایک بار ایک آدمی نے نماز تہجد پڑھنے کا طریقہ دریافت کیا، حضور غریب نواز نے فرمایا اگر خدا تعالیٰ توفیق دے تو پچھلی رات کو اٹھ کر بعد از وضو دو رکعت نماز تحیتہ الوضو پڑھے اور بعد میں دو رکعت نماز نفل پڑھے، پہلی رکعت میں بارہ دفعہ قل شریف، دوسری میں گیارہ دفعہ، پھر دو رکعت اسی طرح نیت کرے۔ پہلی میں دس دفعہ قل

شریف دوسری میں نو دفعہ علی ہذا القیاس بارہویں رکعت میں ایک بار قل شریف، بعد از سورۃ فاتحہ پڑھے نیز فرمایا میرے حضرت صاحب نے آخر بار تہجد کا طریقہ اسی طرح فرمایا تھا جبکہ آپ بیمار تھے اور اسی مرض میں وصال فرمایا۔ آپ نے فرمایا پچھلی رات انسان کو شیطان جاگنے نہیں دیتا لیکن چاہئے کہ جب جاگے اور اٹھنے کا خیال کرے شیطانی خیال آئے تو نفس کو کہے کہ تجھے دوپہر کے وقت سونے کا موقع دوں گا اس طرح خیال کرتا ہوا اٹھ کھڑا ہو۔

مسجد کی فضیلت اور آداب مسجد

بوقت ظہر جامع مسجد سیال شریف میں حضور غریب نواز نماز ادا فرما رہے تھے۔ بندہ نے آپ کے خادم حکیم محمد خان ساکن دھلہ عظمت خان سے آپ کے جھنگ والے مکان جو کہ زیر تعمیر تھا کا نقشہ پوچھا تو حکیم صاحب نے مسجد میں نقشہ کھینچ کر مجھے بتانا شروع کیا، حضور نے نماز سے فارغ ہوکر فرمایا کہ کیا کر رہے ہو، حکیم صاحب نے عرض کیا کہ مکان کا نقشہ بتا رہا ہوں، تو آپ نے غضبناک ہوکر فرمایا مسجد میں؟ آپ کے ان الفاظ سے معلوم ہوتا تھا کہ دنیاوی باتیں مسجد میں کیوں ہو رہی ہیں۔ اور خدا کے گھر میں اپنے مکانوں کا ذکر کیوں ہو رہا ہے۔

۱۱ رجب المرجب ۱۳۸۳ھ بعد از نماز فجر بروز خمیس بندہ کو بنگلہ شریف میں حاضر ہونے کا حکم فرمایا۔ حاضر ہوتے ہی حکم ملا کہ دعوات کلیہ اور آیات قطبین پڑھ کر پانی دم کر دو۔ فارغ ہوکر دست بستہ عرض کیا کہ سورۃ فاتحہ واخلاص ومعوذتین کی اجازت بخشیں تو فرمایا کہ تمہیں قرآن پاک کی اجازت ہے، دوبارہ گزارش کی تو فرمایا جب چاہے جس مطلب کیلئے چاہے پڑھ سکتا ہے۔ حافظ ولی محمد صاحب چونکہ پاس بیٹھے تھے انہوں نے بھی یہی خواہش ظاہر کی تو ان کو بھی اجازت بخشی۔ اس وقت آپ کی طبیعت بشاش تھی، ازاں بعد اپنی اسناد کا ذکر فرمایا۔ خصوصاً جو سندیں حرمین شریفین میں آپ کو عطا ہوئیں۔ ان میں ایک کا نام سند بالاولیہ [1] اور دوسری سند مسلسل بانا احبک [2] ہے۔ بندہ کو بھی سند بالاولیہ عطا فرمانے کا وعدہ فرمایا کہ میرے پاس صرف

۱ جسے تمام سے پہلے سند ملی پھر اس سے پہلے پہل لینے والا پھر اس سے علیٰ ہذا القیاس۔

۲ سند دینے والے نے لینے والے کو فرمایا ہو تو مجھے پیارا ہے اور یہ فرمان تمام اساتذہ کرام فرماتے رہے ہوں۔

ایک ہے۔وہی نقل کر کے دوں گا۔فرمایا سند بالاولیہ وہ ہوتی ہے کہ پہلی پہلی دفعہ لینے والے شمار ہوتے آئیں،چونکہ حضرت عمر ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ نے مکہ مکرمہ میں مجھے یہ سند دی اور آگاہ فرمایا کہ مجھ سے پہلے جن حضرت نے یکے بعد دیگرے اپنے اساتذہ کرام سے یہ سند لی وہ سب بالترتیب پہلا صاحب ہی تھے اور اب میں بھی آپ کو پہلی مرتبہ یہ سند دے رہا ہوں۔ آپ سے پہلے کسی اور نے یہ سند مجھ سے نہیں لی۔لہٰذا یہ سند بالاولیہ ہے۔

شہید مسجد کی جگہ اور اس کی مٹی کا حکم

آپ سے پوچھا گیا کہ کسی کے مکان کے پیچھے حصہ میں مسجد ہے، وہ چاہتا ہے کہ مسجد شہید کر کے مکان میں داخل کر لی جائے اور مکان کے سامنے حصہ میں نئی مسجد تعمیر کی جائے۔آپ نے فرمایا ایسا کرنا ممنوع ہے،شرعاً مسجد کی جگہ مسجد ہی رہے گی۔تبدیل نہیں ہوسکتی نیز استفسار کرنے پر یہ بھی فرمایا کہ شہید شدہ مسجد کی مٹی بھی مسجد ہی پر لگائی جائے۔

قصیدہ بردہ شریف پڑھنے کی اہمیت

بروز خمیس ۱۲ شعبان المعظم ۱۳۸۴ ہجری بعد از نماز فجر قصیدہ بردہ شریف جب حسب معمول طلباء نے مل کر پڑھا تو آپ بھی شامل رہے۔نہایت پر کیف و استغراقی حالت میں استماع فرماتے رہے۔ساتھ ساتھ آہستہ آہستہ خود بھی پڑھتے رہے۔بعد میں دعا مانگی اور فرمایا اے اللہ اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیاری امت کے تمام بچوں کو صحت وتندرستی عطا فرمایا،اسلام کا بول بالا ہو،اللہ تعالیٰ عیسائیت،یہودیت،شیعیت ومرزائیت، وغیرہ غیر مسلم اقوام کا خاتمہ کر،پاکستان کی حکومت صالحہ بنیں،طلباء شریعت مطہرہ کے خادم اور نیک خادم بنیں،تمام طلباء کو اللہ تعالیٰ نیک بنائے،جب دعا ختم ہوئی تو چلتے ہوئے پڑھنے والے بچوں کو پنجابی میں فرمایا:''شاباش بچیاں او شاباش تساڈا پڑھنا پڑھانا اک پاسے جوایہہ قصیدہ پڑھدے ہو اک پاسے''چونکہ نہایت توجہ سے آپ کی دعا تھی اس لئے تحریر کر لی گئی اور خصوصاً ترغیب دلانے کیلئے اکثر اوقات آپ قصیدہ شریف میں شامل ہوتے تھے۔

۵ صفر المظفر بروز جمعتہ المبارک ۱۳۸۸ ہجری بعد از اذان جمعہ شریف بنگلہ شریف میں بندہ حاضر ہوا۔بہت سے پیر بھائی حاضر تھے۔آپ نے اس ناچیز کو دیکھتے ہی نہایت خوشی میں فرمایا السلام علیکم! ناچیز بیٹھا ہی تھا کہ ایک عورت اپنا بچہ اٹھائے ہوئے حاضر خدمت ہوئی۔ایک روپیہ(دو اٹھنیاں) کھڑے کھڑے آپ کے سامنے پھینک دیں اور ساتھ ہی کہا یہ روپیہ ہے۔اس جاہلہ عورت کا یہ انداز دیکھ کر تمام حاضرین حیران تھے۔پھر اپنے بچہ کی شفایابی کیلئے حضور سے دعا کیلئے عرض کی۔آپ نے دعا فرمائی اور جب آپ کے نذر بردار صوفی چودھری ظفر صاحب گوندل نے وہ اٹھنیاں اٹھائیں تو آپ نے اسے نذرانہ سے ایک روپیہ دینے کا اشارہ فرمایا۔چودھری صاحب نے وہی دو اٹھنیاں پیش کیں تو فرمایا میں نے روپیہ کہا ہے۔کوئی اور دے۔چنانچہ ایک روپیہ کا نوٹ دم فرما کر صوفی صاحب کو دیا کہ اس عورت کو دے دو اور اسے کہنا برکت کیلئے یہ روپیہ گھر میں رکھے،سبحان اللہ،کریم ابن کریم کا کرم دیکھا کہ ناعاقبت اندیش عورت نے گستاخانہ انداز میں غلطی کی اور آپ نے اسے کرم سے سرفراز فرمایا سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اخلاق کریمانہ کا مظہراتم ہونا آپ کے اس خلق وعمل سے ظاہر ہے۔

۵ ربیع الاول شریف ۱۳۸۸ ہجری بروز اتوار بعد از نماز ظہر جب ختم خواجگان پڑھا گیا تو اس کا ثواب آپ کے اشارے سے آپ کے خلف الرشید جناب صاحبزادہ حمید الدین صاحب مدظلہ العالیٰ کے ملک کیا گیا،خود حضور نے بھی ان ہی کے ملک کر دیا۔انہوں نے تمام کا ثواب بعد از قبول پھر حضور کے ملک کر دیا۔دعا مانگنے کے بعد آپ نے متوجہ ہو کر فرمایا قاری صاحب میں اکثر بیمار رہتا ہوں،اس(صاحبزادہ حمید الدین صاحب کی طرف اشارہ کر کے) سے وفا کرنا۔آپ کے یہ الفاظ سنتے ہی تمام حاضرین آبدیدہ ہوگئے۔آپ کی درازی عمر کیلئے تمام کے منہ سے دعائیہ الفاظ نکلے۔(اللہ تعالیٰ حضور کا سایہ ہمارے سروں پر قائم رکھے)۔

شب دوشنبہ ۱۳۸۷ ہجری بعد از نماز عشاء تقریباً گیارہ بجے مسجد میں تشریف فرما تھے۔فرمایا اس مسجد میں جو درویش رہے ہیں ان میں سے بعض کے متعلق میں بتاتا ہوں۔

مولوی محمد امین صاحب نکوڑے والے جنہوں نے پندرہ سال اعلیٰ حضرت پیر سیال رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں گزارے،وہ فرماتے ہیں کہ مولانا شاہ عبدالغفار صاحب رحمتہ اللہ علیہ بیمار ہوئے تو حضور نے فرمایا شاہ صاحب کی چارپائی کو مسجد ہی میں رکھ دو کیونکہ بشری عوارضات وآلائش سے یہ پاک ہے۔اس وقت شاہ صاحب کے اوراد میں یہ بھی تھا کہ روزانہ قرآن مجید کی منزل پندرہ سپارے کرتے اور ساتھ ختم دلائل الخیرات پڑھتے۔دیگر اوراد چشتیہ تمام روزانہ پڑھا کرتے تھے۔مجھے حکم فرمایا کہ عبدالغفار شاہ صاحب کی خدمت تیرے ذمہ ہے۔چنانچہ کافی روز مسجد ہی میں رہے،ایک دن بلند آواز سے فرمایا: محمد امین بیٹھا ہے؟ میں نے جواب دیا جی ہاں! تو فرمایا دنیا میں کتنا جھوٹ مشہور ہے۔لوگ کہتے ہیں کہ پیر پٹھان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بہت عاشق تھے۔کوئی کہتا ہے کہ فلاں اتنا بڑا عاشق ہے۔فلاں بہت زیادہ عاشق ہے۔پیر سیال بہت ہی زیادہ عشق والے ہیں حالانکہ ان میں سے کسی کا عشق سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رتی بھر کسی کا ماشہ کسی کا تولہ ہے۔اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عشق اپنی امت کے ساتھ کئی من برابر ہے۔یہ کہہ کر مندرجہ ذیل شعر پڑھا:

دیکھوں مت تڑپنا زیر خنجر صید دل   عشق کے مقتل میں دست وپا ہلانا ہے منع

بعدازاں انفاس شروع کردیا اور اسی حالت میں وصال فرمایا۔جب ان کے جنازہ کیلئے چارپائی باہر لائی جاتی تو بارش شروع ہوجاتی تھی اور جب اندر لاتے تو بند ہو جاتی۔بالآخر حضرت خواجہ شعاع الدین صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرمایا شاہ صاحب وقت کے غوث ہیں اور غوث کا جنازہ ہمیشہ بارش میں ہوتا ہے۔اس لئے بارش ہی میں جنازہ پڑھا گیا اور داداباغ میں دفن کئے گئے۔فرمایا اسی طرح پیر سیال کا ایک درویش خاص اسی مسجد میں آخری سجدہ کی حالت میں فوت ہوا۔

١۵شوال المکرم ١٣٨٦ہجری ساڑھے دس بجے رات حاضری نصیب ہوئی۔فرق باطلہ کا ذکر فرماتے ہوئے ایک بیان فرقہ بھی بیان فرمایا جس کا نام فرقہ بابیہ ہے۔اس کا سرغنہ

کذاب محمد علی باب مدعی نبوی ہوا ہے۔ انکادیه علی الغاویه اور ائمه تلبیس اوران دونوں کتابوں میں اس کے حالات موجود ہیں۔ائمہ تلبیس میں تو اس کا بیان مفصل ہے اور مسیلمہ کذاب سے لے کر بعد میں جتنے کذاب دجال ہوئے سب کے حالات درج ہیں۔ متنبی کذاب کے متعلق فرمایا کہ یہ خاندان عباسیہ کے دور میں ہوا ہے۔حج کا منکر محمد علی تھا جیسا کہ مرزا قادیانی جہاد کا منکر ہوا ہے۔

ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم نے دونوں کے متعلق فرمایا ہے:

آں زایراں بود ایں ہندی نژاد   آں ز حج انکار کرد ایں از جہاد

یعنی حج کا منکر کذاب محمد علی باب ایران سے تھا اور جہاد کا منکر قادیانی کذاب غلام احمد نامی ہندوستان قادیان گرداسپور سے ہوا ہے جو ٹٹی خانہ میں مرا تھا جیسا کہ مشہور ہے۔

اگر مرزا ہوتا خدا کا نبی   تو ٹٹی خانہ میں جاکر نہ مرتا کبھی

فرمایا کہ میرے ہم جماعت ساتھیوں میں ایک کابلی شاہ صاحب ہوتے تھے۔ بڑے جسم اونچے قد والے اور طاقت ور،انہیں طے مکانی حاصل تھی۔روزانہ ساہیوال سے پڑھنے کیلئے آجایا کرتے۔کابل بھی جاتے تو جلدی واپس آیا کرتے۔بعض امور میں عقائد کے لحاظ سے میرے ہم خیال نہ تھے۔وہابیت کی طرف مائل تھے لیکن وہابی نہیں تھے۔ساہیوال کے کلواڑوں سے اسے اپنی لڑکی بھی شادی کرکے دی تھی۔ایک بار کابل گئے، چھ سال تک نہ آپ آئے نہ ہی کوئی خبر خط وغیرہ کے ذریعہ بھیجی۔اس کے سسرال نے میرے پاس آکر لڑکی کے بارے میں پوچھا میں نے کہا کہ میں تو حنفی ہوں اجازت نہیں دیتا، نوجوان لڑکی اور نوجوان ہی خاوند،ان کے ہم عمر بھی نوجوان آخری عمر بڑھاپے کا اعتبار ہوتا ہے جس میں موت کا یقین ہو، میں حنفی ہوکر دوسری جگہ نکاح کردینے کا فتویٰ نہیں دے سکتا۔ایک مولوی حبیب اللہ ہوتا تھا۔اس نے کہا میں فتویٰ دیتا ہوں کہ اب سے چار ماہ دس دن کی عدت بیٹھ جائے، جب عدت ختم ہوجائے دوسری جگہ نکاح کرلے،چنانچہ اس کے فتویٰ پر دوسری جگہ نکاح کرکے دے دی گئی،قدرتاً تھوڑے دنوں نکاح کے بعد شاہ صاحب بھی آگئے۔

گھر آئے تو دروازہ بند تھا،کوئی آدمی موجود نہیں ہے۔لوگوں نے فرمایاتمہاری بیوی نے دوسری شادی کرلی ہے۔غصہ اور جلال سے آنکھیں سرخ ہوگئیں، کہنے لگے کس جاہل نے فتویٰ دیاتھا۔کیاسیال شریف والوں نے؟جواب دیا مولوی حبیب اللہ نے فتویٰ دیاہے سیال شریف سے،تو مخالفت ہوئی تھی۔لاٹھی لے کر مولوی صاحب کے گھر کی طرف چل دیئے کسی نے مولوی حبیب اللہ کوخبردے دی تواس نے اپنے بچاؤ کا حیلہ پوچھا۔اسے بتایا گیا کہ شہر کے باہروالی مسجد میں جوصفیں لپٹی پڑی ہیں ان میں جاکر چھپ جاؤ، چنانچہ شاہ صاحب کو نہ مل سکا۔آخر کار شاہ صاحب نے وہیں بیٹھ کر وصیت نامہ لکھا کہ میری تمام کتابیں سیال شریف کے کتب خانہ میں دے دینا۔چنانچہ یہاں الفیہ اور کافیہ کی شروع نحو کی کتابیں اسی کی دی ہوئی ہیں۔یہ وصیت نامہ لکھ کر بیٹھے بیٹھے فوت ہوگیا۔غیرت مند کی غیرت برداشت نہ کرسکی کہ اب میں دنیاپر رہوں۔

جب بندہ پہلے پہل سیال شریف حاضرہوا تواکثراوقات آپ سے مندرجہ ذیل دعائیہ شعر سنتا تھا:

اے آنکہ تراغفو و عطائی زیبد   دی آنکہ مرا جرم و خطائی زیبد
ماہیچ نگوئیم کہ باما آں کن   باما آں کن کہ ترا ے زیبد

ترجمہ: اے وہ ذات اقدس کہ تجھے معاف کردینا اور عطافرمانا ہی سجتا ہے اور اے وہ ذات مقدس کہ مجھے تو جرم وخطا کی ہی عادت بن چکی ہے۔ میں کچھ نہیں کہتا کہ میرے ساتھ ایسا کہ بلکہ میرے ساتھ وہ کر جوتیرے شایان شان ہے۔

وظیفہ کی مداومت

۷شعبان المعظم ۱۳۸۷ھ بنگلہ شریف میں قدم بوسی نصیب ہوئی۔آپ کے برادر حقیقی جناب صاحبزادہ ظہیرالدین صاحب نے فرمایا کہ شاہ صاحب گولڑے والوں (موجودہ سجادہ نشین غلام محی الدین صاحب) کی داڑھی بالکل چھوٹی ہے۔شاید انچ برابر ہوگی۔یہ سن کرآپ نے فرمایاایسازمانہ ہے کہ آدمی اپنا خیال رکھے یہ بھی غنیمت ہے۔

ایک شخص نے قدم بوسی کرنے کے بعددریافت کیاغریب نواز! آپ نے پہچانا ہے؟ فرمایا ابھی تک میں نے اپنے آپ کونہیں پہچانا(تجھے کیاپہچانوں)ایک شخص نے عرض کی غریب نواز آپ کاغلام ہوں،کوئی وظیفہ فرمادیں تاکہ مصیبتیں دور ہوجائیں،آپ نے استفسار فرمایا جو وظیفہ پہلے بتایاتھا وہ پڑھتاہے؟ جواب دیا۔جی ہاں،فرمایاشاباش اب نماز مغرب کے بعد تین تسبیح یارحمٰن کی بھی پڑھتے رہیں اور اشراق وتہجد کےنفل نہ چھوڑیں۔ خداتعالیٰ تجھے بھی توفیق دے اور مجھے بھی تاکہ ان نوافل پر مداومت کرسکیں۔

بعدازفرمایا کہ میرے حضرت یعنی ثالث صاحب حضرت ثانی خواجہ محمد دین صاحب رحمتہ اللہ علیہ کاملفوظ سناتے تھے کہ جوشخص مصیبت زدہ ہویا توہرنماز کے ساتھ تسبیح درودشریف اورایک تسبیح یاکریم کی پڑھتانہیں ہے اوراگر پڑھتاہےتوکوئی مصیبت نہیں آئے گی۔

چادرٹخنوں کے نیچے کرنے کی ممانعت

یکم شوال المکرّم(یوم عید)۱۳۸۷ھ آپ نے ایک آدمی کودیکھا،چادرٹخنوں سے نیچے کئے ہوئے چل رہاتھا۔حاضرہوا تو آپ نے فرمایایہ ایسا گناہ ہے جس کی نہ توکوئی لذت ہے اور نہ ہی کوئی سواد ہے۔یہ بے سوادا گناہ ہے۔شراب پینے یا دوسرے گناہ کرنے والے کو کوئی نہ کوئی لذت یاحظ نفسانی حاصل ہوتاہے اور یہ گناہ بجائے لذتوں کے قباحت آمیز ہے۔ایک توچادر گندگی سے آلودہ ہوجاتی ہے۔ساتھ ہی گناہ کاارتکاب ہے۔

وباؤں کوٹالنے کی ترکیب

۵ محرم الحرام بروز جمعہ ۱۳۸۵ ہجری اس مسکین سمیت چار پانچ آدمیوں کو بنگلہ شریف میں حاضری کا حکم پہنچا۔ آپ نے سولہ عدد روٹیاں اپنے پاس رکھی ہوئی تھیں جو کہ دو پڑی تھیں اور درمیاں میں شکرتھی۔ جن کو پنجابی میں بھسری روٹی کہا جاتا ہے۔ تمام پر گیار مرتبہ سورۂ فیل اور گیارہ سورۂ قریش پڑھائی۔ بعد میں ہر روٹی کے چار ٹکڑے بذریعہ چاقو کر دیئے اور ہر ایک حصے پر قلاقل ثلاثہ ایک ایک بار پڑھنے کا حکم دیا۔ بعد ازاں سولہ مرتبہ بسم اللہ شریف اور آخر میں سولہ بار حسبنا اللہ ونعم الوکیل پڑھ کر تمام ثواب آپ کے ملک کیا گیا۔ آپ نے خواجگان و جملہ صالحین کا فاتحہ پڑھا، ایصال ثواب کے بعد حالت قیام قبلہ رو ہوکر پھر دعا فرمائی کل اجزاء کے چار چار حصے کرکے شہر کے چاروں کونوں میں بھیج دیئے۔ حکم فرمایا کہ باہر سے آنے والے آدمی کو ایک ایک حصہ (روٹی چوتھائی) دیتے جانا۔ آپ نے فرمایا وباؤں اور مصیبتوں سے امن کیلئے یہ صدقہ سال کے شروع میں دینا بہتر ہے۔ (الاریبی میں مکمل ترکیب درج ہے)۔

تعمیر مکانات

بروز سوموار ۱۸ ذیقعد ۱۳۸۴ھ صاحبزادہ مجدالدین صاحب کے مکانات پر دوعا ذرچڑھائے گئے۔ قبل از دوپہر گاڈر کے سرے پر دعوات کلیہ پڑھ کر دم کی گئی اور شال کی جانب آیت کریمہ ثم انزل علیکم من بعدالغم امنۃ نعاسا الخ اور جنوبی طرف آیت کریمہ محمدرسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم الخ (آیت قطبین پڑھ) کردم کی گئیں۔ یہ جناب شیخ الاسلام والمسلمین رحمتہ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق عمل کیا گیا۔

نئی عمارت اور اسم یاوَدُوْد کی برکت

۹ محرم الحرام ۱۳۸۸ھ شب دوشنبہ بعد از نماز عشاء حضور غریب نواز دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے بجلی کے بلب کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ روشنی پر پروانے بسبب عشق وذوق آتے ہیں۔ یہ روشنی شاید ان کا قبلہ ہو بلکہ حقیقت یہ ہے کہ دنیاوی روشنیوں کو ذات باری تعالیٰ کی تجلیات سمجھ کر اسی ذات کی طرف میلان ہوتا ہے اور یہ پروانہ اسی ذات کی تجلی سمجھ کر روشنی پر حاضر ہوتے ہیں۔ اڑتے پھرتے، چکرلگاتے گرجاتے ہیں۔ بطیب خاطر اپنی جان آفرین کے سپرد کردیتے ہیں، مگر واپسی کا نام تک نہیں لیتے۔ لا یعلم جنود ربک الا ھو۔

مذکورہ بالا آیت تلاوت فرمائی۔ قدرے توقف کے بعد دو زانو ہوکر پلٹ کر بیٹھ گئے۔ اسم یاوَدُوْدُ کا ورد شروع کردیا۔ تقریباً سترہ بار پڑھ کر فرمایا کہ اس اسم باری تعالیٰ کو عمران (آبادی) سے بڑا تعلق اور نسبت ہے، جہاں آبادی نہ ہو یا نئی عمارت بن رہی ہو اور وہاں یہ اسم پڑھا جائے تو کثرت عمارات ہوتی ہے چنانچہ فرمایا کہ شہر سرگودھا جہاں واقع ہے یہ جگہ بالکل سنسان تھی۔ پرانے اور معمرلوگ بتاتے ہیں کہ یہاں ایک مجذوب رہتا تھا اور اسم یاودود کو بکثرت پڑھا کرتا تھا۔ استاد مولوی محمد امین نکوچی نے فرمایا ایک بار میں وہاں سے گزرا اور میرے پاس قرآن مجید تھا، وہ مجذوب میرے پاس آیا، قرآن مجید لے کر چومتا اور روتا اور کہتا جارہا تھا کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ سبحان اللہ کیسے اللہ والے لوگ گزرے ہیں۔

نئے مکان میں آباد ہونے کے آداب

۱۱ محرم الحرام ۱۳۸۵ ہجری بروز خمیس آپ نے فرمایا صاحبزادہ مجدالدین صاحب کے نئے تعمیر شدہ مکانات میں ختم شریف اور درود شریف پڑھیں، جمعہ کی رات کو غریب نواز نے عرس حاضر شدہ علمائے کرام اور طلباء اور اساتذہ کرام وسادات عظام کی خصوصی دعوت

فرما کر انہیں مکانات میں طعام کھلایا۔ بعد میں بحالت قیام صلواۃ وسلام اندرونی مکان میں پڑھایا۔ بوقت صلوۃ وسلام آپ نے نہایت استغراقی حالت میں تھے۔ بعد میں آپ نے دعا مانگی جو حاضرین ودیگر غلاموں سب کیلئے جامع تھی۔ جب بار بار درود شریف پڑھ کر آپ دعا مانگتے رہے تو سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات وبرکات کا عشق آپ سے ظاہر تھا۔ دعا میں یہ الفاظ ظاہر تھے، خدایا میرے بچے اس مکان میں خوشی سے آباد ہوں۔

۔ جمادی الاخری ۱۳۸۴ ہجری بدھ وار بعد از نماز ظہر عصر کی اذان کے قریب روضہ شریف کے سرہانے کی طرف صاحبزادہ محمد ضیاء الحق کو پیر پٹھان جناب خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ نے قرآن کریم کا قاعدہ شروع کرایا، حضور غریب نواز ودیگر حضرات سیالوی تمام موجود تھے اور صاحبزادہ غازی صلاح الدین صاحب کی شادی خانہ آبادی کی تاریخ بھی مقرر فرمائی جو کہ ۷ ذیقعد ۱۳۸۴ ہجری کو ہوئی۔ اس وقت حضور نے پیر پٹھان سے صاحبزادہ صاحب کے عقلمند ہونے کی دعا زیادہ منگوائی نہایت عجیب وپرکیف نظارہ تھا۔ دل چاہتا تھا کہ ہمیشہ ہمیشہ بزرگوں کی صحبت نصیب رہے۔

مکان کی چھت ڈالنے کے وقت کے اذکار

۱۸ ذیقعدہ ۱۳۸۴ھ بروز سوموار ان مکانات پر کاڈر پڑھائے گئے جو صاحبزادہ مجد الدین صاحب کیلئے بنوائے۔ ہر کاڈر کے سرے پر دعوات کلیہ پڑھ کر دم کی گئی نیز شمالی سرے پر ثم انزل علیکم الخ آیت قطب اور جنوبی سرے پر محمد رسول اللہ الخ آیت غوث پڑھ کر دم کی گئی۔ حضور غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق عمل کیا گیا۔ تکمیل مکانات کے بعد ختم شریف اور دعا جو پہلے بیان ہو چکے ہیں وقوع پذیر ہوئے۔

مکان بناتے وقت پڑوسی کی تحقیق کرنی چاہیئے

محمد یوسف صاحب قادری حال مقیم نزد مکان پیر سیال نواں شہر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب آپ کی ظاہری توجہ اپنی طرف کم محسوس کی تو دل ہی دل میں اس بارے کچھ سوچنے لگا، تو آپ نے فرمایا میں آپ کو خوب جانتا ہوں، آپ کا مکان میرے مکان کے پاس ہے آپ میرے خدمت گزار ہیں، خدا کا فضل ہے کہ میرے جھنگ والے مکان کے اردگرد تمام معتقد اور مخلص پیر بھائی رہتے ہیں۔ لیکن سرگودھا والے مکان کے اردگرد رہنے والے شیعہ، وہابی غیر مقلد وغیرہ ہیں۔ شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک جگہ مکان خریدنے کا قصد فرمایا۔ ایک یہودی جو اس مکان کے پاس رہتا تھا حاضر ہوا اور کہا کہ آپ یہ مکان ضرور خریدلیں کیونکہ نہایت بہترین ہے، ہر لحاظ سے آرام دہ ہے۔ شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ نے استفسار فرمایا تو اسی مکان کا پڑوسی ہے۔ اس نے کہا جی ہاں میں تو ساتھ رہتا ہوں۔ فرمایا اگر تو پڑوسی ہے تو پھر یہ مکان میرے خریدنے کا نہیں یعنی یہود کا پڑوسی ہونا میرے لئے تکلیف دہ ہے۔ لہذا مکان بنانے سے پہلے انسان کو اڑوس پڑوس کی تحقیق کرنا ضروری ہے۔

عاجزی وانکساری کے فوائد

حضرت شیخ المشائخ شیخ الاسلام والمسلمین رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دیول والے پیر صاحب میری مزاج پرسی کیلئے تشریف لائے اور کہا کہ آج فلاں بزرگ ہے۔ میں نے کہا آج بزرگ وہ ہے جو نفاق سے محفوظ ہو اور ایمان بھی سلامت لئے ہوئے ہو۔ ہم اور آپ اگر ایمان لے کر گئے تو لاکھ کمایا۔ کہنے لگے آخر زمانہ میں بزرگ رہتے تو ہیں۔ جواب دیا وہ ملک شام میں ہوں گے اب تو یہ معاملہ ہو گیا ہے کہ

مسلماناں درگور و مسلمانی در کتاب   مسلمان قبروں میں اور مسلمانی کتابوں میں ہے

اللہ تعالیٰ مرتے وقت کلمہ شریف نصیب فرمائے۔ آمین

فرمایا: دو بھائی تھے۔ایک صوفی اور دوسراعالم۔ایک بارعالم صاحب صوفی صاحب کے پاس گئے تو بدبومحسوس ہوئی۔پوچھابدبوکیسی ہے؟صوفی صاحب نے بتایا کہ نفس کو مارنے کیلئے ایک چوہامارکرپگڑی میں رکھاہواہے۔آٹھ پہریا کچھ دن بتائے کہ اتنے عرصہ سے اپنی پگڑی ہی میں لپیٹ کرسرپرباندھے ہوئے ہوں۔عالم نے فرمایانفس کوتومارالیکن اتنے عرصہ میں جتنی نمازیں پڑھی ہیں تمام دوبارہ پڑھیں۔ان کااعادہ ضروری ہے کیونکہ نجاست مانع نماز ہے۔فرمایاعلم کے بغیرعبادت وتقویٰ مشکل ہے۔اللہ تعالیٰ جہالت سے بچائے۔

خودی کی شوخی وتندی میں کبر وناز نہیں   جوناز ہو تو بے لذت نیاز نہیں

دل بدست آور کہ حج اکبراست

پھرفرمایاکہ فوائدالفوائدشریف میں ایک روایت آئی ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مبارک فرماتے ہیں کہ میں حطیم میں سویاہواتھادوشخص میرے پاس آکرکھڑے ہوگئے۔ایک نے دوسرے سے پوچھاکہ اس سال کتنے آدمی حج پرآئے ہیں۔دوسرے نے کہاسات لاکھ آدمی۔میرے دل میں خیال آیااتنے آدمیوں کا شمارکرناناممکن ہے۔معلوم ہوتاہے یہ دونوں فرشتے ہیں۔سوال کرنے والے نے پوچھا کتنے آدمیوں کاحج منظور ہواہے۔دوسرے نے جواب دیاکسی کاحج بھی منظورنہیں ہوا۔پھرپوچھا کتنے آدمی بخشے گئے جواب ملاتمام بخشے گئے۔سوال کیاحج کسی کا منظور بھی ہواہے یانہیں۔فرمایاصرف ایک شخص کاحج منظور ہوا جو حاضر بھی نہیں ہوا۔پھرسوال کیایہ لوگ کس کے طفیل بخشے گئے؟جواب دیاعلی ابن طلق کے طفیل۔سوال کیاعلی ابن طلق کون اورکہاں کے رہنے والے ہیں؟جواب دیادمشق میں فلاں محلہ کے رہنے والے ہیں اورموچیوں کاکام کرتے ہیں۔حضرت عبداللہ ابن مبارک فرماتے ہیں جب میں جاگاتوارادہ کیاجس شخص کے طفیل ساتھ لاکھ آمیوں کی بخشش ہوئی ہے اوراس کاحج بھی گھربیٹھے منظورہواہے اس شخص کی ضرور زیارت کروں گا۔چنانچہ مکہ مکرمہ سے فارغ

ہوکرمیں دمشق گیا۔اس شخص کونام اورمقام کی وجہ سے تلاش کیانہ ملالیکن تہیہ کرلیاکہ ضرور زیارت کرکے رہوں گا۔بہت سے دن وہاں اسی تلاش میں گزارے۔بلاخرایک روز پہنچ گیا۔ایک شخص موچیوں کا کام کررہاتھا۔اس کے پاس گیانام پوچھااس نے علی ابن طلق بتایا۔وہیں بیٹھ گیا۔اسے کہامیں آپ کی تلاش میں رہاہوں اور بڑی مدت کے بعد مجھے آپ کی ملاقات نصیب ہوئی۔اس سے پوچھااس سال آپ حج پرگئے ہیں یانہیں؟انہوں نے جواب دیانہایت حسرت بھری آواز سے بلکہ آنکھوں سے پانی آنسوؤں کی شکل میں بھرآیااورکہاکہ اس سال حج پرنہیں جاسکا۔جواب دیامیں نے حج کی تیاری کی،سامان وغیرہ باندھالیکن میرے گھرمیں بچہ پیداہونے کاوقت آگیا میرے ہاں پہلے بچہ نہیں تھا۔اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کی امیدتھی۔جب اہلیہ کوزیادہ تکلیف ہوئی انہوں نے کہااس وقت میرادل گوشت کھانے کوچاہتاہے۔میں نے سوچا بازار سے لانااورپکانادیرہوجائے گی۔گھروالوں نے بتایامجھے معلوم ہوتاہے شاید پڑوسیوں کے ہاں گوشت پکاہے۔میں نے وہاں جاکر پوچھا انہوں نے بتایاجی ہاں گوشت ہم نے پکایاہے۔تھوڑاساسالن مانگا انہوں نے انکارکردیا۔میں نے کہاپورے دنبے کی رقم دیتاہوں لیکن نہ مانے بالاخرانہوں نے جواب دےکرکہاکہ توامیرآدمی ہے ہم نے بھوک کی وجہ سے حرام گوشت پکایاہے،مسکین اور مضطرب کیلئے توحرج نہیں۔ہم نے جب بال بچوں کی اضطرابی اوربھوک کی شدت دیکھی توباہرایک گدھا مراپڑاتھا۔اس سے گوشت کاٹ لائے اورپکارہے ہیں۔تیرے لئے توحرام ہے تجھے کس طرح دیں۔یہ سن کرمجھے افسوس ہوا،واپس گھرآیاجتناسامان حج کاباندھ کررکھاتھا تمام اٹھاکر انہیں دےدیااورمعافی بھی مانگی کہ گزشتہ حالات میری بےخبری اور ناواقفیت کے عالم میں ہوئے ہیں۔آئندہ تمہارالحاظ پہلے رکھوں گااور بعدمیں میرے بچے کھائیں گے۔لہٰذا میں تو اس لئے حج پرحاضرنہ ہوسکا۔حضرت عبداللہ ابن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے شخص تجھے مبارک ہوحج بھی اسی سال صرف تیرامنظورہوا اور تیرے طفیل ساٹھ لاکھ آدمی (حاجی) بخشے گئے۔

حضرت عبداللہ ابن مبارک کے اس واقعہ پر آپ نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت علی ابن طلق نے تو پڑوسی کالحاظ رکھا اور اپنا حج موقوف کردیا۔ پڑوسی کے حق کو پہچانا تو اللہ تعالیٰ نے اسے گھر بیٹھے حج کاثواب دے دیا۔آج کل ہم لوگ حج پر دوڑ جاتے ہیں حالانکہ پڑوسیوں کے حالات سے واقف ہوتے ہوئے پرواہ نہیں کرتے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے: لن تنالوا البرحتی تنفقوا مماتحبون

تم اپنی محبوب اشیاء سے خرچ کئے بغیر ہرگز نیکی نہ پاؤ گے۔

فرمایا حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کاواقعہ ہے کہ آپ کاایک مرید حاضر ہوا۔عرض کی حج پر جانا چاہتاہوں اجازت بخشیں۔فرمایا کیاسفرخرچ بھی بنایاہے؟ جواب دیا جی ہاں! تو فرمایا جو زاد راہ تیار کیاہے مجھے آکردے دو یہاں درویش ،فقراء اور مساکین کھائیں گے اور سات مرتبہ میرے اردگرد طواف کرلے چنانچہ اس مرید نے ایسا ہی کیا۔ فرمایا تیراحج ہوگیا۔سبحان اللہ کیسے پاک لوگ ہوئے ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے راضی تھے اور اللہ تعالیٰ ان سے راضی تھا۔اللہ تعالیٰ ہم پر بھی ان کے طفیل راضی ہو۔

کعبہ بھی اللہ والوں کی زیارت کوجاتا ہے ۔ردالمحتار،شروط الصلوٰۃ میں استقبال القبلہ کے ماتحت جلد اص ۳۱۷ میں ہے۔

لیس المراد بالقبلة الكعبة التی هی البناء المرتفع علی الارض ولو نقل البناء الیٰ موضع آخروصلی الیه لم یجزبل تجب الصلوٰة الی ارضها كمافی الفتاویٰ الصوفیة عن الجامع الصغيروفی البحرعن عدة الفتاوی الكعبة اذارفعت عن مكانهالزيارة اصحاب الكرامة ففی تلك الحالة جازت الصلوٰة الی ارضها۔

ترجمہ: نمازی کانماز میں قبلہ کومتوجہ ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کعبہ کی اس مکان کومتوجہ ہونا جوزمین پرقائم کیاگیاہے۔اس لئے اگرعمارت کودوسری جگہ منتقل کیاجاوے اور اس دوسری طرف والی عمارت کی طرف متوجہ ہوکرنماز پڑھے گاتو جائزنہ ہوگا بلکہ اسی زمین کی طرف متوجہ ہوناواجب ہے جس سے کعبہ اٹھایاگیاہو۔جیساکہ فتاویٰ صوفیہ میں ہے جو جامع

صغیر سے اور بحرالرائق میں عدۃ الفتاویٰ سے نقل کیاگیاہے کہ اگر کعبہ اپنی جگہ سے اصحاب کرامت کی زیارت کیلئے اٹھالیاجائے تو اس حالت میں اس کی زمین کی طرف متوجہ ہوکر نماز پڑھنا جائز ہے۔

دل شکنی کی ممانعت

فرمایا کسی کی دل شکنی کرنا جائز نہیں۔ہمارے استاد مولانا معین الدین اجمیری رحمتہ اللہ علیہ نے اس کے متعلق مندرجہ ذیل شعر سنایا تھا۔

ٹوٹا جو کعبہ کونسی یہ جائے غم ہے شیخ   کوئی قصر دل نہ تھا کہ بنایا نہ جائے گا

مولانا کادوسرا شعر بھی سنایا:

دامن اس کاتو بھلادور اے دست جنون   کیوں ہے بے کار گریباں تو میرا دور نہیں

فرمایا باوافریدالدین گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اورحمیدالدین ناگوری رضی اللہ عنہ دونوں ہم عصر ہوئے ہیں۔ایک دوسرے سے وعدہ لیاتھا کہ جس کاوصال پہلے ہو دوسرے کوبتائے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کونساعمل زیادہ محبوب ومقبول ہے۔چنانچہ جب حضرت باواصاحب رحمتہ اللہ علیہ کاوصال ہوگیا۔تو خواجہ حمیدالدین ناگوری رحمتہ اللہ علیہ قلم دوات کاغذ لے کران کے مزار پر گئے اور حسب وعدہ سرہانے کی طرف غلاف کے نیچے قلم دوات کاغذ رکھ دیئے اورعرض کیاخواب میں بتایاہوایقین نہ کروں گا اس کاغذ پرلکھ دیویں۔دوسرے روز کاغذ آکراٹھایا۔اس پرمندرجہ ذیل شعر لکھاہواتھا۔

جملہ فنون شیخ نیرزد بہ نیم خس راحت بہ دل رساں کہ ہمیں مشرب است وبس

(بزرگ کے تمام اعمال نصف تنکے کی حیثیت بھی نہیں رکھتے۔کسی دل کوآرام پہنچا یہی طریقہ ہے اور بس)

اسلامی استغناء اور نظام حیدرآباد دکن

۸شوال المکرّم ۱۳۸۸ھ آپ نے فرمایا ایک انگریز نے نظام حیدرآباد دکن کو ایک چاقو بطور تحفہ دیا اور اس چاقو کی بہت تعریف کر کے کہا محض تمہارے لئے لایا ہوں، نظام نے کسی باورچی کے سپرد کر دیا، چند سال بعد وہی انگریز دوبارہ حاضر ہوا اور کہا میں نے ایک چاقو آپ کو پیش کیا تھا۔ نظام نے جواب دیا وہ کسی باورچی کے سپرد کر دیا گیا ہے۔ انگریز نے حیران ہو کر کہا میرا چاقو ویسے کسی کو دے دیا مجھے واپس دو تم نے اس کی قدر نہیں کی، نظام نے حکم دیا چاقو تلاش کر کے لاؤ تلاش کرتے کرتے کسی باورچی سے میسر ہو گیا۔ نظام نے نہایت بے اعتنائی سے اسے واپس کر دیا۔ انگریز نے بڑی جلدی سے لے لیا، بہت خوش ہوا، جیب میں ڈالا اور چلتا بنا۔

برما میں اشاعت اسلام

فرمایا برما والوں میں اسلام کا سبب محض مسلمانوں کا خلق ہے۔ ایک بار عرب کے مسلمان تجارت کیلئے اس ملک میں تشریف لائے۔ مسلمانوں کو اس تجارت میں خسارہ ہوا۔ مقروض ہو گئے اور روپوش ہو کر واپس چلے گئے۔ برما والوں نے بدگوئی کی صورت میں مسلمانوں کے متعلق طرح طرح کے کلمات کہے کیونکہ ان کا مال ادا کر کے نہیں گئے تھے۔ اس لئے بدظنی کی لیکن مسلمانوں نے واپس وطن جا کر مال کمایا، جب قرض ادا کرنے کی طاقت ہوئی تو دوبارہ صرف قرض کی ادائیگی کیلئے برما تشریف لائے اور قرض ادا کیا۔ اس کا اثر اتنا ہوا کہ اس ملک والے مسلمان ہو گئے۔

مسلمانوں کا عہد رفتہ میں علمی ذوق

حضور غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا سندھ میں بہت علماء کرام ہوئے ہیں جن میں ایک علامہ مہیم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بھی ہیں جنہوں نے تفسیر مہیمی لکھی ہے۔ پڑعیدن کے پاس ایک پرانا کتب خانہ ہے جس میں نایاب کتابیں پائی جاتی ہیں، ٹنڈو آدم خان میں مولانا ہاشم جان صاحب ہوئے ہیں جو علامہ اجمیری کے شاگرد نیز حکیم احمد صاحب ٹونکی رحمتہ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں، ان کا بھی بہت بڑا کتب خانہ ہے۔ آرزو ہے کہ بندہ سفر کر کے وہاں جا کر مطالعہ کرے یا ان سے عاریتاً کتابیں لائے، کتابوں کی حسرت دل میں رہتی ہے لیکن کتب خانوں پر دو آفتیں آچکی ہیں۔ جب اس طرف خیال آتا ہے تو نایاب کتابوں کی آرزو دل کو زیادہ غمگین کرتی ہے۔ پہلی آفت کتابوں پر ہلاکو خان کا وجود ہے۔ جب اس نے بغداد پر حملہ کیا تو تین ماہ تک تین تین سو اونٹ کتابوں کے لاد کر دریا میں پھینکے جاتے تھے۔ دریا بھی معمولی نہیں دریائے دجلہ اور اس کا پانی کتابوں کی کثرت کی وجہ سے گاڑھا بلکہ سیاہی مائل ہو گیا تھا۔ دوسرے آفت اس کے بعد وقتاً فوقتاً عیسائیوں اور یہودیوں نے اسلامی کتب خانوں کو نقصان پہنچایا۔ ''کتاب محیط'' مصنفہ شمس الائمہ کا ایک قلمی نسخہ سنا ہے کہ گڑھی شریف میں موجود ہے۔ خدا جانے ان کے پاس کس طرح آیا۔ کوئی آدمی ہمت کر کے وہاں سے لکھ کر لائے۔ یہ بڑی نایاب کتاب ہے۔ علاوہ ازیں سندھ میں بہت سے صحابہ کرام کے مزارات ہیں۔ (مولانا حبیب اللہ کے کہنے پر آپ نے جواباً فرمایا ٹھٹھہ میں تو حضرت عبداللہ صاحب کا مزار ہے۔ یہ حضرت غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے پوتوں کے پوتے ہوں گے۔ بہرحال متقدمین میں سے ہیں، پھر فرمایا ایک بزرگ کا مزار کراچی شہر میں ہے۔ جو دوسری صدی میں ہوئے ہیں ان کا نام مکمل مجھے یاد نہیں ہے۔ شاید عمر نام ہے۔ سندھ میں تو صحابہ کرام کی قبریں کثرت سے ہیں۔ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ اقدس میں صحابہ کرام نے ملتان فتح کیا اور اسی موقع پر بنوں بھی فتح ہوا۔ اس وقت بنوں کو

بنا کہتے تھے۔ شام کی فتح صحابہ کرام کے زمانہ میں ہوئی۔اسی زمانہ میں صحابہ کرام سندھ، ملتان، ہنوں، جبل الطارق ودیگر جزائر میں پہنچے۔اس لئے ان مقامات پر ان کے مزار موجود ہیں۔ ہنوں میں اور ملتان میں فوجیں اکٹھی پہنچی تھیں۔پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زمانہ میں جب قبائل کی بغاوت کا خطرہ ہوگیا تھا تو انہوں نے فوجوں کو واپس بلالیا۔تقریباً جبل الطارق تک جزائر فتح ہو چکے تھے۔لوگ طارق کی تعریف کرتے ہیں۔حقیقتاً فاتح اندلس وہ صحابہ کرام ہیں جنہوں نے حضرت امیرالمؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں اس علاقہ کو فتح کیا۔بلکہ محمود غزنوی کو بھی انہیں صحابہ کرام کے طفیل اتنی تکالیف نہیں اٹھانا پڑیں۔

ایک وہ ہیں جنہیں بگڑی بنانا آتی ہے   ایک ہم ہیں کہ بنی بھی بگاڑے بیٹھے ہیں

ایک پھر سنا ہے کہ اسرائیلیوں کی جنگ شروع ہے لیکن شراتی کونسل (سلامتی کونسل) پر اعتماد نہیں چونکہ جب یہ دیکھیں گے کہ اسرائیلیوں کو مار پڑنا شروع ہورہی ہے تو جنگ بند کرادیں گے۔ان کا مزاج غلام عباس شاہ رجوعے والے جیسا ہے۔

آٹھواں باب: عالم برزخ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر میں زیارت

اور حضور شیخ الاسلام قدس سرہ العزیز کا بچپن میں اعلیٰ جواب

راقم الحروف نے حضرت شیخ الاسلام والمسلمین رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا کہ علامہ اجمیری رحمتہ اللہ علیہ کی بیعت طریقت کہاں تھی۔فرمایا ان کے والدین ماجدین کی بیعت تو حضرت کریم تونسوی رحمتہ اللہ علیہ سے تھی۔مولانا عبدالحق صاحب خیرآبادی رحمتہ اللہ علیہ کی بیعت بھی حضرت کریم رضی اللہ تعالیٰ سے تھی۔لیکن مولانا کی بیعت حضرت علامہ فرنگی محلی رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ تھی۔فرنگی محل حضرت سے ایک محمد وارث شاہ صاحب یہاں بھی تشریف لائے تھے۔مولانا محمد حسین صاحب ان کے پیچھے ہاتھ باندھ کر چلتے تھے کیونکہ ان کے استاد کے پیر تھے۔فرمایا مجھے یاد ہے میں اس وقت قطبی پڑھتا تھا۔انہیں خوف کشف حاصل تھا۔انہوں نے سوال کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق جو قبروں والوں سے سوال ہوتا ہے اس کے متعلق تیرا کیا عقیدہ ہے اور جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نہیں کی وہ قبر میں کیا جواب دے گا۔کس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچانے گا؟ میں اس وقت بچہ تھا میں نے جواب دیا کہ نور ایمان کے ذریعے معلوم ہوجائے گا اور چونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس عین ایمان اور نور کا مرکز ہے اور ہر چیز اپنے مرکز کی کی طرف دوڑتی ہے لہٰذا جواب دینے والے کا نور ایمان اپنے مرکز کی طرف دوڑے گا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچان کر جواب دے گا۔جب انہوں نے یہ جواب مجھ سے سنا تو فرمایا خوب بچے خوب، جواب یہی ہے اور کوئی جواب نہیں۔

حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا نکیرین سے سوال

فرمایا: جب غوث الاعظم رحمتہ اللہ علیہ سے قبر میں نکیرین نے سوال یا۔ ''من ربک؟'' توانہوں نے فرمایا اس کا جواب میں بعد میں دوں گا پہلے تم بتاؤ کہ جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں فرمایا۔ انّی جاعلٌ فی الْاَرْض خلیْفه (میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں)۔ تو تم نے مشیت ایزدی کے خلاف کیوں کہا نحْنُ نُسبّحُ بحمْدک یعنی ہم تیری عبادت کریں گے تو انسان کو کیوں پیدا فرماتا ہے۔ صرف ہم ہی عبادت کیلئے کافی ہیں تو بتاؤ تمہیں خدا تبارک وتعالیٰ کے سامنے اتنی جرات کیوں ہوئی۔ تو نکیرین نے دوبارہ رعب ڈالتے ہوئے کہا ''من ربک؟'' اور ساتھ ہی یہ کہا کہ جو ہم تجھ سے پوچھ رہے ہیں اس کا جواب دو۔ آپ نے فرمایا جو میں تم سے پوچھتا ہوں تم اس کا جواب دو۔ فرشتے حیران رہ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے اس بندہ کی انتظار تھی وہ آج قبر میں پہنچا۔

نکیرین کو دیکھ کر قبر میں نماز نفل شروع کردی

حضرت خواجہ محمد عبداللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ جو حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین رحمتہ اللہ علیہ کے برادر حقیقی تھے ان کے وصال کے بعد حضرت شیخ الاسلام رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا مجھے چچا جان خواب میں ملے، میں نے دریافت کیا کہ جناب قبر میں کیا گزری۔ جواب دیا جیسے ہی قبر میں آیا دیکھا کہ میرے اردگرد بہت سے فرشتے آگئے ہیں۔ جن میں سے بعض مہیب اور ڈراؤنی شکل کے تھے ان کو دیکھ کر میں نے نماز نفل شروع کردی اور قرأت قرآن پاک میں مشغول ہو گیا جب نماز سے فارغ ہوا تو کوئی ایک بھی موجود نہ تھا۔ سبحان اللہ اولیاء اللہ کی شان دیکھئے۔ قبر میں تلاوت قرآن اور نوافل ایسے ہی ادا فرما رہے ہیں جیسے کہ دنیا میں۔ الاَاِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰهِ لَاخَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَاهُمْ یَحْزَنُوْنَ.

حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازہ اور بہشتی دروازہ سے متعلق ارشادات

حضور محبوب الٰہی حضرت نظام الدین رحمتہ اللہ علیہ نے جب دیکھا کہ ان کے شیخ طریقت حضور حضرت بابا فریدالدین شکر گنج رضی اللہ عنہ کے جنازہ کی چارپائی کے ایک پایہ پر محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا دست مبارک رکھے ہوئے ہیں، دوسرے پائے پر حضرت علی صابر کلیری رحمتہ اللہ علیہ، تیسرے پر حضرت ابواسحاق شامی چشتی رحمتہ اللہ علیہ، چوتھا خود محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ تھامے ہوئے ہیں تو محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات کو دیکھ خوشی میں آئے کہ میرے شیخ کا اتنا مرتبہ ہے اور بحالت وجد انہوں نے تالی بجائی تو آج تک اس موقع پر تمام لوگ اس سنت کو ادا کرنے کیلئے تالیاں بجاتے ہیں اور جب رمی الجمار سعی بین الصفا والمروہ اور طواف میں رمل کرنا اگر اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کے افعال بطور سنت ادا کئے جاتے ہیں تو قبروں پر پانی ڈالنا اور بابا صاحب کے عرس کے موقع پر اس مقررہ وقت اور معینہ جگہ پر تالی بجانا وغیرہ بھی اس کے مقبول بندوں کے فعل کی حیثیت میں سابقہ اعمال سے جدا نہیں۔ نیز علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل فرمان نبی میں مذکورہ عمل بھی موجود ہے جن میں کسی اور ثبوت کی ضرورت ہی نہیں اسی طرح حضور غریب نواز حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رضی اللہ عنہ کا مرتبہ اعلیٰ وارفع ہے جبکہ دہلی میں قاضی القضاۃ کی مسند سنبھالنے کیلئے تشریف لا رہے تھے۔ کسی مجذوب صاحب نے استفسار فرمایا۔ نظام الدین کہاں جاتے ہو۔ جواب میں فرمایا دہلی میں قاضی بننے جا رہا ہوں۔ تو مجذوب صاحب نے فرمایا قاضی مشو چیز دیگر بشو چنانچہ آپ نے تفسیر پوچھی۔ تو فرمایا اجودھن برو، (پاک پتن کا پہلا نام اجودھن ہے) جب اس مرتبہ کی ولی اللہ تعالیٰ نے بھی روایت فرمائی کہ تالی بجانے کے موقع پر محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ دَخَلَ هٰذَا الْبَابَ فَهُوَ آمِنٌ جو اس موقع پر لوگ اس دروازہ سے گزرتے ہیں تالی بجائی جاتی ہے۔ اسی طرح گنج شکر رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک اور حضرت تونسوی غریب نواز و دیگر بزرگان عظام کی مزارات دسویں محرم کو دھلائے جاتے ہیں۔ یہ ایسے اعمال حسنہ ہیں اس کا انکار ناجائز اور حرام ہے۔

بہشتی دروازہ

۶ محرم الحرام ۱۳۹۶ھ بشب جمعہ بعداز نماز عشاء حضرت شیخ الاسلام رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا حضرت باوا فرید الدین گنج شکر رضی اللہ عنہ کے جنازہ والی چارپائی اٹھائی گئی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس موجود تھے۔ جب محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ نے محبوب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا تو انہیں وجد ہو گیا۔ اس وجد وخوشی کے عالم میں انہوں نے تالی بجائی کہ میرے شیخ و مرشد کا اتنا مرتبہ ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے ہیں اور تالی بجانا چشتیا خاندان میں معمول آرہا ہے۔ نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس وقت فرمایا۔

من دخل هذا الباب امن (جو اس دروازے میں داخل ہوا من والا ہو گیا)

اس کے راوی محبوب الٰہی حضرت خواجہ نظام الدین رضی اللہ عنہ ہیں جس طرح طلبہ کرام روایات کی تحقیق کرتے ہیں۔ میں بھی ایک طالب علم ہوں اور اس روایت کی تحقیق کی ہے بالکل صحیح اور درست ہے۔ جس طرح حضرت امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کی روایات صحیح ہیں۔ اس طرح حضرت خواجہ محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت صحیح اور درست ہے۔ اس میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں ہے۔

فرمایا باوا صاحب رضی اللہ عنہ کے دروازہ کو بہشتی دروازہ کہنا اور اس سے گزرنے والوں کو بہشتی یقین کرنا برحق ہے کیونکہ وہاں سے گزرنے والوں کے الفاظ یہ ہوتے ہیں۔ (اللہ محمد چار یار حاجی خواجہ قطب فرید)۔

جن سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان، اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پر ایمان، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چار یاروں پر ایمان اور اولیاء کرام پر ایمان کا اقرار کرتے ہوئے گزرتے ہیں۔ پھر بہشت کے حصول کی خاطر اور دوزخ سے محفوظ رہنے کی غرض سے وہاں حاضری دنیا آخرت اور اس کی سزا و جزاء پر بھی اظہار ایمان ہوتا ہے۔ یہ تمام ارکان ایمان ان لوگوں میں موجود ہوتے ہیں تو یقیناً بہشتی ہیں۔ پیر پٹھان رضی اللہ عنہ جیسی مقرب ہستیاں اس دروازہ سے اسی خاطر گزرے بڑے بڑے مشائخ عظام صالحین حضرات کا معمول رہا تو یقیناً فرمان الٰہی وحسن اولئک رفیقا کے تحت انعام الٰہی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے جس کا انکار بدبختی ہے اور اقرار کرنے والا بہشتی ہے۔

فرمایا پیر پٹھان حضرت شاہ محمد سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ معمولی ہستی نہیں ہوئے۔ ان کے متعلق فرماتے ہیں کہ حضرت اخوند صاحب جو نقشبندیہ خاندان کے بڑے پایہ کے عالم اور ولی اللہ کامل ہوئے ہیں۔ جب پیر پٹھان کی زیارت کیلئے دہلی سے روانہ ہوئے تو ان کی مشایعت والوداع کیلئے تمام دہلی خالی ہو گئی تھی تمام لوگ الوداع کرنے کیلئے کچھ فاصلہ تک ساتھ چلے اور جب حضرت اخوند صاحب رحمتہ اللہ علیہ پیر پٹھان کی خدمت اقدس میں چھ مہینے رہ کر واپس تشریف لے گئے تو پھر ان کے استقبال کیلئے دہلی کے تمام لوگ باہر آکر ملے اور لوگوں نے دریافت کیا کہ پیر پٹھان کیسے ہیں تو حضرت اخوند صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ اگر انہیں فقہ میں امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ جیسا بتاؤں تو جھوٹ نہ ہوگا اور اگر زہد وتقوی میں حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ جیسا بتاؤں تب بھی جھوٹ نہ ہوگا۔

فرمایا اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اور حشر ونشر پر جس طرح ایمان لانا ضروری ہے اسی طرح چار یار خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو ماننا اور انہیں برحق یقین کرنا ضروری ہے۔ امیر المؤمنین سیدنا وسندنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے جنازہ کے موقع پر امیر المؤمنین امام الاشجعین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آج جس طرح یہ کفن والا صاحب جنازہ بہترین نامہ اعمال لے کر جا رہا ہے میں بھی چاہتا ہوں کہ میرا اعمال نامہ بھی ایسا ہی ہو۔

باواصاحب رضی اللہ عنہ کی حاضری دینے والا اللہ تعالی کووحدہ لاشریک لہ مانتا ہے۔محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سید المرسلین خاتم النبیین تسلیم کرتا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات اور شریعت اقدس کو صحابہ کرام کی طرح صحیح یقین کرتا ہے۔اولیاء کرام کی اطاعت اور ان کی حاضری کو ذریعہ نجات جانتا ہے تو یقیناً بہشتی ہے۔

اس کے ثبوت میں مندرجہ ذیل حدیث پاک پڑھیں اور اس پر عمل کریں۔

عن ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم قال من رضی اللہ باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد رسولا وجبت لہ الجنۃ فعجب لھا ابوسعید رضی اللہ عنہ فقال اعدھا علی یارسول اللہ فاعادھا علیہ ثم قال واخری یرفع اللہ بھا العبد مائۃ درجۃ فی الجنۃ مابین کل درجتین کمابین السماء والارض قال وماھی یارسول اللہ قال الجھاد فی سبیل اللہ الجھاد فی سبیل اللہ الجھاد فی سبیل اللہ (رواہ امسلم،مشکوٰۃ کتاب الجھاد ص ٣٣٤)۔

ترجمہ :حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالی کے رب ہونے سے راضی ہوا اور دین اسلام کو تسلیم کیا اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسول یقین کیا اس کیلئے واجب ہوگئی بہشت (وہ بہشتی بن گیا) حضرت ابوسعید کو یہ حدیث پسند آئی۔عرض کیا دوبارہ مجھے سنائیں یارسول اللہ، تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں یہ حدیث دوبارہ سنائی اور فرمایا دوسری بھی جس کی ذریعہ اللہ تعالی اپنے بندہ کے سو درجات بہشت میں بلند فرمائے گا کہ ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔عرض کیا یارسول اللہ وہ کونسا فرمان ہے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تین مرتبہ فرمایا اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا، اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا، اللہ کی راہ میں جہاد کرنا، اس حدیث کو امام مسلم نے روایت فرمایا۔

قبر میں سوال وجواب

بروز چہارشنبہ ١٦ جمادی الاخری ١٣٨٨ھ صاحبزادہ عبدالخالق صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا وصال ہوا۔دادا باغ میں تمام حضرات موجود تھے۔حضور غریب نواز حضرت شیخ الاسلام والمسلمین رحمتہ اللہ علیہ نے مندرجہ ذیل ملفوظات فرمائے۔

فرمایا: ہمارے شہر میں ایک آدمی فوت ہوا۔وہ جمعرات کو قبر میں رکھا گیا۔ بعد میں کسی کو خواب میں ملا۔اس سے پوچھا گیا قبر میں جمعرات آنے سے بھی حساب ہوتا ہے جواب دیا حساب وکتاب کوئی نہیں چھوڑتا نکیرین ایسے انداز میں پوچھتے ہیں جس سے نہایت خوف وہراس ہوتا ہے۔حیرانگی کے عالم میں انسان سوچتا ہے کہ خدا کو بھی خدا کہوں یا نہ کہوں ہیبت ودہشت میں سب کچھ بھول جاتا ہے۔اللہ تعالی کی رحمت شامل ہو۔

٨ ربیع الاول شریف ١٣٨٨ء آپ نے فرمایا گولڑہ والے مہرشاہ صاحب کا مناظرہ حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی کے ساتھ ہوا تھا۔یہ مناظرہ مسئلہ حاظر وناظر پر ہوا۔ مہرشاہ صاحب نے استفسار فرمایا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد اقدس ماتقول فی حق ھذا الرجل یہ سوال ہر قبر میں رکھے جانے والے شخص سے ہوتا ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے سامنے دیکھتا ہے اور سوال محبوب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس کے متعلق ہوتا ہے۔فرشتہ قبر والے سے پوچھتا ہے کہ اس مرد خاص کے متعلق تو کیا کہتا ہے۔

اگر ایک وقت میں بے شمار میت روئے زمین پر قبروں میں مختلف مقامات وعلاقوں میں رکھے جائیں اور تمام سے اسی وقت ہی میں یہ سوال ہو تو بتایئے اس ارشاد نبوی کے متعلق تمہارا کیا عقیدہ ہے صحیح ہے یا نہیں؟

اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس کو حاضر وناظر تسلیم نہ کرو تو اس فرمان کے متعلق کیا جواب دوگے؟

حاجی امداداللہ صاحب نے لاجواب ہوکر تسلیم کرلیا کہ واقعی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے حاضر وناظر ہیں۔اس میں شک کرنا بھی ناجائز ہے۔

تلقین میت

حضرت شیخ الاسلام والمسلمین رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا میری خالہ صاحبہ کا انتقال ہوا۔میں نے اس لڑکے کو سمجھایا کہ جس وقت لوگ قبر برابر کر کے واپس آجائیں تو تم قبر پر بیٹھ کر اپنی والدہ صاحبہ کو متوجہ ہو کر کہنا کہ ابھی ابھی تجھ سے سوال ہوگا۔لہٰذا جس طرح اپنی زندگی میں کلمہ شریف پڑھتی تھیں اسی طرح پڑھنا۔چنانچہ میرے خالہ زاد بھائی نے اسی طرح تلقین کی۔دوسری رات خالہ صاحبہ مرحومہ کسی کو خواب میں ملیں اور فرمایا کہ میرے لڑکے کو اس کے شیخ نے جس طرح فرمایا تھا اس کے طفیل مجھے اللہ تعالیٰ نے ثابت قدم رکھا اور نکرین کے سوال کا جواب باصواب دیا اور کامیابی ہوئی۔

کفنی پر اشعار

ماہ جمادی الاخری ۱۳۸۷ھ نوچندہ سوموار کی رات بوقت ۳ بجے بندہ کو حضور غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ نے بنگلہ شریف (حویلی) میں بلایا،حاضر ہوا تو خواجہ فخرالدین صاحب دیگر حضرات بھی تشریف فرما تھے حکم فرمایا کہ مائی صاحب مرحومہ (آپ کی والدہ ماجدہ) کی کفنی پر مندرجہ ذیل شعر تحریر کرو کیونکہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہیں:

قدمت علی الکریم بغیر زاد　　　من الحسنات والقلب السلیم

فحمل الزاد اقبح کل شیئی　　　اذا کان القدوم علی الکریم[1]

اس وقت نہایت پرسکون خاموش نظارہ اور حزن وملال سے بھرے ہوئے چہرے نظر آرہے تھے کہ اچانک خدابخش صاحب ٹھٹھہ میاں محمد پناہ والوں نے بے اختیار روتے ہوئے حضور کو گزارش کی غریب نواز ہمارا سانگا تو آج تک ہی تھا۔

[1] میں کریم ذات کے پاس بغیر سفر خرچ کے حاضر ہوا ہوں یعنی نیکیاں اور قلب سلیم میرے پاس نہ ہے۔پس سفر خرچ اس وقت پاس رکھنا ہر چیز سے زیادہ برا ہوتا ہے جب کریم ذات کے پاس آنا ہو۔

آپ نے فرمایا تم میرے بھائی ہو،تمہارے سانگا کبھی ختم نہیں ہوگا۔نہایت اطمینان دلاتے ہوئے آپ نے مذکورہ الفاظ فرمائے چونکہ ٹھٹھہ میاں محمد پناہ میں حضور کے ننھیال ہیں۔اسی لئے مذکورہ گفتگو ہوئی۔

۴ ربیع الاول ۱۳۸۹ھ کو فرمایا آج ہر قسم کا فساد برپا ہے۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کی پرواہ تک نہیں کرتے۔یاد رکھو قبر سے باہر کسی نے نہیں آنا۔انسان ہزار بار آہ وزاری کرے گا مجھے ایک لمحہ کیلئے خدایا دوبارہ واپس بھیج دیا جائے تو میں تیرے دین پر عمل کروں گا۔تیرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کروں گا،سوائے نیک اعمال کے کچھ بھی نہ کروں گا لیکن اس وقت کی آہ وزاری،آرزو اور تمنا بے سود ہوگی۔

اب وقت ہے اسے غنیمت سمجھو۔شعائراللہ اور شرائع اسلامیہ کا پاس و لحاظ رکھو۔سابقہ گناہوں سے تائب ہو کر معافی مانگو،اپنی آنکھوں سے آنسو بہا کر قلبی قساوت اور نافرمانیوں کی سیاہی کو دھولو۔حدیث پاک میں ہے

من تمسک بسنتی عندفساد امتی فله اجر مائة شهید

(جس نے میری سنت کو فساد امت کے وقت مضبوط پکڑا اس کیلئے سوشہید کا اجر ہے۔)

قبر اور بدھ مذہب کے عقائد واعمال

فرمایا: بدھ مذہب کی کتابوں کا میں نے بہت مطالعہ کیا۔معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح یہودی ونصاریٰ نے اپنی کتابوں میں تحریف کر کے انبیاء علیہم السلام کے متعلق طرح طرح کے عقائد گھڑ لئے ہیں اور اپنی طرف سے احکام میں تبدیلیاں کرلیں اسی طرح بدھ بھی پیغمبر ہوا ہے کیونکہ ان کی کتابوں میں آتا ہے کہ جب آدمی کو قبر میں رکھتے ہیں تو بھوتنے آتے ہیں۔انسان کو سخت پیاس لگتی ہے اور خوف وہراس طاری ہوجاتا ہے۔لہٰذا وہ لوگ قبر میں میت کے پاس ایک ڈنڈا، کچھ پیسے اور پینے کیلئے پانی بھی ساتھ رکھ دیتے ہیں۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر کی اصل تبلیغ وتعلیم تو یہ ہوگی کہ اعمال صالحہ،عبادات اور نیکیوں کا ادراہ ساتھ ہونا چاہئے لیکن ان لوگوں نے دنیاوی بات سمجھ کر سامان خوردونوش پر اعتبار کرلیا۔(حالانکہ عالم برزخ عالم دنیا سے جدا ہے)لفظ بدھ کا معنی ''عارف'' ہے اور اس کا اسم ساکھی منی گوتم بدھ مشہور ہے۔یہ بستی کپل وستو کا رہنے والا تھا اور کپل والے کو عربی زبان میں ذوالکفل کہا گیا ہے کیونکہ اہل عرب حرف پ کی بجائے حرف ف بولتے ہیں،شاید ذوالکفل سے یہی بدھ مراد ہو،واللہ اعلم بالصواب۔

۱۰ محرم الحرام ۱۳۸۹ھ بعداز نماز ظہر ختم خواجگان ،دلائل الخیرات شریف، درود پاک ختم قرآن مجید ودیگر عبادات کا ثواب حضرت شیخ الاسلام والمسلمین رحمتہ اللہ علیہ کو ملک کیا گیا تو آپ نے خوش ہوتے ہوئے فرمایا کہ حق یہی ہے کہ شہداء کرام کی ارواح مطہرہ کو عبادات کا ثواب پہنچایا جائے۔اگرچہ شہداء کرام ہماری عبادات کے ثواب کے محتاج نہیں لیکن یہ ذریعہ محض ان کی ارواح مقدسہ کو اپنی طرف متوجہ کرنے کا سبب ہے۔شہداء کرام کی ابدی زندگی کا شاہد کلام مجید ہے۔اس سے بڑھ کر ہمیں کسی ثبوت کی ضرورت نہیں اور پھر زندہ کی تعزیت یا ماتم کرنا شرعاً بالکل ناجائز ہے کیونکہ تعزیت مردہ کی ہوتی ہے زندہ کی نہیں ہوتی۔

قبروں پر پانی ڈالنا جائز ہے

بعدازاں راقم الحروف نے دریافت کیا کہ دسویں محرم الحرام کو قبروں پر پانی ڈالنے کا سبب کیا ہے۔آپ نے جواباً فرمایا اعمال کے ثبوت ودلائل تین اقسام پر مبنی ہیں۔

۱۔ تواتر یعنی بزرگان دین،اسلاف صالحین اور قرون اولین سے کسی فعل کا پے درپے پایا جانا اور ایسی حقیقت کو پہنچ جانا کہ اس پر شبہ کرنے کی گنجائش تک نہ ہو۔اگرچہ تصنیفات میں نہ ہو۔

۲۔ سنت صالحین جس کے متعلق مَارَاٰہُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَھُوَ عِنْدَاللّٰہِ حَسَنٌ (الحدیث) فرمایا اس قسم کے اعمال کے دلائل کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔(جس کام مسلمان پسند کریں وہ اللہ تعالیٰ کو بھی پسند ہوتا ہے)۔

۳۔ جو حدیث پاک سے ثابت ہوا اگرچہ بزرگادین کا فعل ہی بوقت ضرورت یا بسبب عارضہ کے اپنایا جائے جس طرح حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شدت تشنگی کی وجہ سے مائی صاحبہ کا صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا اور شیطان کو سنگریزے مارنا (رمی) نیز حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے فرزند ارجمند اسماعیل علیہ السلام کو قربان کردینا اور وقتی ماحول کو دیکھ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام کو فرمایا طواف میں کندھوں،کو خوب ہلا کر تین اشواط طواف کرنا۔یہ سب ان اوقات میں عوارضات کی وجہ سے عمل میں لائے گئے۔لیکن اللہ تعالیٰ کو اپنے مقبول بندوں کے افعال اتنے پسند آئے کہ رحمتہ للعالمین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت مطہرہ میں تاقیام قیامت ان کو ضروری قرار دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت اوقات معینہ میں عمل میں لاتی رہتی ہے اور لاتی رہے گی۔اس کا انکار کفر ہے۔جو قرآن کریم میں نصوص قطعیہ سے ثابت ہوں ان کا انکار کفر ہے۔جس طرح شہداء کرام کی زندگی۔

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ قبور پر پانی ڈلنا شرعاً کیسا ہے؟ بزرگان عظام سے لگاتار ہم اس فعل حسنہ کو دیکھ رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے محبوب اور مقرب لوگ اس فعل کو اپنا رہے ہیں تو اس کا انکار ناممکن ہے۔

شیخ کامل قبر میں دفن ہونے والے مرید کو نوازتا ہے

۲۸ محرم بروز بدھ ۱۳۸۹ھ گورستان داداباغ میں برموقع وفات والدہ ماجدہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب حضور غریب نواز حضرت شیخ الاسلام والمسلمین رحمتہ اللہ علیہ سے حضرت بدرالدین صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے استفسار فرمایا کیا قبر میں پیر کی شکل دکھائی دیتی ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ میں نے کتابوں میں دیکھا ہے۔ شیخ کامل کی توجہ اپنے مرید پر قبر میں ہوتی ہے۔

محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت تو یقیناً ہوتی ہے اور قبر والے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت تو یقیناً ہوتی ہے اور قبر والے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک کے متعلق پوچھا جاتا ہے تو مسلمان کی زبان پر اللہ عزوجل جاری فرما دیتا ہے۔

هٰذا مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ جَاءَ نَا بِالْبَيِّنَاتِ

یہ اللہ تعالیٰ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ ہمارے پاس ظاہر دلائل لائے اور کافر کہتا ہے ہائے ہائے مجھے معلوم نہیں ہے تو اسے سخت عذاب ہوتا ہے۔ اس کی آہ وبکا ثقلین (جن وانس) کے سوا ہر چیز سنتی ہے۔

نواں باب: ارشادات علماء ہند

حضرت علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی رحمتہ اللہ علیہ

لاہور کے قاضی مقرر تھے۔ جہانگیر کی عورت چونکہ مذہب اہل تشیع رکھتی تھی اس نے چاہا کہ مولانا موصوف کی جگہ کوئی شیعہ مجتہد مقرر کیا جائے چنانچہ ملاں میر باقر کو بادشاہ سے کہہ کر بلوایا۔ اتفاقاً جہانگیر لاہور میں آیا ہوا تھا اور ایک جنازہ شاہی خاندان کا لایا گیا۔ جب جنازہ کیلئے صفیں کھڑی ہوگئیں تو مولانا نے میر باقر کو مخاطب ہوکر فرمایا کہ تکبیرات کا خیال کرنا اور ہاتھوں سے اشارہ بھی فرمایا، آپ کو میر باقر کے عقیدے کا علم تھا۔ اس لئے تکبیرات کے اختلافات کی طرف اشارہ فرمایا۔ جب میر باقر نے جنازہ پڑھایا تو ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتا رہا۔ جب جنازہ سے فارغ ہوا تو بادشاہ نے تعجب سے پوچھا یہ جنازہ کس طرح پڑھایا ہے؟ مولانا نے فرمایا آپ نے نہیں سنا کہ بڑے لوگوں کی موت ملاں کی عید ہوتی ہے اس سے ملاں میر باقر بہت گھبرایا۔ بعد میں کسی طالب علم نے میر باقر سے "اتسرتن" صیغہ پوچھا تو اسے جواب نہ دے سکے۔ بادشاہ نے پوچھا یہ کیا بات ہے۔ مولانا نے فرمایا کسی طالب علم نے صیغہ سے استفسار کیا ہے اور میر صاحب جواب نہیں دے سکے۔ شیعہ مجتہد کی بہت خفت عقلی ہوئی۔ بالآخر خود بخود چلا گیا۔ واپس جا کر اس نے صرف کے صیغوں میں ایک کتاب لکھ کر بھیج دی۔ مولانا نے حقارت سے واپس کردی اور فرمایا وہ وقت چلا گیا ہے۔ بندہ نے پوچھا بادشاہ نے شیعہ عورت کے ساتھ نکاح کس طرح کیا تھا۔ فرمایا وہ تقیہ کر کے رہ رہی تھی۔ اپنا شیعہ ہونا ظاہر نہیں کرتی تھی۔

ذہانت

۱۴ربیع الآخر ۱۳۸۸ہجری بروزخمیس بعد از نماز ظہر حضور شیخ الاسلام رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا صاحب مسلم مولانا محب اللہ بہاری رحمتہ اللہ علیہ بڑے فاضل علامہ اور صاحب حافظہ تھے۔انہوں نے اپنے مکان کادروازہ پنجاب کی طرف سے بندکرادیا تھااور کہتے تھے کہ پنجاب کی طرف سے غباوت کی ہوا آتی ہے۔جب طلبہ تعلیم کے وقت حاضر ہوتے تو دروازہ سے باہر ہی بیٹھ جاتے تھے،انہیں اندر آنے کی اجازت نہیں ہوتی تھی بلکہ ممانعت کی ایک چٹھی دروازہ پر چسپاں تھی۔

جب طلباء حاضر ہوتے تو اندر بیٹھے بیٹھے پوچھتے کونسی کتاب لائے ہو اور کس مقام سے سبق پڑھنا ہے۔جب طلباء کتاب ومقام بتادیتے تو زبانی تقریر فرمادیا کرتے۔کسی کوعبارت پڑھنے کی جرات نہیں ہوتی تھی۔مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی صاحب نے سنا کہ ایک فاضل بہار میں رہتے ہیں اور بہت ہی شہرت حاصل کر چکے ہیں چنانچہ آپ تشریف لے گئے،آپ طلباء میں جا کر بیٹھ گئے اور تقریر سنتے سنتے ایک شبہ کا اظہار فرمایا۔مولانا محب اللہ بہاری اگر کسی سے شبہ یا اعتراض سنتے تو ناقابل استماع سوال کے متعلق کہہ دیا کرتے تھے کہ کیا بکواس کیا ہے۔

لیکن مولانا سیالکوٹی صاحب کا اعتراض صحیح پایا تو فوراً فرمایا کہ کون ہے لیکن انہوں نے جواب دیا میں سوائے دوبارہ اعتراض کرنے کے اور کچھ نہ کہا۔اسی شبہ کو دہراتے ہوئے کہہ دیا کہ اس تقریر میں یہ شبہ پڑتا ہے،فرمایا اندر آجاؤ،پوچھا کہاں سے آئے ہو،جواب دیا پنجاب سے،فرمایا کیا پنجاب میں بھی ایسے لوگ ہیں۔جواباً کہا پنجاب میں ایسے ہی لوگ ہیں۔فرمایا اگر اتنے اعلیٰ دماغ والے لوگ پنجاب میں رہتے ہیں تو پھر اپنے مکان کا دروازہ ہی اسی طرف سے کیوں نہ کرالوں۔چنانچہ دروازہ اسی طرف سے منتقل کرادیا۔

آپ نے فرمایا نوراللہ شوستری رافضی کو مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی ہی نے قتل کروایا تھا۔واقعہ یوں بیان فرمایا کہ نورجہاں بیگم جہانگیر مذہب شیعہ رکھتی تھی،جہانگیر سے اجازت

لے کر اپنے ہی مذہب کا قاضی القضاۃ (نوراللہ شوستری) رکھوایا لیکن جہانگیر کو اس کے شیعہ مذہب کا قطعی علم نہ تھا۔نورجہاں نے ایران میں اپنے والد کو لکھا کہ شیعہ مجتہد بھیج دو۔اس کے والد نے شوستری کو بھیج دیا۔وہ دہلی میں قاضی القضاۃ مقرر ہوا۔اس نے کتاب مجالس المومنین لکھی جس میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی شان اقدس میں گستاخانہ بکواس درج کئے۔وہی کتاب قلمی نسخہ کسی ذریعے مولانا سیالکوٹی کے پاس پہنچی۔اس وقت آپ لاہور میں قاضی مقرر تھے۔جب انہوں نے وہ گستاخانہ بکواسات پڑھے تو ایک شاگرد کو دہلی بھیجا اور فرمایا کہ یہ نشانات والی عبارت جہانگیر کو دکھاؤ اور کہنا کہ مجھے عبدالحکیم سیالکوٹی نے بھیجا ہے۔جب طالب علم دہلی پہنچا اور مولانا کا نام لیا تو فوراً دربار میں طلب کیا گیا۔اس نے کتاب سے وہی نشان شدہ مقامات دکھا کر کہا کہ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی فرماتے ہیں کہ یہ تمہارے قاضی القضاۃ کے بکواسات ہیں۔جہانگیر نے پڑھ کر غصہ میں آتے ہی فوراً شوستری کو طلب کیا،شوستری شاہانہ لباس کی صورت میں جس طرح پہلے حاضر ہوتا تھا بڑی دھوم دھام سے آیا۔تو اسے حکم دیا سامنے کھڑا ہوجا،شوستری میاں پہلے تو شاہی کرسی کے ساتھ دائیں طرف دوسری کرسی پر بیٹھتا تھا۔یہ حکم سن کر پریشان ہوگیا،ادھر نورجہاں جو پس پردہ جہانگیر کی پشت پر ہاتھ رکھے بیٹھی تھی وہ بھی کانپ گئی۔دیکھیں اب کیا ہوتا ہے۔اتنے میں وہ عبارت نکال کر جہانگیر نے شوستری سے پوچھا کہ کیا یہ عبارت تو نے لکھی ہے، جواب دیا ہاں! فرمایا تو مسلمان بن کر یہاں قاضی القضاہ بنا رہا ہے۔

اس نے کہا تقیہ کئے رہا ہوں،فرمایا تو نے ہماری اتنی نمازیں حرام کردیں اور جمعے ضائع کئے،چنانچہ ایک جوان بیل منگوا کر اس کے گلے والے زنجیر کو شوستری کے پاؤں کے ساتھ باندھ دیا اور لڑکے اس کے پیچھے لگادیئے۔تمام بازاروں میں گھسیٹتے گھسیٹتے اس کا کام تمام کردیا۔نورجہاں نے کہا میرا لحاظ بھی نہ کیا۔فرمایا تجھے جان دی ہے ایمان نہیں دیا۔(جان من جان دادہ ام ایمان نہ دادہ ام)۔

۴ شعبان المعظم ۱۳۸۸ھ آپ نے فرمایا جہانگیر کے زمانہ میں مولانا عبدالحکیم

سیالکوٹی کے علمی مدارس کا دور دورہ تھا۔مولانا کے شاگردوں کی نیک نیتی اور حسن سیرت اعلیٰ پیمانے کی تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ شاہی مستورات حضوری باغ میں تقریب کی تاریخ پر آئیں۔ حضور باغ شاہی قلعے کے سامنے تھا اور ہر سال ایک تاریخ مقررہ پر اس باغ میں رات کے وقت مستورات شاہی محلات سے آتیں اور سیر وتفریح کی صورت میں چند گھنٹوں بعد چلی جاتی تھیں۔اسی باغ کے اندرونی جانب طلباء کے کمروں کی ایک لائن تھی۔اس وقت تمام طلباء اور دیگر ہر قسم کے مردوں کو باہر جانے کا حکم ہوگیا اور سب چلے گئے اور معمول کے مطابق مستورات اندر آگئیں اور سیر وتفریح کیلئے باغ میں مقررہ وقت گزارا۔تو بادشاہ کی لڑکی جو نیک طینت اور صوفیانہ مزاج رکھتی تھی اس نے جب واپسی سے چند منٹ باقی تھے نماز کی نیت باندھ لی تاکہ کچھ نفل یہاں بھی پڑھ لوں۔واپسی کی نوبت نماز پڑھتے ہوئے بج گئی لیکن اسے معلوم نہ ہوا اور اس کی دو خاص خادمہ بھی یہ سمجھیں کہ شاید چلی گئی ہے اس خیال سے وہ بھی جلدی جلدی دوسری مستورات کے ساتھ نکل گئیں۔نوبت بجتے ہی تمام طلباء اپنے اپنے کمروں میں آگئے اور گیٹ بند کر دیا گیا کیونکہ رات کو گیٹ بند رہتا تھا لیکن لڑکی نماز سے فارغ ہوکر جب گیٹ پر پہنچی تو اسے بند پایا۔بہت گھبرائی چونکہ سردی کا موسم تھا اور شاہی مزاج تھا،حیرانگی کے عالم میں ٹھٹھری ہوئی محفوظ جگہ کی تلاش میں پھرنے لگی۔گیٹ کے قریب ایک کمرے میں ایک طالب علم مٹی کے دیئے کی لو میں مطالعہ کر رہا تھا۔طالب علم اسے سردی سے کانپتا ہوا دیکھ کر سمجھ گیا کہ شاہی محلات کی کوئی حسین وجمیل لڑکی باہر رہ گئی ہے اور اضطراب کے عالم میں ہے۔کتابوں والی پھٹی اور چراغ وغیرہ اٹھا کر باہر برآمدہ میں آگیا اور اشارہ سے لڑکی کو کہا کہ کمرہ تمہارے لئے خالی ہے اور درویشانہ بستر میں سردی سے امن حاصل کرو۔لڑکی سردی کی وجہ سے فوراً اندر چلی گئی۔طالب علم چراغ پر مطالعہ کر رہا تھا کہ دل میں شیطانی وسوسہ پیدا ہوا کہ ایک حسین وجمیل لڑکی تنہائی میں تیرے پاس موجود ہے کم از کم اس سے کوئی نہ کوئی بات چیت تو کر لے لیکن دوسری طرف سے خوف خدا کے تحت یہ خیال آیا کہ اگر فعل شنیع کا ارتکاب ہوگیا۔تو اس کی سزا جہنم ہے اور جہنم کی آگ کون برداشت

کرے گا۔تو پھر دل میں سوچا کہ پہلے انگلی کو دیئے پر رکھ کر اس پر آزمائش کر لی جائے۔اگر انگلی نے برداشت کرلیا تو پھر مزید کام کروں گا۔اس خیال سے اپنی انگلی دیئے پر رکھی اور انگلی کو جلانے لگا۔اندر سے لڑکی بھی یہ ماجرا دیکھ رہی تھی۔جب تمام انگلی جل گئی اور درد برداشت سے باہر ہوگیا تو دل میں کہنے لگا کہ یہ عذاب برداشت نہیں ہوگا۔لہٰذا اس بدکاری سے باز رہنا بہتر ہے۔کچھ دیر آرام کیا تو پھر وہی وسوسہ دل میں پیدا ہوا۔پھر دوسری انگلی دیئے پر جلادی۔پھر کچھ دیر کے بعد تیسری، چوتھی اور پانچویں انگلی جلادی ہے۔یہ تمام ماجرا لڑکی بھی دیکھتی رہی۔اتنے میں تلاش کرنے والے آدمی بھی پہنچ گئے اور انہوں نے طالب علم سے شہزادی کے متعلق پوچھا تو اس نے اندر اشارہ کیا۔انہوں نے لڑکی کو سر کے بالوں سے پکڑ کر دو طمانچے لگادیئے اور برا بھلا کہتے ہوئے نہایت بے دردی کے ساتھ گھر لے گئے۔شاہی محلات میں کہرام مچ گیا کہ شہزادی طالب علم کے کمرے سے نکالی گئی ہے جس کی وجہ سے والدہ نے بھی اسے۔۔ماتھے نہ لگایا۔صبح جب دربار سجایا گیا تو سب سے پہلے یہ ماجرا جہانگیر کے سامنے پیش ہوا۔جہانگیر نے لڑکی کو حکم دیا کہ تو اپنی سزا خود تجویز کرے۔لڑکی نے جواب دیا بتاؤ مجھے کس جرم کی سزا دیتے ہو، پہلے جرم ثابت کرو پھر جو چاہو سزا دے دینا۔بادشاہ نے کہا کہ ثبوت کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ تجھے ایسی حالت میں لایا گیا ہے کہ ہر خاص وعام میں تیری بدکرداری کی شہرت ہوچکی ہے۔شہزادی نے کہا میں اپنی پاکدامنی عفت اور عصمت میں دو ثبوت پیش کر سکتی ہوں۔

اول: میری دونوں خادماؤں سے پوچھئے کہ کیا وہ مجھے نماز کی حالت میں چھوڑ کر گئیں تھیں یا میں خود آنکھ بچا کر کہیں بھاگ گئی تھی۔اگر انہوں نے مجھے اس حالت میں چھوڑا تو پھر میرا کیا قصور ہے۔

دوم: اس طالب علم کا شیطانی حملہ سے بچنے کیلئے تمام انگلیوں کا جلا دینا میری اور اس کی پاکدامنی کا بین ثبوت ہے۔لڑکی کے اس ثبوت سے معلوم ہوتا ہے کہ عقلمند لڑکی بھی طالب علم کے انگلیاں جلانے والے معاملے کو سمجھ گئی تھی کہ وہ نفس پر قابو پانے کیلئے اپنے

آپ کو اس مشقت میں ڈالے ہوئے تھا تا کہ وہ فعل شنیع سے بچ جائے۔

جب طالب علم کو شاہی دربار میں بلا کر انگلیاں جلانے کا حال پوچھا گیا تو طالب علم نے تمام واقعات سچ سچ بیان کر دیئے اور شہزادی کی پاکدامنی روز روشن کی طرح ثابت ہوگئی۔ ان کی ایمانداری پر آفرین کہتے ہوئے بادشاہ نے انہیں معاف کر دیا۔ (سبحان اللہ ایسے طلباء اور نیک طنیت لڑکیاں اس وقت بھی موجود تھیں)۔

حضرت علامہ نظام الدین (علیہ الرحمہ) مرتب درس نظامی

(۱۸ ربیع الآخر ۱۳۸۷ھ) مولانا نظام الدین صاحب درس نظام کے مرتب ہیں۔ مولانا عبدالعلی صاحب (بحرالعلوم) ان ہی کے صاحبزادہ تھے۔ مولانا نظام الدین صاحب حدیث پاک کا درس دیتے تو ایک مجذوب صاحب روزانہ آکر کھڑے ہو جاتے اور سنتے رہتے۔ اپنے عصا مبارک کو ٹھوڑی کے نیچے رکھ کر تکیہ کی صورت میں سامنے کو جھکے ہوئے قیام پذیر رہتے اور تمام درس سنتے۔ جب شمائل ترمذی کی پہلی حدیث پاک شروع کرائی تو سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وبارک وسلم کے نور ہونے اور آپ کے جسد اطہر کے نہایت لطیف ہونے کے دلائل میں پہلے پہلے یہ واقعہ بیان فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک مرتبہ اوپر کی چادر مبارک کے دونوں اطراف کو پکڑ کر کمر مبارک کے پیچھے سے رکھ کر سامنے کو دونوں جانبوں سے کھینچا تو جسد اطہر سے چادر مبارک پار ہو کر آگے کو آگئی۔ جسم مبارک نور نہ ہوتا تو اس طرح سامنے کو چادر کا آنا محال تھا۔ معلوم ہوا جسد اطہر نورانیت اور لطافت میں بے مثل ہے۔ طلباء نے اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ یہ عقل تسلیم نہیں کرتی کہ جسم مبارک چادر کو دوسری جانب آنے سے حائل نہ ہو۔ مولانا نے فرمایا یہ عقل و ادراک کی رسائی سے برتر ہے اور ماننا پڑتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نور ہیں۔ طلباء کے بار بار اعتراض سے وہ مجذوب صاحب جلال میں آگئے، کہنے لگے مولانا پڑھائیے یہ کوئی مشکل نہیں یہ تو سرکار کا غلام بھی کر لیتا ہے، چنانچہ اپنی چادر کے دونوں سروں کو پکڑ کر اپنی کمر کی پس

پشت رکھ کر سامنے کو کھینچا، چادر سامنے آگئی یہ دیکھ کر طلبہ حیران ہو گئے۔ مولانا نے جب درس ختم کیا تو اس مجذوب کے پیچھے پیچھے چل دیئے۔ وہ پہاڑی علاقہ سے آیا کرتا تھا۔ جب پہاڑ کی دوسری جانب پہنچا تو مولانا نے حاضر ہو کر ان سے بیعت کر لی اور ان کے پاس ہی رہنے لگے۔ تدریس کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ طلباء بے چین ہوئے، ایک روز انہوں نے مشورہ کیا کہ مولانا کے مرشد ناخواندہ آدمی ہیں، ان سے چند اعتراض جا کر کریں۔ سمجھنے کیلئے کتاب سامنے رکھ دیں گے۔ جب وہ جواب نہ دے سکیں گے تو مولانا سے گزارش کریں گے کہ یہ آپ کے شیخ و مرشد ہیں۔ آپ براہ کرم واپس تشریف لائیں۔ تعلیم کا سلسلہ جاری فرمادیں امید ہے کام بن جائے گا۔

چنانچہ جب ''شرح اشارات طوسی'' کی کتاب لے کر وہ حاضر ہوئے تو مولانا نے انہیں دور سے آتے دیکھ کر سمجھ لیا کہ کسی شرارت کی بنا پر آرہے ہیں۔ آپ کا وہاں یہ شغل تھا کہ اپنے پیر صاحب کے ڈھیلے پکڑ کر اونچی مچان پر بیٹھے ہوتے اور وہ ڈھیلے پرندوں کو جوار کھانے سے اڑانے کی خاطر پھینکتے تھے۔ جب طلباء نے حاضر ہو کر مجذوب صاحب کے سامنے کتاب رکھ دی اور سمجھنے کی خاطر سوال پیش کئے تو انہوں نے تھوڑی دیر مراقبہ کر کے تمام سوال حل کر کے نہایت اچھے انداز میں سمجھا دیئے لیکن طلباء نے دوبارہ اعتراض کرنا شروع کر دیئے اور کہا یہ مطلب تو نہیں بنتا۔ انہوں نے پھر مراقبہ فرمایا اور جواب دیا کہ اس کے مصنف کو میں نے دنیا پر دیکھا نہ پایا۔ بہشت میں تلاش کیا نہ ملا بالآخر دوزخ کے نچلے طبقہ میں اسے پایا، وہاں اسے کان سے پکڑ کر پوچھا کہ بتا تو نے یہاں کیا لکھا ہے جو اس نے جواب دیا وہی میں نے تم کو بتا دیا ہے اور تم تسلیم نہیں کرتے خود مصنف کتاب کا یہ جواب ہے، تمہاری مرضی مانو یا نہ مانو۔ مولانا صاحب نے شاگردوں کو خوب ڈانٹ کر فرمایا تم میرے پیر کو تنگ کرنے کیلئے آئے ہو، تمہیں شرم آنی چاہئے۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی

فرمایا: دہلی میں مولانا احمد صاحب ہوئے ہیں۔ بہت بڑے علم کے مالک اپنے زمانہ میں بے نظیر تھے۔ شاہ جہاں کا زمانہ تھا۔ شاہ جہاں نے ایک چغہ پہنا جو اوپر سے زربفت تھا۔ یعنی سنہری پھولوں وغیرہ سے خوشنما بنا ہوا تھا۔ علماء کرام میں اختلاف ہو گیا بعض تو کہتے تھے کہ ناجائز ہے اور بعض کہتے تھے کہ جائز ہے اور بعض کہتے تھے کہ اندرونی حصہ دوسرے کپڑے سے سلا ہوا ہے لہٰذا اس کا پہننا جائز ہے۔ شاہ جہاں نے حکم دیا کہ ملاجیون صاحب کو بلاؤ، وہی مولانا احمد صاحب ملاجیون صاحب کے نام سے مشہور تھے۔ جب ملاجیون صاحب شاہی دربار میں پہنچے تو نہایت شان وشوکت سے گھوڑے پر سوار ہو کر گئے۔ الحاصل شاہ جہان کے پاس بیٹھے تو لوگوں کو یقین ہو گیا کہ ملاجیون نے مسئلہ حق بتانا ہے جو بادشاہ کی مرضی کے خلاف ہے اور بادشاہ نے تلوار نکال رکھی ہے، اسے قتل کر دے گا۔ ان کے قتل سے آج سطح دنیا سے ایک علمی ہستی اٹھ جائے گی۔ جب بادشاہ نے ملاجیون صاحب کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ سنہری بیل بوٹوں والا چغہ پہننا جائز ہے یا نہیں؟ تو ملاجیون نے نہایت دلیری سے جواب دیا کہ تیرے باپ کو بھی حرام ہے کیونکہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے مردوں کو سونا پہننا ناجائز ہے اور تو جائز کہتا ہے۔ شاہ جہاں تخت سے اترا نزدیک کمرہ تھا اس میں دو رکعت نماز شکرانہ ادا کر کے واپس آیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کلمہ حق کہنے والا دنیا پر موجود ہے۔ میں نے تلوار اسی لئے نکال رکھی تھی کہ اگر ملاجیون نے میرے رعب و دبدبہ میں آ کر جائز کہا تو اس تلوار سے سر قلم کر دوں گا۔ یہ سن کر ملاجیون صاحب نے اپنے پاس سے تلوار نکالی اور کہا میں بھی یہ تلوار اسی لئے لایا تھا کہ میرے جائز مسئلہ کو اگر بادشاہ نہیں مانے گا یا اعتراض کرے گا تو اس تلوار سے اس کا سر قلم کر دوں گا۔ شاہ جہان نے کہا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ دونوں کے سر محفوظ رہ گئے۔

آئین جواں مراد حق گوئی و بے باکی　　اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

شاہ است حسین بادشاہ است حسین　　دین است حسین دین پناہ است حسین
سرداد نداد دست در دست یزید　　حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

حضرت علامہ مولانا فضل حق خیرآبادی رحمتہ اللہ علیہ

۱۴؍رجب المرجب ۱۳۸۵ھ بروز سہ شنبہ بعد از نماز ظہر ختم خواجگان کے موقع پر آپ نے مولانا فضل حق خیرآبادی کے تبحر علمی کا واقعہ بیان فرمایا کہ مولانا نے بچپن ہی میں اپنے والد ماجد مولانا فضل امام صاحب علیہ الرحمتہ کے پاس تمام علمی فنون حاصل کر لئے تھے۔ اپ کے والد ماجد وقت کے امام اور علامہ تھے انہوں نے فنون کی کتابیں پڑھا کر مولانا صاحب کو شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں دہلی شریف میں پیش کیا اور عرض کیا کہ اپنا لڑکا آپ کی خدمت میں لایا ہوں براہ کرم اسے درس حدیث پاک میں شامل فرمالیں۔ شاہ صاحب نے نہایت خوشی کے عالم میں اجازت بخشی چونکہ وقت کے امام اور فاضل کا بیٹا تھا اس لئے بڑی مسرت اور توجہ کا اظہار فرمایا۔ مولانا کے والد نے بتایا کہ اس لڑکے نے چند ایک قصائد بھی سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس میں لکھے ہیں تو شاہ صاحب نے قصیدہ سننے کی خواہش کا اظہار فرمایا، بچے کوئی قصیدہ سناؤ۔ مولانا نے نوعمری میں بنائے ہوئے قصائد میں سے ایک قصیدہ سنایا جو ادیبانہ و فاضلانہ انداز والا اور بلند پایہ تھا لیکن تمام قصیدہ سے صرف ایک لفظ کے متعلق شاہ صاحب نے فرمایا کہ فلاں لفظ اس میں غریب ہے۔ مولانا اگرچہ بحیثیت شاگرد حاضر ہوئے لیکن دلیرانہ انداز آدابانہ عرض کیا کہ جناب اس طرح کے غریب الفاظ اہل لسان شعراء کے کلام میں بھی آئے ہیں۔ لہٰذا اس میں سقم نہیں ہے۔ شاہ صاحب نے مثال دریافت فرمائی تو آپ نے مشہور مشہور شعراء کے ننانوے شعر ایسے سنائے جن میں غریب الفاظ مستعمل تھے۔ آپ کے والد ماجد نے آپ کے گھٹنے کو دبایا اور فرمایا کہ اس وقت تو بحیثیت شاگرد حاضر ہے، بزرگوں کا ادب لازم ہوتا ہے۔ والد صاحب کے فرمان و ارشاد پر خاموش ہو گئے ورنہ اور بھی پڑھتے

کو بالفصاحت تیار تھے بلکہ موجود طلباء وعلماء کا کہنا ہے کہ مولانا کے اشعار سناتے وقت معلوم ہوتا تھا کہ ایک بحر بیکراں اچھل کر اپنی فراوانی میں آ گیا۔ اگر والد ماجد نہ روکتے تو خدا معلوم کتنے تک پڑھتے جاتے۔ بحرکیف اس وقت شاہ صاحب نے فرمایا مجھے سہو ہو گیا تھا۔ فرمایا شاہ صاحب کے زمانہ میں شہنشاہ دہلی کی بیگم مذہب شیعہ رکھتی تھی اور ہمیشہ بادشاہ کو کہتی کہ ایران کے مجتہد اعظم کے ساتھ شاہ عبدالعزیز صاحب کا مناظرہ کرائیں تاکہ حق مذہب کا امتیاز ہو جائے اگر ایرانی مجتہد غالب آ گیا تو میرا مذہب آپ بھی اختیار فرمالیں اور شاہ صاحب کے غالب آنے پر میں اہل سنت مذہب اختیار کرلوں گی۔ ایک گھر میں دو مذہب کا ہونا نامناسب ہے، خاوند اور بیوی کا مذہب ایک ہی ہونا چاہئے۔ بادشاہ وقت پہلے تو ٹال مٹول کرتا رہا بالآخر عورت نے اپنا مطالبہ منظور کرالیا۔ شاہ صاحب سے بادشاہ نے کہا ایرانی مجتہد آ گیا ہے آپ اس کے ساتھ مناظرہ کیلئے تیار ہو جائیں۔ ایران سے نہ صرف ایک بلکہ اہل تشیع کے بہت سے مجتہد پہنچ گئے۔ لیکن مقررہ تاریخ سے صرف ایک دن پہلے شاہ صاحب کے شاگردوں کو اس مناظرہ کا علم ہوا وہ بھی اس طرح کہ شاہ صاحب نے چہرہ اقدس پر غم کے آثار بنالئے جن کو دیکھ کر آپ کے تلامذہ نے آپ کی پریشانی کا سبب دریافت کیا۔ تو فرمایا خیر ہے لیکن بار بار اصرار کرنے پر فرمایا کل ایرانی مجتہد کے ساتھ مناظر ہونا ہے اس شخص کی علمیت بھی نامعلوم اور ذات بھی غیر مشہور ہے۔ خدا معلوم وہ لوگ کس طرح کے اعتراض کریں گے کہیں مہمل یا معمولی سا اعتراض کریں تو ملال ہوگا اگر عالمانہ بحث میں آ گئے تو حرج نہیں یقیناً مارے جائیں گے۔ لیکن مایوسی محض یہ ہے کہ اگر مثال کے طور پر کہیں کہ نوبھتی قاعدہ کا مصنف کون ہے؟ یا تو نوبھتیاں کیوں بنادیں؟ یا پہلی تختی تین بھتونکی اور دوسری صرف ایک بھت والی کیوں ہے؟ اسی طرح کے بے معنی اعتراضات ہوں اور برموقع جواب ذہن میں نہ آئے تو اہل سنت کی شکست ہوگی کیونکہ بے علم اور جاہل لوگ ایسے ہی سوالات کرتے ہیں جو بے بنیاد ہوں، پریشانی تو صرف اتنی ہے۔ یہ سن کر تلامذہ نے عرض کی اس کا حل اس طرح کرتے ہیں کہ مناظرہ پہلے پہل آپ کے شاگرد سے کرایا جائے اور اگر ضرورت پڑی تو پھر

آپ تو موجود ہی ہوں گے۔ چنانچہ یہی طے پایا اور تلامذہ نے بادشاہ کی خدمت میں درخواست لکھی کہ ایرانی مجتہد غیر معروف آدمی ہے ساتھ ہی اس کے علم کا کسی کو پتہ نہیں اور شاہ صاحب شہرہ آفاق ہستی ہیں دنیا بھر میں آپ کا چرچا ہے تو غیر معروف ہستی کے ساتھ اتنی بلند پایہ ہستی کا مناظرہ نامناسب ہے۔ لہٰذا بہتر یہ ہے کہ پہلے شاہ صاحب کے کسی طالب علم کے ساتھ مناظرہ ہو، اگر طالب علم کو اس نے لاجواب کردیا تو شاہ صاحب موجود ہوں گے وہ جواب دیں گے۔ بادشاہ کو یہ بات بہت پسند آئی اور درخواست منظور فرمائی۔ دوسرے روز جب اسٹیج بن گئے اور فریقین حاضر ہوئے اس وقت اسٹیج کی ہیئت اس طرح تھی کہ جنوبی طرف ایرانی تھے اور شمالی طرف بادشاہ کی کرسی ایرانیوں کے سامنے تھی۔ بادشاہ کے دائیں جانب وزراء، امراء لوگوں کا طبقہ تھا اور بائیں طرف شاہ صاحب اور دیگر علماء کرام جلوہ فرما تھے۔ درمیان میں قالینوں پر تلامذہ بیٹھے تھے نیز دیگر سامعین اور شائقین بھی ان کے ساتھ موجود تھے۔ بادشاہ نے ایرانیوں سے خطاب فرماتے ہوئے کہا کہ سنو ایرانیو! اس وقت ہر دوطرف سے فریقین اپنے اپنے عقائد کو سچا اور برحق ثابت کرنے کیلئے تیار ہیں لیکن تمہارے مجتہد صاحب کی شخصیت غیر معروف ہونے کی صورت میں ان کا مناظرہ پہلے کسی شاگرد کے ساتھ ہوگا۔ ازاں بعد اگر ضرورت پڑی تو شاہ صاحب تمہارے سامنے موجود ہیں۔ یہ سنتے ہی ایرانی مجتہد بھڑکا اور کھڑے ہو کر کہنے لگا پھر کون ہے جو شاہ صاحب کے سوا میرے ساتھ مناظرہ کرے گا۔ اتنے میں اچانک مولانا فضل حق خیرآبادی اسٹیج کے سامنے کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ ہم سب تیار ہیں مناظرہ کیلئے، جس کو چاہو اور ساتھ ہی ہاتھ کو تمام طلباء کی طرف سے گھوما کر اپنے سینے پر بحالت دلیرانہ رکھا جس سے معلوم ہوا کہ اپنے آپ کو مناظرہ کیلئے پیش کردیا ہے۔ ایرانی مجتہد بولا افق المبین پڑھے ہوئے ہیں؟

مولانا صاحب نے بحالت غصہ فرمایا افق المبین، افق المبین تو خون کے چیتھڑوں سے آلودہ ہے اور تمام کے تمام نادانی پر موقوف ہے۔ اتنا فرما کر اہل تشیع کی کتاب افق المبین کی ابتداء سے عبارت پڑھنا شروع کردی۔ تھوڑی سی پڑھ کر اس کی تردید فرمائی

ہر قول کو اس طرح ٹھکراتے کہ اس میں صرفی نحوی غلطیوں کا اظہار پھر مفہوم پر جرح اس طرح کرتے کہ سامعین کے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ابتداء سے انتہا تک اس کی تمام عبارت تھوڑی تھوڑی پڑھ کر اس کی تردید کر دیتے۔اس طرح اس کتاب کو بے معنی اور لغو ثابت کر دیا اور سینکڑوں اعتراضات اس پر ظاہر کئے کہ وہ کتاب بالکل لا دینی اور بے علمی کی طرف منسوب فرمادی۔ایک مولانا صاحب موجود تھے جو عبدالرشید صاحب کے نام سے مشہور تھے فرماتے تھے کہ حقیقتاً افق المبین اسی روز میں نے پڑھی اور اس کے پرخچے اڑاتے بھی دیکھے اور وہ مجتہد فوراً شاہ صاحب کے قدموں پر آگرا، کہنے لگا جس ہستی کے شاگردوں کی یہ شان ہے تو استاد صاحب کتنی عظمت کے مالک ہوں گے۔شاہ صاحب نے ایرانی کی پرواہ تک نہ کی اور اٹھ کر جناب مولانا فضل حق خیرآبادی کو سینے سے لگالیا۔مولانا فرماتے ہیں کہ تمام علوم مجھے اس وقت حاصل ہوئے جب کہ شاہ صاحب نے مجھے سینے سے لگایا تھا۔اس سے پہلے تو کچھ بھی علم نہ تھا۔اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسا علم، ذہن اور حافظہ عنایت فرمادے، آمین ثم آمین۔

حضور غریب نواز رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ واقعہ مولانا عظمت اللہ [1] نے مولانا عبدالحق صاحب خیرآبادی سے سنا اور مجھے بیان فرمایا۔اس طرح مولانا فضل حق صاحب اور میرے درمیان دو واسطے ہوئے۔ایک تو ان کے صاحبزادہ صاحب عبدالحق اور دوسرے میرے استاد مولانا عظمت اللہ صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ۔

فرمایا کشمیر کے راجہ نے خواہش ظاہر کی کہ مولانا فضل حق خیرآبادی رحمتہ اللہ علیہ کو دعوت دوں اور علمی نکات آپ سے سنوں، چنانچہ بڑی دھوم دھام سے ہاتھیوں اور گھوڑوں کو سواریوں کیلئے بھیج دیا تاکہ دہلی سے مولانا کو لائیں، جب وہ لشکر بصورت وفد دہلی پہنچا اور آپ کے حاشیہ نشین طلباء سے حاضری کا مقصد ظاہر کیا تو طلباء نے فرمایا اس طرح مولانا کا وہاں تشریف لے جانا مشکل ہے تم واپس چلے جاؤ ہم آہستہ آہستہ زمین ہموار کریں گے۔یعنی آپ

[1] مولانا عظمت اللہ صاحب سیال شریف کے موجودہ نمبردار صاحب میاں نعمت اللہ کے والد مرحوم تھے۔

کی توجہ اس طرف مبذول کرائیں گے۔جب آپ کا ارادہ ہوگیا تو موقع پر لا کر تمہیں آگاہ کریں گے۔جب وہ واپس چلے گئے تو طلباء کرام نے وہ مقصد حاصل کرنے کا حیلہ اس طرح بنایا کہ کسی نے کہا مولانا کشمیر کا زعفران بہت عمدہ ہے دیکھنے کے قابل ہے، فرمایا واقعی زعفران کا پودا دیکھنا چاہئے، دوسرے دن کسی دوسرے طالب علم نے عرض کیا غریب نواز وہاں کے میوہ جات اعلیٰ قسم کے ہیں، تیسرے نے عرض کی وہاں کی آب و ہوا اور باغات خوشگوار ہیں، اسی طرح کی باتیں ہوتی رہیں حتیٰ کہ خود مولانا نے فرمایا کہ کشمیر کی سیر کرنا چاہئے۔

طلباء نے تیاری شروع کر دی۔جب تیاری مکمل ہوگئی تو طلباء نے عرض کیا ایسے چلے جانا مناسب نہیں ہوگا وہاں کا راجہ اگر دعوت دے تو بہتر ہوگا۔مولانا نے فرمایا وہ کیسے دعوت دے گا؟ طلباء نے خفیہ طور پر راجہ کے ہاں پیغام لکھ کر بھیجا کہ اب آؤ، پیغام پہنچتے ہی راجہ کے آدمی ہاتھیوں وغیرہ کی سواریوں کے ساتھ پہنچ گئے۔طلباء کو فکر لاحق ہوئی کہ مولانا تو اعلیٰ دماغ کے مالک ہیں جب کسی سے نامعقول و ناپسند سنیں تو فوراً بول دیتے ہیں۔"چوتیا بکواس بکتا ہے" اگرچہ مخاطب کوئی بھی ہو۔امیر وغریب کا لحاظ نہیں رکھتے (یا کہتے دیتے چوتیا کیا بک رہا ہے) لہٰذا اگر راجہ سے کوئی نامعقول بات ہوئی تو آپ نے یہی الفاظ فرمادینے ہیں اور جس کا بہت برا اثر ہوگا۔اس لئے مولانا سے عرض کی کہ مہاراجہ نہ معلوم کس طرح کا آدمی ہے اس کی طبیعت ومزاج سے واقفیت تو ہے نہیں، بے علم اور جاہل ہونے کی وجہ سے نامعقول بات کرے گا تو آپ کا مزاج برداشت نہ کر سکے گا کہیں اپنی جہالت پر بھڑک گیا تو نازیبا ہوگا۔اسی لئے بہتر ہے کہ آپ تشریف نہ لے جائیں، پھر کسی وقت اپنے آپ ہی چلے جائیں گے۔فرمایا ہم اس سے نامعقول سمجھ کر بات کریں گے تو پھر اس کی باتوں پر غصہ بھی نہ آئے گا۔بہرحال بڑی دھوم دھام سے تشریف لے گئے۔جب راجہ کے ہاں نشست ہوئی تو راجہ نے کہا مولانا کچھ منطق سنائیں۔اس کا یہ کہنا ہی تھا کہ مولانا کو قے آگئی اور پھر غصہ میں آگ بگولا ہوگئے۔اس نے پھر دوبارہ کہا مولانا کچھ منطق کی باتیں سنائیں۔تو مولانا سے رہا نہ گیا فوراً فرمایا "چوتیا کیا بکواس بکتا ہے"، منطق کوئی ڈگڈگی تھوڑی ہے کہ بجانا

شروع کردوں۔ یہ کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور واپس آ گئے۔

حضور غریب نواز رضی اللہ عنہ نے فرمایا مولانا کی طبیعت غیر معقول اور لغو باتوں سے نہایت متنفر ہو جاتی تھی۔حتی کہ اگر ایسے مکان میں جاتے جہاں اس کے اندر سامان نامناسب حالات میں پڑا ہوتا یعنی اوپر والی اشیاء نیچے اور نیچے والی اوپر پڑی ہوئی دیکھتے تو فوراً غصہ ہو کر واپس ہو جاتے۔

آپ نے فرمایا مولانا عبدالحق صاحب کے بھانجے مولانا عبدالسلام تھے اور بہت بڑے متبحر عالم تھے ایک مرتبہ دیوان صاحب کی خدمت میں ایک اور بھی مولوی صاحب موجود تھے اور قدرتاً وہاں میں بھی موجود تھا۔مولانا عبدالسلام صاحب کی موجودگی میں دیوان صاحب نے مولوی صاحب سے ایک مسئلہ پوچھا انہوں نے بیان کیا تو مولانا عبدالسلام صاحب بالکل خاموش رہے۔گویا توجہ بھی ادھر نہ فرمائی۔پھر دیوان صاحب نے مجھے فرمایا اس کا مطلب بیان کرو۔جب میں نے بیان کرایا تو مولانا عبدالسلام صاحب بولے اس طرح نہیں تو نے غلط بیان کیا ہے۔دیوان صاحب کے فرمان پر دوبارہ بالتفصیل بیان کیا تو مولانا نے اپنے ہاتھ کو سامنے نکال کر فرمایا میرا ہاتھ چومو،میرا ہاتھ چومو،ان الفاظ سے بھی اشارہ تھا کہ صحیح مطلب بیان نہیں ہوا۔

آپ فرماتے ہیں میں نے پوچھا یہ کون ہیں جو بیان رد کر کے کہہ رہے ہیں؟ میرا ہاتھ چومو! چنانچہ جب تیسری بار نہایت ہی تفصیل سے بیان کیا تو پھر بولے میں نے کہا ہے میرا ہاتھ چومو،میں نہیں کہہ رہا میرا ہاتھ چومو،پھر دیوان صاحب سے میں نے دریافت کیا کہ یہ کون صاحب ہیں۔انہوں نے فرمایا تمہارے استاذزادے مولانا عبدالحق خیرآبادی کے بھانجے ہیں۔یہ سن کر میں اٹھا اور ان کا ہاتھ چوم لیا اور معافی طلب کی کہ جرات کر بیٹھا ہوں۔مولانا نے فرمایا کہ پہلے مولوی صاحب تو بالکل اصل مطلب نہ سمجھے اور نہ ہی بیان کر سکے،تم نے کچھ پتے کی بات کہی تھی۔اس لئے متوجہ رہا۔

آپ نے فرمایا خیرآبادی بہت ہی متبحر علماء ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ

ہدایت پر تھے۔اگر خدانخواستہ کسی دوسرے عقیدہ پر ہوتے تو کیا کیا کرتے۔مولانا عبدالسلام کی والدہ ماجدہ کو ان کے والد ماجد مولانا فضل حق خیرآبادی صاحب نے خود پڑھایا تھا۔وہ پڑھاتے وقت طلباء سے پس پردہ استفسار فرماتی تھیں۔بچو کون سی کتاب پڑھنے کیلئے لائے ہو،اور کہاں سے پڑھنی ہے۔طلباء کے کہنے پر اس مقام سے زبانی تقریر فرما دیا کرتی تھیں۔طلباء سے عبارت بالکل نہیں سنتیں تھیں اور تمام اسباق زبانی پڑھایا کرتی تھیں۔ یہ مولانا فضل حق کی لڑکی مولانا عبدالحق کی ہمشیرہ اور مولانا عبدالسلام کی والدہ تھیں۔رحمهم الله عليهم اجمعين.

۵ رمضان المبارک کی رات بعد از نماز تراویح فرمایا کہ دیوبندیوں کی سرکوبی تو مولانا فضل حق خیرآبادی رحمتہ اللہ علیہ نے کر دی تھی بریلوی لوگوں کو تو سانپ سر کوفتہ مل گئے تھے۔اس کے بعد آپ نے مولانا کا مناظرہ جو مولوی اسماعیل اور سید احمد اللہ شاہ کے ساتھ ہوا تھا کو بیان فرمایا جو حصہ اول عقائد کے بیان میں درج کر دیا گیا ہے۔اس کے بعد آپ نے بیان فرمایا کہ مولانا فضل حق خیرآبادی علیہ الرحمتہ نے ایک بے مثال رسالہ (جس کا نام "امتناع النظیر" ہے) لکھا ہے جس میں دیوبندیوں کے عقائد "امکان کذب باری تعالیٰ" کا رد فرمایا ہے۔

آپ نے فرمایا مولانا فضل حق صاحب خیرآبادی علیہ الرحمتہ نے انگریز کے خلاف فتویٰ دیا تھا جب چیف جسٹس کے ہاں مقدمہ پیش ہوا تو لوگوں نے مولانا کی خاطر سوچا کہ گواہوں کو بٹھا لیا جائے اور اس بات پر گواہوں کو مستحکم بھی کر دیا گیا کہ مولانا کے خلاف بیان نہ دیں۔اگرچہ مولانا نے حق کہا تھا مگر بڑے بڑے علماء کرام محض مولانا کی جان بچانے کی خاطر موقع پر بیان تبدیل کرنے کو تیار ہو گئے اور جب چیف جسٹس نے بیان لینے شروع کئے تو ایک مولوی صاحب نے بیان دیتے ہوئے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا اور کہا مجھے معلوم نہیں۔شاید یہ مولانا تو نہ تھے۔جب اس نے دو تین دفعہ اس طرح کی خلاف واقعہ گفتگو کو دہرایا تو خود مولانا بول اٹھے کہ اس مولوی صاحب کو یاد نہیں یا بھول رہے ہیں میں ہی تو تھا یعنی حق بات کا اقرار فرما کر اپنے کامل ایمان ہونے کا ثبوت دے دیا۔جب انگریز نے آپ

کو جزیرہ انڈیمان (کالے پانی) بھیج دیا تو وہاں بھی آپ کو اسی چابک لگائے جاتے تھے انہوں نے اس حال میں بھی تعلیمی شغل کو نہ چھوڑا۔ چنانچہ کسی صاحب کو جو حج پر جارہا تھا ایک قصیدہ لکھ کر دیا اور فرمایا یہ قصیدہ مدینہ منورہ میں روضہ انور کے سامنے کھڑے ہوکر پڑھنا۔ جب وہ قصیدہ فصیحانہ انداز میں پیش کیا گیا تو فصیح و بلیغ عرب لوگ عش عش کر اٹھے اور کہا تین سو سال کے بعد یہ قصیدہ فصیحانہ انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ آج سے تین سو سال پہلے تک اس قسم کا قصیدہ نہیں لایا گیا اس وقت عرب میں ترکوں کی حکومت تھی۔ اس لئے قصیدہ کی داد دی گئی۔

فرمایا حضرت مولانا فضل حق خیرآبادی رحمتہ اللہ علیہ بھی انگریز کی قید میں تھے بلکہ انہیں کالے پانی بھیج دیا گیا تھا، وہیں شہید ہوئے ان کا مزار بھی جزیرہ انڈیمان میں ہے۔ مولانا صاحب کو کہا گیا کہ قاموس کا ترجمہ لکھ دیجئے آپ کو رہا کر دیا جائے گا۔ فرمایا میں اس کتاب کو بے قدر نہیں کرنا چاہتا۔ آپ نے وہیں کالے پانی ہی میں بصورت قید ٹاٹ پر کوئلے کے ساتھ ایک کتاب لکھی جو نہایت ہی دردناک واقعات سے بھرپور ہے۔ اپنے تمام واقعات اس میں درج فرمائے۔ تمام بدن زخموں سے چھلنی ہوتا تھا۔ خون اور پیپ وغیرہ بدن سے بہتے رہتے اور اسی حالت میں کتاب تحریر فرماتے رہے۔ انہوں نے اسی کتاب میں لکھا کہ میں ایسی جگہ بھیجا گیا ہوں جہاں نہ کوئی آبادی ہے نہ گندم ہے۔ اصل عربی الفاظ یہ ہیں: لافیها برو لا برو لا بر اور یہ بھی لکھا

قذفنی شط الخصم الکالح الیٰ شط الخصم المالح.

مجھے ترش رو دشمن کے غصے نے شوریلے دریا (نمکین دریا) کی طرف پھینک دیا۔ اس کتاب کا نام رسالہ غدریہ ہے۔ یہ کتاب لکھ کر صاحب علم الصیغه کو دی۔ جب وہ رہا ہوئے اور فرمایا میرے لڑکے عبدالحق صاحب کو دے دینا، مرحوم کو ملا تو وہ پڑھتے بھی تھے اور روتے بھی تھے کیونکہ نہایت ہی المناک حالت میں لکھی گئی تھی۔ اس وقت نماز بھی اشارہ سے ادا فرماتے تھے۔ نہایت نحیف و نازک حالت میں بھی تصنیف کو ترک نہ فرمایا۔ آپ مجسم علم

تھے۔ قرآن مجید کی تلاوت فرماتے ہوئے کلام الٰہی چہرے کے سامنے لئے ہوئے وصال فرمایا تو قرآن مجید چہرہ پر رہا۔ مولانا فرماتے کہ لوگوں کے زخموں پر مرہم کئے جاتے ہیں میرے زخموں سے پیپ و خون بہتا تھا کوڑے لگائے جاتے، مولانا عبدالحق کے علاوہ ان کی ایک بیٹی بھی عالمہ تھی۔ جو عبدالحق صاحب سے زیادہ قابل تھی۔ جب مولانا عبدالحق بیمار ہوتے تو طلباء سے کہہ دیتے کہ مائی صاحبہ سے سبق پڑھ لینا۔ مائی صاحبہ پس پردہ زبانی سبق پڑھاتی تھیں اور بعینہ اپنے والد ماجد مولانا فضل حق خیرآبادی رحمتہ اللہ علیہ جیسی تقریر فرماتیں۔

مائی صاحبہ کی قابلیت دیکھ کر مولانا بھی فرمایا کرتے کہ کاش تو عبدالحق ہوتی۔ پھر آپ نے مائی صاحبہ کے لڑکے مولانا عبدالسلام صاحب کے ساتھ دیوان صاحب کی موجودگی میں ملاقات کا واقعہ سنایا جو پہلے رقم کیا جا چکا ہے۔ آپ نے فرمایا حالانکہ مولانا عبدالسلام صاحب ظاہری طور پر داڑھی منڈائے ہوئے تھے۔ اور مائی صاحبہ کو بھی لوگ عرض کرتے تھے کہ ان کو نماز پڑھنے کی تاکید فرمایا کریں۔ لیکن جب فوت ہوئے تو ان کا خادم دیوان صاحب کو لے گیا۔ ان کا مصلیٰ دکھایا جو نہایت ہی گھسا ہوا (پھٹا ہوا) تھا اور قرآن مجید دکھایا جو آنسوؤں سے لت پت تھا۔ پوشیدہ طور پر اندر ہی جماعت کراتے اور نماز پڑھا کرتے۔ عجیب مذاق تھا لوگ ان کی عبادت سے بے خبر بلکہ فرائض کی ادائیگی کا بھی پتا تک نہ تھا۔

۱۴ ربیع الآخر ۱۳۹۵ھ بوقت عشاء شب سہ شنبہ بنگلہ شریف میں حاضری نصیب ہوئی۔ حاجی محمد بخش صاحب سیال آف ٹھٹھہ محمد پناہ آپ کو ملے اور ان کو کرسی پر بیٹھنے کو کہا اور اس کے بعد حضرت مولانا فضل حق خیرآبادی رحمتہ اللہ علیہ کا یہ شعر پڑھا۔

اے فرقتی در کعبہ رفتی بارہا   نا مسلمان نا مسلمانی ہنوز

جب بندہ نے کھڑے ہوکر مطلب دریافت کیا کہ فرقتی مولانا صاحب خیرآبادی رحمتہ اللہ علیہ کا فارسی میں تخلص ہے اور اپنے آپ کو خطاب فرمایا۔ دراصل معنی یہ ہے کہ اگر کعبہ میں بار بار جانے سے حالت تبدیل نہ ہو بری عادات اسی طرح رہیں تو نا مسلمان نا مسلمانی، والا مصرعہ صادق آتا ہے۔

علامہ ہند حضرت مولانا معین الدین اجمیری (رحمتہ اللہ علیہ)

۴ ربیع الآخر ۱۳۹۴ھ بعد از نماز ظہر حضور غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ نے فقیر کو ''الفقر فخری'' کا مطلب سمجھایا کہ فقر دو قسم کا ہوتا ہے (۱) اختیاری (۲) اضطراری۔ جس کا ذکر سوالات میں کیا جائے گا۔

بعد میں فقر اختیاری میں علامہ اجمیری رحمتہ اللہ علیہ کے چند واقعات بیان فرمائے۔ چنانچہ:

۱۔ عید کے دن طلباء نے ان سے مطالبہ کیا کہ آج ہر شخص امیر غریب کے گھر عید منائی جارہی ہے۔طرح کے کھانوں خورد و نوش کے اہتمام ہو رہے ہیں، ہمیں بھی آپ کچھ کھلائیں، مولانا نے فرمایا میرے گھر تو وہی مسور کی دال ہے جو پہلے پکتی ہے وہی ہوگی جو میں کھاؤں گا تم بھی کھالینا، طلباء نے کہا آپ کو جو شاہ دکن نے ملک العلماء ہونے کا سنہری تمغہ دیا تھا جو ڈبہ میں بند تھا آپ کے گھر میں موجود ہے، چنانچہ آپ نے وہ منگوا کر طلباء کو دیا اور بازار میں فروخت کرنے کو کہا۔انہوں نے اپنے پیٹ کی خاطر مولانا کا قیمتی تمغہ بیچ کر طعام بنایا۔

۲۔ مولانا کو دنیا کی پرواہ تک نہ ہوتی۔ایک مرتبہ گھر گئے، گھر والوں کو کہا یہ جو زیورات تم نے رکھے ہوئے ہیں ان کا کیا فائدہ، یہ طلباء کیلئے فروخت کر دو۔چنانچہ ان کے گھر والے بھی بالکل سادہ لوح تھے اور مولانا کے فرمانبردار تھے۔انہوں نے بھی زیورات کی پرواہ نہ کی۔تمام کے تمام اٹھا کر دیدئے۔مولانا صاحب نے ان کو فروخت کر کے طلباء کے کپڑے اور غذا وغیرہ خرید کر فی سبیل اللہ دے دیئے۔

۳۔ ایک دفعہ نظام الملک عثمانی علی خان بوقت درس حاضر ہوا، یہ خود بہت بڑا عالم تھا، بڑے غور سے مولانا کی تقریر سنتا رہا، اٹھتے وقت ایک ہزار روپیہ مولانا کی ذات کیلئے اور دو ہزار مدرسہ کے واسطے طلباء کا ماہانہ وظیفہ مقرر فرمایا۔مولانا نے اپنا ہزار بھی طلباء کیلئے وقف کر دیا۔

مولانا جس زمانہ میں یہاں سیال شریف رہتے تھے مولانا کو جناب نظام الملک کا خط آیا کہ آپ ہمارے ہاں تدریس کیلئے تشریف لائیں۔مولانا نے جواب لکھا کہ میں یہاں اپنے بچے کو پڑھا رہا ہوں، میرا آنا ناممکن ہے، نظام الملک نے اس کا جواب میرے حضرت خواجہ غریب نواز کے پاس بھیجا۔جس میں لکھا تھا کہ مجھے اپنے فرزند کیلئے مولانا کی اشد ضرورت ہے۔آپ مہربانی فرمادیں اور مولانا کو ہمارے ہاں بھیج دیں۔اس کا جواب قبلہ والد صاحب نے بھیجا کہ یہ مدرسہ بھی آپ کا ہے لہٰذا آپ اپنے فرزند کو یہاں بھیج دیں۔ بہرحال مولانا نے نظام الملک جیسے قابل بادشاہ کی پرواہ نہ کی اور میری تعلیم کیلئے سیال شریف میں مقیم رہے۔

قبلہ شیخ الاسلام غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا میرے استاد علامہ اجمیری بہت بڑے فاضل معقول اور علوم منقول کے بحر علم حکمت و فلسفہ اور فنون کے ماہر تھے۔انہوں نے مجھے حکمت کی سند بھی عنایت کی تھی اور فرمایا اگر کوئی نسخہ آپ لکھیں گے تو اللہ رب العزت برکت دے گا۔نیز فرمایا اقصرائی کتاب لاؤ جب یہ کتاب میں لے گیا تو پڑھائی اور سند عطا فرمائی۔نہایت ہی سادگی کے دلدادہ تھے۔بہت ہی کریم تھے۔

۱۷ ربیع الاول شریف بروز خمیس ۱۳۸۸ھ آپ نے فرمایا علامہ اجمیری علیہ الرحمتہ کی طبیعت بہت ہی حساس تھی۔معمولی سی لغزش کسی میں پاتے تو فوراً غصہ میں آجاتے۔

ایک مرتبہ مطول یا کوئی اور منتہی کتاب پڑھا رہے تھے کہ عبداللہ جاٹ آگیا اور ان کے تکیہ پر کہنی رکھ بیٹھ گیا۔مولانا نے اسے فرمایا آپ میری جگہ پر تشریف لائیں اور طلباء کو پڑھائیں۔اس نے جہالت کی وجہ سے مولانا کا مقصد نہ سمجھ کر عرض کیا میں نہیں پڑھاتا۔آپ ہی پڑھائیں۔آپ نے دوبارہ فرمایا نہیں نہیں آپ تشریف لائیں اور پڑھائیں وہ بے وقوف یہ سن کر آپ کی نشست پر بیٹھ گیا۔مولانا نے کتاب اس کے سامنے کردی اور خود ایک طرف ہو کر ہاتھ باندھ کر بیٹھ گئے۔وہ کتاب بھی دیکھتا اور کہتا ''میں نہیں پڑھاتا آپ ہی پڑھائیے'' اور اس جاہل کے ان الفاظ سے معلوم ہوتا تھا کہ میں بھی پڑھا ہوا تو ہوں لیکن پڑھانا نہیں چاہتا۔بالآخر حضرت علامہ اجمیری صاحب نہایت ہی غضبناک ہو کر اٹھے اور چل

دینے اور بہت کوشش کے بعد واپس تشریف لائے ۔ان کی طبیعت ہی ایسی تھی کہ نامعقول باتوں اور نامناسب کاموں سے فوراً غصہ میں آجاتے تھے۔

فرمایا وہابی ، دیوبندی لوگ مسلمانوں کو بہکانے کیلئے دیوبند سے سند لے کر آجاتے ہیں اور امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بے دینی پھیلانے کیلئے مبلغ بن کر اپنا فرسودہ کلام و بیان شروع کر دیتے ہیں، چند دیوبندی مولویوں نے میرے پاس بھی سندیں لکھ بھیجیں جواب تک میرے ہاں موجود ہیں حالانکہ نہ میں نے کسی دیوبندی کے پاس جاکر پڑھا نہ ہی دیوبند سے کوئی سند خود منگوائی ۔اگر چہ بریلوی سنی صحیح العقیدہ حضرات مجھ پر اعتراض کریں گے لیکن یقین جانیں نہ ہی دیوبندیوں کی سندوں سے مجھے فخر ہے نہ ان کا میں محتاج ہوں۔ وہ تو خود بخود ان لوگوں نے میرے پاس بھیج دی ہیں، بعض قابل فخر سندات دوسرے حضرات کی بھی موجود ہیں مثلاً ایک سند شیخ الحدیث حرمین شریفین حضرت عمر ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے عنایت فرمائی تھی۔دوسری اندلس کے قاضی ابوبکر صاحب نے عطا فرمائی۔

تیسری اپنے استاد اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دست اقدس سے تحریر فرما کر اجمیر شریف سے بھیج دی۔اگر چہ میرے دل میں یہ بات بیٹھ چکی ہے کہ میں ابھی سند لینے کے قابل نہیں ہوں کہاں میری قابلیت اور کہا مولانا کی علمیت ۔مولانا سے تو سند حاصل کرنے کیلئے بے حد علم کی ضرورت ہے لیکن مولانا جب یہاں سے واپس اجمیر تشریف لے گئے تو وہاں سے سند روانہ فرمادی۔ جو میرے پاس موجود ہے۔میرے واسطے مایہ ناز اور قابل فخر مباہات یہ سندیں ہیں ۔فرمایا مولانا صاحب بعض اوقات ہمیں عربی ترجمہ کیلئے عبارات یا چند جملے لکھوا دیتے ،ہم تین ساتھی ہوتے تھے ۔ایک مولانا منتخب الحق صاحب (جو کراچی یونیورسٹی میں صدر شعبہ ہیں)دوسرے مولانا عبدالغفور صاحب جو آجکل ریاست بنیر میں قاضی ہیں اور تیسرا میں ۔ایک مرتبہ ایک جملہ لکھ کر دیا تاکہ اس کی عربی بنالاؤں، ہم علیحدہ ہوکر بیٹھے تو میں نے جلدی جلدی اس کی عربی بنائی اور فوراً مولانا کے سامنے حاضر ہوا۔مولانا نے سمجھا ابھی تو عربی ترجمہ اس نے نہیں کیا فوراً فرمایا جاؤ جاؤ۔اس کی عربی بنالاؤ۔تو میں نے

عرض کی یہ دیکھیں کچھ تو میں بنالایا ہوں۔لکھا **الحمیم من یدالحمیم ابرد من الثلج** (دوست کے ہاتھ سے گرم پانی برف سے زیادہ ٹھنڈ ہوتا ہے) پہلے حمیم کا معنی ہے گرم پانی اور دوسرے حمیم کا معنی دوست ،جب مشترک کو جملہ میں ہر دو معنی کیلئے استعمال کیا ہوا مولانا نے پڑھا تو میرے دوسرے ساتھیوں کو بلایا اور فرمایا منتخب الحق ادھر آؤ تم کیا عربی بناؤ گے۔ بنانے والے یوں بناتے ہیں، بہت تحسین فرمائی۔بعد میں ایک بار میں نے دیکھا دیوان صاحب کے پاس بیٹھے اسی جملہ کا ذکر فرمارہے تھے اور وہاں بھی میری تحسین فرماتے رہے۔فرمایا مجھے مولانا صاحب اپنا بچہ فرماتے تھے،آپ یہاں سے فارغ ہوکر واپس چلے گئے تھے۔فرمایا ایک دفعہ مجھے مرزائیوں سے مناظرہ کرنا پڑا۔موضع جوڑا میں مرزائی لوگ قادنیوں کو بلالائے اور تاریخ مقرر کردی۔میں نے مولانا غلام مصطفیٰ صاحب کو چند علماء اہل سنت بلانے کیلئے بھیج دیا تاکہ علماء کرام موقع پر پہنچ کر تعاون فرمائیں۔

ابھی ایک دن مناظرہ سے رہتا تھا اور مولوی غلام مصطفیٰ صاحب بھی اس وقت تک نہ آئے تھے اور نہ ہی کوئی عالم دین پہنچا تھا مجھے سخت تفکر و پریشانی لاحق ہوئی، کیا دیکھتا ہوں کہ اچانک ایک موٹر کار آگئی میں سمجھا شاید مولوی غلام مصطفیٰ صاحب کسی عالم دین کو لے کر آگئے ہیں لیکن جب دیکھا تو مولانا معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ مجھے بہت خوشی ہوئی، دوڑ کر ملاقات کی۔تو انہوں نے پوچھا خیر تو ہے؟ بتایا خیر ہے آپ کیسے تشریف لائے ہیں،فرمایا مجھے خیال آیا کہ اپنے بچے کو جاکر مل آؤں۔

جب مناظرہ کے متعلق خبر دی تو فرمایا مجھے لسی پلاؤ۔ان سالوں سے نبٹ لیں گے۔ صبح کو فرمایا کتب خانہ کھولیں، چنانچہ کتب خانہ سے قادیانیوں کی ایک کتاب اٹھائی، وہیں کھڑے کھڑے اسے مطالعہ فرمالیا،اور تیاری کا حکم دے دیا۔ مجھے ایک سخت دشواری کا خیال آیا۔وہ یہ کہ مولانا فرمایا کرتے ہیں گھوڑا تو ٹانگہ پر جوتنے کیلئے جو تم سواری کرتے ہو۔اس کیلئے کافی نہیں یعنی اس کی پشت پر نہ بیٹھا جائے۔اب یہ سفر بغیر گھوڑوں کے طے ہونے والا نہ تھا۔کوئی اور ذریعہ بھی اس راستہ پر نہ تھا۔جس سے یہ دریا کا سفر طے ہوتا اور مولانا

نے گھوڑے پر سوار نہیں ہونا کیا کریں گے۔

جب اس امر کا اظہار مولانا سے کیا تو سوچنے کے بعد پوچھا کیا اور کوئی اچھا، قابل سوار ہے؟ جواب دیا گیا جی ہاں! صاحبزادہ معظم الدین صاحب ہیں۔ تو فرمایا ایک صورت ہے کہ میں ان کے پیچھے سوار ہوں گا اور مجھے کمر سے شانوں تک ان کے ساتھ خوب باندھ دو، اگر وہ نہ گریں تو میں بھی نہ گروں گا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ آخر کار مناظرہ کی جگہ پر پہنچے تو وہاں مولوی غلام مصطفیٰ صاحب دوسرے علماء کو بھی لے کر پہنچ گئے تھے۔ مخالفین نے خوب تیاری کر رکھی تھی۔ اسٹیج لئے ہوئے تھے۔ مولانا کو صدر منتخب کیا گیا۔ مناظرہ کیلئے ایک اور مولوی صاحب مقرر ہوئے۔ قادیانیوں کا مناظر کھڑا ہوا، اس نے مناظرہ کا موضوع بتایا کہ ''حیات عیسیٰ علیہ السلام'' پر بحث ہوگی۔ یہ اعلان سنتے ہی مولانا خود کھڑے ہو گئے اور مخالفین کو خطاب فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کا مغالطہ دور کرنا مقصود ہے یا مرزا قادیانی کے جھوٹا ہونے کا ثبوت درکار ہے۔ اگر یہاں انبیاء علیہم السلام کی حیات کے منکر موجود ہیں تو بتائیے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک تمام انبیاء علیہم السلام کی حیات ثابت کرتا ہوں۔

مخالفین سے پوچھیں کیا انہیں انبیاء علیہم السلام کی حیات پر شک و شبہ ہے۔ اگر ہے تو اس کا جلد ہی ازالہ کر دیا جائے گا۔ یا یہ اس لئے آئے ہیں کہ مرزا قادیانی کی نبوت کے جھوٹے ہونے کا اعلان سنیں۔ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات کے ثبوت یا عدم ثبوت سے مرزا قادیانی کی صداقت کا کیا تعلق ہے۔ اگر حیات مسیح ثابت ہو جائے تو گرداسپور کے ضلع میں نبی نہیں آ سکتا اور اگر نہ ثابت ہو تو ضلع گورداسپور میں قادیانی کا دعویٰ صحیح ہو سکتا ہے۔ آخر بتائیں تو سہی اس بحث سے مرزائی مذہب کا کیا تعلق ہے؟

کس کس ہستی کی حیات میں ثابت کروں۔ کیا عوام الناس کی برزخی زندگی یا مومنین اولیاء اللہ اور پھر انبیاء علیہم السلام کی؟ اس میں تو کوئی مسلمان شک وشبہ کر ہی نہیں سکتا۔ اس مضمون نے سامعین کو ایسا متاثر کیا کہ ہر ایک کو یقین ہو گیا کہ اب مخالفوں کو مقابلہ

کی تاب نہ ہو سکے گی۔ بالآخر قادیانیوں کو ایسی شکست فاش دی کہ ذلیل ہو کر وہاں سے چلے گئے۔ فرمایا ایک مرتبہ مولانا کے ساتھ میں ریل میں سوار تھا۔ دو ہندو اسی ڈبہ میں بیٹھے آپس میں مناظرانہ گفتگو کر رہے تھے۔ ایک کا دعویٰ تھا کہ گوشت انسان کی غذا ہے، دوسرا کہتا تھا کہ یہ انسان کی غذا نہیں ہو سکتی۔ ہم ان کی باتوں کو سنتے رہے۔ جب انکار کنندہ نے کہا کہ گوشت اگر انسان کی خوراک ہوتا تو انسان کو گوشت کھانے کیلئے تکلفات کی ضرورت نہ پڑتی۔ حالانکہ اسے کاٹتا ہے اور خوب پکاتا ہے۔ جب اچھی طرح پک جائے تو کھاتا ہے بلکہ مصالحہ وغیرہ بنا کر اسے لذیذ بناتا ہے حالانکہ دوسرے گوشت خور جانوروں کو اس اہتمام کی ضرورت نہیں پڑتی وہ کچا کھا جاتے ہیں۔ انہیں تکلیف نہیں پہنچاتا۔ اگر انسان اتنا اہتمام نہ کرے اور کچا ہی کھا جائے تو اس کی پیٹ میں درد ہوتا ہے۔ بدہضمی کا شکار ہو جاتا ہے اور طرح طرح کی بیماریوں کا اندیشہ ہوتا ہے۔ جب مولانا نے اس کی یہ باتیں استماع فرمائیں تو اسے مخاطب ہوئے اور فرمایا اگر چہ ہمارا تمہارا مذہبی معاملہ میں مناظرہ نہیں لیکن انسان ہونے کی حیثیت سے آپ ہم سے ایک عمدہ اور اہم غذا چھیننے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لہٰذا اس کا جواب مجھ سے سنئے۔ جن تکلفات اور اہتمامات کی وجہ سے گوشت کو انسانی غذا سے نکال رہے ہو وہی اہتمام اور تکلفات انسان دوسری غذاؤں میں بھی اختیار کرتا ہے مثلاً روٹی انسان کی غذا ہے لیکن روٹی تیار ہونے تک کتنی محنتیں کرنی پڑتی ہیں، گندم کو اس کے سٹوں سے نکال کر صاف کرنا، پیسنا، آٹا گوندھنا، روٹی پکانا ازاں بعد اسے کھانا، اسی طرح سبزی ترکاری بھی انسان ویسے نہیں کھا سکتا۔ اسے بھی اچھی طرح صاف کر کے ٹکڑے کر کے ہانڈی میں پکاتا ہے سالن بنا کر روٹی کے ساتھ کھاتا ہے۔ اسی قدر انسان اپنی غذا میں اہتمام کرتا ہے اگر کسی غذا کو بغیر پکائے ہی کھا جائے تو اس کے پیٹ میں درد اور بدہضمی کا شکار ہونا لازم اور ضروری ہوگا۔

انسان تو اشرف المخلوقات ہے۔ جسے عقل والی نعمت سے اللہ تعالیٰ نے نوازا ہے۔ پرمیشر (اللہ تعالیٰ) کی یہ مرضی تو نہیں تھی کہ انسان کو دوسرے جانوروں جیسا ہی رکھے۔ آپ لوگ تو چاہتے ہیں کہ پرمیشر کی مرضی بھی ویسا ہی ہونا چاہئے تھی، بتائیے تمام غذاؤں میں آپ

اتنا اہتمام آخر کیوں کرتے ہیں۔ویسا ہی کھالیا کریں،نہ مرچ مصالحہ کا خرچ ہوگا نہ گھی اور ایندھن وغیرہ نہ زیادہ وقت لگے گا۔نہ ہی تکلیف کرنا پڑے گی۔ان تمام فالتو (چیزوں) سے بچ جاؤ گے۔فبھت الذی کفر (تو کافر مبہوت ہوگیا) فرمایا مولانا کے علم کا یہ عالم تھا کہ ہمیں یقین و وثوق کلی تھا کہ اگر تمام کتب فلسفہ ومنطق ودیگر فنون کی کتابیں نایاب ہو جائیں تو مولانا از سرنوان کو طبع کر سکتے تھے۔انہیں بڑے بڑے مدارس سے دعوت نامے آئے لیکن صرف میری تعلیم کیلئے یہاں مقیم رہے۔کئی بار روسائے اعظم کی طرف سے دعوت نامے آئے کہ یہاں آکر تعلیم دیں۔ہزاروں خواہش مند آپ کے منتظر ہیں۔تو مولانا نے جواب لکھا کہ یہاں میں اپنے بچے کو پڑھا رہا ہوں میں نہیں آسکتا۔اس نے دوبارہ لکھا کہ صاحبزادہ صاحب کے قیام و طعام کا انتظام خادموں سمیت باقاعدہ یہاں کردیں گے وہ بھی ساتھ ہی تشریف لائیں،لیکن مولانا نے فرمایا کہ وہ میرے خط کا مطلب نہیں سمجھے بہرحال آپ نے دوبارہ انکار تحریر کردیا۔

آپ نے فرمایا یہاں سیال شریف میں مولانا خشک روٹی پر رہ کر پڑھاتے تھے اور نہایت ہی فقیرانہ انداز میں یہاں پر مقیم رہے اور اپنا سب کچھ طلباء کی خاطر خرچ کردیتے تھے۔

حضرت مولانا محمد امین رحمتہ اللہ علیہ

حضور شیخ الاسلام رحمتہ اللہ علیہ کے صاحب کرامت استاد

۶ ربیع الاول شریف ۱۳۹۲ھ فرمایا (مولانا) محمد امین صاحب جو تصوف میں میرے استاد تھے بہت بڑے بزرگ صاحب کرامت تھے۔میرے سامنے انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو ہتھیلی پر بال نہیں اگائے اس مین کئی حکمتیں ہیں جن میں سے ایک تو یہ ہے کہ عموماً انسان ہاتھ سے کھاتا ہے تاکہ نفرت نہ ہو،عورت آٹا گوندھتی ہے یا اس طرح کے دوسرے کاروبار میں ہتھیلی کا صاف ہونا مناسب تھا۔اگر وہ چاہے تو قادر ہے۔اب بھی بال ہتھیلی پر اگا سکتا ہے۔یہ بیان کرتے کرتے مولوی صاحب نے اپنی دائیں ہتھیلی کو بائیں پر

رگڑا، رگڑ کر دایاں ہاتھ دکھایا تو ہتھیلی پر بال ہی بال تھے۔دوبارہ فرمایا وہ چاہے تو انہیں مٹا سکتا ہے اسی طرح ہتھیلی پہ ہتھیلی رگڑی تو بالکل صاف تھی۔اس طرح کی بہت سی کرامتیں ان میں موجود تھیں۔فرمایا مولانا صاحب باتیں بھی کرتے رہتے اور اللہ ہو کا ذکر سانس سے جاری رہتا تھا۔

اصلاح عقائد اور عقائد باطلہ کا رد

عطاء اللہ شاہ بخاری سے مکالمہ

۲۷ جمادی الاخری ۱۳۸۷ھ آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ عطاء اللہ شاہ بخاری نے تونسہ شریف میں دوران تقریر کہا کہ جب پیروں کی خاطر مرید کھڑے ہوتے ہیں تو ان کے استقبالیہ قیام کی وجہ سے پیروں کے نفس موٹے ہوتے ہیں اور ساتھ ہی پیر لوگ مشرک ہوجاتے ہیں۔آپ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت خواجہ گل محمد صاحب تونسوی رحمتہ اللہ علیہ سے اس کا جواب دینے کی اجازت لے کر کہا کہ اول تو یہ بتاؤ کہ قیام مرید کریں اور مشرک پیر ہوجائیں یہ تو نہایت آسان وعجیب طریقہ مشرک بنانے کا ہے۔اس طریقہ سے تو تجھے بھی مشرک بنانا آسان ہوگیا کہ تمہاری آمد پر ہم چند آدمی کھڑے ہوجائیں گے تو بھی مشرک بن جائے گا۔

دوسرا یہ کہ کیا تو نے یہ حدیث پاک آج تک نہیں پڑھی جو ترمذی شریف میں موجود ہے کہ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر خدمت ہوئے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام کو حکم دیا۔قوموا الی سیدکم (اپنے سردار کیلئے کھڑے ہوجاؤ) اگر یہ شرک ہے تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیوں فرمایا۔

کہنے لگا تمہیں معلوم ہے ''قومو'' کا صلہ الیٰ آیا ہے؟ میں نے کہا کس کے سامنے بات کررہے ہو۔جس کی تمام عمر نحو پڑھنے میں گزری کیا تمہیں یہ معلوم نہیں کہ قومو کا صلہ ہمیشہ الی ہی ہوا کرتا ہے اور کوئی بھی نہیں ہوتا۔

پھر کہنے لگا ایک پیر تھا چلہ میں رہتا تھا۔ نکلنے کا ایک دن مقرر کیا ہوا تھا۔ اس کے استقبال کیلئے مقررہ وقت پر بہت سے لوگ کھڑے ہوتے، جب نکلتا تو استقبال کرتے، اس کا نفس موٹا ہوتا۔ ایک مرتبہ کسی نے تمام کو روک دیا تو وہ موقع پر حاضر نہ ہوئے جب چلہ سے آیا لوگوں کو نہ پایا تو غم میں آکر مرگیا، دیکھئے، اس مرتبہ نفس کا کام نہ بنا تو مر ہی گیا۔

۱۔ میں نے کہا اول تو یہ روایت تمہاری من گھڑت ہے باسند بات نہیں بلکہ لغوی ہے، اگر باسند ہے تو کہاں سے نقل کی ہے یا پڑھی ہے؟ وہ بالکل خاموش کھڑا رہا، مبہوت ہوگیا۔

۲۔ بالفرض تسلیم بھی کرلیں تو اسے مرنا ہی تھا کیونکہ جب اس نے دیکھا کہ یکا یک تمام لوگ بے ادب و گستاخ بن گئے اور بے ادبی ان میں رچ بس گئی، کوئی ایک بھی تہذیب والا نہ رہا تو پھر مرتا نہ تو اور کیا کرتا، جسے اتنا غم لاحق ہوا کہ شیطان نے اہل اسلام پر اپنا منتر وجادو چلا کر تمام کو گمراہ کرلیا ہے تو وہ کیوں نہ مرتا۔ پھر اس طرح کی باتیں پیرخانہ پر آکر کہتا ہے۔

پھر فرمایا ایک مرتبہ محمدی شریف میں عطاء اللہ شاہ بخاری تقریر کررہا تھا۔ اس جلسہ کی صدارت مجھے دی گئی تھی۔ دوران تقریر کہنے لگا کہ اس وقت ایک بہت بڑی گدی کا سجادہ نشین ہے، بادا فریدالدین گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار عالیہ کے سجادہ نشین صاحب کا نام لیا کہ وہاں کے سجادہ نشین صاحب نے میرے روبرو جھوٹی گواہی دی ہے۔ میں نے آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا۔ سراسر جھوٹی شہادت دی۔

میں نے پوچھا بتاؤ پاک پتن شریف کے موجودہ سجادہ نشین کون صاحب ہیں، آیا دیوان صاحب ہیں یا کوئی اور، تو جواب دیا دیوان صاحب۔ فرمایا ان کی گواہی کو کتنا عرصہ ہوچکا ہے؟ اور کہاں دی تھی؟ جواب دیا آج سے دس سال قبل پنڈی میں، میں ان کا نام پوچھا تو بتایا قطب الدین صاحب، میں نے کہا درست ہے لیکن اس وقت (قطب الدین) کی کل عمر پندرہ سال ہے اور دس سال گزر چکے، ان کو پندرہ سے نکالیں تو پانچ سال بنتے ہیں یعنی پانچ سال کی عمر میں بچے نے گواہی دی اور آپ نے سنی؟ ان الفاظ پر میں نے اس کو

خوب شرم دلایا تو کہنے لگا توبہ کرتا ہوں آئندہ ایسا نہ کروں گا۔ وعدہ کرتا ہوں غلطی ہوگئی ہے۔ آئندہ اس طرح نہ کروں گا۔ میں نے کہا الغیبة اشد من الزنا غیبت کرنا زنا سے بدتر ہے۔ چنانچہ اس طرح وہ شرمندہ ہوکر چلا گیا۔

مناظرہ اور مباحثہ میں مقابل کو چند کلمات کے اندر اندر ہی لاجواب کردینا قبلہ و کعبہ شیخ الاسلام رضی اللہ عنہ کا کام تھا، جہاں بھی مناظرہ فرمایا مقابل کو چند لمحات میں خاموش کر دکھایا۔ طویل طویل بحث کا موقع ہی اسے نہیں دیتے تھے۔

نجدی قاضی القضاۃ سے مکالمہ

فرمایا میں نے پہلی مرتبہ حاضری دی تو میرے ساتھ ان کا قاضی القضاۃ مناظرہ کیلئے لایا گیا۔ قبل از مناظرہ عبدالوہاب نامی مولوی صاحب نے مجھے کہا کہ آپ پر تو بھاری مصیبت آچکی ہے کیونکہ قاضی القضاۃ کے سامنے آپ جب لاجواب ہوگئے تو آپ کی گردن ماردی جائے گی۔ میں نے کہا اس سے زیاد رحمت اور کیا چاہتا ہوں کہ مدینہ منورہ میں شہید ہوکر یہیں دفن ہوں۔ چنانچہ قاضی القضاۃ نے آتے ہی کہا تم ہو جو بعداز نماز قبلہ سے رخ پھیر کر روضہ انور کی طرف رخ کر کے بیٹھتے ہو اس سوال سے اس کا اعتراض یہ تھا کہ کعبہ شریف سے زیادہ تم روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا احترام کرتے ہو۔

میں نے اسے جواب دیا کہ ہم نماز تو بیت اللہ شریف کی طرف منہ کرکے پڑھتے ہیں، جب نماز سے فارغ ہوجائیں تو روضہ انور کی طرف متوجہ ہوکر درود پاک پڑھتے ہیں۔ کہنے لگا اتنے اہتمام کے ساتھ متوجہ ہونا ہو تو مسجد نبوی کی طرف ہونا چاہئے اس کے بجائے تم روضہ انور کی طرف متوجہ ہوتے ہو حالانکہ حدیث پاک ہے **لا تشدوا الرحال الا الیٰ ثلاثة** اس میں مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور مسجد نبوی ان تینوں مساجد کی طرف ہی سامان باندھ کر اہتمام سے جانے کی انسان کو اجازت ہے۔ ان کے سوا باقی تمام کی تعظیم کی نفی ثابت ہے۔ میں نے جواب دیا کہ یہ حدیث تو نے اس شخص کے سامنے پڑھی ہے جو تجھے دس سال

حدیث شریف کا درس دے سکتا ہے، یہ سنتے ہی نجدی غصہ سے آگ بگولا ہوگیا۔آپ فرماتے ہیں مجھے خیال آیا اس کے غصہ کو اور زیادہ کروں تو اسے مخاطب ہوکر کہا **انتم الحفاة العراة العالة رعا الشاة** (تم ہی ہو جن کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی تھی کہ ننگے پاؤں، ننگے جسم والے ،بھوکے لوگ،بکریوں کے چرواہے قیامت کے قریب بڑے بڑے مکانوں اور منصبوں پر فخر کریں گے)۔یہ سن کر تو اس کے غصہ کی انتہاء نہ رہی، خوب لال پیلا ہوا لیکن اسے زیادہ ابھرنے کا موقع نہ دیا بلکہ اسے کہا کہ تم اپنے آپ کو حنبلی مذہب بتاتے ہو حالانکہ تمہیں حضرت امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ کی کتابوں سے واقفیت نہیں ہے۔

انتم تنتحلون الی مذهب الحنابلة ولا تعلمون کتبهم وما ذافی کتبهم

دیکھو مسند امام احمد بن حنبل میں اس حدیث کی وضاحت یوں کی گئی ہے۔

لاتشدوا الرحال الی المسجد من المساجد الاالمساجد الثلاثة .

جس کا مطلب ہے کہ کسی ایک مسجد سے دوسری مسجد کی طرف جانے کا ارادہ ہو تو صرف ان تینوں مسجدوں میں سے کسی ایک کی طرف جاسکتے ہو اور جو مطلب تم نے سمجھا ہوا ہے اس سے تو پھر انسان کو عرفات میں جانا اور اس طرف سامان باندھنا بلکہ جہاد کیلئے جانا تجارت ودیگر اہم امور کیلئے بھی جانا ممنوع ہوجاتا ہے۔

یہ سنتے ہی اپنے ساتھیوں کو قاضی القضاة نے کہا کہ یہ آدمی بہت خطرناک ہے، اسے کچھ نہ کہو، جو کرتا پھرے نہ چھیڑو، چنانچہ ہم جتنے دن تک مدینہ منورہ میں رہے کھلے دل سے چوکھٹ پاک کا بوسہ دیتے ودیگر شعائر اللہ کی تعظیم بغیر کسی جھجک کے خوب دل کھول کر کرتے رہے، کسی کو منع کرنے کی مجال تک نہ رہی۔

وہابیوں کی تاریخ

۷ ربیع الاول شریف ۱۳۹۳ھ بشب شنبہ نماز عشاء کیلئے آپ دیر سے تشریف لائے اور فرمایا کسی مائی کا ایک بچہ رورہا تھا،اس لئے دودھ مہیا کرنے میں دیر ہوگئی۔حکیم علی محمد صاحب کو السلام علیکم فرماتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ بصورت مصافحہ اس طرح بڑھائے کہ اپنے اور اس کے چہرہ کے بالمقابل ہتھیلیوں کی انگلیاں اوپر کرکے فرمایا وہابی لوگ اس طرح مصافحہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہاتھوں کی انگلیوں کے سر بھی جھکے ہوئے ہوں تو غیراللہ کی تعظیم اور شرک ہوجاتا ہے۔فرمایا ان لوگوں کو شیطان نے عجیب پھندوں میں پھنسایا ہوا ہے۔ یہ لوگ نجد کی پیداوار ہیں اور دنیا میں پھیل چکے ہیں۔ایک جماعت کا نام مختلف جماعتوں میں رونما ہے۔ان کی ایک جماعت کا نام تبلیغی جماعت ہے،جنہوں نے اسلام کو صرف کلمہ شریف اور نماز میں محدود کردیا ہے، یہ جاہل لوگ تبلیغ کیلئے گروہ درگروہ پھرتے ہیں عوام کو مخاطب ہوکر کہتے ہیں ہمارا کلمہ شریف سنو ، ہماری نماز سنو،جب خود سنالیں تو پھر ان سے سنانے کو کہتے ہیں۔گویا یہی دو رکن اسلام کے ان کے نزدیک ہیں۔سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے" آخر زمانہ میں ایک قوم ہوگی جو قرآن مجید پڑھیں گے لیکن ان کے حلقوم سے نیچے نہ اترے گا،تم لوگ اپنی نمازوں کو ان کی نمازوں کے مقابلے میں حقیر سمجھو گے۔وہ اسلام سے اس طرح خارج ہوجائیں گے جس طرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔ اسلام کی کوئی علامت ان میں قائم نہ رہے گی۔صحابہ کرام نے پوچھا ان کی علامت کیا ہوگی۔تو فرمایا ان کی نشانی سر منڈانا"

فرمایا جنگ حنین میں بڑی بڑی سلطنتوں نے متفقہ طور پر اسلام کا مقابلہ کیا تھا۔ یہاں تک رومیوں ،ایرانیوں میں ترک مل کر گئے تھے۔جو تعداد میں بے شمار تھے۔اپنے سونے کے بت بھی ساتھ لے گئے تھے۔اس موقع پر تیروں کی اس قدر بارش ہوئی کہ سورج بھی نظر نہ آتا تھا۔تیروں کی گھٹا بادل کی طرح بن گئی۔اس جنگ میں صحابہ کرام کی تعداد قلیل

تھی۔ جنگ کا نقشہ بدلنے کیلئے صحابہ کرام ذرا پیچھے ہٹے۔حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے للکارا اور صحابہ کرام کو بلایا تو وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اردگرد اسطرح جمع ہوگئے جس طرح گائے اپنے بچہ پر دوڑ کر آ جاتی ہے۔گھمسان کی جنگ ہوئی،مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ بے شمار مال غنیمت ہاتھ لگا۔آپ مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے کہ ایک نجدی جو جنگ میں شریک بھی نہ ہوا تھا اور مال غنیمت کا مستحق نہ تھا حاضر ہوا اور کہا مجھے بھی عنایت فرماؤ۔ حضور رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنہوں نے کبھی کسی سائل کو محروم نہیں فرمایا کرم کے طور پر ایک مٹھی مال کی بھر کر اسے عنایت فرما دی،وہ کم بخت کہنے لگا''اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) انصاف کرو''یہ سن کر حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم نے تلوار میان سے نکال کر اس کا سر قلم کرنے کیلئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اجازت چاہی،حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اسے چھوڑ دو۔اس کی اولاد سے شیطان کا سینگ نکلے گا۔یطلع منه قرن الشیطان چنانچہ ان لوگوں کو شیطان سے یہی نسبت ہے کہ یہ شیطان کے سینگ ہیں۔ شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کی تعظیم کرنے سے انکار کیا اور یہ لوگ بھی اولیاء اللہ کی تعظیم کرنے کو شرک سے تعبیر کرتے ہیں ۔سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوری پوری دشمنی رکھتے ہیں۔آج کل عرب میں ان لوگوں نے حکومت بنا رکھی ہے۔نجدی لوگ باہر سے حاضر ہونے والے مسلمانوں کو صلوٰۃ وسلام سے روکتے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آستانہ بوسی سے نہ صرف منع کرتے ہیں بلکہ مجرم بنا کر طرح طرح کی ایذاؤں میں ڈالتے ہیں۔

نواب غلام محمد ٹوانہ اور روافض

۵ جمادی الاخری بروز ہفتہ ۱۳۸۸ھ فرمایا میں نے دو شخصوں کو دیکھا ہے جو شیعہ لوگوں سے مکمل طور پر متنفر تھے اور ان سے پورا پورا پرہیز کرتے تھے۔ایک نواب فتح خان جس کی سلامی سات توپوں سے دی جاتی تھی۔اس وقت بادشاہ وقت کی سلامی اکیس توپوں سے دی جاتی تھی۔بادشاہ کے بعد دوسرے مرتبہ پر اس شخص کا احترام ہوتا تھا۔ بہت جائیداد کا مالک تھا۔تین لاکھ روپے تو اسے حکومت کی طرف سے میسر تھے جو اس کی اولاد اور اولاد الاولاد کیلئے وقف تھے۔ایک بار سیال شریف میں آیا،اس کا کیمپ ساہیوال میں لگا ہوا تھا۔ بہت بڑا کیمپ ہوتا تھا۔باقاعدہ طور پر گھوڑوں کا انتظام علیحدہ ، کھانے پکانے کا انتظام سائیاں بہت زیادہ ساز و سامان اور آدمی ساتھ رکھتا۔خود ڈاک بنگلہ میں ٹھہرا ہوا تھا۔اس کی ایک نہایت عمدہ اور اعلیٰ گھوڑی تھی جس کی قیمت اس زمانہ میں سات سو روپے تھی۔کسی نے اس گھوڑی کی گردن پر آ کر ہاتھ پھیرا اور کہا بہت بہترین گھوڑی ہے۔نواب صاحب نے اسے دیکھ کر سخت ناراض ہو کر کہا کہ یہ شیعہ ہوگا۔لوگوں نے کہا جی ہاں شیعہ ہے۔اسی وقت اپنی رائفل نکال کر لے آیا اور گھوڑی کے ماتھے پر گولی مار کر کہا اس پر صحابہ کرام علیہم الرضوان کے گستاخ کا ہاتھ لگ گیا ہے اس کی نسل بھی خراب ہوگئی ہے۔ لہٰذا اس لئے اسے ختم کر دیا ہے۔

دوسرا ملک غلام محمد خان ٹوانہ جو کہ ملک فتح محمد خان ٹوانہ کا باپ تھا ایک مرتبہ مسجد میں کوئی شیعہ نماز پڑھ گیا تو مسجد کی تمام صفیں جلوا دیں اور فرش دو دو ہاتھ کھدوا کر نئی مٹی بھرائی، نیا فرش بنوایا،دیواریں خود دھلوائیں اور کہا بے دین گستاخ صحابہ کرام علیہم الرضوان یعنی شیعہ اس مسجد میں آئے اور مسجد صاف کس طرح رہے۔

آپ نے فرمایا: اس مذہب سے زیادہ گندہ غلیظ پلید مذہب میں نے نہیں دیکھا۔ تمام فرقوں کی کتابوں کا مطالعہ کیا یعنی یہود ونصاریٰ زرتشت ہندو،مرزائی وغیرہ تمامیوں سے

زیادہ غلیظ مذہب یہ ہے۔اس کا بانی عبداللہ ابن سبا ہے جس نے بظاہر اسلام قبول کر کے اپنا نام عبداللہ رکھوایا اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فی النار کیا۔آپ نے فرمایا اسے آگ میں جلادو تو اس نے کہا مجھے یقین ہے کہ آپ خدا ہیں کیونکہ آگ کا عذاب خداتعالیٰ ہی دیوے گا۔اس کے یہ الفاظ سن کر فرمایا کہ دوگڑھے کھود کر ایک میں اس کو بند کرو اور اس سے ایک سوارخ دوسرے گڑھے کی جانب کھودا جائے۔دوسرے گڑھے میں آگ جلادی جائے،اس کا دھواں اس کی طرف آئے گا تو مرجائے گا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔اسی عبداللہ ابن سبا نے شیعہ فرقہ کی بنیاد ڈالی۔ان کی کتابوں میں بہت گندے مسائل ملتے ہیں۔ان کے مجتہد اور مولوی لوگ عوام کو بتاتے نہیں ہیں۔ان کی کتابوں میں ہے کہ ماں،بہن،بھانجیاں محرمات تو گھر میں حرام ہوتی ہیں سفر میں ضرورت پڑ جائے تو انہیں استعمال کر لینا جائز ہے۔معاذ اللہ ثم معاذ اللہ ثم معاذ اللہ ان کتابوں میں متعہ کا بیان ایسا گندہ اور غلیظ نفسانی خواہشات کے ماتحت ہے جو اہل اسلام تو درکنار غیرت مند کافر بھی پسند نہیں کرتے۔دیکھیں ان کی کتاب ''الاستبصار'' ص ۶۷ تا ۸۳ ج ۳ ابواب متعہ،نیز شیعہ کی کتاب ''فروع کافی'' ص ۲۵۲ ج ۲ کتاب النکاح میں ہے۔(**باب تفسیر نظرالذی یتزوج ذوات المحارم التی ذکراللہ عزوجل فی کتابه تحریمها فی القرآن من الامهات والنبات الی اخرالایة کل ذالک حلال من جهة التزویج حرام من جهة مانهی اللہ عزوجل عنه**).

شیعہ کی مذکورہ عبارت اصل کتاب سے نقل کی گئی ہے۔وہاں حرام جہت ما الخ پر آپ کا حاشیہ محررہ ہے۔**قوله حرم الخ لا یتصور معنی الحرمة الاان یکون انکاح بهاحراما فلما کان التزویج سبباللحلة فصار حلالا نعوذباللہ من شرور الیهودیة وجهة الحرام لا تکون الابدون التزویج** فرمایا شیعہ کی کتابوں میں ہے کہ خدا نیچے سے سخت ہے پیاز کے گنڈھے جیسا اور اوپر سے نرم پیاز کی بھوک جیسا ہے۔معاذ اللہ(فروع کافی اور اصول کافی)ان لوگوں نے خداتعالیٰ و تقدس شانہ کا جسم ثابت کر رکھا ہے۔ **هذابهتان عظیم .... واللہ سبحانه وتعالیٰ عمایصفون** .

نیز یہ لوگ وحی کے متعلق کہتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس وحی لانا تھی۔بھول کر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لائے۔(اصول کافی)اور ایک اشتہار شیعہ لوگوں کا شائع شدہ تھا جس میں یہ شعر بھی درج تھا۔

جبرائیل امین آمد پس از خالق بے چوں
درپیش محمد شد مقصود علی بود

علاوہ ازیں ان کی کتاب صافی شرح کافی میں ہے کہ جو موجودہ قرآن مجید ہے اس کا ایک حرف بھی صحیح نہیں۔اصل قرآن مجید کو امام مہدی لے کر غار میں چلے گئے اور پھر افسوس ہے کہ یہ مکذوبات حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی ذات مقدس پر تھوپتے ہیں۔(معاذ اللہ)

فرمایا شیعہ کی کتابوں میں ہے کہ خدا بھی بھول جاتا ہے جس طرح یہودیوں نے تورات میں لکھا ہے کہ خدا مخلوق کو پیدا کر کے پچھتایا اور دلگیر ہوا(معاذ اللہ)

فروع کافی جلد۲ ص۲۵۲ کتاب النکاح میں باب تفسیر **مایحل من النکاح ومایحرم** (باب اس بیان میں کہ جو عورتیں نکاح سے حلال ہیں اور جو حرام)اس کی مثال جن کا نکاح محرمات ہونے کے لحاظ سے حرام ہے وہ عورتیں جن کا بیان اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں محرمات ہونے کی وجہ سے قرار دیا ہے،مائیں بیٹیاں آخر آیت تک وہ تمام نکاح کر لینے کی حیثیت میں حلال ہیں اور اللہ تعالیٰ کے منع کرنے کی حیثیت میں حرام ہیں۔

(**قوله حرام من جهة مانهی اللہ**) پر شیخ الاسلام رضی اللہ عنہ کا حاشیہ حرمت کا معنی تو اس کے سوا تصور میں آسکتا ہی نہیں کہ ان سے نکاح حرام ہو۔پھر جب نکاح کو حلال ہونے کا سبب قرار دے دیا ہے تو وہ نکاح سے حلال ہوگئیں۔نعوذ باللہ شرور الیهودیة اور حرمت کی جہت تو نکاح کے علاوہ ہی ہوتی ہے۔اندازہ لگائیں کس قدر بے دینی ہے کہ یہود ونصاریٰ کی طرح محرمات کو بھی حلال قرار دے کر شیعہ لوگوں نے اپنے یہودی ہونے کا ثبوت دیا ہے۔

بروز چہار شنبہ ۱۶ جمادی الاخری ۱۳۸۸ھ صاحبزادہ عبدالخالق صاحب رحمتہ اللہ

علیہ کا وصال ہوا، داداغ میں ان کی تدفین کیلئے تمام حضرات موجود تھے۔ حضور غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ نے مندرجہ ذیل ملفوظات فرمائے۔ باطل مذاہب کا ذکر کرتے ہوئے شیعہ کے متعلق فرمایا کہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس شیعہ لوگوں کے سات آدمی ایسے تھے جنہوں نے جھوٹ اور کذب بیانی میں بے شمار روایات امام صاحب کی طرف منسوب کیں۔ میں کہتا ہوں کہ اگر ان سات آدمیوں کی روایات کو شیعہ مذہب سے نکال دیا جائے تو اس مذہب کو صحیح تسلیم کرلوں گا۔ (گویا ان کو مسلمانوں سے جدا کرنے والے یہی سات آدمی تھے)۔

ان میں سے پہلا ابوبصیر ہے جو امام صاحب کے پاس آیا اور کوئی مسئلہ پوچھا۔ جس طرح آپ نے فرمایا اس نے اس کا خلاف کیا۔ ان کی کتاب رجال کشی میں خود ابوبصیر کہتا ہے میں امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور التحیات کا مسئلہ پوچھا۔ دوسرے دن آیا پھر پوچھا، آپ نے ویسے ہی بتایا۔ تیسرے دن آیا۔ پوچھا تو اسی طرح فرمایا مجھے غصہ آیا کہ اس طرح کیوں ہیں، روزانہ ایسے ہی بتاتے ہیں چنانچہ میں کھڑا ہو گیا آپ کی طرف پشت کر کے سامنے کچھ اوندھا ہو کر زور سے ریح نکالی جس کی آواز لوگوں نے بھی سنی اور پوچھا تو نے اس طرح کیوں کیا تو کہا مجھے خیال آیا کہ اس طرح سے امام صاحب کو کچھ شرم آئے گی (ایسا گستاخ آدمی اس مذہب کا معتبر راوی ہے)۔

دوسرا آدمی زرارہ ہے۔ یہ کہتا ہے میں امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ملاقات کیلئے حاضر ہوا۔ دربان نے اندر جانے کی اجازت نہ دی۔ دوسرے دن حاضر ہوا تو نہ جانے دیا۔ تیسرے روز حاضر ہوا الغرض جب مجھے روکا گیا تو میں نے کہا امام صاحب کو کہہ دو اگر میرے پاس سونے کا تھال بھرا ہوا ہوتا اور جواہرات وغیرہ لاتا تو امام صاحب خود اٹھ کر آتے اور میرا ہاتھ پکڑ کر لے جاتے۔ مجھے مصلیٰ پر بیٹھاتے لیکن میں کیا کروں۔ غریب آدمی ہوں، میرے پاس تو کچھ نہیں ہے۔ امام صاحب نے فرمایا جو لعنتی ہوں وہ ہمارے متعلق ایسے ہی بکواس بکتے ہیں۔ یہ بھی رجال کشی میں ہے کہ امام صاحب نے

فرمایا خدا کی لعنت ہو ابوبصیرہ پر ہم کچھ کہتے ہیں اور اس کے برعکس کچھ کہتا ہے۔ امام صاحب کے وہ فرامین جو آپ نے ان مفتری اور کذابوں کے متعلق فرمائے اگر مکمل طور پر لکھے جائیں تو ایک بڑی کتاب بنتی ہے۔

اسی طرح امام صاحب کا ایک شاگرد مسلمہ نامی ہوا ہے۔ ایک شخص جس کی کنیت ابوالجارود ہے۔ زرارہ کے متعلق تو ان کی کتاب کافی میں بھی یہ واقعہ لکھا گیا ہے۔ ان کا ایک اور ساتھی کذاب زید نامی ہوا ہے۔ بہرحال سات آدمی ایسے ہیں جنہوں نے اپنی طرف سے روایات گھڑ کر ائمہ اطہار کی مقدس ہستیوں کی طرف منسوب کردیں۔ اس مذہب کا سب سے بڑا مسئلہ جو انہیں ہر جگہ کام آتا ہے تقیہ ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بھی تقیہ کیا۔ حضرت علی نے بھی تقیہ کیا۔ ائمہ اطہار نے بھی تقیہ کیا (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) زرارہ ہی سے ایک روایت ہے کہتا ہے میں نے امام صاحب سے ایک مسئلہ پوچھا اور بیٹھ گیا۔ دوسرا شخص آیا اس نے بھی وہی مسئلہ پوچھا۔ امام صاحب نے جو مجھے جواب دیا تھا دوسرے آدمی کو اس کے برعکس فرمایا میں نے پوچھا کیا وجہ ہے، مجھے تو آپ نے اس کا جواب اس طرح دیا ہے اور اس کو اس کے خلاف؟ تو امام صاحب نے فرمایا تم پر خدا کی لعنت ہو، تم ایسے اعتراضات کیوں کرتے ہو، ہمیں تو اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے کہ ایک ایک بات کے متعلق سات سات جھوٹ بولیں........ معاذ اللہ وغیرہ۔

حضور غریب نواز رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ حضرت صدیق اکبر و عمر فاروق، عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے متعلق شیعہ لوگوں نے حضرت زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ ان اصحاب ثلاثہ کے متعلق کیا فرماتے ہو، انہوں نے فرمایا وہ ہمارے مذہب کے پیشوا ہیں، خلفاء برحق ہیں، یہ سن کر کہنے لگے تیرے والد تو ہمارے امام تھے، تم ہمارے امام نہیں ہو، امام صاحب نے سامعین سے استفسار فرمایا یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں، جواب دیا گیا کہ ایسا ایسا کہتے ہیں تو آپ نے فرمایا رفضونا الیوم (آج انہوں نے ہمیں چھوڑ دیا) ہم سے دور ہو گئے، اس وقت سے ان کا نام رافضی ہے۔

کتاب ناسخ التواریخ جلد۱،احوال زین العابدین رضی اللہ عنہ ص ۵۹۱ سطر نمبر ۱۱ تا سطر نمبر ۷ ابالجملہ چوں مرداں درحق عمرو ابوبکر رضی اللہ عنہما) آں کلمات راز زید بشنید ند گفتند ہمانا تو صاحب مانیستی مامام از دست برفت ومقصود ایشیاں امام محمد باقر علیہ السلام بود آنگر از اطراف زید متفرق شدند،زید فرمود رفضونا الیوم یعنی مارا امروز گزاشتند وگزشتند واز اں ہنگام ایں جماعت رار فیضیہ گفتند ،روافض گروہے راگویند کہ رہبر خود رانداند وازوے باز گشتند وجماعت از شیعان باشند ودرمجمع البحرین کہ رافضوایعنی ترکوا زید ابن علی ابن الحسین علیھما السلام راکہ گاہے کہ ایشاں را از طعن درحق صحابہ منع فرمود وچوں مقالہ اوبد انستند معلوم ساختند کہ از شیخین ترا نجست اور ابگزاشتند وبگزشتند وازیں پس ایں لفظ درحق کسے استعمال میشود کہ دریں مذہب غلو کاید وطعن در بار صاحبہ مراۃ نیز جائز بشمارد۔

مرزائی مناظر کاقبول اسلام

۲۲ جمادی الاول ۱۳۸۸ھ ایک مرتبہ ایک مرزائی مولوی کتابوں کا گٹھا اٹھائے ہوئے حاضر ہوا۔آپ اس وقت نماز جمعہ کے بعد احتیاط الظہر ادافرمارہے تھے۔اس نے کہا میں چندمسائل میں تبادلہ خیالات کرنے کیلئے آیاہوں آپ نے فرمایامجھے نماز سے فارغ ہونے دیجئے۔جب چاررکعت پڑھ کر آپ نے سلام پھیراتو کہنے لگا آپ لوگ گفتگو سے کیوں جی چراتے ہیں۔میں محض دین اسلام کی خدمت کیلئے آیاہوں اور آپ میرے ساتھ کلام نہیں کرتے ۔آپ نے روضہ شریف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا اللہ والے کہ جنہوں نے اپنی تمام زندگی اس کی رضا پر گزاری اورعالم فانی سے اوجھل ہوئے توصدیوں سے انکی خاک بوسی ہورہی ہے۔وہ حق پر نہیں تھے؟ اور کوئی گورداسپور سے آجائے تووہ حق والا ہے؟ یہ فرمایا اور نماز میں مشغول ہوگئے۔ جب دورکعت نماز پڑھ کر سلام پھیرا تو خطاب فرمایا کہ جوبھی بحث کرنا چاہے اب موقع ہے، کھلے دل سے تبالہ خیال کرلے۔

اس فرمان سے اس کے آنسوجاری ہوگئے اور کہابس اب میرا گھر پورا ہوا گیا ہے۔سوچنے سے معلوم ہوا کہ واقعی جن مقبول لوگوں کی مدتوں سے خاک بوسی ہورہی ہے وہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں۔اللہ تعالیٰ ان پر راضی ہوا توان کا چرچاہواہے۔ یہ کہااور بیعت ہوگیا۔ آپ فرماتے ہیں وہ شخص بعد میں مرزائیوں کے خلاف بہترین مناظر بنا کیونکہ مرزائی مذہب سے تو پہلے سے واقف تھا۔ان کے گھر کا بھیدی تھا اس لئے وہ اس سے بھاگتے تھے۔

فرمایا اسی طرح ایک شیعہ مولوی بھی بحث مباحثہ کیلئے سیال شریف آیا، بحث کرتارہا،دوسرے دن پھر،تیسرے دن،حتیٰ کہ ایک ہفتہ یہاں رہا اور مسلمان ہوکر بیعت کرلی۔وہ بھی شیعوں کے خلاف مناظر بنا۔

فرمایا مرزائی فرقہ کے دوزخی ہونے میں محبوب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی کنزالعمال میں مرقوم ہے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان لوگوں کے متعلق پیشین گوئی ہے اور علوم غیبیہ سے بھی ہے۔(کنزالعمال جلد۲ ص ۲۶۳) کتاب الجہاد فی باب الرباط میں حضرت عنبسہ رضی اللہ سے روایت ہے جوابن عسا کرنے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے رقم فرمائی۔لا یزال الجھاد حلواحضرامامطرت السماء وانبتت الارض وسینشاء نشومن قبل المشرق یقولون لاجھاد ولارباط اولئک ھم وقود النار بل رباط یوم فی سبیل اللہ خیر من عتق الف رقبۃ ومن صدقۃ اھل الارض جمیعاً۔

یعنی جہاد ہمیشہ میٹھا اور سرسبز رہے گا۔ جب تک آسمان بارش برساتا رہے گا اور زمین سبزے اگاتی رہے گی۔عنقریب ایک فرقہ مشرق کی طرف سے نکلے گا جن کے لوگ کہیں گے کہ نہ جہاد ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خیمہ لگانا ہے،وہ آگ کا ایندھن ہوں گے۔یعنی (دوزخی ہوں گے) بلکہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک دن دشمن کے مقابل خیمہ لگانا ہزار غلام آزاد کرنے اور تمام اہالیان روئے زمین کے صدقہ دینے سے بہتر ہے۔۱۲

مرزا قادیانی کہتا ہے۔(درثمین)

چھوڑ دو دوستو جہاد کا خیال
حرام ہے دین کیلئے لڑنا اور قتال

دسواں باب: دعا کی فضیلت اور اہمیت

دعا کی فضیلت شرائط اور آداب

۱۹ رجب المرجب ۱۳۸۹ھ بروز خمیس بعداز نماز عصر مسجد میں جناب شیخ الاسلام والمسلمین رحمتہ اللہ علیہ تشریف فرماتھے۔فرمان باری تعالیٰ (ادعونی استجب لکم) پڑھ کر فرمایا: دل چاہتا ہے ایک رسالہ دعا کے بارے میں لکھوں کیونکہ دعا مانگنے کی بعض شرائط ایسی ہیں جو دعا مقبول ہونے کا سبب ہیں۔مثلاً پہلی شرط یہ ہے کہ انسان حلال کھائے پیئے، حلال بولے، حلال دیکھے، حلال پہنے۔یہ چیزیں نہ ہوں تو دعا منظور ہونا مشکل ہے۔اسی طرح دعا کے اول وآخر درود پاک کا پڑھنا بھی ضروری ہے۔یہ مثل انجن کے ہے جس طرح دو انجن گاڑی کے آگے اور پیچھے چلانے کیلئے لگا دیئے جائیں۔تو اسے کھینچ کر لے جاتے ہیں یا پرندہ کے دو پروں کی مثل ہے جن کے ذریعہ پرندہ اڑتا ہے۔اسی طرح دعا مانگنے سے پہلے اور آخر میں درود پاک پڑھنا دعا کو مقام استجابت تک پہنچاتا ہے۔نیز نہایت خشوع وخضوع اور عاجزی سے دعا مانگنا بھی شرط ہے۔جس طرح انسان ڈوبتے وقت مانگتا ہے۔اسی طرح نہایت توجہ سے دعا مانگے ایسا نہ ہو کہ بے توجہی سے ہاتھ اٹھائے ،زبان کسی طرف ہو، آنکھیں دوسری طرف اور ہاتھ کہیں ہوں۔دل ودماغ میں کوئی اور خیالات ہوں بلکہ یکجہتی سے دعا مانگے۔جس طرح نقصان سے بچنے یا ہلاکت سے محفوظ رہنے پر دعا مانگی جاتی ہے۔ ارشادی باری تعالیٰ ہے(اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً)نہایت الحاح اور عاجزی وزاری سے دعا مانگیں۔

فرمایا: دعا مقبول ہونے کا یا نامقبول ہونے کا انسان کو تو علم نہیں ہوتا لیکن بعض اوقات انسان پر ایسی حالت طاری ہو جاتی ہے جس سے سمجھ جاتا ہے۔بعض چیزیں اپنے لئے بہتر سمجھ کر مانگتا ہے جو در اصل اس کیلئے مضر ہوتی ہیں۔ایسی دعا اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا اور

اس کے عوض اس کا درجہ آخرت میں بڑھا دیتا ہے۔جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے عَسٰى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ (عنقریب ہے کہ تم کسی شے کو پسند کرو اور وہ تمہارے لئے بری ہو) جس طرح سے سانپ کے رنگ وروپ کو دیکھ کر نادان بچہ اس کی طرف پکڑنے کیلئے لپکتا ہے لیکن اسے والدین یا سمجھدار آدمی روک لیتا ہے۔ یا ماں اپنے بچے کے مزاج کو سدھارنے کیلئے شیرینی اور میٹھی چیزوں سے پرہیز کراتی ہے۔ اسی طرح بعض دعائیں انسان اپنے لئے ناپسند سمجھتا ہے یا بعض اوقات تکالیف وغیرہ پہنچنے سے جی چراتا ہے۔دشمن دین وایمان کے مقابلے سے گھبراتا ہے لیکن اس کیلئے مفید ہوتا ہے جیسا کہ فرمامان الٰہی ہے۔ عَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ (عنقریب ہے تم کسی چیز کو ناپسند سمجھو حالانکہ وہ تمہارے واسطے بہتر ہوتی ہے)۔

ماں اپنے بچے کو یا طبیب مریض کو خلاف خواہش کڑوی چیز دیوے جسے بچہ یا مریض ناپسند سمجھے تو وہ اس کیلئے مضر نہیں بلکہ مفید ہی ہوتی ہے۔

اس قسم کی دعائیں بارگاہ رب العزت میں قبول نہ ہوں تو انسان کو کبیدہ خاطر نہیں ہونا چاہئے۔وہ علیم وحکیم ہے۔ ہر حال میں انسان کی بہتری ہی اسے منظور ہے بلکہ ایسی دعائیں نہ مانگنا بہتر ہے۔جس طرح شاہ محمد غوث صاحب شاہ جیونہ والے سیال شریف آئے اور بارگاہ صمدیت میں پیر سیال سے دعا کروائی کیونکہ اولاد نرینہ سے پہلے محروم تھے۔ان کیلئے دعا مانگی گئی۔منظور بھی ہوئی۔اگر یہ دعا نہ منگواتے تو ان کیلئے بہتر تھا کیونکہ اولاد ہوئی تو مذہب مہذب اہل السنّت والجماعت چھوڑ کر شیعہ مذہب اختیار کیا اور شاہ جیونہ رحمتہ اللہ علیہ کے دربار پر اس اولاد نے کنجریوں کا ناچ کرایا۔صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی شان اقدس میں ناشائستہ اور گستاخانہ کلمات کہلوائے۔حالانکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی مقدس ومطہر ہستیاں شعائر اللہ سے ہیں اور شعائر اللہ کی تعظیم نہ کرنا بے دینی اور بے ادبی اور بدمذہبی ہے۔حق راستہ کو چھوڑ کر اس اولاد نے راہ باطل اختیار کی تو وہ اولاد بفرمان الٰہی ھو شر لکم ہوئی۔

فرمایا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اسماء مبارکہ میں بھی برکت ہوتی ہے تو ان کی

مقدس ہستیوں کا باعث برکات ہونااظہر من الشمس ہے۔مثلاً ان سے روایت بیان کرنے میں اصل نام میں غلطی کرنے سے بچناباعث برکت ہے۔

ازاں بعد شیخ الاسلام نے فرمایابعض دعاانسان صرف اپنے لئے مانگتا ہے۔ حالانکہ دوسرے مسلمانوں کی معیت میں مانگنااور مؤمنین صالحین کیلئے بھی دعامانگنا قبولیت کاسبب بن جاتا ہے۔اگر اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کی طرف خیال فرمائے تو بخشش مشکل ہے۔البتہ اپنی وسیع رحمت سے بخشش فرماسکتا ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے ایک شخص نے ننانوے آدمی قتل کئے۔ایک مولوی صاحب سے اپنی بخشش کیلئے پوچھاتواس نے کہا تیری بخشش ناممکن ہے،اسے قتل کردیا۔اس طرح پورے سوقتل کرنے کے بعد سچے دل سے تائب ہوکرایک ولی کی حاضری کیلئے دوڑا۔ قدرت خداوندی سے راستہ ہی میں فوت ہوگیا۔رحمت اور عذاب ہر دوطرف کے فرشتے پہنچ گئے ۔عذاب والوں نے تعجب سے پوچھا کہ یہ ۱۰۰ سو بے گناہ آدمیوں کا قاتل ہے تمہارے آنے کی کیاضرورت؟انہوں نے جواب دیاہم اس کی توبہ دیکھ کرآ گئے ہیں۔صدق دل سے توبہ کرکے ولی اللہ کی حاضری کیلئے آرہاتھاجوبخشش کا سبب ہے۔ ہر دوقسم کے فرشتوں میں اس کی روح لے جانے کا جھگڑاہواتوذات باری تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ ہردوطرف کا سفرماپ لو۔ اگر سفر زیادہ طے کرچکا ہے تو بخشش کا مستحق ہے، بخشش والے فرشتے لے جاویں ورنہ دوسرے۔جب پیمائش کی گئی تو باوجودیکہ اس نے تھوڑاسفرکیاتھالیکن اللہ تعالیٰ نے دوسری طرف والی زمین کوحکم دیاسکڑجا۔چنانچہ وہ سکڑگئی اور بخشش والے فرشتے اس کی روح کولے گئے ۔معلوم ہوا اولیاء اللہ کی حاضری مغفرت کا باعث ہے۔حاضری دینے والاکتنا ہی گناہ گارہوسچے دل سے تائب ہوکرآوے تواللہ تعالیٰ ان ہستیوں کے طفیل کرم فرماتا ہے۔ازاں بعدمندرجہ ذیل شعر پڑھے۔

اے آنکہ تراعفوو عظامے زبید　　　وے آں کہ مراجرم وخطامے زبید
ماہیچ نہ گوئیم کہ باما آں کن　　　باما آن کن کہ ترامے زبید

بارگاہ رسالت واولیاءکرام وشہدائے عظام سے استمداد

ایں مناجات تصنیف سلطان الاولیاء امام الاتقیاشاہ علی ابن ابی طالب اسد اللہ الغالب کرم اللہ تعالیٰ وجہ است وقت شام سر برہنہ کردہ وروماں درگلواندختہ یازدہ بار درود شریف اول آخرخواندہ یازدہ بار نجواندوحاجت خواہد حاجت رواشودمجرب است مقولہ قطب الاولیاءحضرت العلی شہباز رحمتہ اللہ علیہ۔

یا حبیب الا له خذ بیدی　　　مالعجزی سواک مستند
کن رحیما لزلتی واشفع　　　یا شفیع الوری الی الصمد
اعتصامی سوا جنابک لی　　　لیس یاسیدی الی الاحد
صلواتی علیک فی الملوین　　　کان متجاوزا عن العدد
وعلیٰ اهل بیته طرا　　　وعلیٰ آله الکرام الیٰ الابد
وعلیٰ الصحب کلهم اجمع　　　هم نجوم الهدی والرشد
وعلی التابعین هم کانوا　　　لخیام السداد کالوتد
استغیثوا لعاجز مضطر　　　شمرو ذیلکم الی المدد

نوٹ مندرجہ بالا دعا حضرت خواجہ غلام فخرالدین صاحب برادر حقیقی جناب شیخ الاسلام والمسلمین رحمتہ اللہ علیہ سے حاصل کی ہے۔

جناب شیخ الاسلام والمسلمین رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا حضرت خواجہ باوا فریدالدین گنج شکررضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جناب میں حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے تو باباصاحب نے انہیں مخاطب ہوکرفرمایا:

اے آتش فراقت دلہا کباب کردہ　　　وے سیل اشتیاقت جانہا خراب کردہ

فرمایا حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رضی اللہ عنہ کامندرجہ ذیل شعرحقیقی عشق و محبت کا اظہار ہے۔

در خرمن کائنات چوں کردیم نگاہ   یک دانہ محبت دید باقی ہمہ گاہ

دراصل اولیاء کرام کی محبت حقیقی محبت ہے جس سے ذات باری تعالیٰ تک رسائی ہوتی ہے۔ان کے ہاں حاضری دینا صراط مستقیم پر قائم رہنے کی علامت ہے۔ اِھْدِنا الصّراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولاالضالین آمین.

فرمایااعلیٰ حضرت پیرسیال کی حاضری میں مندرجہ ذیل شعرفقیر نے پیش کیا۔

نماند ذرہ کہ چوں خورنشد شنا نگرفت   یم کرم کہ بہر جو بیگفنی بینیم

آپ اکثراوقات مندرجہ ذیل اشعار بطوردعا پڑھتے ۔

اے آنکہ ترا عفو و عطاے زیبد   دی آنکہ مرا جرم و خطاے زیبد

ماہیچ نگویم کہ باما آں کن   باما آن کن کہ ترا ے زیبد

اور پیرپٹھان رضی اللہ عنہ کی توجہ کیلئے مندرجہ ذیل شعر پڑھا کرتے۔

اسم اعظم حرز اکبراعتصام شش جہات   نام یا خواجہ سلیمان وردحل مشکلات

بعض اوقات فارسی میں درج ذیل دعامانگتے۔

اے بخشائش الٰہی گم شدہ رادر مناہی غرق شدہ رادر تباہی چراغ توفیق مراراہ بدار۔

بعض اوقات مندرجہ ذیل اشعار بطوردعانہایت عاجزی سے پڑھتے :

کریما بہ بخشائے برحال ما   کہ ہستم اسیر کمند ہوا

کریما! نداریم غیر از توفریاد رس   توئی عاصیاں را خطا بخشش و بس

کریما! نگہدار ما را زراہ خطا   خطا درگزار و صوابم نما

سیدناوسندنا حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات اقدس کی سفارش بارگاہ رب العزت میں پیش کر کے مندرجہ ذیل دعافرماتے۔

یَاشَفِیْقُ یَارَفِیْقُ نَجِّنِیْ مِنْ کُلِّ ضِیْقٍ بِحُرْمَتِ اَبِیْ بَکْرِن الصّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اورکبھی انتہائی زاری میں فرماتے(بِحُرْمَتِ تُرْبَةِ مَشْتُ نِعَالُ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عنہ).

دعائیں

یہ تمام دعائیں شیخ الاسلام والمسلمین رحمتہ اللہ علیہ کے معمولات سے نقل کی جارہی ہیں۔

راقم الحروف کومندرجہ ذیل دعاحفظ کراکرحکم فرمایاکہ کفار کے ساتھ مسلمانوں کی جنگ کے مواقع پر مانگاکریں۔آپ خودبھی اکثر یہ دعامانگتے ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

اَللّٰھُمَّ احْفَظْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہ تَعَالیٰ عَلَیه وَآله وَسَلَّم بِالنَّصْرِوَ التَّائِیْدِ بِاَلٓمٓصٓ وَبِکٓھٰیٰعٓصٓ وَبِحٰمٓ عٓسٓقٓ وَبِقٓ وَالْقُرآنِ الْمَجِیْدِ وَبِنُوْن وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ وَصَلَّی اللّٰہ تَعَالیٰ وَسَلَّم عَلیٰ رَسُوْلِکَ الْکَرِیْمِ وَعَلیٰ آله وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْن بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْن.

ترجمہ: یا اللہ امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت فرما اپنی نصرت اور تائید سے المص، کھیعص ،حم عسق ، ق ، قرآن مجید ،نون والقلم ومایسطرون کے صدقہ ،یااللہ آپ کے رسولکریم پر آپکی رحمت کے صدقے آپ کا درود وسلام ہو، اور اس کی آل اور تمام صحابہ کرام پر اے ارحم الراحمین۔

شیطانی وسوسوں سے محفوظ رہنے کی دعا

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

اَللّٰھُمَّ اَنَّکَ سَلَّطْتَ عَلَیْنَا شَیْطَانًا عَدُوًّا لَنَا بَصِیْرًا بِعُیُوْبِنَا مُطَّلِعًا عَلیٰ عَوْرَاتِنَا یَرَانَا ھُوَ وَقَبِیْلُه مِنْ حَیْثُ لَانَرَاھُمْ اَللّٰھُمَّ آیِسْهُ مِنَّاکَمَا آیَسْتَهُ مِنْ رَحْمَتِکَ وَقَنِّطْهُ مِنَّاکَمَا قَنَّطْتَهُ مِنْ عَفُوِکَ اَللّٰھُمَّ بَاعِدْ بَیْنَنَا وَبَیْنَهُ کَمَا بَاعَدْتَ بَیْنَهُ وَبَیْنَ جَنَّتِکَ بِرَحْمَتِکَ یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْن، صَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِه سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآله وَاَصْحَابه اَجْمَعِیْن.

ترجمہ : یا اللہ بیشک آپ نے شیطان کو ہم پر مسلط فرمایا جو کہ ہمارا دشمن اور ہمارے عیبوں کو جانتا ہے اور ہمارے نقائص سے واقف ہے، وہ اور اس کے ساتھی ہمیں دیکھتے ہیں جبکہ ہم اسے نہیں دیکھ سکتے، یا اللہ اسے ہم سے ایسے ناامید کر دے جیسا کہ آپ نے اسے اپنی رحمت سے ناامید کیا، یا أرحم الراحمین اپنی رحمت کے صدقے اسے ہم سے اس طرح سے مایوس کر دے جیسا کہ آپ نے اپنی معافی سے اسے دور کیا ہے، یا اللہ اسے ہم سے اتنا دور کر دے جتنا اسے جنت سے دور کیا ہے، یا اللہ آپ کے رسول کریم پر آپ کے صدقے آپ کا درود سلام ہو، اور اس کی آل وار تمام صحابہ کرام پر اے ارحم الراحمین

دعا برائے عافیت

اللّٰهُمَّ لا تَقْتُلْنابغضبِکَ وَلاتُهلِکْنَابعَذابِکَ وعافناقَبْلَ عَذَابِکَ بحَقِّ لا الٰہَ الاانْتَ سُبْحَانَکَ انّی کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ اللّٰهُمَّ صَلِ علیٰ سَیِّدنا مُحمدٍ وآله واصْحَابه وَبارِکْ وسَلِمْ

یا اللہ ہمیں اپنے غضب سے نہ مارنا اور نہ ہی اپنے عذاب سے ہلاک کرنا، اپنے عذاب سے پہلے ہمیں عافیت نصیب فرما (لا اله الا أنت سبحانک انی کنت من الظالمین) (تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، بیشک میں زیادتی کرنے والوں میں سے تھا) کے صدقے، یا اللہ آپ کے رسول کریم پر آپ کا درود سلام ہو، اور اس کی آل اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر۔

دعا کثیر النفع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰهَ اِلاَّ اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَلَمْ اَکُ شَیْأً وَعَلَّمْتَنِیْ وَلَمْ اَعْلَمْ شَیْأًوَرَزَقْتَنِیْ وَلَمْ اَمْلِکَ شَیْأً رَبِّ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَارْتَکَبْتُ الْمَعَاصِیْ اَنَامُقِرٌّ بِذُنُوْبِیْ فَاِنْ غَفَرْتَنِیْ لَایَنْقُص مِنْ مُلْکِکَ شَیْئٌ وَاِنْ عَذَّبْتَنِیْ لَایَذِیْدُ فِیْ سُلْطَانِکَ شَیْئٌ تَجِدُمَنْ تُعَذِّبهُ غَیْرِیْ وَلَااَجِدُ مَنْ یَّرْحَمُنِیْ سِوَاکَ فَبِعِزَّتِکَ وَجَلَالِکَ اَنْ تَغْفِرَلِیْ وَتَتُوْبَ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوابُ الرَّحِیْم.

ترجمہ : یا اللہ تو میرا ارب ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو نے مجھے پیدا کیا جب میں کچھ نہ تھا۔ تو نے مجھے سیکھایا جب میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ تو نے مجھے رزق دیا جب میں میرے پاس کچھ نہ تھا۔ اے رب میں خود پر ظلم کیا اور گناہوں کا مرتکب ہوا، میں اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں۔ اگر آپ نے معاف کر دیا تو آپ کی بادشاہت سے کچھ کم نہ ہوگا، اور تو نے مجھے عذاب دیا تو تمہاری بادشاہت میں کچھ اضافہ نہ ہوگا۔ میرے سوا آپ کو کئی لوگ ایسے ملیں گے جسے تم عذاب دے سکتا ہو مگر مجھے تمہارے سوا کوئی اور نہیں ملے گا جو مجھ پر رحم کرے، تمہاری عزت اور جلال کی قسم مجھے معاف کر دے اور میری توبہ قبول کر، تو توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

۲۸ ذوالحج ۱۳۹۰ھ بروز خمیس بوقت اشراق راقم الحروف کو اس دعا کے پڑنے کی اجازت بھی دی اور تحریر بھی کروائی۔ آپ کا اکثر معمول مندرجہ ذیل دعا بھی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

اِلٰهِیْ قَلْبِیْ مَحْجُوْبٌ نَفْسِیْ مَعْیُوْبٌ هَوَائِیْ غَالِبٌ عَقْلِیْ مَغْلُوْبٌ طَاعَتِیْ قَلِیْلٌ مَعْصِیَتِی کَثِیْرٌلِسَانِیْ مُقِرٌّ بِالذُّنُوْب فَکَیْفَ حِیْلَتِیْ یَاغَفَّارَ الذُّنُوْبِ اِغْفِرْ ذُنُوْبِیْ کُلَّهَایَاغَفَّارُ یَاغَفَّارُ یَاغَفَّارُ یَاسَتَّارَ الْعُیُوْبِ اسْتُرْعُیُوْبِیْ یَاسَتَّارُ یَاسَتَّارُ یَاسَتَّارُ بِرَحْمَتِکَ یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ صَلَّی اللّٰه تعالیٰ عَلٰی حبیبه سَیِّدنا مُحَمَّدٍو آله و سلم.

۷۰۰۰۰ بار، ہزار مرتبہ اول آخر درود شریف۔

ترجمہ : یا اللہ میرا دل پردہ سے ڈھکا ہوا ہے، اور دل عیبوں سے بھرا ہوا ہے، میری خواہشات میرے عقل پر غالب ہیں۔ میری طاعت بہت کم ہے، میرے گناہ بہت زیادہ ہیں، جب میری زبان گناہوں کا اقرار کرنے والی ہے تو میرا کہا بہانہ ہوسکتا ہے، اے گناہوں کے معاف کرنے والے میرے گناہ معاف فرمادے، اے عیبوں پر پردہ پوشی کرنے والے میرے عیب چھپا لے، یا ستار یا ستار یا ستار، اپنا رحم فرما اے رحم کرنے والے، آپ کے رسول کریم پر آپ کا درود وسلام ہو، اور اس کی آل اور تمام صحابہ کرام پر۔

سید الاستغفار

بسم اللہ الرَّحمٰن الرَّحیم ؕ

اللّٰھُمَّ انت ربّی لاالٰہ الاانت خلقتنیُ وانا عبدُک وانا علی عھدک و وعُدک مااسُتطعتُ اعُوُذُبک منُ شرّماصنعتُ ابُوُءُ لک بنعُمتک علیّ ا بُوُءُ بذُنبیُ فاغُفرُلیُ فانّہٗ لایغفرُ الذّنوُب الاانُت (صلّی اللّہ تعالیٰ علی حبیبہ سیّدنا مُحمّدٍو آلہ وسلم).

ترجمہ: یا اللہ تو ہی میرا رب ہے، تیرے سوا میرا کوئی معبود نہیں، تو نے مجھے پیدا کیا ہے، اور میں تیرا بندہ ہوں، میں اپنی طاقت کے مطابق تیرے عہد و پیمان پر قائم ہوں، میں اپنے کیئے ہوئے اعمال کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں، میں تیری حضور تیری مجھ پر ہونے والی نعمتوں کا اقرار کرتا ہوں، ایسے ہی اپنے گناہوں کا بھی اعتراف کرتا ہوں، لہٰذا مجھے بخش دے، کیونکہ تیرے سوا کوئی بھی گناہوں کو بخشنے والا نہیں ہے۔

دعائے حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فرمایا: محبوب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بحالت خواب مندرجہ ذیل دعا کی تلقین فرمائی۔

بسم اللہ الرَّحمٰنِ الرَّحیم ؕ

اَللّٰھُمَّ اقُذِفُ فیُ قلُبیُ رَجائکَ وَاقُطَعُ رَجائِیُ عمّنُ سواکَ حتّٰی لَا ارُجُوُا غیُرَکَ اَللّٰھُمّ وماضعُفتُ عنہُ قُوّتیُ وقصُر عنہُ عمَلیُ ولمُ تنُتہ الَیُہ رَغُبَتِیُ ولمُ تبُلُغہُ مسُالتیُ ولمُ یجُر علی لسانیُ ممّا اَعُطَیُتَ احدًا من الُاوَّلِیُنَ وَالآخِرِیُنَ من الُیقیُن فخُصّنیُ بہ یارب الُعالمیُن ،صلّی اللّہ تعالیٰ علی حبیبہ سیّدنا مُحمّدٍو آلہ وسلم.

اے اللہ! میرے دل میں اپنی امید ڈال دے اور میری امید کو اپنے علاوہ سے منقطع کر دے۔ یہاں تک کہ تیرے علاوہ میں کسی اور سے امید نہ لگاؤں۔ اے اللہ! مجھے

اس یقین کے ساتھ خاص کر دے جو تو نے اولین و آخرین کو عطا کیا ہے، جس کے حصول سے میری قوت ضعیف ہے اور میرا عمل اس کے حصول کیلئے کم اور ناقص ہے۔ میری رغبت اور میرا سوال اس تک نہیں پہنچا اور نہ ہی اس یقین کے کلمات میری زبان پر جاری ہوئے۔

فرمایا: جب حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دعا مانگی تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے تحفہ تحائف اور ہزاروں مال پہنچ گیا۔ آپ نے اپنے حوائج کے علاوہ فقراء غرباء مساکین میں بھی تقسیم فرمایا۔

قرآن مجید حفظ کرنے کی دعا

قرآن مجید حفظ کرنے والوں کو مندرجہ ذیل اشعار پڑھنے کیلئے فرمایا۔ ابتداء میں یہ شعر پڑھ لیا کریں۔

بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحیمِ ؕ

کَلامٌ قدیمٌ لا یملّ سمَاعَہ — تَنزَّہ عن قولٍ وفعلٍ ونیّتی
بہ اشُتفی منُ کُلّ داءٍ ونُوُرُہُ — دَلِیلٌ لَقَلُبی عِنُد جھُلی وحیُرتِی
فَیاَ رَبّ مِتّعُنیُ بسِرّ حُرُوُفہٖ — وَنَوّرُ بہٖ قَلُبِی وسَمُعِی ومُقُلتی

اللھم صلی علیٰ سیدنا محمدو علیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم

قرآن مجید ایسا قدیم کلام ہے جس کے سننے سے کان بور نہیں ہوتے، وہ میرے قول و فعل اور میری نیت کے منزہ ہے، میں تمام بیماریوں سے اس کے ذریعے شفاء یاب ہوتا ہوں، اس کا نور میری جہالت اور پریشانی میں میرے دل کی رہنمائی کرتا ہے۔ اے پروردگار مجھے اس کے حروف کے اسرار سے مطلع فرمایا، اور اس سے میرے دل اور کان اور میری آنکھوں کو منور فرما۔

بعد از نماز عشاء شب شنبہ ۱۰ ربیع الآخر ۱۳۹۱ھ کو یہ مانگی۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اَللّٰهُمَّ جَدِّدِ الْاِسْلَامَ بِقَوْلِی لَااِلٰهَ اِلَّااللّٰه محمدٌرَّسول الله اَللّٰهُمَّ جَدِّدِ الْاِسْلام بِقَوْلِی لَااِله اِلَّاالله محمدٌ رَّسول الله،اَللّٰهُمَّ اَعِزَّالْاِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِيْن وَاجْعَلْنَامِنْهُمْ،اَللّٰهُمَّ اَيِّدِالْاِسْلام وَالْمُسْلِمِيْن وَاجْعَلْنَا مِنْهُمْ.

یا اللہ میں کلمہ طیبہ سے اپنے ایمان کی تجدید کرتا ہوں۔لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ، یا اللہ میں کلمہ طیبہ سے اپنے ایمان کی تجدید کرتا ہوں۔ لا الہ اللہ محمد رسول اللہ،اے اللہ اسلام اور مسلمانوں کو عزت عطا فرما اور ہمیں ان میں سے بنادے ،اے اللہ اسلام اور مسلمانوں کی تائید فرما اور ہمیں ان میں سے بنادے۔

اکثر اوقات مندرجہ ذیل دعائیہ اشعار آپ کا معمول رہا۔

باز آدم باز آدم ہر آنچہ ہستم باز آدم　　گر کافر و گبر و وبت پرستم باز آدم
ایں در گہہ تو در گہہ ناامیدی نیست　　صد بار گر توبہ شکستم باز آدم

قوت حفظ کیلئے

حافظ کیلئے امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ کے مندرجہ ذیل اشعار فرمائے:

شَكَوْتُ اِلیٰ وَكِيْعٍ سُوْءَ حِفْظِیْ　　فَاَوْصَانِیْ عَلیٰ تَرْکِ الْمَعَاصِیْ
لِاَنَّ الْعِلْمَ نُوْرٌ مِنْ اِلٰه　　وَنُوْرُ اللهِ لَا يُعْطٰی لِعَاصِیْ

(ترجمہ: میں نے اپنے استاد حضرت وکیع سے حافظہ کمزور ہونے کی شکایت کی تو انہوں نے مجھے گناہ ترک کرنے کی نصیحت فرمائی اور فرمایا چونکہ علم اللہ تبارک وتعالیٰ کا نور ہے اور یہ نور کسی خطا کار کو عطا نہیں ہوتا۔)

۷دسمبر۱۹۷۱جنگ کے موقع پر قبلہ حضرت شیخ الاسلام علیہ نے مندرجہ ذیل دعا نہایت الحاح وعاجزی سے بارگاہ رب العزت میں مانگی۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اَللّٰهُمَّ بِحُرْمَتِ سَيِّدِنَااَبِی بَكْرِنِ الصِّدِّيْقِ وَبِحُرْمَةِ سَيِّدِنَا عُمَرَ بْنِ الْخَطَّاب وَبِحُرْمَتِ سَيِّدِنَا عُثْمَان ابْنِ عَفَّان وَبِحُرْمَةِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَاعَلِيِّ بْنِ اَبِی طَالِب رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُمْ وَبِحُرْمَةِ شُهَدَاءِ كَرْبَلَارِضْوَانُ اللهِ تعالیٰ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِين اُنْصُرْعساكرَالْاِسْلَام وَالْمُسْلِمِيْن،اُنْصُرْ عَسَاكِرَ الْاِسْلَامِ وِالْمُسْلِمِيْن وَاجْعَلْنَا مِنْهُمْ،اَهْلِكِ الْهُنُوْدَ وَالْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی وَالْمُشْرِكِيْنَ وَلَا تَجْعَلْنَا مِنْهُمْ اَللّٰهُمَّ شَتِّتْ شَمْلَهُمْ وَمَزِّقْ جَمْعَهُمْ وَدَمِّرْ دِيَارَهُمْ وَخَرِّبْ بُنْيَانَهُمْ وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْكَافِرِيْن،اَللّٰهُمَّ اقْطَعْ دَابِرَ الْهُنُوْدِ وَالْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰی اَللّٰهُمَّ اَلْقِ الرُّعْبَ فِیْ قُلُوْبِ عَسَاكِرِ الْهُنُوْدِ وَالْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰی اَللّٰهُمَّ خَالِفْ بَيْنَ كَلِمَتِهِمْ وَزَلْزِلْ اَقْدَامَهُمْ اَللّٰهُمَّ اَيِّدِالْاِسْلَام اَللّٰهُمَّ اُنْصُرْ عَسَاكِر؟ الْاِسْلَام بِحَقِّ لَااِلٰه اَلَّاالله مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ يَاسَلَامُ يَاسَلَامُ يَاسَلَامُ بِرَحْمَتِكَ يَااَرْحَمَ الرَّاحِمِين وَصَلَّی اللهُ تعالیٰ وَسَلَّمَ وَبَارَكَ عَلیٰ سَيِّدِالْمُرْسَلِين وَحَبِيبِ رَبِّ الْعَالَمِيْن سيّدنا وَشَفِيْعِنَا وَمَوْلَانَا محمّدٍوعَلیٰ آله وَاَصْحَابه وَاَهْلِ بَيْتِه وَاَولِيَاءِ اُمَّته اَجْمَعِين.

ترجمہ : اے اللہ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق ،سیدنا حضرت عمر بن خطاب، سیدنا حضرت عثمان بن عفان، سیدنا ومولانا علی بن ابی طالب اور شہداء کربلاء رضی اللہ عنہم اجمعین کے صدقے اسلام اور مسلمانوں کے لشکروں کو کامیابی عطا فرما،اسلام اور مسلمانوں کے لشکروں کو کامیابی عطا فرما اور ہمیں ان میں سے بنادے ،ہندو، یہود،نصاریٰ اور مشرکین کو تباہ وبرباد فرما اور ہمیں ان میں نہ بنا،اے اللہ ان کی جماعت کو بکھیر دے،اور ان کے اتحاد کو توڑ دے، ان کے گھروں کو تباہ وبرباد کردے، ان کی درودیوار کو ویران کردے، ہمیں قوم کافرین پر مدد عطا

فرما، اے اللہ ، ہندو ، یہود نصاری کی مدد کرنے والوں کو ختم کردے، اے اللہ ہندو ، یہودی اور نصاری کے لشکروں کے دلوں میں رعت ڈال دے ، اے اللہ ان کا آپس میں اختلاف پیدا کردے، ان کے قدموں کو اکھیڑ دے، اے اللہ مسلمانوں کی تایید فرما، اے اللہ ، اے سلامتی کرنے والے ، اے سلامتی کرنے والے ، اپنی رحمت کے صدقے مسلمانوں کے لشکروں کو کلمہ طیبہ کے واسطے مدد فرما، اے ارحم الراحمین، تمام انبیاء کے سردار پر، رب العالمین کے حبیب پر، ہمارے سردار اور ہماری شفاعت کرنے والے اور ہمارے مولیٰ محمد پر اپنی رحمت نازل فرما اور اسے برکتیں عطاء فرما اور اسی طرح اس کی آل ، اس کے اصحاب ، اس کے اہل بیت اور تمام اولیاء امت پر بھی برکتیں اور رحمتیں نازل فرما۔

دعا برائے سعادت دارین

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَعَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْر ، اَللّٰھُمَّ لَامَانِعَ لِمَااَعْطَیْتَ وَلَامُعْطِی لِمَامَنَعْتَ وَلَایَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ صلّی اللّٰہ تعالٰی علٰی سَیِّدنا وشَفِیْعنا محمّدو آلہ واَصْحابہ اَجْمعین۔

اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریف نہیں، اسی کیلئے بادشاہت ہے اور اسی کے لئے سارے تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ یااللہ! تیری عطا کو کوئی روکنے والا نہیں اور تیری روکی ہوئی چیز کو عطا کرنے والا نہیں اور دولت مند کو اس کی دولت تیرے عذاب سے نہیں بچاسکتی، اے اللہ ہمارے سردار اور ہماری شفاعت کرنے والے حضرت محمد اور اس کی آل اور اس کے صحابہ کرام پر رحمتیں نازل فرما۔

(مندرجہ بالا دعا کی سند) کتب المغیرۃ الی معاویۃ ابن ابی سفیان اَنّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کَانَ یَقُوْلُ فِی دُبرِ صَلٰوتہ اِذَاسَلَّمَ لاالٰہ اِلّا اللّٰہ وحدہ لاَشَرِیکَ لَہٗ لَہُ المُلکُ ولہ الحمدُ وھُوَ عَلٰی کل شیئٍ قدیرٌ، رواہ البخاری عن منصور عن

المسیب بن رافع عن وراد مولٰی المغیرۃ بن شعبہ (بخاری، باب الدعاء بعد الصلوٰۃ).

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ابن ابی سفیان کو لکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی نمازوں سے سلام پھیرنے کے بعد یوں کہا کرتے تھے: اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے بادشاہت ہے اور اسی کے لئے ساری تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اسے امام بخاری نے منصور سے، انہوں نے میّب بن رافع سے، انہوں نے مغیرہ بن شعبہ کے غلام وراد سے روایت کیا: باب الدعاء بعد الصلاۃ۔

۹ جمادی الاخری ۱۳۹۲ھ بروز جمعہ المبارک بعد از نماز جمعہ المبارک حضور شیخ الاسلام رحمتہ اللہ علیہ نے جب دوسری بار دعا مانگنا شروع فرمائی تو پہلے تمام حاضرین کو درود شریف پڑھنے کا حکم فرمایا:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ علیٰ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَامحمّدٍ وَعَلیٰ آلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَامحمّدٍ وبَارِکْ وَسَلِّمْ ازاں بعد یہ دعائیہ الفاظ کہے. اَللّٰھُمَّ جَدِّدِالْاِسْلَامَ بِقَوْلی لَااِلٰہَ اِلّااللّٰہ مُحمّدرسُول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ وآلہ واَصْحابہ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ.

اے اللہ ! ہمارے سردار ہمارے مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس کی آل پر پر رحمتیں اور برکتیں اور سلامتی نازل فرما۔

۲۹ رمضان المبارک بروز منگل بعد از نماز فجر دعا میں مندرجہ ذیل شعر پڑھا۔

مَالِیْ سَوَا قَرْعِیْ لِبَابِکَ حِیْلَۃٌ   وَلَاِنْ رَدَدْتَ فَاَیَّ بَابٍ اَقْرَعُ

شوال المکرم ۱۳۹۳ھ میں یہ دعا مانگتے رہے۔

بسمِ اللہ الرَّحمٰن الرَّحِیمِ

اَللّٰھُمَّ جَدِّدِ الْاِسْلَام بِقَوْلی لَااِلٰہَ اِلاّ اللّٰہ مُحمّدرسولَ اللہ .

ترجمہ : آپ کا دروازہ کھٹکانے کے علاوہ میرے پاس کوئی اور چارہ نہیں، اگر آپ نے مجھے اپنے دروازہ سے بھگا دیا تو میں کون سا دروازہ کھٹکاؤں؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قَالَ قَالَ رسولُ اللّٰه صلی الله علیه وآله وسلم جَدّ دُوْا اِیْمانَکُمْ قِیْلَ یارسول اللّٰه کَیْفَ نُجدّدُ ایْماننا قال اَکْثِرُوْاقوْلَ لااِلٰهَ اِلّااللّٰه،(مستدرک حاکم ص ۲۵۰ جلد۳ ازاله وهم ازخذینة الاسرار ۱۸۵-۱۸۶)

ثُمَّ اِعْلَمْ اَنَّ التَّوحِیْدَلَایَنْفَعُ بِدُون الشّهَادةِ لَهٗ صلی اللّٰه علیه وسلم بالرِّسَالَةِ وَبَیْنَ الکَلمتَیْن مزیدُاتفاق یَدُلُّ علیٰ تَمَام الاتِحادِوَالْاِعْتناق وَاعْلَمْ اَنَ التَّوحِیْدَلااله اِلااللّٰه متی کُتِبَ اَوْذُکِرَیُقَدَّرُ فِیْه محمّد رسول اللّٰه اِکْتِفَاءً بَذِکْرِه لِشُهْرَة وُجُوب مُقَارنته وَاِلّاَاشْرَکَ توحیدُنا بِتَوْحیدِ الیهودِ والنَّصاریٰ وَلَمْ یَمْتَزْاِلّا بمُحمّد رسول اللّٰه کذافی ابن ملک فی شرح المشارق،فَاعْلَمْ انّه لَا اِلٰه اَلااللّٰه ای ومحمّد رسول اللّٰه فَهُوَمِنْ بَابِ الْاِکْتِفَاء من اِطْلَاقِ الْجُزء اِرَادة الکُلِّ اَوْعلیٰ اَنَ الْکلمة المذکورة هی علم للشهادتین اومن المعلوم ان الیهودوالنصاری وامثالهم یقلونَ لااله اَلااللّٰه ولا تُفِیْدُهم هٰذِه الکلمةُ مِنْ دُوْن اِقْرَارِ هم بِاَنَّ محمّدًا رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ عَلیه وآله وسَلَّم وفی الْاٰیة اِیْمَاءٌ لِهٰذه فی قَوْله تعالیٰ هُوَالَّذِی اَرْسَلَ رسولَهٗ بالهُدٰی وَدِیْن الحق لیظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْن کُلِّه وکَفی بالله شَهِیْدًا محمّد رَسول اللّٰه کذا ذَکَرَ عَلی القاری فی شَرْحِ الشفافَعَلی اَلعامِل اَنْ یَشْتغِل بهاالَّیْلاونهارا۔

(خزینه الاسرار ص۱۸۵-۱۸۶)

مندرجہ بالاعبارت علماء حضرات کیلئے نقل کی گئی ہے۔

ترجمہ :

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رویت ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے ایمان کی تجدید کیا کرو۔عرض کیا گیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم اپنے ایمان کی تجدید کیسے کریں؟

فرمایا: لا الہ الا اللہ کثرت سے پڑھنا۔

پھر آپ کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ رسالت کے بغیر توحید کسی قسم کا نفع نہیں دیتی، توحید اور رسالت کے کلمات کے درمیان بہت اتفاق پایا جاتا ہے جو کہ اتحاد اور یک جائگی پر دلالت کرتا ہے، یادرہے کہ جب توحید یعنی لا الہٰ الا اللہ لکھا یا پڑھا جاتا ہے تو محمد رسول اللہ مقدر ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کے لازم ملزوم اورشہرت کی وجہ سے پہلے والے حصے پر اکتفاء کیا جاتا ہے ورنہ ہماری توحید اور یہود ونصاریٰ کی توحید میں کوئی فرق نہیں رہے گا کیونکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی نہیں مانتے، اسی طرح ابن عبدالملک نے شرح مشارق میں ذکر کیا ہے۔

بیشک جان لیجئے کہ لا الہٰ الا اللہ پر اکتفاء کرنا اور محمد الرسول اللہ نہ کہنا اطلاق الجزء علی الکل (جزء بول کر کل مراد لینے) کے باب سے ہے، یا پھر لا الہٰ الا اللہ پورے کلمہ طیبہ کا نام ہے،اس میں کوئی شک نہیں کہ یہود نصاری یا ان جیسے دیگر اویان کو ماننے والے جب لا الہٰ الا اللہ کہتے ہیں تو انہیں محمد الرسول اللہ کے ارار کے بغیر یہ توحید کسی قسم کا فائدہ نہیں دیگی، قرآن شریف کی آیات میں اسی طرف اشارہ کیا گیا(ھوالذی أرسل رسول له بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله وکفی بالله شهدا)اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ اپنے دین کو تمام ادیان پر غالب کردے، اور اللہ تعالیٰ بطور گواہ کافی ہے،محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔اسی طرح ملاعلی قاری نے شرح الشفاء میں ذکر کیا ہے،تو ایک عامل کیلئے ضروری ہے کہ وہ کلمہ طیبہ کے ورد میں دن رات مصروف رہے۔

۱۰ ذوالحجہ ۱۳۹۳ھ نماز فجر کے بعد درود شریف پڑھ کر شیخ الاسلام رحمتہ اللہ علیہ نے مندرجہ ذیل الفاظ بار بار دہرائے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اَللّٰهُمَّ اُجَدِّدُ الْاِسْلَامَ بِقَوْلِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ، اَللّٰهُمَّ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا ابراهیم انک حمید مجید۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایمان کی تجدید کرو، کہا گیا یا رسول اللہ ہم اپنے ایمان کی تجدید کیسے کریں؟ آپ نے فرمایا لا الٰہ الا اللہ کے قول کی کثرت کرو۔

ترجمہ: اے اللہ! رحمت نازل فرما ہمارے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور آپ کی آل پر جس طرح تو نے رحمت نازل فرمائی ہمارے سردار حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی آل پر، بے شک تو تعریف والا اور بزرگی والا ہے۔ اے اللہ! تو برکت نازل فرما ہمارے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور آپ کی آل پر جیسا کہ تو نے برکت فرمائی ہمارے سردار حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر، بے شک تو تعریف اور بزرگی والا ہے۔

دعا میں یہ درود شریف پڑھا

جناب شیخ الاسلام رحمتہ اللہ علیہ اکثر اوقات یہ درود شریف نہایت محبت سے پڑھتے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَشَفِیْعِنَا مُحَمَّدٍ تَعَیُّنِکَ الْاَقْدَمِ وَالْمَظْهَرِ الْاَتَمِّ لِاِسْمِکَ الْاَعْظَمِ بِعَدَدِ تَجَلِّیَاتِ ذَاتِکَ وَتَعَیُّنَاتِ صِفَاتِکَ وَتَعَلُّقَاتِ صِفَاتِکَ وَعَلٰی آلِہٖ کَذَالِکَ۔

ترجمہ: اے اللہ! ہمارے سردار اور ہماری شفاعت کرنے والے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنے اسم اعظم کے صدقے اپنی ذات کی تجلیات اور صفات کے متعلقات کے برابر رحمتیں نازل فرما جو تیرا قدیم ترین نور اور مظہر اتم ہے، اس طرح اس کی آل پر بھی رحمتیں نازل فرما۔

مکتوبات کلیمی ص ۱۱ و ص ۶۱ میں اس درود شریف کے متعلق مرقوم ہے۔
(مواظبت نماید بعد مرور کرور صحبت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شود)

بعض اوقات درج ذیل دعا فرماتے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَهٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَهٗ صَلَّی اللّٰهُ تعالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّآلہ وسلم۔

ترجمہ: اے اللہ! ہمیں حق کو حق دکھا اور اسکی اتباع کرنے کی توفیق عطا فرما اور ہمیں باطل کو باطل دکھا اور اس سے بچنے کی توفیق عطا فرما، اللہ تعالیٰ کے حبیب ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس کی آل پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور سلامتی نازل ہو۔

۲۲ ذیقعدہ ۱۳۹۵ھ بروز خمیس آپ نے لاہور میں گردہ کا آپریشن کروایا۔

۵ ذوالحج بروز منگل شفایاب ہونے کے بعد واپس تشریف لائے اور دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف میں قیام فرمایا۔

۶ ذوالحج کی رات کو بعد از نماز عشاء راقم الحروف آپ کی مزاج پرسی کیلئے حاضر ہوا۔ آپ نے مزاج پرسی کے جواب میں یہ دعا فرمائی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَخْرَجَنِیْ مِنَ الْحُزْنِ وَالْغَمِّ وَالْهَمِّ وَصَلَّی اللّٰهُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّآلہ وسلم۔

ترجمہ: تمام تعریفوں کی مستحق وہ ذات ہے جس نے مجھے پریشانی غم اور حزن سے نکال دیا، اللہ تعالیٰ کے حبیب ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس کی آل پر اس کی رحمتیں اور سلامتی نازل ہو۔

مندرجہ ذیل دعا کی اجازت راقم الحروف کو بخشی اکثر بعد از نماز فرض مانگنے کا حکم فرماتے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ فِعْلَ اَلْخَیْرَاتِ وَتَرْکَ اَلْمُنْکَرَاتِ وَحُبَّ الْمَسَاکِین وَاَنْ تَغْفِرَلِیْ وَتَرْحَمَنِیْ وَاِذَا اَرَدْتَّ فِتْنَۃً فِیْ قَوْمٍ فَتَوَفَّنِیْ غَیْرَمَفْتُوْنٍ اَسْأَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُحِبُّکَ وَحُبَّ عَمَلٍ یُقَرِّبُنِیْ اِلٰی حُبِّکَ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَامُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَااَرْحَمَ الرَّحِمِیْنَ۔

ترجمہ: یا اللہ! میں تجھ سے نیکیوں کے کرنے برائیوں کے چھوڑنے مسکینوں سے محبت رکھنے کی توفیق طلب کرتا ہوں، اور آپ کی بخشش اور رحمت کا طلبگار ہوں، تو جب اپنے بندوں کو فتنے میں ڈالنا چاہے تو مجھے فتنے میں پڑنے سے پہلے ہی اپنی طرف اٹھالینا، میں تجھ سے تیری محبت اور جو تجھ سے محبت کرتا ہے اس کی محبت طلب کرتا ہوں، اور ایسے عمل کی توفیق طلب کرتا ہوں، جو تیرے قریب کردے، اللہ تعالیٰ کے حبیب ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس کی آل اور تمام اصحاب پر تیری رحمت کے صدقے رحمتیں اور سلامتی نازل ہو، یاالرحم الراحمین۔

دعا برائے دفع الحزن والغم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ عَبْدُکَ وَابْنُ عَبْدِکَ وَابْنُ اَمَتِکَ فِیْ قَبْضَتِکَ نَاصِیَتِیْ، نَاصِیَتِیْ بِیَدِکَ مَاضٍ فِیَّ حُکْمُکَ عَدْلٌ فِیَّ قَضَاؤُکَ اَسْأَلُکَ بِکُلِّ اسْمٍ ھُوَلَکَ سَمَّیْتَ بِہٖ نَفْسَکَ اَوْاَنْزَلْتَہٗ فِیْ کِتَابِکَ اَوْعَلَّمْتَہٗ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِکَ اَوِاسْتَأْثَرْتَ بِہٖ فِیْ

عِلْمِ الْغَیْبِ عِنْدَکَ اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ نُوْرَ صَدْرِیْ وَجَلَاءَ حُزْنِیْ وَذِھَابَ ھَمِّیْ وَغَمِّیْ وَقَالَ حَبِیْبُکَ وَمَحْبُوْبُکَ وَھُوَالصَّادِقُ وَالْمَصْدُوْقُ مَاقَالَہٗ عَبْدٌ اَصَابَہٗ ھَمٌّ اَوْحَزَنٌ اِذْھَبَ اللّٰہُ ھَمَّہٗ وَاَبْدَلَ مَکَانَ حُزْنِہٖ فَرْحًا وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی وَسَلَّمَ وَبَارِکْ عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

ترجمہ: اے اللہ! میں تیرا بندہ ہوں، اور تیرے ایک بندے اور بندی کا بیٹا ہوں، میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے، میں تیرا حکم ماننے والا ہوں، میں تیری لکھی ہوئی ہر تقدیر پر راضی ہوں، میں تیرے ہر اس نام کے واسطے سے تجھ سے سوال کرتا ہوں جو تو نے اپنے لیئے پسند کیا یا اس کو اپنی کسی کتاب میں نازل کیا یا اپنی خلق میں سے کسی کو سکھایا یا اسے اپنے غیب کیلئے ہی خاص رکھا تو قرآن کو میرے سینہ کا نور اور غم کا علاج اور میرے ملال کا مداوا بنا دے۔

یا اللہ، تیرے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو کہ صادق اور مصدوق ہے: جب بھی کسی کو کوئی پریشانی لاحق ہو اور وہ یہ دعا مانگے اللہ تعالیٰ اس کی پریشانی کو خوشی سے تبدیل فرمادیگا۔ اللہ تعالیٰ کے حبیب ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس کی آل اور تمام اصحاب پر تیری رحمت کے صدقے رحمتیں اور سلامت نازل ہو، یا ارحم الراحمین۔

حضور شیخ الاسلام قدس سرہ العزیز نے

ستائیسویں رجب المرجب لیلۃ المعراج کو مندرجہ ذیل دعا پڑھنے کا حکم فرمایا

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ بِمُشَاھَدَۃِ اَسْرَارِ الْمُحِبِّیْنَ وَبِالْخَلْوَۃِ الَّتِیْ خَصَصْتَ بِھَا سَیِّدَالْمُرْسَلِیْنَ حِیْنَ اَسْرَیْتَ بِہٖ لَیْلَۃَ السَّابِعِ وَالْعِشْرِیْنَ اَنْ تَرْحَمَ قَلْبِیَ الْحَزِیْنَ وَتُجِیْبَ دَعْوَتِیْ یَااَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَامُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

ترجمہ: اے اللہ! میں اہل محبت کے اسرار پر مطلع ہونے اور خلوت کے واسطے سے سوال کرتا ہوں جو آپ نے سید المرسلین کیلئے لیلۃ المعراج میں خاص کی میرے غم زدہ دل پر رحم کر دے، اور میری دعا قبول فرما لے یا اکرم الاکرمین ، ہمارے سردار اور اللہ تعالیٰ کے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس کی آل اور تمام صحابہ پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوں، اے ارحم کرنے ہم پر رحمت کے دروازے کھول دے۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

اَللّٰھُمَّ اھْدِنافِیْمَنْ ھَدَیْتَ وَعَافِنا فِیْمَنْ عافَیْتَ وَتَوَلَّنا فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ وَبارِکْ لَنا فِیْما اَعْطَیْتَ وَقِناشَرَّ ماقَضَیْتَ فَاِنَّکَ تَقْضِیْ وَلا یُقْضیٰ عَلَیْکَ وَاِنَّہٗ لا یَذِلُّ من وَّالَیْتَ وَلا یَعِزُّمَنْ عادَیْتَ تبارَکْتَ وَتَعالَیْتَ سُبْحانَکَ رَبَّ الْبَیْتِ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَاَلِّفْ بَیْنَ قُلُوْبِھِمْ وَاَصْلِحْ ذاتَ بَیْنِھِمْ وَانْصُرْھُمْ عَلیٰ عَدُوِّکَ وَعَدُوِّھِمْ اَللّٰھُمَّ الْعَنْ کَفَرَۃَ اَھْلِ الْکِتابِ الَّذِیْنَ یُکَذِّبُوْنَ رُسُلَکَ وَیُقاتِلُوْنَ اَوْلِیائَکَ اَللّٰھُمَّ خالِفْ بَیْنَ کَلِمَتِھِمْ وَزَلْزِلْ اَقدامَھُمْ وَاَنْزِلْ عَلَیْھِمْ بَأْسَکَ الَّذِیْ لَم یردعَنِ الْقَوْمِ الْمجرِمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ عَلَی النَّبِیِّ مُحَمَّدٍوَّ آلہٖ واَصْحابہٖ وسَلَّمْ .

ترجمہ: اے اللہ! جن لوگوں کو تو نے ہدایت دی، ان کے ساتھ ہمیں بھی ہدایت دے اور جن کو تو نے صحت بخشی۔ ہے ان کے ساتھ ہمیں بھی صحت بخش اور جن کو تو نے اپنا دوست بنایا ہے ان کے ساتھ ہمیں بھی اپنا دوست بنا اور جو انعامات تو نے ہمیں عطا کئے ہیں ان میں برکت دے اور جو فیصلہ تو نے کیا ہے اس کے شر سے ہمیں محفوظ رکھ کیونکہ تو ہی فیصلہ کرتا ہے اور تیرے خلاف فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔

یقیناً وہ کبھی ذیل نہیں ہو سکتا جس کو تو دوست بنائے اور کبھی عزت نہیں پا سکتا جس کو تو دشمن رکھے۔ اے ہمارے رب! تو برکت والا اور عالی قدر ہے۔ ہم تجھ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں اور تیری طرف ہی رجوع کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی پر

اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ اے اللہ! سب ایمان والے مسلمان مردوں اور ایمان والی مسلمان عورتوں کو بخش دے اور ان کے دلوں میں الفت و محبت ڈال دے اور ان کے اپ کے معاملات درست فرمادے اور ان کے اور اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں ان کی مدد فرما۔ اے اللہ! ان کافروں پر لعنت فرما جو تیری راہ سے لوگوں کو روکتے ہیں اور تیرے رسولوں کو جھٹلاتے ہیں اور تیری نیک بندوں سے جنگ کرتے ہیں۔ اے اللہ! تو ان کے منصوبوں میں اختلاف ڈال دے اور ان کے قدم ڈگمگادے اور ان پر اپنا وہ عذاب نازل کر جس کو تو مجرم قوم سے کبھی نہیں ہٹاتا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس کی آل اور اصحاب پر درود سلام ہو۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

سُبْحانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ اَسْتَغْفِرُاللّٰہَ الْعَظِیْمَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّاھُوَالْحَیُّ الْقَیُّوْمُ الَّذِیْ لایَمُوْتُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ .

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے، تمام خوبیاں اسی کیلئے ہیں، وہ سب سے بلند ہے، اس کی مدح وثناء سے میں اس سے بخشش طلب کرتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود حق نہیں، وہ زندہ اور ہمیشہ قائم رہنے والا ہے، اس پر کبھی موت نہیں آتی، میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

آخری لفظ اوقات والیہ اتوب پڑھے۔ مندرجہ بالا دعا بغیر نماز کے سجدہ میں پچیس بار پڑھنے کا معمول جناب شیخ الاسلام رحمتہ اللہ علیہ کا تھا۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کَلِمَتانِ خَفِیْفَتانِ عَلَی اللِّسانِ ثَقِیْلَتانِ فِی الْمِیْزانِ حَبِیْبَتانِ اِلَی الرَّحْمٰنِ سُبْحانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ. (بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ دو کلمے جو زبان پر آسان، اعمالنامہ کے ترازو میں بھاری، اور اللہ تعالیٰ رحمان کی ذات کو بہت پیارے ہیں۔ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم (بخاری)

اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے، تمام خوبیاں اسی کیلئے ہیں، اس کی ذات پاک اور سب سے بلند ہے۔

ذکر البخاری فی تاریخه الکبیر ان بلالا سمع من ابیه یسار وان یسار سمع من ابیه زید مولی رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم یقول مَنْ قالَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰه الَّذی لا اله اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوم واَتُوْبُ اِلَیْه غُفرلَهٗ واِنْ کَانَ قَدْفَرَّ مِنَ الزَّحف(ان رد)ثلاثَ مرَّاتٍ(وان رد) وخمس مرَّاتٍ غُفرلَهٗ واِنْ کَانَ علَیهُ مثلُ زبدالبحر (مص)(تحفه الذاکرین شرح حصن حصین ص۲۹۸)۔

بخاری نے اپنی تاریخ کبیر میں ذکر کیا ہے کہ بلال نے اپنے باپ یسار سے اور یسار اپنے باپ زید مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے تین بار پڑھا استغفر الله الذی لا اله الا هو الحی القیوم واتوب الیه وہ بخشا جائے گا، اگرچہ میدان جنگ سے بھی بھاگا ہو۔ اور پانچ بار پڑھے گا تو مثل سمندر کی جھاگ کے گناہ ہوں تو بخشا جائے گا۔

ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرتا ہوں جس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ زندہ اور ہمیشہ رہنے والا ہے، میں اسی کی طرف لوٹتا ہوں۔

دعائے عجیب

اَللّٰهُمَّ اَخْرِجْنَا مِنْ ظُلُمَاتِ الْوَهْم وَاَکْرِمْنَا بِنُوْرِ الْفَهْم وَافْتَحْ عَلَیْنَا اَبْوَابَ فَضْلِک وَیَسِّرْ عَلَیْنَا خَزَائِنَ رَحْمَتِک سُبْحٰنَک لَاعِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّک اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْم۔

ترجمہ: اے اللہ ہمیں وہم کی تاریکیوں سے نکال دے اور ہمیں فہم کے نور کی بزرگی عطا فرما۔ اپنے فضل کے دروازوں کو ہم پر کھول دے۔ اور اپنے رحمت کے خزانوں کو ہم پر آسان کر دے تیری ذات پاک ہے ہمیں علم نہیں مگر جو تو نے ہمیں سکھایا ہے۔ بے شک تو خوب جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

مدینہ منورہ میں پہلی حاضری

فرمایا: پہلی مرتبہ حج کے موقع پر جب مدینہ منورہ حاضری نصیب ہوئی تو فقیر نے مدرجہ ذیل شعر بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پیش کئے۔

اے شہہ خیر البشر اب لے خبر ہند کی شتاب
قوم انگلش ہمچو کشمکش خورد و کردہ خراب

بھیج دو فاروق اعظم یا کہ خالد سیف حق
یا نما ارسال فارغ بال حیدر بو تراب

قوم مسلم وہن کی علت میں ہے اب مبتلا
اسقنا کاسا شفاء من لدنک یاسحاب

عقل مسلم کی ہوئی گم اس کا سر ایسا پھرا
نیک را بدمے شمار و قبح را داند صواب

یاالٰہی بخش دے ہم کو ضیاء شمس دین
سرخرو باشیم و شاداں پیش تو یوم الحساب

جنگ کے موقع پر جناب شیخ الاسلام والمسلمین رحمتہ اللہ علیہ مندرجہ ذیل دعا جسے قنوت نازلہ کہا جاتا ہے نماز فجر میں پڑھاتے رہے۔ دوسری رکعت میں رکوع کے بعد قومہ میں امام با آواز بلند پڑھے بعد میں سجدہ کیا جاوے۔

گیارہواں باب: مختلف مجالس

حضور شیخ الاسلام قدس سرہ العزیز کے ارشادات

طواف کعبہ ہر وقت جاری رہتا ہے

آپ نے فرمایا حضرت امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے دعا مانگی تھی ،خدایا مجھے ایسا وقت بیت اللہ شریف کے طواف کیلئے نصیب فرما جس وقت میں اکیلا ہی طواف کروں،کوئی اور آدمی نہ ہو،چنانچہ ایک دفعہ بہت سخت سردی کا موسم تھا اور سخت بارش شروع ہوگئی۔انہوں نے خیال فرمایا اتنی سخت سردی اور بارش میں اور کوئی نہیں جاسکے گا۔اس خیال میں بڑی مشکل سے طواف کیلئے حاضری دی تو دیکھا ایک اژدھا طواف کررہا ہے۔بارگاہ رب عزت میں عرض کی،خدایا میں نے تو دعا مانگی تھی اکیلا ہی طواف کروں لیکن تو نے اسے بھی ساتھ بھیج دیا۔جواب ملا تو نے تو صرف ایک مرتبہ دعا مانگی تھی اور یہ سو سال سے یہی آرزو رکھتا تھا جو آج پوری ہوئی۔فرمایا کوئی وقت ایسا نہیں ہوتا جس میں بیت اللہ شریف کا طواف لوگ نہ کررہے ہوں۔ ہر وقت رات دن طواف کرنے والے موجود رہتے ہیں۔فرمایا منظوری ہو تو اس طرح جیسے حضرت خلیل علیہ السلام کے اہل بیت کو نوازا۔بیت اللہ بھی ان سے تعمیر کروایا۔سعی ''بین الصفا والمروۃ'' بھی انہی کی سنت تا قیامت جاری فرمائی۔آب زمزم بھی انہی کے طفیل مقرر فرمایا۔رمی جمار بلکہ تمام ارکان حج اسی گھرانے کی سنتیں ہیں جو قیامت تک جاری فرمائی ہیں اور خلیل اللہ علیہ السلام کی دعا کا صدقہ ہر موسم کا پھل اور ہر قسم کے میوہ جات ہر وقت وہاں موجود رہتے ہیں حالانکہ ''بواد غیر ذی زرع'' کے الفاظ سے ایسے میوہ جات کا وہاں ہونا ناممکن معلوم ہوتا تھا۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال حج آدم فطاف بالبیت سبعافلقیتہ الملائکۃ فقالوا بر حجک یاآدم انا قدحججنا ھذا البیت قبلک بالفی عام قال

فما کنتم تقولون فی الطواف؟قالو کنا نقول سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر قال آدم فزیدوا فیھا ولا حول ولا قوۃ الاباللہ ،قال فزادت الملائکۃ فیھاذالک الخ۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے بیت اللہ شریف کا حج کیا سات چکر لگائے تو ان سے فرشتوں نے ملاقات کی اور کہا تیرا حج بہت اچھا ہوا ہے،اے آدم ہم نے اس بیت اللہ کا دو ہزار سال تم سے پہلے حج کیا ہے۔فرمایا تم کیا پڑھتے ہو تو انہوں نے کہا ہم پڑھتے ہیں سبحان اللہ والحمدللہ ولاالہ الااللہ واللہ اکبر تو فرمایا اس میں ولاحول ولاقوۃ الاباللہ بھی بڑھالو تو انہوں نے یہ زیادہ کرلیا، پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے طواف کیا،اس کے بنانے کے بعد طواف میں ان سے فرشتوں نے ملاقات کی اور سلام پیش کیا،ان سے ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تم طواف میں کیا پڑھنے ۔ انہوں نے بتایا پہلے ہم سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الااللہ واللہ اکبر پڑھتے تھے،ہمیں آدم علیہ السلام نے اس میں زیادہ کرنے کو فرمایا۔ولاحول ولاقوۃ الاباللہ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا فذیدوافیھا العلی العظیم تو اس میں انہوں نے العلی العظیم بھی ملالیا۔اخبار مکہ حصہ دوم ص ۱۳۔

''خودی کی وضاحت''

خودی کا مطلب بیان فرماتے ہو[illegible]پ نے فرمایا اپنے آ[illegible]ب طرح مٹا دینا کہ خود نہ رہے خدا ہی رہے۔

تومباش اصلاً کمال ایں است و بس

ڈاکٹر علامہ اقبال نے فرمایا:

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

قبلہ شیخ الاسلام رضی اللہ عنہ کے ہم کلاس حضرت مولانا عبدالغفور شاہ صاحب نے فرمایا: خودی کا معنی بدیہی اور آسان ہے۔ یہ واحد حاضر کی صیغہ فارسی زبان میں ہے۔ (خود، خودند، خودی) ۔لفظی معنی ہے: ''خودتو''۔ ذات باری تعالیٰ تو اپنے اندر اس قدر ذکر فکر سے رچائے کہ وہ ذات اپنی صفات سے بندے کو موصوف فرمادے اور بندہ اسی سے متوجہ رہے، خودی خودی ہی کہتا رہے۔

ایک شخص نے قدم بوسی کے بعد عرض کیا غریب نواز ہم یہاں حاضر ہوتے رہتے ہیں۔ آپ نے جواباً فرمایا آتے رہتے ہو جی بسم اللہ نہیں آتے تو نعوذ باللہ۔

فرمایا چشتیہ وظائف اس لئے کرتے ہیں کہ دنیا دولت ہم سے دور ہو بخدا یہ جھوٹ ہے کہ چشتیہ حصول دنیا کیلئے وظائف پڑھیں۔

رویت ہلال میں اختلاف اور اس کا حل

۹ ذوالحج ۱۳۹۹ھ بروز ہفتہ بعد از نماز ظہر مسجد میں آپ سے سے دریافت کیا گیا کہ مطلع کے اختلاف سے عرب میں چاند کی تاریخ کا اختلاف ہمارے ملک کی نسبت کتنا ہوتا ہے؟ فرمایا اکثر فقہاء کرام تو اس اختلاف کا ثمرہ کچھ نہیں بتاتے بلکہ کہتے ہیں کہ حج بیت اللہ شریف میں ایک روز پہلے کیوں پڑھایا جاتا ہے۔

فرمایا ان لوگوں نے رؤیت ہلال کے اسباب بالائی طبقات میں بنالئے ہیں۔ جو شریعت کے خلاف ہیں۔ دوبارہ عرض کیا گیا، پھر ان کا حج وقت سے پہلے ہوجاتا ہے یا نہیں [1] فرمایا ادا ہوجاتا ہے۔ فرمایا میں تھوڑی سی اس کے متعلق وضاحت کرتا ہوں غور سے سنئے۔ بعض اوقات میری باتیں یادرکھنے کے قابل ہوتی ہیں اور کتابوں سے یہ تمہیں میسر نہ ہوں گی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں صوموا لرئویتکم یعنی روزہ اپنی رویت

[1] حج اسی دن ہوتا ہے جس دن لوگ حج کریں۔ یہ بھی رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کرم ہے ورنہ دور حاضر کی حج تو تمام سے مخفی نہیں، کیسے چاند کو دیکھ کر حج ہو رہے ہیں۔

کے مطابق رکھو۔ اب رویت ہلال ہر ایک نے اپنی رویت دید) حاصل کرنی چاہے۔ چاہئے جس ملک کا رہنے والا ہو۔ اس فرمان سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے لوگوں کی تردید فرمائی جو آلات کے ذریعے چاند دیکھتے ہیں بذریعہ پرواز جہاز یا دیگر وسائل رسد اختیار کرکے ایک روز قبل یا چند گھنٹے قبل رویت خاص کرتے ہیں۔ نیز ان لوگوں کو تردید فرمادیجئے جو جنتریوں سے تاریخ مقرر کرلیتے ہیں حالانکہ جنتریوں سے اکثر تاریخیں صحیح بھی ہوتی ہیں چنانچہ ایک جنتری مجھے بھی ملی تھی جو شاید ۱۳۳۱ھ کی تھی اور ایک روز اسے صبح سے لے کر جمعہ کی اذان تک میں دیکھتا رہا۔ اس پر بذریعہ تقویم تاریخ معلوم کرنے کا۔ حساب خوب درست پایا اور حساب کے مطابق میں نے چند تاریخیں بھی امتحان کی صورت میں معلوم کرلیں یعنی اپنے والد ماجد کے وصال کی تاریخ جمعہ کا دن ۱۳ محرم ۱۳۴۸ھ۔

لیکن جب مذکورہ بالا حدیث شریف ذہن میں آتی تو اس جنتری کو میں نے پھاڑ دیا تاکہ بعد میں کوئی شخص اس جنتری کو صحیح سمجھ کر فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پروانہ کرے تو گمراہی کا سبب ہوگا حالانکہ ایک مولوی صاحب نے افسوس بھی ظاہر کیا کہ ایسی صحیح ترین جنتری آپ نے کیوں پھاڑی۔ ایک مضبوط ذریعہ معلومات تھا، تو میں نے کہا حدیث پاک میں اس سے زیادہ مضبوط اور احسن علم موجود ہے اس کے ہوتے ہوئے کسی کی ضرورت نہیں۔ بہرصورت فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسا جامع ہے جس پر ہر ملک والے عمل کرکے اختلاف سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ بندہ نے عرض کیا کہ حدیث پاک صوموا لرؤیتکم ہے یا صوموا لرؤیتہ ہے تو آپ نے فرمایا کہ صوموالرؤیتکم ہے۔ (دراصل صوموالرؤیتہ میں چاند کو دیکھنے ہی کی رویت کا اعتبار ہے)۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ذات بابرکات کا عشق اس کا نام ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد اطہر کی اطاعت پر بغیر کسی توقف یا سوچ کے فوراً قیمتی جنتری پھاڑ دی اور حدیث پاک کے ہوئے ہوئے علم فلکیات وغیرہ سے لاپرواہی اظہار فرمایا۔

الصیحة فی الرمضان

۱۳رمضان المبارک بدھ وار۱۳۸۳ہجری بوقت چاشت راقم الحروف کوحکم فرمایا کہ مسند امام احمد کے تمام جلد نکال لاؤ۔اس سے آپ نے حدیث پاک الصیحة فی رمضان ملاحظہ فرمائی اور پھر عام بیان بذریعہ اسپیکر فرما کر اس حدیث پاک پرعمل کرنے کی تاکید فرمائی۔ساتھ ہی فرمایا کہ سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان برحق ہے۔جو جو علامات رمضان شریف کی پندرہویں تاریخ میں سخت آواز آنے کے متعلق سرکار نے ارشاد فرمائے ہیں وہ اس رمضان شریف میں پائے جاتے ہیں۔البتہ کثرت زلازل نہیں اس لئے احتیاطاً تمام لوگ باخبر رہیں۔اور پندرہویں تاریخ جمعہ کی صبح کو نماز فجر پڑھ کر اپنے اپنے مکانوں میں سوجائیں۔اپنے کانوں کو بند کرلیں،مکانوں کے سوراخوں کوبھی بند کریں۔ فرمان نبوی کے مطابق عمل کرنا جب آواز کانوں میں پڑے تو سجدہ میں ہوکر[1] پڑھتے رہنا۔ چنانچہ پندرہ کی صبح کو پورا پورا عمل حدیث پاک پر کیا گیا۔پھر جمعہ پرآپ نے فرمایا کہ جن لوگوں نے حدیث پاک پرعمل کیا ہے ان کو خوشخبری دیتاہون اور مذاق اڑانے والوں کوسخت سست فرمایا خوب تنبیہہ فرمائی۔اگرچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشین گوئی والے دن سے اس موقع پرہمیں محفوظ فرمایا اور ہم سے ٹال دیا۔لیکن فرمان نبوی برحق ہے ہوکر رہے گا اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔حدیث پاک درج ذیل ہے۔

عن ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول صلی الله علیه وآله وسلم اذا کان صیحة فی رمضان فانه یکون معمعة فی شوال ویتمیز القبائل فی ذی العقده تسفک الدماء فی ذی الحجة والمحرم یقولها ثلاث مرات هیهات .هیهات یقتل الناس فیه هرجاهرجا قلنا وما الصیحة یا رسول الله قال هذا فی النصف من رمضان الیله جمعة فتکون هذه توقظ النائم وتقعد القائم

[1] سبحان القدوس سبحان القدوس ربنا القدوس.

وتخرج العواتق من خیدورهن فی لیلة جمعة سنة کثیرة الزلازل والبرفاذاوافق شهر رمضان فی تلک السنة لیله الجمعة فاذاصلیتم الفجر من یوم الجمعة فی النصف من رمضان فادخلوا بیوتکم واغلقوا ابوبکم وسد وا کواکم وثروا انفسکم وسد و ااذانکم فاذا سمعتم بالصیحة فخروا الله سجداوقولو سبحان القدوس سبحان القدوس ربنا القدوس فانه من فعل ذالک نجاومن لم یفعل هلک(کنز العمال ابوب الفتن ص ۲۵۶ ج ۸ (نعیم ک حدیث نمبر ۲۹۱۳ : حاشیه مسند امام احمد اجزء السادس ص ۲۱).

الاعتصام بالکتاب والسنة

عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها قالت قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم من احدث فی امرنا هذامالیس منه فهو رد(متفق علیه) عن ابی عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم ابغض الناس الی الله ثلثة ملحد فی الحرم مبتغ فی الاسلام سنة الجاهلیة مطلب دم امری مسلم بغیر حق لیهریق دمه روایة البخاری عن جابر رضی الله تعالیی عنه قال قال َرسول الله صلی الله علیه وآله وسلم اما بعد فان خیر الحدیث کتاب الله وخیر الهدی هدی محمد وشرا الامور محدثاتها وکل بدعة ضلالة رواه مسلم وفی روایة کل ضلالة فی النار.

عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم کل امتی یدخلون الجنة الامن ابی قیل ومن ابی . قال من اطاعنی دخل الجنة.ومن عصانی فقد ابی(رواه البخاری)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد انور ہے جس نے ہمارے اس کام (دین اسلام) میں اپنی طرف سے کوئی نئی چیز داخل کی جو اسلام سے نہ ہو وہ مردود ہے۔ یہ روایت مسلم و بخاری دونوں میں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمام لوگوں سے زیادہ مبغوض اللہ تعالیٰ کے ہاں تین شخص ہیں، حرم میں بے دینی کرنے والا، اسلام میں جاہلیت کا طریقہ چاہنے والا، کسی مسلمان کا ناحق خون کرنے والا۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا امابعد بے شک بہترین کلام کتاب اللہ ہے اور بہترین ہدایت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت ہے۔ اور تمام امور میں بدترین امروہ ہے جو بے دینی کا نیا نکالا ہوا ہو اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ رواہ مسلم اور ایک روایت میں ہے۔ ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری امت کے تمام لوگ بہشت میں داخل ہوں گے، مگر جس نے انکار کیا عرض کیا گیا کہ کون انکاری ہوگا تو فرمایا جس نے میری اطاعت کی وہ بہشت میں داخل ہو گا اور جس نے نافرمانی کی اس نے انکار کیا اسے (امام) بخاری نے روایت کیا ہے۔

مذکورہ بالا احادیث کے ماتحت جناب شیخ الاسلام والمسلمین قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ جو چیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ اقدس میں موجود نہ تھی اور بعد میں ضرورت کیلئے ایجاد کی گئی اگر کتاب وسنت کے خلاف نہیں تو جائز ہوتی ہے ورنہ ناجائز کیونکہ بعض اشیاء ترقی اسباب یا حصول مقصد کیلئے ایجاد کر کے اختیار کی جاتی ہیں۔ مثلاً قرآن پاک اور حدیث پاک یا دیگر علوم دینیہ پڑھنے کیلئے عینک کا استعمال کرنا جب بغیر عینک کے نگاہ کام نہ کرے۔ کتاب کی طباعت کیلئے مطابع قائم کرنا تعلیم کیلئے مدارس کھولنا، سفر حج کیلئے ریل

گاڑی یا جہاز پر سفر کرنا یہ تمام سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ اقدس میں نہ تھیں۔ بعد میں ان کا وجود پایا گیا۔ لہٰذا بدعت ہیں لیکن ان کی ممانعت وحرمت کتاب وسنت سے حاصل نہیں ہے اس لئے ناجائز اور حرام نہیں ہیں۔ ہاں ان کے برعکس بدعت سیئہ جو گمراہی کا سبب ہو اور کتاب اللہ وسنت رسول اللہ کے خلاف ہو تو حرام ہے۔ پہلی حدیث پاک میں ہے: من احدث فی امرنا ھذا مالیس منه فھو رد اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ جو دین اسلام کے خلاف ہو وہ مردود ہے۔ دوسری حدیث پاک میں ہے: ملحد فی الحرم الی عاد تو ویسے ہی ناجائز وحرام ہے لیکن اس میں تجاوز کر کے حرم میں اصرار تکرار بار بار اختیار کرنے والا نیز جو حرم پاک میں بے دینی اختیار کر کے کہے وہ مبغوض ہے اور اس کا مبغوض ومردود ہونا تو بدرجہ اتم ہوگا۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی کا مبتغ فی الاسلام سنة الجاهلية ۔ یعنی جہالت کے طریقہ کو اسلام میں چاہنے والا زمانہ جاہلیت اور غیر اسلام رواج کو اسلام یا دینی رواج قرار دینے والا یہ سب بدعات سیئہ ہوں گی۔ جو عنداللہ مردود مبغوض اور ضلالت وگمراہی ہیں۔ اب ملاحظہ ہوں اقسام بدعت جو ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقات شرح مشکوٰۃ میں درج فرمائی ہیں۔

قال الشیخ عزیزالدین بن عبدالسلام فی آخر کتاب قواعد البدعة اما واجبة کتعلم النحولفهم کلام الله ورسول الله صلی الله علیه وآله وسلم وکتدوین اصول الفقه والکلام فی الجرح والتعدیل واما کمذهب الجبرية والقدرية والرد علیٰ هؤلاء من البدعة الواجبة وحفظ الشريعة من هذه البدع فرض کفاية واما مندوبة کا حداث الربط والمدارس وکل احسان م يعهد فی الصدر والاول کالترا ويح ای بالجماعة العامة والکلام فی دقائق الصوفية واما مکروهة کزخرفة المساجد وتزيين المصاحف يعنی عند الشافعية واما عند الحنيفية فمباح واما مباحة کا امصافحة عقيب الصبح والعصر ای عند الشافعية ايضا فعند الحنفية مکروه والتوسع فی لذائذ المأکل والمشارب والمساکن

وتوسيع الاكمال واختلف فى كراهية بعض ذالک قال الشافعى ماحدث من الخيرممالايخالف شيأمن ذالک فليس بهذا مذموم وقال عمر رضى الله عنه فى قيام رمضان نعمة البدعة هذاه وهوآخر كلام الشيخ فى تهذيب الاسماء واللغات وروى عن ابن مسعود رضى الله تعالىٰ عنه ومارآه المسلمون حسنا فهو عندالله حسن وفى حديث مرفوع ماتجتمع امتى على الضلالة (مرقاة المصابيح)

شیخ عزیزالدین بن عبدالسلام نے قواعدالبدعہ کے آخر میں فرمایا کہ یاتوبدعت واجبہ ہوتی ہے جسے کلام اللہ اور کلام رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمجھنے کیلئے علم نحو کا سمجھنا اور اصول فقہ رسول اللہ کی تدوین کہ جن اصولوں کی بنا پر کلام میں جرح وتعدیل وغیرہ ہو۔ اسی طرح جبریہ وقدریہ وغیرہ کی تردید بھی بدعت واجبہ ہے اوران بدعات سے شریعت اسلام کا امتیاز کرنا فرض کفایہ ہے اور اسی طرح بدعت مندوب اور مباحہ بھی ہے جیسے نماز تراویح کی جماعت قائم کرنا اور ہروہ مستحسن کام جو پہلے دور میں تھا اسے قائم کرنا بھی بدعت حسنہ ہے۔ اور صوفیا کرام کی مطابقت میں کلام بھی اسی سے ہے یا بدعت مکروہ ہوتی ہے جیسے مساجد کو رنگ وروغن سے مزین کرنا شوافع کے نزدیک قرآن مجید کوبھی مزین کرنا شافعیہ کے نزدیک بدعت مکروہ ہے لیکن احناف کے نزدیک مباح ہے جائز ہے۔اسی طرح صبح اور عصر کی نماز کے بعد مصافحہ کرنا شوافع کے نزدیک بھی مباح ہے اور لذیذ طعام کھانے اور مشروبات لذیذہ نیز رہائش گاہوں میں وسعت احناف کے نزدیک مکروہ ہے۔حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا جو نیا کام کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا اخبار اور احادیث نیز اجماع امت کے خلاف ہو وہ ضلالت اور گمراہی ہے اور نیک کام شروع کیا جائے وہ کسی کے مخالف نہ ہو وہ مذموم نہیں ہے جائز ہے ،مباح ہے، باعث ثواب ہے۔امیر المؤمنین سیدنا وسندنا حضرت عمررضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رمضان شریف میں نماز تراویح کی جماعت کے متعلق فرمایا،نعمت البدعة هذه(یہ بہترین بدعت ہے)یہ شیخ کا آخری کلام ہے تہذیب الاسماء وللغات میں اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے

روایت ہے کہ جوکام مسلمانوں کو پسند آئے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی حسن اور پسندیدہ ہے اور مرفوع حدیث میں ہے کہ میری امت گمراہی پر اجماع نہیں کرے گی۔(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

عن جابر رضى الله تعالىٰ عنه قال جاء ت ملائكة الى النبى صلى الله عليه وآله وسلم وهو نائم فقالوا ان لصاحبكم هذا مثلا فاضربوا له مثلاً قال بعضهم انه نائم وقال بعضهم ان العين نائمة والقلب يقظان فقالوامثله كمثل رجل بنى داره وجعل فيها مأدبة وبعث داعيا فمن اجاب الداعى دخل الدار واكل من المأدبة ومن لم بجب الداعى لم يدخل الدارولم يأكل من المأدبة فقالوا ولويفقهها قال بعضهم انه نائم وقال بعضهم ان العين نائمة والقلب يقظان فقالو الدار الجنة والداعى محمد صلى الله عليه وآله وسلم فمن اطاع محمد فقداطاع الله ومن عصى محمد فقد عصى الله ومحمد فرق بين الناس. (رواه البخارى)

مشکوٰۃ باب الاعتصام بالكتاب والسنة میں ہے۔حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سورہے تھے کہ آپ کے پاس فرشتے آئے اور ایک دوسرے سے کہا کہ تمہارے اس صاحب کی کوئی مثال ہے تو اس کے متعلق مثال دو۔بعض نے کہا یہ سوئے ہوئے ہیں،بعض نے کہا ان کی آنکھیں تو نیند میں ہیں لیکن ان کا دل بیدار ہے۔پھر انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثال دی اور کہا اس شخص کی طرح ہے کہ جس نے اپنا گھر بنایا اس میں طعام تیار کیا،پھرکسی کو دعوت کیلئے روانہ ہوئے ۔پس جس نے دعوت دینے والے کی دعوت قبول کر لی وہ گھر میں داخل ہوا اور طعام کھایا جس نے دعوت قبول نہ کی وہ نہ گھر میں داخل ہوا نہ ہی طعام کھایا۔پھر انہوں نے کہا کہ اس حکایت کی تفسیر کروتاکہ سمجھی جائے،بعض نے کہا بے شک یہ سوئے ہوئے ہیں،بعض نے کہا آنکھیں نیند میں ہیں اور دل بیدار ہے۔پس انہوں نے کہا کہ گھر تو جنت ہے اور دعوت دینے والا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔پس جس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور محمد ہی لوگوں کے درمیان فرق ہیں۔

(مؤمنین و کافرین کے درمیان فرق کرنے والے ہیں)۔

آپ نے فرمایا کہ مذکورہ بالا حدیث پاک میں ہے ان لصاحبکم ان الفاظ سے ثابت ہوا کہ ملائکہ بھی آپ کی امت میں داخل ہیں۔ پھر ملائکہ کا یہ قول ان العین نائمة و القلب یقظان۔ شان نبوی اور مقام نبوت پر دلالت ہے۔ نیز انداز محبت ہے۔ اور اسی طرح

من اطاع محمدا فقد اطاع الله ﷺ

ومن عصی محمدا فقد عصی الله

ومحمد فرق بین الناس

کے الفاظ وہابیوں کی سرکوبی کیلئے ہیں۔(محمد فاروق بین المؤمنین والکافر) جب مؤمنین وکافر کے درمیان آپ کی ذات بابرکات ہی فاروق ہے تو محبت محبوب ایمان کا سبب اولین ٹھہرا۔ اختیارات نبوی و اوصاف محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان لانا محبت پر منحصر ہے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اختیار واوصاف وخصائص پر ایمان نہیں ہے مثلاً علم غیب کا ہونا، حاضر وناظر ہونا، معراج بالیقظه کا حصول ودیگر اختیارات پر ایمان نہیں ہے تو محبت کہاں ہے؟۔ اور اگر محبت نہیں تو مؤمن کیسے ہوسکتا ہے؟۔ فرمایا جو شخص سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسی بھی صفت اعلیٰ کو سن کر خوش ہوتا ہے اور انبساط کی حالت میں متوجہ ہوتا ہے اور محبت والی نعمت سے سرشار ومالا مال ہے اور مؤمن ہے۔ اور جو بدبخت اس نعمت سے محروم ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم گرامی سن کر یا آپ کی صفت کو سنتے ہی منہ چڑھاتا ہے۔ اعتراض کرتا ہے، نفرت کا اظہار کرتا ہے، وہ منافق ہے۔ (معاذ اللہ)

شہید زندہ ہوتا ہے

۱۵ ارجب المرجب بعد از نماز عشاء شہداء کی زندگی پر مفصل بیان فرمایا:

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل الله اموات بل احیاء ولکن لاتشعرون o

فرمایا عثمان علی خان ایک عام آدمی تھا جو اکثر اوقات اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ ایک مرتبہ کسی مسجد میں گیا، ایک آدمی سویا ہوا تھا۔ اس کے پاس ایک طرف قرآن مجید پڑا ہوا تھا۔ سوئے ہوئے کو جگانا مناسب خیال نہ کیا کیونکہ اسے بے آرامی ہوگی۔ قرآن مجید اٹھا کر تمام رات کھڑا رہا۔ جب صبح کو اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے نہایت محبت سے گلے لگایا اور دعا فرمائی کہ جا تو ہر کام میں اور ہر جگہ غالب رہے گا۔ وہاں سے چلا تو راستہ میں ایک بہادر آدمی کے پاس سے گزرا۔ اس نے کہا کہاں جارہے، مجھے بھی ساتھ لیتے جانا، پوچھا تو میرے ساتھ کیا کرے گا جواب دیا تیری امداد کروں گا۔ دونوں کا ایک جنگل سے گزر ہوا۔ سات عدد ڈاکوؤں سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ عثمان علی خان کے ساتھی نے کہا آپ بیٹھ جائیں۔ میں اکیلا ہی ان کا مقابلہ کرتا ہوں۔ چنانچہ ایک ایک کرکے چھ ڈاکوؤں کو مقابلہ میں قتل کرلیا۔ آخر میں ان کا سردار سامنے آیا، اسے بھی پچھاڑ کر قتل کرنا چاہا، اس نے کہا میرا پاؤں پھسل گیا ہے، جواں مرد کے شایان شان نہیں کہ خود بخود گرے ہوئے کو قتل کردے، مجھے ایک مرتبہ چھوڑ دو، دوبارہ مقابلہ کریں۔ دوسری بار بھی اس نے پچھاڑ لیا تو اس نے دوبارہ کہا میں سنبھل نہیں سکا تھا تو نے دھوکہ دے کر مجھے گرایا ہے۔ پھر تیسری مرتبہ اسے گرایا تو اس وقت بھی باتوں باتوں میں لاکر آزاد ہوگیا۔ چوتھی بار ڈاکو نے اسے پچھاڑ لیا اور سینہ پر چڑھ کر بیٹھا تو پہلوان نے کہا میں نے تین مرتبہ تجھے مہلت دی تو مجھے ایک بار مہلت دے دے۔ ڈاکو نے کہا تو بے وقوف تھا، دشمن پر قادر ہوکر چھوڑ دیا۔ میں بھی تیری طرح بے وقوف بن جاؤں۔

چنانچہ چاقو سے اس کا پیٹ چاک کردیا۔ ساتھی کے شہید ہوجانے کے بعد عثمان

علی خان نے ڈاکو سے مقابلہ کیا اور پچھاڑ اگیا۔ جب اس کے سینہ پرڈاکو چڑھ بیٹھا اورقتل کرنے کا ارادہ کیاتو عثمان علی خان نے اپنے شہید شدہ ساتھی کومتوجہ ہوکر کہاجس کی لاش بالکل پاس ہی پڑی تھی کہ تونے مجھے کہا تھا تیری امداد کروں گا۔اب اپنا بھی پیٹ چاک کرایا اور میرا بھی کرارہا ہے۔میری امداد تونے کی کیا؟ یہ بات سنتے ہی اس نے سراٹھایا،تلوار سے ڈاکو کا سرقلم کرکے پھرلیٹ گیا۔عثمان علی خاں وہاں سے چل کرمغلوں اور ترکوں کی جنگ میں شامل ہوا اور بہت جوہر دکھائے۔فتح حاصل کرکے شاہی حاصل کرلی ۔فاتح فریق نے اسے اپنا بادشاہ بنالیا۔سلطنت عثمانیہ کی بنیاد وہاں سے ہوئی۔یہ عثمان علی خان عثمانیہ کا بانی مبانی ہے۔

۷رمضان المبارک بعد نماز ظہر مسجد میں فرمایا: عمر حیات ٹوانہ کے باپ کو انگریزوں کی طرف سے فوجی عہدہ ملا ہوا تھا۔اس نے دہلی میں جاکر مظلوم مسلمانوں پر بڑے بڑے ظلم کئے جن میں ایک یہ بھی ہے کہ ایک سید صاحب کے مکان پر گیا،کیونکہ دروازہ بند تھا اس نے زور سے کھلوایا تواندر ایک سفید ریش بزرگ سید صاحب قرآن مجید کی منزل پڑھ رہے تھے۔سید صاحب نے فرمایا کہ میں سید ہوں،اپنی عزت وعظمت بچانے کی خاطر دروازہ بند کردیا تھا مجھے سید ہونے کی حیثیت میں بچایئے۔عمر حیات ٹوانہ کے باپ منحوس نے گھنے حجام کو کہا اس کا سراتارلو۔گھنے حجام نے جواباً کہا یہ سید ہے۔قرآن مجید کی تلاوت کررہا ہے۔میرا ایمان انہیں قتل کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔آخر کارعمر حیات کے باپ نے خود اس کا سراتار کر اسے شہید کردیا۔(انا للہ وانا الیہ راجعون)۔

غازی مرید حسین شہید

۲۵ربیع الاول ۱۳۹۲ھ شب پنج شنبہ آپ راولپنڈی سے واپس تشریف لائے، بنگلہ شریف میں بندہ نے حاضری دی۔اگرچہ آپ کو دردگردہ کی بہت تکلیف تھی تاہم اس سفر کے متعلق فرمایا راولپنڈی سے چکوال کے راستہ پرہم آرہے تھے غازی مرید حسین شہید مرحوم کا مزار راستہ سے سات میل کے فاصلہ پر موضع بھلہ میں ہے بالکل غیرآباد جگہ ہے غازی صاحب مرحوم قوم کے کھوٹ اور نسباً قریش تھے ۔انہوں نے انگریز کے زمانہ میں ایک سکھ کوقتل کیا تھا۔جب کہ اس سکھ نے سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کی تھی۔توانہوں نے تلوار لے کر اسے جاکرقتل کردیا۔انگریز کازمانہ تھا۔اس کے بدلہ میں انگریزحکومت نے انہیں شہید کردیا۔غازی صاحب چاچڑاں والے مولوی صاحب کے مرید تھے ۔انہوں نے اس کا مزار بنوایا،وہاں مسجد بنوائی،کنواں کھدوایا اور درخت وغیرہ لگوائے جو بہت دلکش منظر ہے ۔چونکہ وہاں آبادی نہیں تھی رات گزارنا آرام کرنا پسند آیا۔

روبخسپ اندرپناہ مقبلے
بوکہ آزادت کند صاحب دلے

نماز عصر وہاں جاکر ہم نے پڑھی اور رات اچھی طرح گزاری، صبح ناشتہ کرکے روانہ ہوئے اور سیال شریف پہنچے ہیں۔

شجاع الملک

۲۳ ربیع الاول شریف ۱۳۸۹ھ بروز دوشنبہ حضور غریب نواز نے فرمایا کہ امیر عبدالرحمن نے اپنے تزک جس کا نام تاج الملوک ہے میں لکھا ہے (تزک اس تاریخ کو کہتے ہیں جو بادشاہ اپنی تاریخ اور حالات خود لکھے) ''مرکب آہنی را در ملک خویش نیارند'' یعنی ریل کو اپنے ملک میں نہ لائیں، اس نے یہ وصیت کسی حکمت کی بناء پر کی تھی۔

پھر فرمایا اسی طرح شجاع الملک اپنی تزک میں لکھتا ہے کہ جب میں بھائی سے شکست خوردہ دوڑا تو جلال آباد کے قریب آ کر میرا گھوڑا مر گیا، مجھے خوف لاحق ہوا کہ دشمن تعاقب میں ہے اور میرا گھوڑا پہچان کر مجھے اسی جگہ سے تلاش کر لیں گے کیونکہ ان کیلئے یہی ثبوت میرے اس جگہ پر ہونے کیلئے کافی ہوگا تو میں ایک بہت گھنے درخت پر چڑھ گیا تا کہ اس کے پتوں میں چھپ جاؤں گا، چنانچہ اس دوران ایک گھوڑ سوار ایرانی آیا، میرے گھوڑے کو مرا ہوا دیکھ کر اسی درخت کی طرف پہنچا۔ اس کے پاس بندوق وغیر بھی تھی۔ مجھے خوف لاحق ہوا۔ بالآخر اس نے اپنے گھوڑے کو سائے میں باندھا، اس کو نہاری کھلانے کیلئے ''توبرا'' چڑھایا، اپنی خرجی سے پانی نکال کر پیا۔ ایک رومال نیچے بچھا کر بیٹھ گیا۔ اس کے بعد ایک پیڑی مٹھائی کی بنی ہوئی نکالی اسے سامنے لے کر بولا ''تو امام حسین ہستی در معرکہ کربلا تقیہ نہ فرمودی لہذا ترا بکشم وترا بخورم'' یہ کہہ کر اسے کھا گیا۔ پھر دوسری پیڑی نکال کر اسے کہا ''تو امام عالی مقام حضرت علی ہستی تو در عرصہ کربلا یتیمے را امداد نہ فرمودی حالانکہ شجاعت وجوانمردی ترا زاید تر بود لہذا ترا بکشم وترا بخورم''۔

اسی طرح تیسری پیڑی پر محبوب عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کی اور چوتھی پیڑی نکال کر اسے متوجہ ہو کر کہا ''تو الہ العالمین ہستی......

تو شجاعت الملک کہتا ہے کہ مجھ سے برداشت نہ ہو سکا میں نے درخت کے پتوں کو سامنے سے ہٹا کر چہرہ نیچے کر کے آواز کو زیادہ بھاری اور ہولناک بنا کر کہا ''الہ العالمین

ایں را بکش ورنہ نظام عالم درہم برہم خواہد کر'' یہ الفاظ سنتے ہی اس کی چیخ نکلی اور ہر چیز کو چھوڑ کر پہاڑ کی طرف بھاگتی کہ پہاڑ پر بھی اس کی چیخ پکار جاری تھی۔ میں اترا پانی پیا اس خرجی سے کھایا اور گھوڑے پر سوار ہو کر پشاور پہنچا۔ پھر پشاور سے لاہور آ گیا۔

آپ نے فرمایا شجاع الملک پیر پٹھان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کے پاس جتنے درویش بیٹھے تھے خوفزدہ ہو کر کئی تو باہر دوڑ گئے، بعض وہیں چھپ گئے حتیٰ کہ ایک درویش تو حضور کی چارپائی کے نیچے چھپ گیا۔ اس کا رعب اور دبدبہ بہت تھا کہتے ہیں ایک بالشت تک تو اس کا ناک تھا اور اسی طرح بڑے بڑے کان اور یہ ناک وکان اس کے چہرہ پر سجے ہوئے تھے کیونکہ چہرہ بہت کشادہ اور رعب دار تھا۔ حضور پیر سیال رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے اس وقت خیال کیا اب معلوم ہوگا کہ شجاع کا رعب اور ہیبت غالب ہوتی ہے یا میرے بادشاہ پیر پٹھان کی چنانچہ جب وہ بیٹھا تو پیر پٹھان رحمتہ اللہ علیہ نے شجاع الملک کا کان پکڑ کر فرمایا ''پلیدیاں نہ کریں ہاں تاں شکست نہ کھاویں ہا''۔

ان الفاظ سے شجاع الملک کانپ گیا اور اس کے چہرہ سے دبدبہ اٹھ گیا۔ پیر پٹھان غریب نواز نے پوچھا اب کس کی امداد تجھے حاصل ہے تو کہا کہ شیر دل خان کی امداد ہے اور دعا کیلئے بھی عرض کیا۔ تو آپ نے دعا فرما کر بعد میں فرمایا خاتمہ تو ایمان پر ہوگا اور یہ شعر بھی پڑھا۔

کسے را کہ استعانت بہ درویش برد   اگر بر فریدوں برد پیش برد

(از ملفوظات خواجہ خوجگاں خواجہ محمد شمس الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اعلیٰ حضرت پیر سیال رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

روی سوئے حافظ محمد حسن آوردہ فرمود سالک را باید کہ چوں ارادہ ذکر جہر کند اول صورت پیر خود را پیش حاضر کند وجمیع ماسویٰ اللہ را نفی کند وبعد ازاں یک صفت از صفات اسماء سبع صفاتی باری تعالیٰ در دل خود تصور کند یعنی داند کہ سماعت من از پرتو اسم سمیع است وبصارت من از پرتو اسم بصیر وعلم من از پرتو اسم علیم وحیاتی من از پرتو اسم حی وقدرت من از

پرتو اسم قدیر وارادت من از پرتو اسم مرید وکلام من از پرتو اسم متکلم است، واگر صورت مختلفہ درخیال مے آئیند داند کہ ایں ہمہ از پرتو ذات اند وتشکل اوست واگر خطرات بر ذاکر غالب شوند صورت شیخ پیش خود حاضر وناظر داند تا ببرکت ایں تصور رہائی یابد اسماء صفات ایں اند سمیع بصیر علیم قدیر مرید متکلم حی،(مراۃ العاشقین ص ۲۶).

رستمی از رستم بہادر تر است

آپ نے فرمایا رستم پہلوان اپنے قلعہ کا پہرہ خود دیا کرتا تھا۔ایک دفعہ رات کو قلعہ سے باہر پہرہ دے رہا تھا ایک چور آیا اس نے پوچھا تو کون ہے۔رستم نے کہا سچ بتاؤں ،کہا ضرور۔جواب دیا چور ہوں اور رستم کا گھوڑا چرانے آیا ہوں،چور نے جواب دیا میں بھی اسی غرض سے آیا ہوں،آ مل کر چرائیں۔رستم کا گھوڑا فیروزہ رنگ کا تھا اور بہت دلیر تھا۔سوار سمیت قلعہ سے چھلانگ مار کر پار ہو جاتا تھا۔چنانچہ رستم نے چور کو کہا کہ تو قلعہ پر چڑھ جا اور مجھے بذریعہ رسہ اوپر کھینچ لینا۔جب اس نے رسہ پکڑا کر رستم کو کھینچا تو بڑی تیزی سے رستم اوپر پہنچ گیا،چور بولا تجھے تو رسہ پکڑنے اور چڑھنے کا ڈھنگ نہیں آتا۔بہر حال قلعہ کے اندر داخل ہوئے،گھوڑے کے چاروں پاؤں باندھ کر قلعہ سے اوپر کھینچ لیا باہر آ کر گھوڑے پر سوار ہو گئے۔
چور کو رستم نے اپنے آگے بٹھایا۔آپ پیچھے سوار ہوا۔دونوں زانوؤں سے چور کی کمر کو دبایا اور اپنا گرز نکال کر اس کی گدی پر دے مارا۔اس نے کہا اونگ رہا ہے۔جاگ کر بیٹھ یعنی اسے گرز لگنے پر صرف اتنا محسوس ہوا کہ شاید اونگھنے سے اس کا ماتھا ٹکرایا ہوگا۔رستم حیران رہ گیا کہ اس قدر بہادر اور دلیر ہے کہ میرے گرز کا ذرہ بھر احساس نہ ہوا۔کہا مجھے پیشاب کرنا ہے، ذرا تریں،اس بہانہ سے رستم ذرا دور ہوا اور باآواز بلند کہا رستم آیا رستم آیا،چور رستم کا نام سنتے ہی گھوڑے کو چھوڑ کر بھاگ گیا۔سچ ہے رستمی از رستم بہادر تر است۔

حکام اور اعمال

۳ ذیقعدہ ۱۳۹۱ھ بروز چہارشنبہ بنگلہ شریف میں بندہ حاضر ہوا تو آپ کا خادم خاص منشی محمد نواز عرض کر رہا تھا : غریب نواز دعا اور توجہ فرمادیں اللہ تعالیٰ برے حکام سے نجات دے۔برے حاکم اس قسم کے آچکے ہیں کہ ملک اور قوم کیلئے سراسر نقصان دہ ہیں۔
آپ نے فرمایا سیدنا وسندنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد اقدس ہے اعمالنا عمالنا(ہمارے اعمال ہی ہمارے حاکم ہیں)جب عمل نیک ہوں گے تو حکام بھی اللہ تعالیٰ نیک عطا فرمائے گا لہذا اعمال کا درست کرنا ضروری ہے۔آپ کے برادر حقیقی جناب خواجہ غلام فخر الدین صاحب نے فرمایا اب تو بھٹو مسکینوں وغریبوں اور برادر یتیموں کو زمین دے گا۔
آپ نے فرمایا اسے کہو کہ آج سب سے زیادہ مسکین وغریب اور یتیم اسلام ہے۔اس کی مدد کرے۔کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

دین نبی دا وانگ یتیماں رو وے تے کرلاوے
کھتوں آوے عمر بہادر روندے نوں گل لاوے
اج جے ہوندا امیر عمر روندے نوں گل لاندا
جے اج ہوندا عمر بہادر باہوں پکڑ بٹھاندا

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دینی اسلامی خدمات قیامت تک اہالیان اسلام کیلئے رہنما ہیں۔فرمایا جب پہلی بار بارگاہ رسالت میں مجھے حاضری نصیب ہوئی تو یہ اشعار پیش کئے۔

اے شہ خیر البشر اب لے خبر ہند کی شتاب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)
قوم انگلش ہیچو کشمکش خوردہ و کردہ خراب

بھیج دو فاروق اعظم یا کہ خالد سیف حق
یانما ارسال فارغ بال حیدر بو تراب
قوم مسلم وھن کی علت میں ہے اب مبتلا
استقنا کأسا شفاء من لدنک یا سحاب
عقل مسلم کی ہوئی گم اس کا سراپا پھرا
نیک را بدے شارد قبح را داند صواب
یاالٰہی بخش دے ہم کو ضیاء شمس دیں
سرخرو باشیم و شاداں پیش تو یوم الحساب

مشکوۃ شریف ص ۴۵۹ باب تغیرالناس میں ہے:

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا کان امراء کم خیار کم و اغنیائکم سمحائکم وامور کم شوری بینکم فظھر الارض خیرلکم من بطنھا واذاکان امراء کم شرار کم واغنیاء کم بخلائکم وامور کم ء الی نسائکم فبطن الارض خیر لکم من ظھرھا.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضوراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے حاکم تم سے نیک ہوں اور دولت مند تمہارے سخی ہوں اور تمہارے کام آپس میں مشورہ سے طے پاتے ہوں تو زمین پر تمہارا رہنا اس کے پیٹ میں جانے سے تمہارے لئے بہتر ہوگا اور جب تمہارے حاکم بدکار ہوں اور دولت مند تمہارے بخیل ہوں اور تمہارے کام تمہاری عورتوں کے سپرد ہوں تو زمین کے پیٹ مین جانا اس کے اوپر رہنے سے تمہارے لئے بہتر ہوگا۔ یعنی اس وقت زندگی سے موت بہتر ہوگی۔

جنگ کے موقع پر جناب شیخ الاسلام والمسلمین رحمتہ اللہ علیہ قنوت نازلہ نماز فجر میں پڑھاتے رہے۔ دوسری رکعت میں رکوع کے بعد قومہ میں امام باآواز بلند پڑھنے بعد میں سجدہ کیا جاوے۔

سیاست کا مفہوم

۶ ربیع الاول شریف ۱۳۹۲ھ بروز جمعرات بعد از نماز مغرب مسجد میں بندہ نے آپ سے سیاست کا معنی پوچھا تو فرمایا کہ سیاست دوطرح کی ہے۔

۱۔ سیاست بیت ۲۔ سیاست مدن

۱۔ سیاست بیت کا مطلب یہ ہے کہ گھر کا مالک اس طرح بال بچوں اور گھر والوں پر نظر رکھے، کاروبار اور آمدوخرچ کا خیال کرے کہ کسی قسم کی تہذیبی اخلاقی، مالی اور جانی کمی وغیرہ نہ ہو۔

۲۔ سیاست مدن میں باشاہ کو اپنے ملک اور تمام رعیت کی نگرانی، ان کے حقوق اور اخلاق نیز اندرونی و بیرونی حالات کا جائزہ اور انتظامات اس طرح اختیار کرنا جن سے کسی قسم کا نقصان بھی نہ ہو اور ملکی ترقی بحال رہے اور مذہب میں بھی کسی قسم کا نقص نہ آنے پائے۔ (دستور العلماء ج ۲ ص ۹۴ السین مع الیاء)

فرمایا سیاست کا لغوی معنی ادب سیکھانا، اخلاقی حالات سنوارنا ہے اس کا مادہ (س ی س) ہے۔ یہ اجوف یائی ہے۔ باب فعل یفعل، ساس یسوس سیاستہ، تادیب، ادب یودب تادیبا ہے۔

دین کی سیاست یہ ہے کہ امور دین کو صحیح طور پر اپنانا اور ساتھ ساتھ مخالفوں کے شر سے محفوظ رہنے کا بچاؤ بھی رکھنا۔ اسی لئے تو ڈاکٹر اقبال مرحوم نے فرمایا:

جلال پادشاہی ہو یا جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

الوصية

وصيت باتباع الاولياء لا سيما اتباع سلسلة الجشتية العاليه رضوان الله تعالیٰ عليهم اجمعين

عن امية بن عبدالله بن خالد رضى الله عنه انه قال لعبد الله بن عمر رضى الله عنهما انا نجد صلوٰة الحضر وصلوٰة الخوف فى القرآن ولا نجد صلوٰة السفر فى القرآن فقال عبدالله يا ابن اخى ان الله بعث الينا محمد صلى الله تعالیٰ عليه وآله وصحبه وسلم ولانعلم شيأ فانمانفعل كما رأينامحمد صلى الله عليه وآله وسلم يفعل . (مستدرک حاكم جلد ۲ ص ۲۵۸)

كيف وقد قال الله جل شانه فى القرآن الكريم ونزلنا اليک الذكر لتبين للناس مانزل اليهم فالقرآن المجيد منزل من الله تعالیٰ علیٰ رسوله سيدنا محمد صلى الله تعالیٰ عليه وآله وصحبه وسلم لاعلينا وعلمنا من القرآن ما قد بين لنا رسوله صلى الله تعالیٰ عليه وآله وصحبه وسلم وما لم يبين لنا لم نعلم الى الابد والله سحانه وتعالیٰ علم علم القرآن لمحبوبه صلى الله الله تعالیٰ عليه وآله وسحبه وسلم ورسوله صلى الله عليه وآله صحبه وسلم وهو علمنا على قد ر عقولنا.مثلاً امر نا الله سبحانه وتعالیٰ باقامة الصلوٰة وايتاء الزكوٰة والصوم والحج ولم نعلم ماالصلوٰة وما الزكوٰة وما الصوم وما الحج فعلمنا وبين لنا رسول صلى الله تعالیٰ عليه وآله وصحبه وسلم صفة الصلوٰة من التكبير ومن التحريمة.ورفع اليدين الیٰ شحمة الاذنين والتسمية قبل القراة وتعداد الركعات والركوع الواحد فى كل ركعة وسجد تين فيها

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

وصیت نامہ

اولیاء کرام خصوصاً سلسلہ عالیہ چشتیہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی اتباع کی وصیت

حضرت امیہ ابن عبداللہ ابن خالد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے عرض کی کہ ہم قرآن مجید میں حضراور خوف کی نماز کا بیان تو پاتے ہیں اور نماز سفر کا بیان قرآن مجید میں نہیں پاتے تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے بھیجتے بیشک اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ہماری طرف مبعوث فرمایا جبکہ ہم کچھ نہیں جانتے تھے۔پس ہم وہی کرتے ہیں جیسا کہ ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کرتے دیکھا۔ (مستدرک حاکم جلد۲ ص ۲۵۸)

ایسا کیوں نہ ہوجبکہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے قرآن کریم میں ارشادفرمایا''اور ہم نے آپ کی طرف قرآن کریم نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کو اس کی وضاحت فرمائیں جو ان کی طرف نازل کیا گیا''۔پس قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے رسول سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم پر نازل کیا گیانہ کہ ہم پر اور ہم نے قرآن مجید سے وہی کچھ سیکھا جو ہمارے لئے اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے بیان فرمایااور جو ہمارے لئے بیان نہ فرمایا ہم اس کوتاابد نہیں جان سکیں گے۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وآلہ وصحبہ وسلم کوقرآن مجید سکھایا اور انہوں نے ہمیں ہماری استعداد کے مطابق تعلیم فرمائی۔ مثلاً اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمیں نماز قائم کرنے کاحکم دیا اور زکوٰۃ اداکرنے اور روزہ رکھنے اور حج کرنے کاحکم دیا حالانکہ ہم نہیں جانتے تھے کہ نماز کیا،زکوٰۃ کیا ہے اور روزہ کیا ہے اور حج کیا ہے،تواللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے ہمیں نماز کے طریقہ بیان فرمایا کہ تکبیر تحریمہ کہہ کر دونوں ہاتھوں کوکانوں کی لوؤں تک اٹھانے،قرات سے پہلے بسم اللہ شریف پڑھنے اور رکعتوں کی تعداد اور ہر رکعت میں ایک رکوع اور دوسجدے کرنے

والتشهد والتحية وتعديل الاركان وغير ذالک والسلام للخروج منها وكذا الزكوة بانوا عها من زكوٰة الشاة والبقر والابل والذهب والفضة وباقى اموال التجارة وغير ذالک وكذا الصوم من الانتهاء عن المفطرات الثلاثة ومن مراد الخيط الابيض والخيط الاسود وكذا من غاية الصوم الى غروب الشمس لان الليل له وقت ممتد وابتداء ه يتيقين من غرورب الشمس وغير ذالک وكذا الحج ومنا سكه باجمعها من الطواف سبع مرات بالصفا والمروة وحلق الرأس والرمى والوقوف وامكنتها وغير ذالک لم نعلم من القرآن فلما كان اهم الفرائض غير معلوم لنا ولم ندر من القرآن الابيان حبيب الرحمن صلى الله تعالىٰ عليه وآله وصحبه وسلم فكيف نعلم من القرآن باقى الاحكام من الاوامر والنواهى حسب ما اراد الله سبحانه وتعالىٰ وحسب ما يرضى به ربنا الرحمن فهذا متن متين عليک ان تشرحه وتفسره بعد نظرک فى الشرائع الاسلامية وشعائره فينجلى لک بالبداهة بان سيدنا سيدالمرسلين والملئكه المقربين صلى الله عليه وآله وصحبه وسلم ارسل الينا معلماً للقرآن الكريم واخلاقه المقدسة كانت لنا اسوة حسنه واطاعته عين الطاعة الله تعالىٰ ونطقه وحى يوحىٰ فما اتانا فعلينا ان ناخذه وما نهاناعنه فعلينا ان ننتهى عنه واسوة الصحابة رضوان الله تعالىٰ علهيم اجمعين عين اسوة سيدالمرسلين صلى الله تعالىٰ عليه وآله وصحبه وسلم .لمعاينته اسوته صلى الله تعالىٰ عليه وآله وصحبه وسلم ولفرط المحبة به ولجهدهم فى اتباعه صلى الله تعالىٰ عليه وآله صحبه وسلم

اور اس میں تشہد اور التحیات نیز تعدیل ارکان اور اس کے علاوہ نماز سے فارغ ہونے کیلئے سلام کی تعلیم فرمائی اور اسی طرح مختلف اقسام کی زکوۃ (کی تعلیم فرمائی) بھیڑ، بکری، گائے بھینس، اور اونٹ، سونا، چاندی اور باقی اموال تجارت کی زکوٰۃ وغیرہ (کے نصاب اور انداز وجوب سکھائے) اور اسی طرح روزہ کے مفطرات ثلاثہ (کھانا پینا جماع کرنا، سے باز رہنا اور خیط ابیض وخیط اسود کا مفہوم اسی طرح روزہ کی انتہا غروب آفتاب تک کیونکہ لیل (رات کا وقت) ہے اور اس کی ابتداء غروب آفتاب سے ہوتی ہے وغیرہ۔ اسی طرح حج اور اس کے جملہ مناسک بیت اللہ شریف کے گرد ساتھ مرتبہ طواف کرنا اور صفا ومروہ کے درمیان ساتھ مرتبہ دوڑنا اور سر کا منڈانا، رمی کرنا اور عرفات میں وقوف کرنا اور اس کے مقامات وغیرہ ہم قرآن مجید سے نہیں سمجھ سکتے۔ تو جب اہم فرائض محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی تعلیم کے بغیر قرآن مجید سے ہمیں معلوم نہیں ہو سکتے اور نہ ہی خود بخود ہم ان کو سمجھ سکتے ہیں تو باقی اوامر اور نواہی کے احکام اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ارادے کے مطابق اور اپنے رب رحمان کی مرضی کے موافق قرآن مجید سے ہم کیسے جان سکتے ہیں؟ پس یہ پختہ اور مضبوط متن ہے تم پر لازم ہے کہ شرائع اور شعائر اسلامیہ میں غور کرنے کے بعد اس کی تشریح اور تفسیر کرنا تو پھر تیرے لئے واضح اور آسانی سے روشن ہو جائے گا کہ ہمارے آقا بلکہ تمام مرسلین اور ملائکہ مقربین کے آقا ومولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم ہماری طرف قرآن کریم کے معلم بنا کر بھیجے گئے ہیں اور آپ کے اخلاق مقدسہ ہمارے لئے اسوہ حسنہ ہیں۔ ان کی اطاعت بعینہ اطاعت الٰہیہ ہے اور ان کا بولنا وحی خداوندی ہے۔ پس آپ نے جو کچھ ہمیں عطا فرمایا ہم پر لازم ہے کہ اسے ہم اخذ کریں اور جس سے ہمیں منع فرمایا اس سے رک جانا بھی ہم پر لازم ہے اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اسوہ عین سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کا اسوہ ہے کیونکہ انہوں نے آپ کی سیرت طیبہ کا مشاہدہ کیا وہ آپ کی محبت سے سرشار اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی اتباع میں حد درجہ کوشش کرتے تھے۔

ثم من بعد هم من تبعهم باحسان هكذا ثم فثم فيجب علينا اتباع الكاملين والصديقين والشهداء والصالحين لان صراطهم ومنهجهم عين صراط سيدالمرسلين صلى الله تعالىٰ عليه واصحابه اجمعين ، وان الاخلاف منهم يجتهدون فى اتباع الاسلاف الصحابة رضوان الله تعالىٰ عليهم اجمعين والىٰ هذا اشارب تعالىٰ شانئه فى ام القرآن بقوله اهدناالصراط المستقيم ،صراط الذين انعمت عليهم،وفسر المنعم عليهم بقوله اولئک الذين انعم الله عليهم من النبيين والصديقين والشهداء والصالحين وقد اوجب علينا هذا الدعاء فى كل صلوٰة بل فى كل ركعة منها فتبين بذالک فخامة قدر هذا المنهج القديم والجادة المستقيمة فما ظنک بمن سلک هذا المسلک؟ فعليک ان لاتاخذ الامابينت لک ولا ترى الى يمينک ويسارک وانک اذا احببت ان ترىٰ الصراط المستقيم فعليک ان ترىٰ مسلک من فوقک من الكاملين ولن تركن الى قادة الفتنة من المرزئية والخارجية والشيعة الشنيعة والمنكرين لخلافة وافضل الصحابة وامام الاعدلين وسيداصحاب الحياء والايمان وسيد. اولياء الرحمن رضى الله تعالىٰ علهيم اجمعين تبعهم الى يوم الدين ،ولا تصغى الىٰ هفوات الغير المقلدين ولا الى الوهبية النجدية والديو بندية ولا الى الذين يتقولون بالقرآن من غير بيان حبيب الرحمن صلى الله تعالىٰ عليه وآله وسحبه وسلم الذين يعرفون بالهل القرآن واعلموا ثم اعلموا ان فتنة المسيح الدجال ناشئة من غير بعد فلاتركنوا اليهم لا الدجال ومن تبعده كافر بيقين والله سبحانه وتعالىٰ احدصمد لم يلد والم يولد ولم يكن له كفوا احد ،

پھر ان کے بعد جنہوں نے صحیح طور پر ان کی پیروی کی اسی طرح بعد میں آنے والے پس ہم پر کاملین صدیقین شہداء اور صالحین کی پیروی واجب ہے کیونکہ ان کا راستہ اور طریقہ بعینہٖ سیدالمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کا راستہ ہے اور یقینا بعد میں آنے والے اپنے اسلاف کی اتباع میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین تک کی پیروی کرنے کی کوشش کریں گے اور اسی کی طرح رب سبحانہ وتعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے کہ (اے اللہ ہمیں صراط مستقیم کی ہدایت دے ان لوگوں کا سیدھا راستہ جس پر تو نے انعام کیا) اور منعم علیہم کی تفسیر اپنے اس قول سے فرمائی کہ وہ لوگ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا وہ انبیاء صدیقین شہداء اور صالحین ہیں اور اس دعا کو ہم پر ہر نماز بلکہ ہر رکعت میں واجب فرمایا یعنی ہر نماز کی تمام تر رکعتوں میں یہ دعا مانگنا ہم پر واجب قرار دیا۔ پس اس سے اس قدیم طریقہ اور اس سیدھے راستے کی عظمت واضح ہوگئی۔ تو جن لوگوں نے یہ مسلک اختیار کیا ان کے متعلق تیرا کیا خیال ہے؟ پس تجھ پر لازم ہے کہ وہی راستہ اختیار کر جو میں نے تیرے لئے بیان کر دیا اور اپنے دائیں بائیں مت دیکھ اور جب تو صراط مستقیم دیکھنا پسند کرے تو اپنے اسلاف کاملین کا مسلک اور تو مرزائیوں، خارجیوں اور شیعہ شنیعہ کے فتنوں کے سرغنوں کی طرف ہرگز مائل نہ ہو۔ صحابہ سے افضل ابوبکر صدیق اور عادلوں کے امام فاروق اور حیاء وایمانداروں کے سردار ذی النورین اور اولیاء اللہ کے آقا علی کرم اللہ وجہہ و رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین (اللہ تعالیٰ خلفاء راشدین پر راضی ہو اور جو لوگ قیامت تک ان کے تابع رہیں ان سے بھی راضی ہو) اور تو غیر مقلد لوگوں کی لغویات کی پرواہ نہ کر اور وہابیہ نجدیہ دیوبندیہ کی طرف مت دیکھ اور جو لوگ محبوب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کے بغیر قرآن فہمی کا دعویٰ کرتے اور اپنے آپ کو اہل قرآن کہلاتے ہیں ان کی طرف بھی قطعاً نہ دیکھ۔ اور جان اور یقین کر مسیح دجال کا فتنہ عنقریب ابھرنے والا ہے۔ پس ان کی طرف ہرگز مائل نہ ہو کیونکہ دجال اور اس کے پیروکار یقیناً کافر ہیں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ یکتا ہے، بے نیاز ہے، نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ کسی سے جنا گیا اور نہ ہی اس کی کوئی برابری کرنے والا ہے۔

واعلموا ان سيدنا ونبينا ورسو لنا محمد صلى الله تعالىٰ عليه وآله وصحبه وسلم خاتم النبيين بمعنى لانبى بعده فكل من يدعى النبوة بعده فهو كافر كذاب دجال بيقينٍ ،وان عيسىٰ علىٰ نبينا وعليه الصلوٰة والسلام سينزل من السماء ويقتل الدجال ويتزوج ويولدله ويدفن فى روضة نبينا صلى الله تعالىٰ عليه وآله وصحبه وسلم والروضة افضل من الكعبة والعرش وايقنوا بان الجنة حق والنار حق والبعث بعد الموت حق وعذاب القبر حق وكل ماخبر به الله تعالىٰ ورسوله صلى الله تعالىٰ عليه وآله وصحابه وسلم حق واء ترقى الىٰ فهمه اذاهاننا اولا ترقتى اليه واعلموان الشريعة الاسلامى من العقائد الاسلامية واعلمالها واجبة الاعتقاد والعمل فلمالم ندر كيفياتها وجها من وجوهها وجب الاعتقاد والعمل كيف وانا نرى اشياء عديدة من المصنوعات الانيسة مثلا راديو تيلى ويذن والات الحربية الجديده والا التحسيب والمهلكات والتقوى الجوية ومن القنابل الذرية (آئيتم بم وهائيد روجن بم)وغير ذالک من المصنوعات العديدة ولم نذر حقيقتها مع ذالک نتيقن بوجودها مع اقرارنا بان كل ذالک من مصنوعات المخلوق فما ظنک بخالق الخلق وخلاق الارض والسماء ورافعها من غير عمدالحذر كل الحذر من ارتياب ما هوفوق ذهنک القاصر وقد اخبرالله ورسوله به والله قادر علىٰ ما يشاء ويفعل مايشاء ويحكم مايريد فى كل ما اخبربه به الله سبحانه وتعالىٰ ورسوله صلى الله تعالىٰ ورسوله صلى الله تعالىٰ عليه وآله وصحبه وسلم وان كان فوق ذهنک القاصر وعقلک الفاتر الفاسد الذى قاصر عن تعقل المصنوعات الانسانية

اور یقین کریں کہ ہمارے آقا ہمارے نبی اور ہمارے رسول حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم بایں معنی خاتم النبیین ہیں کہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں ۔پس ہر وہ شخص جو آپ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے وہ یقیناً کافر ہے۔کذاب اور دجال ہے اور یقیناً حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام عنقریب ہی آسمان سے نزول فرمائیں گے اور دجال کو قتل کریں گے، شادی کریں گے ،ان کی اولاد ہوگی اور ہمارے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ وآلہ وصحبہ وسلم روضہ اقدس میں دفن کئے جائیں گے اور روضہ اطہر کعبہ مقدس اورعرش اعلیٰ سے افضل ہے اور یقیناً جان لو کہ جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے اور موت کے بعد اٹھنا حق ہے،عذاب قبر حق ہے اور ہر وہ بات جس کی خبر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے دی وہ حق ہے ۔خواہ اس کے سمجھنے کیلئے ہمارے اذہان کو وہاں تک رسائی نصیب ہو یا نہ ہو اور جان لو کہ شریعت اسلامیہ کے عقائد اور اعمال پر اعتقاد رکھنا اور عمل کرنا واجب ہے اور جس چیز کی کیفیت کو ہم کسی وجہ سے نہیں سمجھ سکتے اس پر بھی اعتقاد رکھنا اور عمل کرنا واجب ہے اور کیوں نہ ہو جبکہ انسانی مصنوعات میں سے بہت سی اشیاء ہم دیکھتے ہیں مثلاً ریڈیو، ٹیلی ویژن اور جدید آلات حرب اور اعداد وشمار کے آلات اور مہلک ہتھیار ایئرفورس جوہری (یعنی ایٹم بم ہائیڈ روجن بم)وغیرہ متعدد مصنوعات ہیں جن کی حقیقت اور کیفیت کا ہمیں علم نہیں۔ بایں ہم ان کے وجود پر یقین رکھتے ہیں اور اس امر کا اقرار کرتے ہیں کہ یہ اشیاء مخلوق کی بنائی ہوئی ہیں تو پھر تیرا خیال مخلوق کے خالق زمین آسمان کے خالق اور آسمانوں کو بغیر ستون کے بلند کرنے والی ذات اقدس کے بارے میں کس قدر ہے۔ایسے امر میں شک کرنے سے کلی اجتناب کر جس کے سمجھنے سے تیرا ذہن قاصر ہے جبکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی خبر دی ہو اور اللہ تعالیٰ ہر اس چیز پر قادر ہے جسے چاہے اور وہ کرتا ہے، جو چاہتا ہے اور اپنی مرضی کے مطابق فیصلہ فرماتا ہے اور وہ چیز جس کے بارے اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہو خواہ تیرے کوتاہ ذہن سے بلند ہو اور تیری فاتر و فاسد عقل جو انسانی مصنوعات کے سمجھنے سے بھی

اشهد ان لا اله الاالله وحده لا شريک له واشهد ان سيدنا وشفيعنا فی الدارين محمد عبده ورسوله واشهد ان سيدنا ابا بکرن الصديق رضی الله تعالیٰ عنه وان سيدنا عمر بن الخطاب رضی الله تعاليی عنه وان سيدنا عثمان بن عفان رضی الله تعالیٰ عنه وان سيدنا علی بن ابی طالب رکم الله تعالیٰ وجهه الکريم خلفاء رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وآله وصحبه وسلم بالترتيب المعلوم والمتوارت بالاخبار کالمتواترة وکل من انکر خلافة احد منهم فهو کافر واصحاب النبی صلی الله تعالیٰ عليه وآله وسحبه وسلم کلهم عدول صدوق نجوم الاهتداء رضوان الله تعالیٰ علهيم اجمعی ر ک ثم اياک عن قول سوء فی حق احد منهم واعلم ان المناقشه بين سبدنا علی رضی الله تعالیٰ عنه وبين سيدنا معاوية رضی الله تعالیٰ عنه نضعها بمنزلة المتشابهات مالنا ان نريب فی منزلتهم ومرتبتهم و عظمتهم کيف وهم اصحاب رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وآله وصحبه وسلم .وقد قال رسول الله صلی الله تعاليی عليه وآله وصحبه وسلم الله الله فی اصحابی واصحابی کالنجوم بايهم اقتديتم اهتديتم نعلم فضل علی رضی الله عنه علی معاوية رضی الله عنه امر معتقد منتقدلا شک فيه لکن لا ننکرفضل المفضول عليه واعلم ايضا ان الروايات التی تدل علی تفصيل تلک المناقشة فاما منقول الطبری المنورخ فهو مردود الواية بحسب تصريح کتب 'سماء الرجال وهذا ابن جرير الطبری شيعی بلاريب.

اما ابن جرير الطبری المفسر فهومن الثقات واما منقول من ابن قتيبة صاحب الامامة والسياسة فهو کذاب ووضاع

قاصرتب بھی اس پر اعتقاد اور عمل ضروری ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتاہوں کہ یقیناً ہمارے آقا اور ہر دو جہاں میں ہمارے شفیع حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے عبد (خاص) اور اس کے رسول ہیں اور میں یہ بھی گواہی دیتاہوں کہ دینا سیدنا ابوبکرصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے خلفاء ہیں۔اخبار متواتر اور معلوم ومشہور ترتیب کے مطابق ان کی خلافتیں برحق ہیں اور ہر وہ شخص جوان حضرات میں سے کسی ایک کی خلافت سے انکار کرے کافر ہے اور آنخضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے تمام صحابہ کرام سب سے بڑے عادل اور بہت زیادہ سچے اور ہدایت کے ستارے ہیں۔رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اوران حضرات میں سے کسی ایک کے حق میں نازیبا کلمہ استعمال کرنے سے ہر طرح پرہیز کر اور جان لے کہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باہمی نزاع کو ہم متشابہات کے درجہ میں رکھیں گے۔ہمارے لئے مناسب نہیں کہ ہم ان کے مرتبہ اوران کی عظمت میں کسی قسم کا شک کریں اور کیونکر کریں جبکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے صحابہ کرام ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اللہ سے ڈرو۔اور فرمایا میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں جس کی پیروی کروگے ہدایت پاؤ گے۔البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر ایک مسلم اور محکم امر ہے جس میں کوئی شک نہیں لیکن ہم مفضول علیہ کی فضیلت کا بھی انکار نہیں کرتے اور یاد رکھیں کہ وہ تمام روایات جو اس نزاع کی تفصیل میں وارد ہیں وہ یا تو طبری مؤرخ سے مروی ہیں جو اسماء الرجال کی کتب کی تصریح کے مطابق مردود الروایت ہے اور ابن جریر طبری بلاشبہ شیعہ ہے۔البتہ ابن جریر طبری مفسر ثقہ (معتبر) لوگوں سے ہے یا وہ روایات ابن قتیبہ سے ہیں۔''جو الامامۃ والسیاسۃ'' کا مصنف ہے جو سراسر جھوٹا اور مفتری ہے۔

واما منقول من الواقدی المئورخ فهو کذالک لم یروعنه ولم یعتمدعلیٰ روایته وامر متیقن بان فی روایات تلک المناقشة دخل دخیل من قبل الوضاعین الکذابین فکیف نقتفی اثرهم نخالف الامر المتیقن بان سیدنا معاویه رضی الله تعالیی عنه صاحب رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وآله وسلم وصحبته بلاریب وبلا شک وانه کاتب الحی وانه اخ لام امئومنین رضی الله تعالیی عنها وانه قامع فتن الیهود بالشام واعراق وان حکمته اخمدت نار العجم کمالایخفی. وعلیک بالا عتقاد باولیاء الله تعالیٰ والا نقیاد بماسلکو.

اور یا وہ روایات مئورخ واقدی سے مروی ہیں تو وہ بھی اسی طرح ہے کہ نہ اس سے کوئی روایت لی گئی نہ ہی اس کی روایت پر اعتماد کیا گیا ہے اور یہ امر یقینی ہے کہ اس نزاع کے متعلق مروی روایات من گھڑت روایات بیان کرنے والوں اور کذاب لوگوں کا کافی دخل ہے تو ہم ان کی روایات پر کیسے فیصلہ کر سکتے ہیں کیونکہ سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلا شک وشبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے صحابی ہیں اور بے شک وہ کاتب وحی ہیں اور ام المؤمنین (ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے بھائی ہیں اور یقیناً شام وعراق سے یہود کے فتنوں کا قلع قمع کرنے والے ہیں کہ ان کی حکمت عملی نے آتش کدہ عجم کو بجھا کر رکھ دیا گیا جیسا کہ مخفی نہیں ہے تم پر لازم ہے کہ اولیاء اللہ کے ساتھ اعتقاد رکھو اور ان کا مسلک اختیار کرو۔

اللھم صلی وسلم وبارک علی افضل رسلک سیدنا محمد علیٰ آل محمد واصحاب محمد واولیاء امته لا سیما شیخنا محمد حامد تونسوی وآبئه مشائخه اجمعین صلوٰة وسلاما وبرکات عدد کلمات الله وعدد خلق الله وزنة عرش الله وملأسموات الله وملأارض الله.

المسکین العاصی المفتقرالی شفاعة سیدنا محمد صلی الله تعالیٰ علیه وآله وصحبه وسلم. محمد قمرالدین عفرله

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

قدجاء کم من الله نور وکتاب مبین o

زنور محمد نور تاباں شاہ سلیمان را نشین

زنور شمس سلیمان عیاں محمد دین

وزضیا محمد دین محمد قمرالدین

وزقمر حمید الدین شد ضیاء حق

وزضیاء حق است محمد نور الدین

خادم تراب نعال السیال غلام احمد عفی عنہ (متوطن چک نمبر۲۳۲ ضلع جھنگ)

انجمن قمر الاسلام سلیمانیہ کے زیر اہتمام شائع کردہ تصانیف وتالیفات

۱۔ فوزُالمقال فی خلفاء پیرسیال جلد اول — اعلیٰ حضرت خواجہ محمد شمس الدین رضی اللہ عنہ
(مطبوعہ ادارہ تعلیمات اسلاف لاہور)
۱۴۱۰ھ — اوران کے خلفائے عظام کے حالات

۲۔ فوزُالمقال فی خلفاء پیرسیال جلد دوم — حضرت خواجہ محمد دین سیالوی رضی اللہ عنہ
۱۴۱۰ھ — اوران کے خلفائے عظام کے حالات

۳۔ فوزُالمقال فی خلفاء پیرسیال جلد سوم — حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی رضی اللہ عنہ
۱۴۱۰ھ (مطبوعہ دینہ جہلم) — اوران کے خلفائے عظام کے حالات

۴۔ فوزُالمقال فی خلفاء پیرسیال جلد چہارم — شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمرالدین سیالوی رضی اللہ عنہ
۱۴۱۰ھ — اوران کے خلفائے عظام کے حالات

۵۔ فوزُالمقال فی خلفاء پیرسیال جلد پنجم — حضور شیخ الاسلام رضی اللہ عنہ کی تعلیمی
۱۴۱۰ھ — اوران کے خلفائے عظام کے حالات

۶۔ فوزُالمقال فی خلفاء پیرسیال جلد ششم — حضور شیخ الاسلام رضی اللہ عنہ
۱۴۱۰ھ — کی سیاسی خدمات اور وصال پاک

۷۔ فوزُالمقال فی خلفاء پیرسیال جلد ہفتم — حضور شیخ الاسلام رضی اللہ عنہ کے خلفائے
جلد ہشتم و نہم — عظام کے حالات زندگی اوران کی خدمات

۹۔ فوزُالمقال فی خلفاء پیرسیال جلد دہم — زیر طبع عنقریب شائع ہو گی (انشاء اللہ تعالیٰ)

۹۔ انوار شمسیہ ۱۰۔ انوار قمریہ اول، دوم، سوم ۱۱۔ معیار المسیح

۱۲۔ ضیاء الشمس ۱۳۔ مذہب شیعہ ۱۴۔ شیخ الاسلام نمبر ماہنامہ کاروان قمر

۱۵ فروغ علم تحقیق مقالہ تعلیمی خدمات حضور پیر سیال لجپال رضی اللہ تعالیٰ عنہ

باہتمام : حضرت سید ابوالحسن شاہ منظور ہمدانی دامت برکاتہم العالیہ بانی وناظم اعلیٰ

انجمن قمر الاسلام سلیمانیہ ایس،ٹی ۳۱ کہکشاں کلفٹن کراچی
فون: 021-35879657, 021-35371901